خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب

ماہنامہ

آنچل

کراچی

قیمت 50/ روپے

اس شمارے میں

پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی
دفتر کا پتہ 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی

سرورق: صبا قمر...... آرائش: ماہ روز بیوٹی پارلر.... عکاسی: امجد صدیقی

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتہ: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2
فیکس 021-35620773 ای میل info@aanchal.com.pk کے لیے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ''جو شخص لوگوں کو ہدایت کی دعوت دے تو اسے ان تمام لوگوں کے عمل جتنا ثواب ملے گا جو اس کی پیروی کریں گے اور ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جو شخص گمراہی کی دعوت دے تو اسے ان تمام لوگوں کے عمل جتنا گناہ ملے گا جو اس کی پیروی کریں گے اور اس سے ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔'' (بخاری، مسلم)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
جون ۲۰۱۲ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

گرمی اپنے شباب پر ہے اس بار ملک بھر میں درجہ حرارت انتہائی درجہ کو چھو رہا ہے۔ آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔ درجہ حرارت میں اضافے کے ساتھ ساتھ بجلی کی لوڈشیڈنگ میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ پچھلے شمارے میں بھی بجلی کا رونا رویا تھا اب مسئلہ مزید گمبھیر اور کام کرنا مشکل سے مشکل تر ہوتا جارہا ہے۔ ہم سب تو بس دعا ہی کرسکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حکام اور اعمال کو توفیق دے اور ہمیں اس عذاب سے نجات عطا فرمائے۔ آمین

میں اپنی تمام بہنوں کی شکر گزار ہوں کہ آپ کی پسندیدگی ہی ہمارا حوصلہ بڑھاتی ہے ہمیں آگے اور آگے کی طرف لے چلتی ہے۔ سالگرہ نمبرز کی پسندیدگی کے لیے میں تمام قاری اور لکھاری بہنوں کی بھی شکر گزار ہوں کہ ان کے تعاون کے باعث ہی آنچل کو سجانے سنوارنے کے بعد آپ تک پہنچانا ممکن ہوا۔ ان شاء اللہ آئندہ بھی آپ تمام قارئین بہنیں اپنی پسندیدہ مصنفین کی تحریریں پڑھیں گی۔ ہر ماہ آنچل کو سجانے سنوارنے میں آپ کی آرا اور مشوروں سے بڑی روشنی ملتی ہے۔ آپ کی ہی رہنمائی سے ہمارے لیے ممکن ہوتا ہے کہ آپ کی پسند کے مطابق آنچل کو ترتیب دے سکیں۔

آنچل میں کچھ اہم تبدیلیاں آپ کے مشوروں کی روشنی میں کی جارہی ہیں امید ہے کہ آپ کو پسند آئیں گی۔

اس ماہ کے ستارے۔

''اسیرِ محبت''۔ نادیہ فاطمہ رضوی محبت کے اسیروں کی داستان بیان کررہی ہیں مکمل ناول کی صورت میں۔
''یہ جنون منزلِ عشق''۔ صائمہ جبیں ایک منجھی ہوئی لکھاری ہیں پہلی بار شریکِ محفل ہیں ایک بہترین مکمل ناول کے ساتھ۔
''رشک گلاب''، تحسین انجم انصاری کا ناولٹ۔
''صبح نو'' راحت وفا۔ ''آگہی'' اُم مریم۔ انسان بندہ اور کیڑا'' عقیلہ حق کے افسانے۔
''رسم دنیا'' رافعہ ملک پہلی بار مختصر افسانے کے ساتھ شریک محفل ہو رہی ہیں۔

ماہِ جولائی کا شمارہ رمضان اسپیشل اور ماہِ اگست کا عید نمبر ہوگا بہنیں نوٹ فرمالیں۔

ماہِ جولائی کے ستارے:۔ سمیرا شریف طور، سندس جبین، عتیقہ ملک اور بھی آپ کی پسندیدہ دیگر مصنفین کی دلچسپ تحریریں۔

نوٹ۔ ہم بہنوں سے بارہا کہتے رہے ہیں کہ ہر سلسلے میں شرکت کے لیے الگ صفحہ استعمال کریں اور اس سلسلے پر اپنا نام اور شہر کا نام لکھا کریں مگر بہت سی بہنیں ایک ہی صفحہ پر تمام سلسلوں کے بارے میں لکھ کر بھیج دیتی ہیں جس سے سب کچھ ضائع ہو جاتا ہے۔

دعا گو قیصر آرا

حمد

یارب ثنا میں کعبؓ کی دلکش ادا ملے
فتنوں کی دوپہر میں سکوں کی ردا ملے
حسانؓ کا شکوہ بیاں مجھ کو ہو عطا
تائیدِ جبریلؑ بوقتِ ثناء ملے
بوصیریؒ عظیم کا ہوں میں بھی مقتدی
بیماریٔ الم سے مجھے بھی شفا ملے
جامیؒ کا جذب، لہجۂ قدسیؒ نصیب ہو
سعدیؒ کا صدقہ، شعر کو اذنِ بقا ملے
مجھ کو عطا ہو زورِ بیانِ ظفر
محسن کی ندرتوں سے مرا سلسلہ ملے
حالی کے درد سے ہو مرا فکر استوار
ادراکِ خاص حضرتِ اقبال کا ملے
جو مدحتِ نبی ﷺ میں رہا با مراد و شاد
اس کاروانِ شوق سے تائبؔ بھی جا ملے

حفیظ تائبؔ

نعت

ترقیات کو خود مائلِ زوال نہ کر
خدا کے غیر کے آگے کبھی سوال نہ کر
نبی ﷺ پاک کی سنت میں کتنی راحت ہے
کھرچ کھرچ کے تو مجروح اپنے گال نہ کر
تجھے عزیز بنادے گا رب العزت خود
شعارِ دین میں ذلت کا احتمال نہ کر
خدا کے پیاروں کی صورت میں ڈھال لے خود کو
خدا کے غیر کی مانند چال ڈھال نہ کر
نہ اپنی ریش کو ہر صبح نالیوں میں بہا
مرے حضور ﷺ کی سنت کو پامال نہ کر
حصولِ دولتِ دنیا میں بھی قناعت ہو
فقط تو دین کے کاموں میں اعتدال نہ کر
متاعِ زیست برائے حصولِ جنت ہے
متاعِ زیست کو اپنے وبال نہ کر
خدائے پاک کی اطاعت میں بھی ہنر دکھلا
بس ایک مال کمانے میں ہی کمال نہ کر

اثر جون پوری

جواب آں

مدیرہ

انعم خان...... هری پور هزاره

جھنڈا بردار بھتیجی سلامت رہو! آپ کے گلے شکوے اپنی جگہ بجا مگر ڈاک کی بدانتظامی کی وجہ سے جب آپ کی کوئی چیز ہمیں موصول ہی نہیں ہوگی تو ہم اس کو شائع کیسے کریں گے؟ آپ کی جب جب جو بھی چیز موصول ہوتی ہے ہم کوشش کرتے ہیں کہ اسی ماہ شائع کردیں۔ آپ کی دونوں کہانیاں منتخب ہوگئی ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ جلد ہی شائع بھی کردیں گے۔ اب امید ہے کہ آپ کے تمام گلے شکوے دور ہوچکے ہوں گے۔ دعاؤں کے لیے اللہ آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔ آمین

سعدیه نواز...... سرگودها

ڈیئر سعدیہ خوش رہو! شکایتوں بھرا خط موصول ہوا۔ پڑھ کر آپ کی پریشانی کا اندازہ ہوا۔ آپ کی کہانی ''عشق تیرا دیوانگی میری'' پڑھ لی گئی ہے۔ اور قابل اشاعت بھی ہے۔ ان شاء اللہ جلد شائع بھی کردیا جائے گا۔ امید ہے کہ اب آپ کی شکایات دور ہوگئی ہوں گی۔ آپ کی غزل اور دیگر چیزیں متعلقہ شعبہ جات کو بھیج دی گئی ہیں۔ ہمارے لیے تمام بہنیں یکساں اہمیت کی حامل ہیں۔ ہمارے لیے کوئی خصوصی اہمیت نہیں رکھتا آپ نے یہ غلط سوچا۔ دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت آپ کو امتحانات میں کامیاب فرمائے۔ آمین

ام کلثوم رائے...... اختر آباد، اوکاڑه

پیاری کلثوم سلامت رہو! پہلی بار آمد پر خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ اپنے افسانے بھیج سکتی ہیں۔ مگر اس کے لیے اسی سلسلے کے آخر میں لگے باکس کو بغور پڑھ لیجیے گا اور اس کے مطابق اپنی کہانی لکھ کر بھیج دیجیے گا۔ آپ کی غزلیں، نظمیں اور دیگر چیزیں متعلقہ شعبوں میں بھیج دی گئی ہیں۔ اگر معیاری ہوئیں تو ضرور شائع ہوجائیں گی۔

عتیقه ملک...... نامعلوم

ڈیئر عتیقہ سدا خوش رہو! آپ کی کہانی مل گئی ہے اور جلد ہی قریبی اشاعت میں دیکھ لیں گی۔ آپ کا نام خواتین کے رسالوں میں جانا مانا ہے۔ آنچل میں پہلی بار شرکت پر آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آئندہ بھی آپ کا قلمی تعاون آنچل کو میسر رہے گا۔ آپ نے کہانی پر اپنا مکمل پتا تحریر نہیں کیا اور جو فون نمبر آپ نے لکھا تھا وہ بھی مکمل نہیں ہے۔ تو جلد از جلد اپنے مکمل پتے اور فون نمبر سے ادارے کو آگاہ کریں۔ اللہ آپ کی مشکلات کو آسانی میں تبدیل فرمائے۔ آمین

کومل رباب...... لاهور

پیاری رباب سدا خوش رہو! پہلی بار شرکت پر خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ اپنی کہانی لکھ کر بھیج سکتی ہیں۔ لیکن اس کے لیے جو طریقۂ کار بتایا گیا ہے اس کے مطابق اپنی کہانی تحریر فرما کر ادارے کو ارسال کرسکتی ہیں۔ تعارف باری آنے پر شائع کردیا جائے گا اور آپ کی غزل متعلقہ شعبہ کو ارسال کردی گئی ہے۔ دعاؤں کو اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

مسز نگهت غفار...... کراچی

ڈیئر نگہت خوش رہو! آپ کی کہانی مل گئی ہے۔ مگر ابھی پڑھی نہیں گئی جلد ہی پڑھ کر انہی صفحات پر آپ کو جواب دے دیا جائے گا۔ دونوں سالگرہ نمبرز پسند کرنے کا شکریہ۔ دعا گو ہیں کہ اللہ آپ کی پریشانیاں دور فرما کر آسانی والا معاملہ فرمائے اور آپ کو صحت اور تندرستی عطا فرمائے۔ دعاؤں کے لیے اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

مسز فصیحه آصف خان...... ملتان

پیاری فصیحہ سدا خوش رہو! آپ کا نام آنچل کے صفحات اور قارئین کے لیے کوئی نیا نہیں۔ آپ گاہے بگاہے آنچل میں لکھتی رہی ہیں۔ آپ کی تازہ ترین تخلیق موصول ہوگئی ہے۔ جلد ہی پڑھ کر آپ کو بتادیں گے۔ آنچل کا سالگرہ نمبر پسند کرنے کا شکریہ یہ سب آپ بہنوں کی محبت اور توجہ کا نتیجہ ہے کہ آنچل آج اس مقام پر ہے۔ ان شاء اللہ ہماری کوشش ہے کہ اس کو بہتر سے بہترین کی طرف لے جائیں دعا کے لیے جزاک اللہ۔

نورین شفیع...... ملتان

گڑیا نورین سدا خوش رہو! آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو آپ کے بھائی کی واپسی بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سب پر اپنا خاص کرم فرما کر آپ کے گمشدہ بھائی کو واپس ملوادیا ہے۔ آپ نے صحیح کہا کہ ماں کی دعائیں کبھی رائیگاں نہیں جاتیں۔ ہم آپ کی والدہ کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ ان کے تمام دکھ اور تکالیف کو راحت وسکون میں بدل دے۔ آمین

فوزیه سعید...... ملتان

اچھی فوزیہ خوش رہو! ہر اچھی کہانی اپنی جگہ آپ بناتی ہے۔ آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اگر تھوڑی سی محنت اور کوشش لگن کے ساتھ کریں تو آپ اور بھی بہتر لکھ سکتی ہیں۔ اپنا مطالعہ وسیع کریں اور دیگر مشہور لکھاریوں کی کہانیوں کو بغور پڑھتی رہیں۔ جس سے آپ کے قلم میں مزید نکھار پیدا ہوسکتا ہے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

زاهده ملک...... دیپالپور

لاڈو رانی خوش رہو! دعا گو ہیں کہ اللہ آپ کو ہر امتحان اور میدان میں کامیابی اور کامرانی عطا فرمائے آمین۔ آپ کی نظمیں متعلقہ شعبے تک بھیج دی گئی تھیں اگر قابل اشاعت ہوتیں تو ضرور شائع ہوجاتیں۔ دوست کے پیغام میں جتنے بھی پیغام ہر ماہ وصول ہوتے ہیں وہ شائع کردیے جاتے ہیں۔ جو نہیں ملتے ان سے ڈاک خانے والے اپنا پیٹ بھرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جس کے لیے ادارہ بے بس ہے۔ جہاں تک تعارف کی بات ہے تو وہ باری آنے پر ہی شائع ہوتا ہے ان شاء اللہ امید رکھیں کہ جلد از جلد آپ کا تعارف شائع ہوجائے گا۔ امید ہے کہ آپ کی شکایت دور ہوچکی ہوگی اور آپ کے حکم کی تعمیل میں جواب حاضر ہے۔ دعاؤں کے لیے اللہ جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

لبنیٰ نذیر چوهدری...... کوٹ رادها کشن

پیاری لبنیٰ خوش رہو! آپ کا نام آنچل کے لیے کوئی نیا نہیں ہے۔ آپ جب چاہیں کہانی لکھ کر بھیج سکتی ہیں۔ اس کے لیے کوئی پابندی نہیں ہے۔ آپ کی کتابوں کا سن کر بہت خوشی ہوئی اور بے ساختہ دل سے دعا نکلی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید کامیابیاں اور ترقی عطا فرمائے۔ ہم آپ کی کہانی کے منتظر رہیں گے۔ جزاک اللہ خیر۔

رخسانه اقبال...... قائد آباد، خوشاب

اچھی رخسانہ ہم آپ کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ آپ کی تمام مشکلات اور پریشانی دور فرما کر آسانی والا معاملہ فرمائے۔ آپ کے حالات زندگی پڑھ کر بس دعا ہی کی جاسکتی ہے۔ آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ ارسال کردیجیے پڑھ کر ہی بتایا جاسکتا ہے کہ قابل اشاعت ہے کہ نہیں۔ اپنا بہت خیال رکھیے گا۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

سویرا شاهین...... پنڈی گھیپ

پیاری بھانجی خوش رہو! پہلی بار شریک محفل ہونے پر خوش آمدید آنچل پسند کرنے کا شکریہ یہ سب آپ کی محبت کا ہی نتیجہ ہے کہ آنچل اس مقام تک پہنچا ہے۔ آپ آنچل کے ہر سلسلے میں بلا اجازت شرکت کرسکتی ہیں۔ آنچل کے صفحات آپ ہی بہنوں کے لیے ہیں۔ اللہ آپ کو امتحان میں کامیابی عطا فرمائے۔

دعاؤں کے لیے جزائے خیر۔

مسرت جبیں راجپوت...... میرپور آزاد کشمیر

اچھی مسرت سلامت رہو! آپ کی تحریر میں ابھی بہت کچا پن ہے۔ ابھی آپ کو بہت محنت کی ضرورت ہے۔ آپ مشہور لکھاریوں کی کہانیاں بغور پڑھیں اور ان سے سیکھیں کہ کس وقت اور کہاں کس طرح کی بات لکھنی ہے۔ تبھی آپ ایک اچھی لکھاری بن پائیں گی۔ ناامیدی کفر ہے صبر کا دامن تھامے رکھیں۔ اور اپنی کوششیں جاری رکھیں ان شاء اللہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ آپ بھی ایک اچھی لکھاری بن پائیں گی۔

صبا نواز بھٹی...... سانگھڑ

ڈیئر صبا سلامت رہو! آپ نے صحیح کہا کہ فرحت آپا ہمارے لیے بہت محترم اور مشفق ہستی تھیں۔ ان کا ساتھ ہمارے لیے بہت اہم تھا۔ ان کی کہی ہوئی بات پر آپ نے عمل کیا اور کامیابی پائی اللہ کی بارگاہ سے امید ہے کہ آئندہ بھی وہ آپ کی اسی طرح مدد فرماتا رہے گا۔ آپ اپنی کہانی بھیج دیجیے انہی صفحات کے آخر میں لگے باکس کی ہدایت کے مطابق۔ اللہ آپ کے والدین کو صحت وتندرستی عطا فرما کر ان کا سایہ آپ کے سروں پر تادیر قائم رکھے۔ جزاک اللہ آمین

سلمیٰ فہیم گل...... لاہور

پیاری گل سلامت رہو! آپ کی کہانی نکال کر اوپر رکھی گئی ہے۔ ان شاء اللہ جلد ہی شائع بھی کردیں گے۔ ہر ماہ موصول ہونے والی ای میل کو شامل اشاعت کردیا جاتا ہے۔ آپ کی جب جب ای میلز موصول ہوئی شائع ہوگئی۔ آپ کے قسط وار ناول کا بھی نمبر ان شاء اللہ جلد آجائے گا۔ امید ہے کہ آپ اپنا قلمی تعاون ادارے سے قائم رکھیں گی۔ جزاک اللہ۔

وجیہہ یاسمین...... بہاول پور

ڈیئر یاسمین سلامت رہو! پہلی بار شریک محفل ہونے پر خوش آمدید کہتے ہیں۔ اللہ آپ کو امتحان میں کامیابی اور صحت وتندرستی عطا فرمائے آمین۔ آپ کی کہانی میں ابھی بہت کچا پن ہے۔ اس کے لیے آپ کو سخت محنت، لگن اور مطالعہ کی ضرورت ہے۔ اپنا مطالعہ وسیع کیجیے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

عشرت محمد رمضان..... حیدر آباد

اچھی عشرت خوش رہو! پہلی بار آمد پر آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ ہمارے لیے تمام ہی بہنیں بہت محترم اور اہم ہیں۔ ہماری نظر میں کوئی بھی بہن ڈی گریڈ نہیں ہے سب کو برابر کی اہمیت حاصل ہے۔ اس سے پہلے آپ کا خط ملا ہی نہیں تو ہم جواب کیسے دیتے۔ آپ کا خط پڑھ کر اس بات کا اندازہ ہوا کہ آپ مایوسی کا شکار ہیں ہم بس یہی کہیں گے کہ اللہ رب العزت نے جو اور جس قدر دیا یا جس طرح دیا اس پر صبر شکر کرنا ایک مسلمان کا فرض ہے۔ مایوسی کفر ہے اپنے آپ کو مایوسی کے اندھیرے سے نکالیں۔ آپ آنچل کے ہر سلسلے میں بلا اجازت شرکت کرسکتی ہیں لیکن اس کے لیے آپ کو ہر کالم میں شرکت کے لیے الگ الگ صفحات استعمال کرنا ہوں گے۔ اگر آپ نے ایک ہی صفحے پر سب کچھ لکھ کر بھیج دیا تو کسی بھی ایک سلسلے میں شرکت ہو پائے گی۔ باقی چیزیں ضائع ہوجائیں گی۔ اللہ آپ کو ہر میدان کی کامیابی وکامرانی عطا فرمائے۔ آمین

عطیہ ملک جاوید. لاہور

ڈیئر عطیہ سدا خوش رہو! آپ نے صحیح کہا کہ ہمارے ملک کو چاروں اطراف سے مختلف مصائب نے گھیر رکھا ہے۔ مہنگائی، لوڈ شیڈنگ، دہشت گردی، بے روزگاری اور نہ جانے کیا کچھ دیکھنا باقی ہے۔ اللہ سبحان تعالیٰ سے بس دعا اور استغفار کی کرسکتے ہیں۔ اللہ آپ کو ہر میدان میں کامیابی اور کامرانی عطا فرمائے آپ اپنی تحاریر بتائے گئے طریقہ کار کو اپناتے ہوئے ارسال کرسکتی ہیں۔ اگر قابل اشاعت ہوئیں تو اس میں مناسب کانٹ چھانٹ کرکے شائع کردیا جائے گا۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

پروین افضل شاہین...... بہاول نگر

اچھی شاہین خوش رہو! آنچل کا سالگرہ نمبر پسند کرنے کا شکریہ۔ یہ سب کاوشیں آپ کی دعاؤں اور تعاون کے بغیر ناممکن ہوتی ہیں۔ آپ سے ایک درخواست ہے کہ آپ ہر کالم میں شرکت کے لیے اس سلسلے کا نام ضرور لکھا کریں۔ اس دفعہ آپ کی شرکت اس لیے نہ ہوسکی کہ آپ نے ایک ایک کالم پر دو دو نام لکھ رکھے تھے امید ہے کہ آئندہ اس بات کا خاص خیال رکھیں گی۔

مشترکہ جوابات

اقرا تبسم، اوکاڑہ۔ ڈیئر تبسم ہمیشہ متبسم رہو! آپ کا افسانہ موصول ہوگیا ہے۔ مگر ابھی پڑھا نہیں گیا۔ جلد ہی پڑھ کر انہی صفحات پر جواب دے دیا جائے گا۔ **نادیہ، شاہ نکڈر**۔ پہلی بار آمد پر خوش آمدید۔ آپ کی غزل موصول ہوگئی ہے۔ اگر قابل اشاعت ہوئی تو ضرور شائع کی جائے گی۔ **کنیزہ کنول، چکوال**۔ پہلی بار آمد پر خوش آمدید۔ ای میل ایڈریس آنچل میں موجود ہے۔ **شہزادی عزیز، عبدالحکیم**۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ آپ کے خط میں کوئی جواب طلب بات نہیں ہے۔ **بشریٰ ماہ نور، کہوٹہ**۔ پہلی بار آمد پر خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ کا افسانہ موصول ہوگیا ہے جلد ہی جواب دے دیا جائے گا۔ **فاطمہ عاشی، جھنگ**۔ سالگرہ نمبر پسند کرنے کا شکریہ۔ آپ کی چیزیں متعلقہ شعبوں میں بھیج دی جاتی ہیں۔ ان کی قسمت کا فیصلہ معیاری ہونے پر ہوتا ہے۔ **جہانہ آفتاب، کراچی**۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ آپ کی کہانی موصول ہوگئی ہے جلد ہی پڑھ کر انہی صفحات پر جواب دے دیا جائے گا۔ **نمرہ افتخار، اختر آباد اوکاڑہ**۔ آپ کی کوئی بھی تحریر اس لیے شامل اشاعت نہ ہوسکی کہ آپ نے سب ایک ہی صفحے پر لکھ کر بھیج دیا تھا۔ **صائمہ احمد سحر، گاؤں بھابڑہ**۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ آنچل پسند کرنے کا شکریہ۔ **ایمن وفا، جھٹو**۔ آپ کا خط دیر سے موصول ہوا اس لیے مشترکہ جواب میں شامل کیا جارہا ہے۔ اللہ آپ کے والدین کی مغفرت فرمائے ہم جان بوجھ کر کسی کو نظر انداز نہیں کرتے۔ ہم آپ سے کیا کسی سے بھی ناراض نہیں ہوتے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔ **شگفتہ خان، بھلوال**۔ جی آپ ہر بات، ہر دکھ اور ہر خوشی شیئر کرسکتی ہیں۔

ناقابل اشاعت

اثاثہ، اعزاز محنت، بدلتے رشتے، عشق کی پرچھائیاں، چکنی چمبیلی، وہ اک لمحہ آگہی کا، قسمت کے کھیل، سوچنے کی بات، شیشے سا اعتبار، جشن آزادی مبارک، ایسا بچھڑا دوبارہ نہ ملا، خدا کا انصاف، سرد وگرم۔

تاخیر سے موصول ہونے والے خطوط

فریحہ شبیر، شاہ نکڈر۔ رانی اسلام، گوجرانوالہ۔ دیا آفرین، شاہدرہ۔ شازیہ چوہدری، گجرات۔ شفق راجپوت، گوجرہ۔ ماریہ شبیر، شاہ کوٹ۔ پارس چوہدری، فیصل آباد۔ مسکان، قصور۔ ام کلثوم، کراچی۔ عالیہ کاظمی، کہوٹہ۔ کومل زریاب، لاہور۔ ارج گل رانا، مظفر گڑھ۔ رابعہ ملک، واہ کینٹ۔ شگفتہ خان، بھلوال۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔
☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔
☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔
☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔
☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔
☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔
☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔

امام اعظم ابو حنیفہ

مولف: مشتاق احمد قریشی

امام اعظمؒ اپنی تجارت میں حلال نفع کماتے اور اس نفع کا ایک بڑا حصہ سال بھر جمع کرتے رہتے اور سال پورا ہونے پر اس رقم کو شیوخ اور محدثین کی ضروریات زندگی ان کی خوراک ولباس اور دوسری چیزوں کی خریداری پر خرچ کیا کرتے تھے اور اگر کچھ اشرفیاں بچ جاتی تھیں تو وہ شیوخ اور محدثین کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے اور ان کو تاکید فرماتے کہ یہ رقم اپنی ضروریات میں خرچ کیجئے اور اللہ کے سوا کسی کا شکر ادا نہ کیجئے۔ میں نے اپنے مال سے کچھ نہیں دیا یہ سب محض اللہ کا فضل ہے۔ (تاریخ بغداد)

ایک واقعہ الخیرات الحسان میں اس طرح درج ہے کہ ایک بار آپؒ کی مجلس میں ایک شخص بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے آیا اور آپ کا ہم نشین ہو گیا۔ جب محفل ختم ہوئی تو آپؒ نے اس شخص کو مخاطب فرما کر کہا کہ ذرا ٹھہرے رہو جب وہ شخص اکیلا رہ گیا تو آپؒ نے اس سے کہا جائے نماز کو اٹھاؤ اور جو مال اس کے نیچے پڑا ہے لے جاؤ۔ اس شخص نے مصلے اٹھا کر دیکھا تو اس کے نیچے ایک ہزار درہم رکھے ہوئے تھے۔ امام صاحبؒ نے اسے کہا یہ درہم لے جاؤ اور اپنی حالت درست کرو۔ اس شخص نے کہا میں تو خوش حال آدمی ہوں اور اللہ کا دیا بہت کچھ میرے پاس ہے۔ مجھے ان درہموں کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس پر حضرت امام صاحبؒ نے فرمایا کیا تم نے یہ حدیث نہیں سنی۔ ''اللہ کو یہ بات محبوب ہے کہ اس کی نعمتوں کا اثر بندے پر نظر آئے۔'' پس تمہیں چاہئے کہ تم اپنی حالت سنوار کر رکھو تاکہ تمہیں دیکھ کر تمہارے دوست کو صدمہ نہ ہو۔ (الخیرات الحسان)

امام اعظم ابو حنیفہؒ نے علم حدیث کے حصول کے لیے بے شمار شیوخ سے رجوع کیا ابو حفص کبیرؒ کے دعویٰ کے مطابق امام ابو حنیفہؒ نے کم از کم چار ہزار شخصیتوں سے احادیث روایت کی ہیں۔ علامہ ذہبیؒ نے 'تذکرۃ الحفاظ' میں علامہ بن یوسف صالحی دمشقی شافعیؒ نے 'عقود الجمان' میں تین سو انیس نام امام ابو حنیفہؒ کے اساتذہ کے تحریر کئے ہیں۔ اس کے علاوہ تاریخ بغداد' تہذیب الکمال' تہذیب الاسماء واللغات' تذکرۃ الحفاظ' مخلص طبقات الحفاظ' تہذیب التہذیب' الانساب سمعانی' موطا امام محمد' کتاب الآثار امام محمد میں امام اعظمؒ کے شیوخ کے اجمالی حالات بھی تحریر کئے گئے ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ کی علمی ترقی کا بڑا سبب ان کا بڑے بڑے اہل علم وکمال سے ملاقاتیں اور صحبتیں تھیں جن کے لیے انہیں اکثر سفر کرنا پڑتے تھے۔ علماء کرام سے ملنے اور علمی مجلسوں میں شریک ہونے کا امام صاحبؒ کو بڑا ہی شوق تھا۔

امام ابو حنیفہؒ فرمایا کرتے تھے: ''اصل عالم تو وہ ہے جو ہمیشہ طلب علم میں مشغول رہے اور جو شخص یہ سمجھے کہ اب مجھے مزید علم کی ضرورت نہیں وہ عالم نہیں جاہل ہے۔'' امام صاحبؒ نے اپنی زندگی میں روایات کے مطابق پچپن حج کئے وہ سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد ہر سال حج کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ امام صاحبؒ حج کے مناسک سے تقویٰ حاصل فرماتے اور دوران سفر دینی علوم حاصل کرنے کا بہترین موقع بھی انہیں ملتا تھا۔ امام صاحبؒ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ کے علوم نافع مولیٰ ابن عمر سے حاصل کئے اس طرح انہوں نے

ایک جانب کوفے کے مدرس کے ذریعے ابن مسعودؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علوم حاصل کئے دوسری طرف تابعین کی وساطت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ اور اقوال کا ذخیرہ جمع کیا۔

حضرت امام اعظمؒ نے امام زید بن علی زین العابدین رضی اللہ عنہ جو مختلف علوم وفنون اسلامیہ کے ماہر تھے۔ قرآت' علوم قرآنیہ' فقہ' علم عقائد' مقالات اور کلامیہ میں انہیں پورا عبور حاصل تھا۔ امام صاحبؒ نے تقریباً دو سال ان سے علوم حاصل کئے لیکن ان کی خدمت میں رہ کر باقاعدہ تحصیل علم نہیں کی بلکہ مختلف ملاقاتوں کے دوران ان سے استفادہ کیا۔ علماء نے امام جعفر صادقؒ کو بھی امام ابو حنیفہؒ کے شیوخ میں شامل کیا ہے گو کہ امام جعفرؒ نہ صرف ان کے ہم عمر تھے بلکہ ہم عصر بھی تھے۔

امام ابو حنیفہؒ نے ہر علم حاصل کیا' اور ہر فن کو اس کے ماہر شخص سے ہی حاصل کیا۔ اگر اس سے اختلاف ہوتا تو وہ اس سے صرف مفید اور کار آمد باتیں حاصل کر لیا کرتے۔ وہ اچھے اور برے خیالات میں بہ خوبی تمیز کر لیتے تھے۔ اچھی بات کو اپنا لیتے اور بری کو چھوڑ دیتے۔ امام صاحبؒ اس سلسلے میں اپنے تمام ہم عصروں سے منفرد تھے۔ امام صاحبؒ نے اعتدال کا مسلک اختیار کیا اور اعلیٰ ترین مرتبہ حاصل کیا۔ امام صاحبؒ نے بحیثیت طالب علم ہر علمی دروازے پر دستک دی۔ تمام مسالک کی راہ نوردی کی اور ہر مسلک کو بغور سمجھا اور دین متین کی کسوٹی پر پرکھا اور پوری طرح جانچ پڑتال کر کے فیصلہ کیا۔ اس قسم کا انتخاب بڑا قوی العقل انسان ہی کر سکتا ہے جس کی فکری سطح نہایت درجہ بلند ہو اور اس کے سامنے کوئی متعین راہ ہو بلاشبہ امام اعظم ابو حنیفہ تحقیق وتجسس کے معاملے میں اپنے تمام ہم عصروں سے یکسر منفرد تھے۔

امام ابو حنیفہؒ طالب علمی کے زمانے سے ہی نظریاتی ذہن کے مالک تھے۔ انہیں ابتدا سے ہی معرکہ آرائی اور مناظروں کا شوق تھا۔ اس زمانے میں بصرہ مناظرات کا گڑھ بنا ہوا تھا۔ امام صاحبؒ اکثر مناظروں میں حصہ لینے کے لیے بصرہ تشریف لے جاتے۔ وہاں وہ مختلف مذاہب کے فقہی حضرات سے مناظرے کیا کرتے۔ ایک روایت کے مطابق امام صاحبؒ نے اس زمانے میں تقریباً بائیس مختلف فرقوں سے مناظرے کئے اور آخر میں اسلامی عقائد کی حمایت اور مدافعت کے لیے بڑے معرکے کیا کرتے تھے۔ اس معرکہ آرائی نے امام صاحبؒ کی قوت فکر میں جلا پیدا کر دی۔ آپ کا دائرہ علمی وسیع کر دیا۔ دوسرے بار بار مکہ ومدینہ شریف اور دیگر اسلامی ممالک کے سفر کے دوران امام صاحبؒ کو ایسے ایسے مسائل فقہ سے واسطہ پڑتا جن سے پہلے کبھی نہیں پڑا تھا۔ دیار غیر میں مناظرات میں ایسے ایسے فتاویٰ صحابہ اور وجوہ قیاس سامنے آتے جو اس سے پہلے امام صاحبؒ کے علم میں نہ ہوتے تھے۔ اس طرح انہیں اپنے فتاویٰ پر بھی نظر ثانی کا موقع مل جاتا اور اگر غلطی ظاہر ہو جاتی تو وہ اس کی اصلاح فرما لیتے تھے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ کا اپنے شاگردوں کو تعلیم دینے کا بھی اپنا اصول تھا چونکہ وہ تاجر کی حیثیت سے مال دار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اس لیے اپنے شاگردوں کا بڑا ہی خیال فرماتے تھے۔ وہ مستحق طلبہ کی مالی امداد ومعاونت فرمایا کرتے تھے۔ ان کی تمام ضروریات کا خود خیال رکھتے یہاں تک کہ اگر کسی شاگرد کا نکاح ہونا ہوتا اور اس کے پاس اتنی گنجائش نہ ہوتی تو اس کی شادی کا تمام خرچہ خود کیا کرتے تھے۔ اپنے تمام شاگردوں کی حسب ضرورت مدد فرمایا کرتے تھے تاکہ وہ یکسو ہو کر اپنی دنیاوی ضروریات اور پیٹ کے دھندے سے بے نیاز ہو کر اپنی تعلیم سے فارغ ہو سکیں۔ اکثر ایسا ہوتا کہ آپ اپنے شاگردوں کے اہل وعیال کے جملہ اخراجات اپنے ذمے لے لیتے جب شاگرد تعلیم سے فارغ ہو جاتا تو پھر اس سے فرماتے کہ اب تم نے حلال وحرام کے احکام کو سمجھ لیا ہے اس پر عمل کرنا

تمہارا فرض ہے۔

امام صاحبؒ اپنے شاگردوں کی علمی تربیت کے ساتھ ساتھ ان کی ذہنی تربیت کا بھی خیال رکھتے تھے تاکہ کسی طالب علم میں علم کا گھمنڈ اور احساس برتری نہ پیدا ہو اگر ایسا کبھی ہوتا تو آپؒ اس شاگرد کا مختلف طریقوں سے امتحان لینا شروع کر دیتے یہاں تک کہ اسے اپنی تعلیم کی اہمیت اور ضرورت کا احساس ہو جاتا اور وہ راہ راست اختیار کر لیتا۔ امام صاحبؒ کا اپنے شاگردوں کے ساتھ ایسا تعلق خاص ہوتا تھا کہ کوئی غلط فہمی کے باعث احساس برتری کا شکار ہو جاتا تو آپؒ اس کا پوری طرح نفسیاتی علاج فرماتے تاکہ وہ اپنی تصحیح و تکمیل علم پوری طرح کر سکے جب آپؒ اپنے شاگرد کی علمی استعداد سے مطمئن ہو جاتے تو اسے سند فراغت عطا فرماتے اور نصیحت فرماتے کہ ”تم میرے غم کی دوا اور دل کی مسرت ہو۔“

امام ابوحنیفہؒ کا صرف ایک بیٹا ہوا جس کا نام انہوں نے اپنے استاد کے نام نامی پر حمادؒ رکھا۔ حمادؒ بھی اپنے والد بزرگوار کی مانند بڑے رتبے کے حامل تھے۔ امام صاحبؒ نے ان کی تعلیم کا خصوصی انتظام فرمایا تھا اور خود ان کی تعلیم کی نگرانی فرمایا کرتے۔ حمادؒ علم و فضل کے ساتھ ساتھ بے نیازی و پرہیز گاری میں اپنے والد امام ابوحنیفہؒ کے جانشین تھے۔ حمادؒ کے چار بیٹے تھے۔ جن کے نام عمر، اسماعیل، ابوحیان اور عثمان تھے۔ ان میں اسماعیلؒ نے علم و فضل میں بڑا نام پیدا کیا۔ مامون الرشید نے انہیں عہدہ قضاء پر مامور کیا جس کو انہوں نے پوری دیانت داری اور انصاف سے انجام دیا۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے حسن سیرت کے ساتھ ساتھ خوب صورتی سے بھی خوب نوازا تھا۔ آپ ”کا قد درمیانہ تھا“ قامت خوشرو اور موزوں اندام تھے۔ گفتگو نہایت شیریں اور آواز بلند اور صاف تھی۔ آپؒ کو خوش لباسی کا ذوق تھا۔ آپؒ عمدہ اور خوش نما پوشاک زیب تن کیا کرتے تھے۔ اکثر چار پانچ سو درہم مالیت کی قمیض پہنا کرتے تھے۔ آپؒ کی فیاضی کا بھی عجیب عالم تھا۔ علامہ نوویؒ نے تہذیب الاسماء میں ایک واقعہ تحریر کیا ہے کہ ایک دفعہ امام ابوحنیفہؒ کسی بیمار کی عیادت کے لیے جا رہے تھے کہ راہ میں انہیں ایک شخص نظر آیا جو ان کا مقروض تھا۔ اس نے دور سے ہی امام صاحبؒ کو دیکھ کر راستہ بدلنے کے لیے کترانے کی کوشش کی اور دوسری طرف چل دیا۔ آپؒ نے اسے پکارا تو وہ کھڑا ہو گیا۔ قریب جا کر پوچھا کہ تم مجھے دیکھ کر راستہ کیوں بدل رہے تھے۔ اس نے بڑی شرمساری سے کہا کہ حضرت آپ کے دس ہزار درہم کا میں مقروض ہوں جواب تک ادا نہیں کر سکا اس لیے شرم کے باعث آپ سے آنکھ نہیں ملا سکتا۔ امام صاحبؒ نے اس کی غیرت سے متاثر ہو کر فرمایا جاؤ میں نے سب قرض معاف کر دیا۔“ (تہذیب الاسماء علامہ نووی)

ایک بار امام ابوحنیفہؒ سفر حج پر جا رہے تھے کہ ایک جگہ عبداللہ سہمی کو کسی بدو نے پکڑا اور امام صاحبؒ کے پاس لایا اور ان سے کہا کہ یہ میرا قرض دار ہے جو یہ ادا نہیں کر رہا۔ امام صاحبؒ نے عبداللہ سہمی سے حقیقت حال معلوم کی تو انہوں نے قطعی انکار کر دیا۔ امام صاحبؒ نے بدو سے دریافت کیا کہ تمہارا کتنے درہم کا دعویٰ ہے۔ بدو نے کہا چالیس درہم۔ امام صاحبؒ نے حیرت کا اظہار کیا اور چالیس درہم اپنے پاس سے بدو کو ادا کر دیئے۔ ایک اور ایسا ہی واقعہ ابراہیم بن عتبہ کے بارے میں ہے کہ وہ کسی کے چار ہزار درہم کے مقروض تھے جس کی وجہ سے وہ ندامت کے مارے کہیں آتے جاتے نہیں تھے اور دوست احباب تک سے ملنا چھوڑ دیا تھا۔ ان کے ایک دوست نے ان کا قرضہ ادا کرنے کے لیے اپنے احباب سے چندہ جمع کرنا شروع کیا۔ وہ امام صاحبؒ کی خدمت میں بھی آئے تو امام ابوحنیفہؒ نے دریافت کیا کہ کل قرضہ کس قدر ہے؟ تو انہوں نے کہا حضرت چار ہزار درہم اس پر آپؒ نے فرمایا

س اتنی سی رقم کے لیے تم لوگوں کو تکلیف دے رہے ہو۔ یہ کہہ کر امام ابوحنیفہؒ نے چار ہزار درہم اپنے پاس سے ادا کرا دیئے۔ (تہذیب الاسماء)

امام صاحبؒ دولت مندی اور عظمت شان کے ساتھ ساتھ حلیم و خلیق اور متواضع انسان تھے۔ وہ طیش میں نہیں آتے تھے اور اپنے ارادت مندوں اور شاگردوں کو بھی صبر و ضبط اور تحمل کا درس دیتے تھے اکثر دوران درس کسی دوسرے امام و فقیہہ کا ارادت مند کسی بات پر برہم ہو کر بدکلامی و بدگوئی پر اتر آتا اور آپؒ کے شاگرد اور حاضرین مجلس چاہتے کہ اس کی سرکوبی کریں تو امام صاحبؒ انہیں سختی سے روک دیا کرتے تھے۔ یزید بن کمیت کہتے ہیں کہ ایک بار امام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے گستاخانہ گفتگو شروع کر دی۔ امام صاحبؒ بڑے تحمل سے جواب دیتے رہے لیکن وہ شخص جری ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ اس نے امام صاحبؒ کو زندیق کہہ دیا۔ اس پر امام صاحبؒ نے بڑے صبر و تحمل سے فرمایا۔ اللہ تمہیں بخشے وہ خوب جانتا ہے کہ میری نسبت تم نے جو لفظ کہا وہ درست نہیں۔ امام صاحبؒ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کبھی کسی پر لعنت نہیں کی، کسی سے انتقام نہیں لیا، کسی مسلمان یا ذمی کو نہیں ستایا کسی سے کبھی فریب اور بدعہدی نہیں کی۔ آپؒ کے ہمسائے میں ایک رنگین مزاج موچی رہتا تھا جو دن بھر تو محنت مزدوری کیا کرتا اور شام کو بازار سے گوشت اور شراب خرید لاتا۔ رات کو اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر سیخ پر کباب بنا بنا کر اپنے دوستوں کی تواضع شراب و کباب سے کیا کرتا اور نشے کی ترنگ میں وہ گانے لگتا ”لوگوں نے مجھ کو کھو دیا اور کیسے بڑے شخص کو کھو دیا جو لڑائی اور رخنہ بندی کے دن کام آتا۔“ رات کا وہ پہر امام صاحبؒ کے ذکر و اذکار اور عبادت کا ہوا کرتا۔ امام صاحبؒ کے کانوں تک اس گانے کی آوازیں آتی تھیں لیکن وہ اپنے اخلاق اور تحمل مزاجی کے باعث خاموش رہتے۔ اور کبھی کوئی اعتراض نہ کیا۔ ایک رات کوتوال شہر گشت پر تھا۔ وہ جب ادھر سے گزرا تو اس نے موچی کو بھی پکڑ کر قید کر دیا۔ دوسرے دن جب اس کی آوازیں امام صاحبؒ کو نہ سنائی دیں تو صبح انہوں نے دوستوں سے تذکرہ کیا کہ رات ہمارے ہمسائے کی آواز نہیں آئی۔ خیریت تو ہے۔ اس پر اہل محلہ نے بتایا کہ اسے کوتوال شہر پکڑ کر لے گیا۔ آپؒ نے اسی وقت دربار میں حاضری والے کپڑے زیب تن کیے اور دارالامارت پہنچ گئے۔ کوفہ کے گورنر عیسیٰ بن موسیٰ کو جب اطلاع ہوئی کہ امام ابوحنیفہؒ ملنے کے لیے تشریف لائے ہیں تو اس نے فوراً ہی اپنے درباریوں کو امام صاحبؒ کے استقبال کے لیے بھیجا۔ امام صاحبؒ کو بڑی عزت و احترام سے اپنے قریب بٹھایا۔ اس نے دریافت کیا حضرت آپ نے کیوں تکلیف فرمائی مجھ کو بلا بھیجا ہوتا۔ میں خود حاضر ہو جاتا۔ امام صاحبؒ نے فرمایا ہمارے محلے میں ایک موچی رہتا ہے کوتوال نے اسے گرفتار کر کے قید کر دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ رہا ہو جائے۔ گورنر عیسیٰ نے اسی وقت داروغہ جیل کو حکم بھیج دیا کہ موچی کو فوراً رہا کر دیا جائے۔ امام صاحبؒ جب گورنر سے رخصت ہو کر چلے تو موچی بھی ساتھ ہو لیا تو امام صاحبؒ نے اس سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ ”کہو ہم نے تمہیں ضائع تو نہیں کیا۔“ امام صاحبؒ نے اس شعر کی طرف اشارہ کیا تھا جو وہ نشے کے عالم میں گایا کرتا تھا۔ اس نے عرض کیا نہیں آپ نے ہمسائیگی کا حق ادا کر دیا ہے۔ امام صاحبؒ کے اس عمل سے وہ شخص اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے تمام عیش پرستی سے توبہ کر لی اور امام صاحبؒ کے حلقہ درس میں بیٹھنے لگا اور رفتہ رفتہ علم و فقہ میں مہارت حاصل کر لی اور فقیہہ کے لقب سے سرفراز ہوا۔ (الاغانی، ابن خلکان، عقود الجمان)

(جاری ہے)

نورین فاطمہ

ملیحہ احمد

السلام علیکم! میرا نام نورین فاطمہ ہے' میرا تعلق سندھ کے مشہور شہر حیدرآباد کے قریب ایک چھوٹے سے ٹاؤن "ڈگری" سے ہے۔ میں 12 جنوری 1993ء کو اپنے پُررونق سے گھر کو مزید رونق بخشنے اپنے پیارے والدین کی فیملی کو مکمل کرنے اس جہاں میں وارد ہوئی۔ ہم سات بہن بھائی ہیں' میں لاسٹ نمبر پر ہوں' الحمد للہ مسلم پنجابی گھرانے سے تعلق ہے۔ میں آنچل کی مستقل ریڈر ہوں مگر لکھا پہلی بار ہے۔ آنچل سے وابستگی 6 سال پرانی ہے اور ابھی تک ساتھ چل رہا ہے۔ مجھے دسمبر اور جنوری والے لوگوں کی برتھ بہت پسند ہے کیونکہ اس میں قائداعظم' شاہ عبد اللطیف' ذوالفقار بھٹو' حکیم محمد سعید' وصی شاہ' ڈاکٹر یونس بٹ جیسی شخصیات شامل ہیں۔ فیورٹ رائٹرز میں عمیرہ احمد' سمیرا شریف' ام مریم اور سعدیہ امل شامل ہیں۔ فیورٹ شاعروں میں امجد اسلام امجد' فیض احمد فیض اور محسن نقوی شامل ہیں۔ فیورٹ بکس میں قرآن مجید سے بہتر اور جامع کتاب کوئی نہیں' ویسے مجھے نامور صحافی جاوید چوہدری کی "زیرو پوائنٹ" کا ہر پارٹ لائک کرتا ہے' مجھے کلرز میں بلیک' پنک اور اسکائے بہت پسند ہیں جب کہ کھانے میں مجھے چکن کڑاہی' تکہ اور چائنیز رائس پسند ہیں۔ فیورٹ سنگرز میں مجھے افغانستان کے "میروس نجرانی" کے سونگ بہت اچھے لگتے ہیں جب کہ پاکستان میں شہزاد رائے' سلیم جاوید اور احمد جہانزیب پسند ہیں' میرے مشاغل میں کتابیں پڑھنا' اخباروں کی ایک ایک خبر اپنے مائنڈ میں فٹ کرنا' پشتو سونگ سننا اور گنگنانا ہے۔ مجھے پختون نشین سے بہت خاص قسم کا لگاؤ ہے' پختون ہر فرد سے مجھے بہت عقیدت ہے اور اسی وجہ سے مجھے افغانستان بھی پسند ہے' مجھے اس ملک کے بارے میں بہت سی معلومات ہیں' مجھے افغانستان جانے کا بہت شوق ہے' جب میں افغانوں پر ہونے والے ظلم کے بارے میں سوچتی ہوں تو دل دہل جاتا ہے اور مستقبل میں پختونوں کے لیے کچھ کرنے کا ارادہ ہے۔ سچ پوچھیں تو مجھے جتنی پاکستان سے عقیدت ہے اتنی ہی افغانستان سے ہے اور ہاں باقی چیزیں تو بتانے والی رہ گئیں کہ مجھے شاعری کرنا بے حد اچھا لگتا ہے اور "مقدمہ سنڈے میگزین" کی مستقل قاری ہوں۔ مجھے بارش کا موسم بہت بھاتا ہے مگر اکثر اس موسم میں غمگین ہوجاتی ہوں اور میری بیسٹ فرینڈز میں سعدیہ کرن' صبا لطیف' اسماء حسین' حمیرا راؤ' عائشہ راؤ' نوشین غیاث' کرن رزاق اور تحریم شامل ہیں۔ قاری بہنوں میں عطرت سکندر' شمائلہ اکرم' سمیرا مشتاق ملک بہت خوب لکھتی ہیں اور ہاں ایک بات بتانا تو بھول گئی آنچل کے ریگولر قاری برکت راہی میرے چاچو ہیں' اب بات ہوجائے ذرا مزاج کے بارے میں تو میں مزاجاً ٹھنڈی مگر بے حد حساس ہوں۔ میرے اندر اعتماد کی بے حد کمی ہے زیادہ تر خاموشی پسند ہوں اس کے باوجود لوگوں کے دل میں جگہ بنالیتی ہوں اور سب سے بڑی بیسٹ کوالٹی سوچنا ہے' میں بہت زیادہ ہر چیز پر کانسی ڈر کرتی ہوں'

ا۔ بہت لم آتا ہے مگر جب آتا ہے تو میرا منہ ہوتا ۓ اور دوسروں کے کان (بڑی بُری بات ہے نا!) مجھے مستقبل میں بہت کچھ کرنے کا شوق ہے لیکن میرا اوّلین مقصد دکھی انسانیت کی خدمت کرنا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ میری زندگی کی آخری سانس اس مقصد کے حصول کے لیے صرف ہوجائے۔ میرے لیے دعا کیجیے گا کہ میرا یہ مقصد پایہ تکمیل تک پہنچے اور آخر میں تمام قاری سسٹرز کے لیے پیغام ہے کہ اپنا کردار مضبوط بنائیں' اسی سے انسان کی پہچان ہے' اپنا خیال رکھیے گا' فی امان اللہ۔

ماریہ کرن

السلام علیکم! حاضرین وناظرین کیا حال چال ہیں آپ سب کے؟ جی تو مابدولت کو مانو یعنی ماریہ کرن کہتے ہیں۔ مابدولت ڈیرہ غازی خان کے ایک قصبہ کوٹ چھٹہ میں رہائش پزیر ہیں اور مغل فیملی سے تعلق رکھتی ہیں۔ ڈیئر فرینڈز' قارئین' ننھی منی ساتھیوں مابدولت 14 اپریل کو اس دنیا میں روشنی کی کرنیں بکھیرنے نازل ہوئی۔ ارے گرم والی نہیں ٹھنڈی والی کرنیں جی تو ڈیئر قارئین! آپ کیسے ہیں؟ مجھے یقین ہے کہ آنچل پڑھ کر تو سخت بیمار بندہ بھی بغیر دوا کے ٹھیک ہوجاتا ہے' اس لیے آپ سب بھی ٹھیک ہوں گی۔ جی تو اب آتے ہیں اپنی خوبیوں اور خامیوں کی طرف۔ میں ستاروں پر یقین نہیں رکھتی۔ میں ہر کسی کو اپنا دوست سمجھ لیتی ہوں آپ چاہیں اب یہ میری خامی سمجھیں یا خوبی اور مجھے وہ لوگ سخت ناپسند ہیں۔ جو ستاروں پر یقین رکھتے ہیں۔ جی تو کچھ تعارف ہوجائے گھر والوں کا۔ ماشاء اللہ سے ہم آٹھ بہن بھائی ہیں یعنی چار بھائی اور چار بہنیں اور مابدولت کا نمبر چھٹا ہے۔ سب مجھے بہت پیار کرتے ہیں۔ خاص طور پر میرا چھوٹا بھائی عبد الباری' وہ میری ہر بات مانتا ہے اور جب موڈ ٹھیک نہ ہو تو بگڑتا بھی ہے۔ مجھے پڑھنے' لکھنے اور ڈرائنگ کرنے کا بہت شوق ہے۔ ڈرائنگ تو میری آل ریڈی زبردست ہے۔ مجھے اسٹائلش لوگ بہت اچھے لگتے ہیں اور بلاوجہ جھوٹ بولنے والے اور اپنی تعریف میں زمین و آسمان ایک کردینے والے لوگ بہت بُرے لگتے ہیں۔ میں بہت بولڈ اور خود اعتماد ہوں۔ (ارے) بدتمیز یا منہ پھٹ نہیں ہوں' سب کے ساتھ تمیز کے ساتھ بات کرتی ہوں' مجھے فرینڈز بنانا اچھا لگتا ہے۔ اسی لیے میری بہت اچھی پیار کے جام سے لبریز فرینڈز ہیں' ان کے نام سدرہ' نادیہ' جویریہ' تقیہ' نادیہ کرن' زرمین' عمارہ' کوثر' شامل ہیں۔ سدرہ تو میری جان ہے اور نادیہ تو جگر کا ٹکڑا ہے۔ تقیہ کے بارے۔ میں تو میں کہوں' ایک لطیفہ ہے بالکل' جو ہر کسی کو ہنساتی ہے اور سب فرینڈز بہت اچھی ہیں۔ ہمارا فرینڈز کا ایک گروپ ہے جس کا نام Happy Group ہے۔ ہیپی گروپ اس لیے کہ ہم ہر وقت ہنستی مسکراتی رہتی ہیں۔ (ارے آپ میرا تعارف پڑھتے پڑھتے بور نہ ہوں پلیز!) ہاں ہاں ذرا آگے بھی تو پڑھیں مجھے اپنے امی' ابو' بھائی' بہنیں' دوستوں اور دنیا کی ہر اس چیز سے پیار ہے جو اچھی ہو۔ مجھے چاند رات کا رومینٹک ماحول بے حد پسند ہے۔ مجھے تین چیزوں سے جنون کی حد تک عشق ہے' چاند کی چاندنی سے' گلاب کے پھولوں سے اور آنچل

سے۔ گلاب کے پھول تو ہر وقت میرے گھر میں موجود ہوتے ہیں، میں روزانہ صبح کو اپنے ڈرائنگ روم کو پھولوں سے سجاتی ہوں۔ ایڈونچر کرنے میں مزہ آتا ہے، سیر و سیاحت کی شوقین ہوں۔ میرے ابو گرمیوں کی چھٹیوں میں فورٹ منرو لے جاتے ہیں۔ وہاں ہلا گلا کرتے ہوئے بہت مزہ آتا ہے۔ میرا دل کرتا ہے کہ میں صحرا کی سیر کروں، اونٹ پر بیٹھ کر صحرا کی خوب صورتی کو دیکھوں۔ کھانا پکانا مجھے نہیں آتا البتہ دہی بھلے، کھیر، کسٹرڈ اور چپس بہت مزے دار بنا لیتی ہوں، بقول عبد الباری (ماریہ! تمہارے جیسے دہی بھلے تو کوئی بنا ہی نہیں سکتا)۔ بڑی سگھڑ بچی ہوں لیکن بہت زیادہ نہیں۔ ہر وقت صاف ستھری رہتی ہوں اور فارغ اوقات میں ایک ہاتھ میں آنچل اور دوسرے ہاتھ میں گرما گرم چپس یا بھاپ اڑاتی چائے ہوتی ہے۔ مجھے آنچل پڑھنے میں بہت مزہ آتا ہے۔ جتنا آنچل سے میں نے سیکھا ہے اور کسی سے نہیں سیکھا۔ آنچل سے میری وابستگی 2007ء سے ہے۔ اپنے آنچل کی جتنی تعریف کروں کم ہے کیونکہ بقول باجی آمنہ (ماریہ تم تو آنچل کی تعریف میں زمین و آسمان ایک کر دیتی ہو) میری ہابیز میں بیڈمنٹن، ڈرائنگ کرنا اور کرکٹ دیکھنا ہیں۔ کرکٹ کی تو میں دیوانی ہوں اور بیسٹ پلیئرز احمد شہزاد اور شعیب ملک ہیں۔ مجھے اسٹائلش کپڑے سلوانے اور اونچی ہیل والے جوتے پہننے کا بہت شوق ہے۔ ڈاکٹر بننا چاہتی ہوں اور بنوں گی بھی۔ مجھے شاعری بہت پسند ہے لیکن یاد نہیں رہتی۔ شاعروں کے مجھے نام نہیں آتے البتہ شعر ضرور آتے ہیں، میرے موسٹ فیورٹ ناولز "متاع جاں ہے تو"، جو چلے تو جاں سے گزر گئے، طلوع سحر سے شام محبت، اور کچھ خواب" ہیں۔ میری موسٹ فیورٹ رائٹر عشنا کوثر سردار ہیں۔ مجھے ان سے ملنے کا بہت شوق ہے۔ میں ہنس مکھ اور شرارتی ہوں، کبھی کسی کو اداس نہیں رہنے دیتی اور بہت بولتی ہوں یہ تو آپ کو اندازہ ہو ہی گیا ہوگا کیونکہ میں آپ کے ساتھ نان اسٹاپ جو بول رہی ہوں۔ مجھے ڈائری لکھنے کا بہت شوق ہے اور میں لکھتی بھی بہت ہوں، رات کے وقت چاندنی رات میں جھولے پر بیٹھ کر ڈائری لکھنا اچھا لگتا ہے۔ مجھے اپنے بال بہت پسند ہیں، میرے موسٹ فیورٹ کلر، بلیک، ریڈ، سکائی بلو اور بے بی پنک ہیں۔ سردی مجھے بالکل بھی پسند نہیں البتہ بہار کے موسم کی عاشق ہوں۔ او کے ڈیئر فرینڈز! اسی کے ساتھ آپ سے اجازت چاہوں گی اور آپ اپنی رائے سے مجھے ضرور آگاہ کیجیے گا کہ میرا تعارف آپ کو کیسا لگا۔ آنچل کے لیے اتنا ڈھیر سارا پیار کہ کوئی حساب نہ لگا سکے۔ میری دعا ہے کہ آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے، آمین اور اللہ آپ سب کو سدا خوش رکھے آمین۔

ثناوقار

لیں جی! ہم حاضر ہیں، ارے ارے کیا ہو گیا ہم سے مراد میں ہوں، کوئی فوج نہیں ہے میرے ساتھ۔ چلیں جی! اب آپ کو اپنے بارے میں بتاتے ہیں، بادولت ثناء وقار 21 نومبر کو اس دنیا میں تشریف لائی اور جلد ہی واپس جانے والی ہیں، یہ بعد میں بتاؤں گی کہ کیوں؟ مستقبل میں پائلٹ

بنا چاہتی ہوں اگر زندگی مہلت دے تو...... چار بہنیں اور ایک بھائی ہے، میں سب سے بڑی ہوں۔ مجھے میرے دادا جان، جن کو پیار سے ابو کہتی ہوں، انہوں نے پالا ہے مگر 2009 میں اس دنیا سے رحلت فرما گئے اور اپنی لاڈلی کو تنہا کر گئے مگر ابو جی فکر مت کریں، میں بھی آ رہی ہوں آپ کے پاس۔ ابو جی! میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں اور آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ دوست کوئی نہیں ہے، کچھ لوگوں نے ایسا اعتبار توڑا ہے کہ اس کی کرچیاں اب بھی درد دیتی ہیں، تب سے اپنا ایک فارمولا ہے اعتبار کرنا اچھی بات، نہ کرنا اس سے بھی اچھی بات۔ رہی بات خامیوں کی تو بہت ہیں، اعتبار جلدی کر لیتی تھی، غصہ بہت آتا ہے۔ لوگوں کی پہچان نہیں کر پاتی۔ فضول خرچ ہوں۔ جی بھر کے محنت نہیں کرتی، شرارتیں کرتی تھی مگر اب تو زندگی نے مجھ سے بہت بڑی شرارتیں کر ڈالی ہیں کہ اپنا سب کچھ کھو بیٹھی ہوں، خوبیاں یہ ہیں کہ نماز پڑھتی ہوں، پیار بہت کرتی ہوں، بے وفا لوگوں سے بھی۔ جب کوئی زیادہ درد دے تو ہنس پڑتی ہوں، قسمت ہے یہ۔ آنسو صرف اللہ اور ابو کے لیے بہاتی ہوں۔ گرمیاں، شامیں، بہار، رات، بارش بہت پسند ہے۔ شاعری جنوں ہے میرا۔ یہ وراثت میں ملا ہے، اپنی آنکھیں بہت پسند تھیں کیونکہ ان میں سبز، کیٹ گولڈن اور شہد تینوں کلر ہیں مگر ان آنکھوں نے بہت دکھ دیئے، اس لیے نفرت ہے مجھے اپنی آنکھوں سے، کبھی کبھی تو بلیک لینز بھی لگانے پڑے مجھے۔ چلیں جی بور مت ہوں اگر کوئی مجھے اپنے لائق سمجھے تو دوستی کا ہاتھ بڑھا دے میرا سارا خلوص اس کے لیے، محبت، پیار، دیوانگی سب اس کے نام حتیٰ کہ زندگی بھی۔ آخر میں ایک شخص ثانے کا شکریہ جس نے مجھے جینا سکھایا اور تمام لوگوں سے یہ درخواست ہے کہ مت کھیلو لوگوں کے اعتبار سے نہ توڑو ان کے وجود کو، آپ کے جواب کی منتظر۔

مدیحہ خلیل

سویٹ آنچل فرینڈز اور قارئین کو میرا پُر خلوص سلام قبول ہو۔ یقیناً آپ سب لوگ ٹھیک ہوں گے۔ اوہو اپنا نام تو بتانا بھول ہی گئی بادولت کو مدیحہ کہتے ہیں۔ میں ضلع گجرات کے ایک گاؤں سریعہ سے تعلق رکھتی ہوں۔ نک نیم "مدذ" ہے۔ فرینڈز "مدی" بھی کہتی ہیں جو کہ مجھے بہت پیارا لگتا ہے۔ 6 مارچ کو بہار کے موسم میں اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئی، اس لحاظ سے میرا اسٹار حوت (Pices) ہے۔ میں اسٹارز پر بہت یقین رکھتی ہوں، ہم آٹھ بہن بھائی ہیں۔ پانچ بہنیں اور تین بھائی! میرا نمبر آخری ہے اسی لیے میں بہت زیادہ لاڈلی ہوں، گھر میں میری بہن اور دوست امرین سے بہت بنتی ہے۔ باقی بہنیں بھی بہت اچھی ہیں۔ لائبہ میری بھانجی ہے اور مجھے جان سے پیاری ہے۔ میرے والدین کے عظیم ترین والدین ہیں۔ میرے ابو جی مجھے وکیل بنانا چاہتے ہیں اور ان شاء اللہ میں ان کی یہ خواہش ضرور پوری کردوں گی، میرے بڑے بھائی قیصر مجھے جان سے پیارے ہیں، ان کی بیوی بہت اچھی ہیں اور بے حد پیاری ہونے کے ساتھ میری بھابی کہلاتی ہیں۔ اس سے چھوٹے دو بھائی ہیں محسن اور شانی۔ محسن والی بال کے بہت اچھے کھلاڑی ہیں،

ہمارے گھر میں موجود 50 سے زیادہ وننگ کپ اس بات کا ثبوت ہے اور شانی جو کہ بہت خوب صورت اور معصوم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو کامیاب کرے‘ اب آتے ہیں خوبیوں اور خامیوں کی طرف‘ خوبیاں بہت ہیں میں پانچ وقت کی نمازی ہوں‘ وقت کی بہت پابند ہوں‘ ہر ایک کی مدد بے لوث ہوکر کرتی ہوں۔ حساس طبیعت ہوں کسی کو دکھ میں دیکھ کر بہت کڑھتی ہوں‘ دوستوں اور رشتہ داروں سے بے حد محبت کرتی ہوں‘ چاہے کوئی قدر کرے یا نہ کرے۔ خامیاں تو دوسرے ہی بتا سکتے ہیں‘ خیر ہم خود بھی یہ زہر کا پیالہ پی لیتے ہیں‘ غصے کی بہت تیز ہوں۔ پتا ہی نہیں چلتا کہ کیا کرنا ہے کیا نہیں‘ چھوٹی چھوٹی باتوں پر پریشان ہو جاتی ہوں خود کو Compose نہیں کرپاتی۔ اب بات کرتے ہیں پسند و ناپسند کی‘ سب سے پہلے کھانے کی بات کرتے ہیں‘ مجھے کھانے میں بریانی اور چکن رول بہت پسند ہے‘ لباس میں شلوار قمیص اور ساڑھی بہت پسند ہے۔ رنگ سیاہ جنون کی حد تک پسند ہے‘ جیولری میں ائیر رنگ اور بریسلیٹ‘ میک اپ مجھے سوٹ ہی نہیں کرتا بقول میری بہن امرین کے‘ پرفیومز میں مجھے چارلی‘ ریڈ‘ بارش میں نہانا اچھا لگتا ہے بشرطیکہ کپڑے گیلے نہ ہوں (ہاہاہا)۔ کالج ٹرپ پر جانے کا بہت شوق ہے مگر مجھے اجازت نہیں ملے گی اگر مر بھی جاؤں تو پھر بھی نہیں کیونکہ میرا بھائی محسن بہت سخت ہے‘ وہ بھی اجازت نہیں دے گا۔ نمود و نمائش سے نفرت ہے ان لڑکیوں اور لڑکوں سے نفرت ہے جو شخصیت پرستی کے قائل ہوتے ہیں۔ پسندیدہ شخصیت میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پسندیدہ سنگرز میں ایک ہی ہے عاطف اسلم‘ ایکٹرز میں فیصل قریشی‘ اداکارہ میں جاناں ملک‘ کرکٹرز میں ہم اسٹار شاہد آفریدی کو بہت پسند کرتی ہوں۔ پسندیدہ ممالک میں پاکستان‘ سعودی عرب اور انگلینڈ ہیں‘ سعودی جانے اور حج و عمرہ کرنے کی بہت خواہش ہے۔ دعا کیجیے گا کہ یہ خواہش پوری ہو۔ کچھ آنچل کی بھی باتیں کرلیں آپ کیا سوچیں گے‘ میرا اور آنچل کا تعلق 3 سال سے ہے‘ مجھے آنچل کے تمام سلسلے پسند ہیں۔ رائٹرز میں سمیرا شریف طور‘ نازیہ کنول نازی‘ اقراء احمد صغیر‘ عمیرہ احمد‘ عشنا کوثر سردار۔ ایک بات بتانا تو بھول ہی گئی میں بہت اچھی مقرر بھی ہوں‘ دوستوں میں میری جان ہے کالج میں میری دوستوں کا گروپ 12 لڑکیوں پر مشتمل ہے‘ سب مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں۔ سمیعہ تو مجھے پیار سے پارو کہتی ہے۔ ”نوشین متین‘ اقراء‘ جمعیہ‘ زنیرہ‘ فرح کہکشاں‘ فائزہ‘ عطیہ‘ عصمت‘ ماریہ‘ مائرہ (مرحوم)‘ فضاء‘ انیقہ اور خضریٰ ہے۔ خضریٰ‘ صفاء اور انیقہ میری کالج کی نئی دوستیں ہیں۔ تعارف تھوڑا لمبا ہوگیا ہے معذرت خواہ ہوں‘ تعارف کیسا لگا بتایئے گا ضرور...... اللہ حافظ۔

بہنوں کی عدالت

اقراء صغیر احمد

ادارہ

ڈیئر قارئین السلام علیکم! طاہر صاحب کی میرے پاس کال آئی اور مجھے معلوم ہوا اس ماہ آپ کی عدالت میں مجھے حاضر ہونا ہے اور میں سچ مچ کسی مجرم کی طرح ہی گھبرا گئی...... کہ یا اللہ! اب کیا کروں؟ بات دراصل یہ تھی کہ خرابی طبیعت اور کچھ مصروفیت کے باعث میں آنچل کا مطالعہ نہ کرسکی تھی اور اس وجہ سے مجھے معلوم نہ ہوسکا تھا اور طاہر صاحب کی کال میرے لیے کسی دھماکہ سے کم نہ تھی۔ بہنوں کے لیٹرز پڑھے اتنا اچھا لگا کہ رات تیزی سے گزرتی گئی اور مجھے محسوس ہورہا تھا میں عدالت میں نہیں اپنی دوستوں کے جھرمٹ میں بیٹھی ہوں سب کے ہاتھوں میں محبتوں کے گلدستے ہیں۔

چار بچے ہیں میرے شوہر بے حد محبت کرنے والے اور خیال کرنے والے ہیں‘ بچے میرے بڑے اور بہت کا پریشو ہیں۔

اب آتی ہوں آپ کے سوالوں کے جوابات کی طرف: پہلا خط فاطمہ عاشی نے لکھا ہے جھنگ صدر سے۔

فاطمہ عاشی...... جھنگ صدر

سوال:۔ اقرا! آپ کیسے اتنا نیچرل لکھ لیتی ہیں؟

جواب: آپ کی محبتوں اور دعاؤں کے طفیل لکھتی ہوں۔

سوال:۔ آپ کے نزدیک محبت کیا ہے؟

جواب:۔ میرے نزدیک محبت ہی ہر رشتے کی اساس ہے۔

سوال:۔ آپ کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟

جواب:۔ میری سب سے بڑی خواہش ہے‘ شہادت کی موت۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا۔

سدرۃ ملارخ...... ضلع جہلم

سوال:۔ آپ کے تمام ناولز زبردست ہیں۔ مگر ”بہاروں کے سنگ سنگ“ کی تو کیا بات ہے۔ Fantastic یہ آپ نے کب لکھا تھا کیا یہ آپ کا پہلا ناول تھا؟

جواب:۔ جی ہاں یہ میرا پہلا ناول تھا جو 97ء میں تحریر کیا تھا۔

سوال:۔ آپ اپنی کہانیوں میں اتنا رومینس کیسے لے آتی ہیں ذرا بتایئے؟

جواب:۔ محبت محض رومانس نہیں محبت ہمارے ہر رشتے میں موجود ہے‘ سب سے بڑی محبت اللہ سے شروع ہوتی ہے۔

سوال:۔ آپ کی نئی کہانی ”بھیگی پلکوں پر“ اچھی جا رہی ہے لیکن اس کا نام اداس سا ہے۔ کیا کہیں گی اس بارے میں؟ ہم تو آپ کی اتنی خوب صورت کہانیاں پڑھتے رہے ہیں۔ کیا ہم امید کریں کہ اس کا اینڈ بھی آپ ”بہاروں کے سنگ سنگ“ کی طرح کریں گی؟

جواب:۔ ان شاء اللہ! ”بھیگی پلکوں پر“ آپ کو مایوس نہیں کرے گی۔

سوال:۔ نئی لکھنے والیوں کو کوئی خاص نصیحت؟

جواب:۔ قلم کی حرمت کا خیال رکھیں۔

شبانہ امین راجپوت...... کوٹ رادھا کشن

سوال:۔ کچھ اپنے بارے میں بتائیں؟

جواب:۔ شبانہ خوش رہو۔ ہر رائٹر کا عکس اس کی تحریر میں ہوتا ہے آپ میری تحریر پڑھ کر میرے بارے میں جان سکتی ہیں۔

سوال:۔ آپ کی پسندیدہ مصنفہ یا مصنف کون سے ہیں؟

جواب:۔ بانو قدسیہ‘ فریدہ اشفاق‘ ابن صفی‘ مظہر کلیم ایم اے‘ کرشن چندر۔

سوال:۔ آپ نے کسی خاص واقعہ سے متاثر ہوکر

لکھنا شروع کیا؟
جواب:۔ کسی واقعے سے نہیں۔
سوال:۔ آپ کی کوئی ایسی تحریر جس کے شائع ہونے پر لوگ آپ سے الجھ پڑتے ہوں کیونکہ رائٹر کا اکثر ایسے واقعات سے واسطہ پڑتا رہتا ہے۔
جواب:۔ مجھے لڑائی جھگڑے سے چڑ ہے۔ میں بہت محتاط ہوکر لکھتی ہوں۔
سوال:۔ مجھ سمیت اپنے تمام پرستاروں کو اچھا سا پیغام دیں؟
جواب:۔ میری دعا اور خواہش ہے' میری قوم کی مائیں' بہنیں اور بیٹیاں بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نقش قدم پر چلیں۔

انیلہ کنول...... عبدالحکیم

سوال:۔ آپ کی زندگی کا کوئی یادگار لمحہ؟
جواب:۔ جب میری نگاہ بیت اللہ پر پڑی تھی اور مجھے لگا میں پتھر کی ہوگئی ہوں' میری دھڑکن رک گئی تھی' خوف' مسرت' رشک کی ایسی ہیبت طاری ہوئی تھی مجھ پر کہ میں حواسوں سے کوسوں دور ہوگئی تھی' خانہ کعبہ پر پہلی نظر کی دعا مستجاب ہوتی ہے مگر مجھے آج تک یاد نہیں کہ میں نے کیا دعا مانگی تھی؟ میری زندگی کا وہ لمحہ میں کبھی نہ بھول سکوں گی۔
سوال:۔ فارغ اوقات میں آپ کا فیورٹ مشغلہ؟
جواب:۔ مطالعہ کرنا۔
سوال:۔ آپ کی دو فیورٹ شخصیات؟
جواب:۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے والدین۔
سوال:۔ آپ آنچل میں کون سی تبدیلی چاہیں گی اور آنچل کی پسندیدگی کی وجہ؟
جواب:۔ اب جو تبدیلیاں ہوئی ہیں وہ بہترین ہیں اور آنچل مجھے ایسے بالکل فیملی ممبر کی طرح ہی لگتا ہے۔

شمع مسکان...... جامپور

سوال:۔ اقرأ آپی آج کل آپ کا ناول "بھیگی پلکوں پر" بڑی خوب صورتی سے آگے کی جانب گامزن ہے اور تمام قارئین سے اچھا رسپانس مل رہا ہے تو آپ کیسا محسوس کرتی ہیں؟
جواب:۔ اپنے رب کا شکر ادا کرتی ہوں اور مطمئن ہوں۔
سوال:۔ ہماری تقریباً ہر رائٹر کا کہنا ہے کہ ہماری ہر تحریر میں ہماری اپنی جھلک کہیں نہ کہیں ہوتی ہے تو آپ کی ایسی کوئی تحریر جس میں آپ نے اپنی شخصیت کا کوئی پوشیدہ پہلو اجاگر کیا ہو؟
جواب:۔ میری ذات ایک کھلی کتاب کی مانند ہے۔
سوال:۔ آپ کی جب پہلی تحریر شائع ہوئی اس وقت مدیرہ کون تھیں اور کوئی تعریفی کلمات جو انہوں نے آپ کے لیے کہے ہوں۔ آپ کی فیلنگز کیا تھیں اس وقت؟
جواب:۔ فرحت آپی تھیں اور فرحت آپی سے بہت تعریفی کلمات سنے ہیں اور ہر بار ان سے تعریف سن کر قلم میں انرجی بھر جاتی تھی۔
سوال:۔ آنچل سے پہلی بار رشتہ جڑنے سے لے کر اب تک آپ نے آنچل کو کیسا پایا اور اب ہونے والی تبدیلیوں کے بارے میں کیا کہیں گی؟
جواب:۔ آنچل میں جو نئے سلسلے شروع ہوئے ہیں' ان سے آنچل مہک اٹھا ہے اور پہلے سے بہتر ہوگیا ہے۔
سوال:۔ آپی بتائیے کہ قیصر آنٹی' فرحت آنٹی کی کمی کو پورا کرنے میں کس حد تک کامیاب رہی ہیں؟
جواب:۔ قیصر آپی بہترین مدیرانہ صلاحیتوں کی مالک ہیں۔ ان کی رہنمائی میں آنچل میں چاند ستارے چمک اٹھے ہیں اور وہ کسی حد تک آپی کی کمی بھی پوری کررہی ہیں' مگر بحیثیت انسان کے فرحت آپی کی جگہ کوئی پوری نہیں کرسکتا ہے۔

سمیرا انور...... جھنگ

سوال:۔ آپی کیا بات ہے آپ کی تحاریر میں ہیرو اور ہیروئن کے نام بہت منفرد ہوتے ہیں۔

اب:۔ بہت چھان بین کے بعد میں کریکٹرز کے
تی ہوں' ہمارے ہاں عموماً کہانیوں اور ڈراموں
ریکٹرز سے انسپائر ہوکر نام رکھے جاتے ہیں' اس
میں اسلامی نام تحریر کرتی ہوں۔
سوال:۔ آپی جب انسان کو تلخ حالات کا سامنا ہو تو
یا کرے؟
جواب:۔ پیاری بہن! حضرت علی رضی اللہ عنہ
یری فیورٹ شخصیت) کا قول ہے۔ مصائب کا مقابلہ
سے اور نعمتوں کی حفاظت شکر سے ادا کیا کرو' اس
ان کو ایمان بنالیں' تمام مسائل حل ہوجائیں گے۔
سوال:۔ آپی آپ کی تحاریر سے ایسا لگتا ہے کہ آپ
اس طبیعت کی مالک ہیں؟
جواب:۔ بالکل درست کہا ہے آپ نے......
اسیت "کینسر" سے بھی زیادہ مہلک ہے' مجھے ایسا
وس ہوتا ہے۔

رانی اسلام...... گوجرانوالہ

سوال:۔ اقرأ جی بے شک آپ بہت ہی گہرائی
لکھتی ہیں میں آپ کی اس خداداد صلاحیت کو سلام
رتی ہوں۔
جواب:۔ آپ کی محبتوں کی تہہ دل سے مشکور ہوں۔
سوال:۔ اقرأ جی اپنے متعلق اپنے امی ابو کے متعلق
کچھ بتائیے؟
جواب:۔ میرے والدین حیات نہیں ہیں اور اپنے
رے میں کیا بتاؤں؟ بہت بُری ہوں۔
سوال:۔ اقرأ جی آپ کا سب سے پسندیدہ
ناول کون سا ہے۔ اور آپ کا سب سے پہلا ناول
کون سا ہے؟
جواب:۔ میرا پہلا ناول "بہاروں کے سنگ سنگ"
تھا اور میرا پسندیدہ ناول ہے اے حمید کا "چمپا کلی"

صنم ناز...... گوجرانوالہ

سوال:۔ السلام علیکم اقرأ جی! آپ آنچل کے
شمارے کے علاوہ اور کس کس شمارے میں لکھتی ہیں؟
جواب:۔ صنم وعلیکم السلام! آنچل میں لکھ رہی ہوں۔
سوال:۔ آپ کی زندگی کا سب سے یادگار دن؟
جواب:۔ مکہ شریف اور مدینہ منورہ میں گزارے دن۔
سوال:۔ کہانیاں تحریر کرنا آپ کا شوق یا کچھ ایسا خاص جو آپ کو کہانیاں لکھنے پر مجبور کرے گا؟
جواب:۔ معاشرے میں پھیلتی برائیاں' رشتوں کا ختم ہوتا تقدس' محبتوں کی مٹھاس کو نفرتوں کی کڑواہٹ میں بدلتے دیکھ کر میرا قلم اٹھا۔
سوال:۔ آپ کس شہر میں رہتی ہیں اور "بھیگی پلکوں پر" پری کا کردار آپ کے ذہن میں کیسے آیا؟
جواب:۔ کراچی میں رہائش پذیر ہوں' پری جیسے کردار ہمارے اس معاشرے کا حصہ ہیں۔
سوال:۔ کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی؟
جواب:۔ آج سے آپ میری پکی دوست ہیں۔

فرح وفا...... ملتان

سوال:۔ آپی کیسی چل رہی ہے زندگانی؟
جواب:۔ آپ کی دعائیں ہیں۔
سوال:۔ آپ کو اپنی کون سی تحریر پسند ہے؟
جواب:۔ بہاروں کے سنگ سنگ' تم میری زیست کا حاصل ہو' تم محبت ہو۔
سوال:۔ آپ کو اپنی تحریروں میں کس کردار میں اپنا عکس نظر آتا ہے؟
جواب:۔ بہاروں کے سنگ سنگ کی لائبہ میں' تم میری زیست کا حاصل ہو کی صغری میں' بھیگی پلکوں پر کی دادی جان میں۔
سوال:۔ آپ کی پہلی تحریر شائع ہونے پر آپ کے تاثرات کیا تھے؟
جواب:۔ یقین نہیں آیا تھا۔
سوال:۔ آپ کی نظر میں زندگی کیا ہے؟
جواب:۔ اللہ کا سب سے بڑا تحفہ۔ اللہ نے ہمیں

انسان بنایا پھر مسلمان بنا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنا کر پیدا کیا' مجھے زندگی اللہ کا بڑا احسان اور انعام لگتی ہے۔

عروسہ شہواد

سوال:۔ پیاری اقرا صغیر احمد سب سے پہلے تو آپ یہ بتایئے کہ وہ کون سے عوامل یا محرک تھا جن کی وجہ سے آپ نے قلم تھاما اور ادبی دنیا میں قدم رکھا؟

جواب:۔ محبت' پیار' امن وسلامتی کا پرچار کرنا۔

سوال:۔ پہلی کہانی کون سی تھی اور کیا وہ حقیقت پر مبنی تھی؟ اور پہلی پہلی اشاعت پر کیا اثرات تھے؟

جواب:۔ کھلتی کلیاں مہکتے سویرے' بے حد خوشی ہوئی تھی۔ ہر کہانی کا پلاٹ حقیقت پر مبنی ہوتا ہے۔

سوال:۔ کوئی بھی افسانہ کہانی شامل اشاعت ہونے پر سب سے پہلے کس نے خبر دی اور خوشی کا اظہار کیسے کیا؟

جواب:۔ میرے بھائی نے بتایا تھا اور ٹی پارٹی ارینج کر کے خوشی منائی تھی۔

سوال:۔ میرے لیے تو آپ کی تمام تحریریں قابل تعریف وستائش ہیں۔ آپ کی اپنی نظر میں آپ کی لافانی شاہکار تحریر کون سی ہے؟

جواب:۔ میں ابھی ایسی تحریر نہیں لکھ پائی جو لکھنا چاہتی ہوں۔

سوال:۔ اپنے لکھے مسودے اور پھر شائع شدہ ناول' ناولٹ' افسانے کو کتنی بار پڑھتی ہیں؟

جواب:۔ کبھی ایک بار...... اور کبھی بار بار۔

سوال:۔ اس درجہ بدلتے حالات پر حیرت ہوتی ہے تو اس کا اظہار کن الفاظ میں کرتی ہیں؟

جواب:۔ مجھے اپنے مذہب سے گہرا لگاؤ ہے' اپنے وطن سے میں بے حد محبت کرتی ہوں' مذہب مذہب میں بھی اور ملک میں بھی جو انتشار اور بے چینی پھیلا دی گئی ہے' یہ صورت حال اسٹریس میں مبتلا رکھتی ہے۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

سوال:۔ اپنی فیملی کے بارے میں بتایئے اور اپ... بھی بتایئے۔

جواب:۔ فیملی کے بارے میں آپ نے پڑھ لیا ہ... اسٹار میرا لیو ہے۔

سوال:۔ آپ کی Age کتنی ہے (اوہو یہ میں... کیا پوچھ لیا) آپ کو کتنا عرصہ ہو گیا ہے لکھتے ہوئے؟

جواب:۔ 22 سال

سوال:۔ آپ اپنی کوئی ایک خامی اور ایک خو... بتائیں؟

جواب:۔ ہر کسی پر اعتبار کر لیتی ہوں' معاف کر... درگزر سے کام لینا۔

سوال:۔ کوئی ایسا ناول جو آپ سمجھتی ہوں کہ اس... میری زندگی بدل دی ہے اور آپ کو بہت پزیرائی ملی ہو؟

جواب:۔ بہاروں کے سنگ سنگ۔

سوال:۔ آپ کی زندگی کا حاصل کیا ہے؟ فیوچ... پلان کیا ہے؟

جواب:۔ میں آپ لوگوں کے درمیان موجود ہوں اپنے قلم کی شناخت سے اور فیوچر میں اپنا نام الیکٹرونک میڈیا میں دیکھنا چاہوں گی۔

مہر گل...... اورنگی' کراچی

سوال:۔ آپی آپ کی تحریروں میں محبت کی جو شدت اور دیوانگی کی حد تک انا اور چاہت اور حق جتاتی الفت مجھے بہت متاثر کرتی ہے۔ حور یہ ہوں یا شانزل خان آفریدی' صارم ان سب کی محبت میں ایک استحقاق ہوتا ہے۔

جواب:۔ انا' دیوانگی اور استحقاق محبت کے ہی روپ ہیں۔

سوال:۔ آپ نے یہ انداز کس طرح اپنایا اور کس... سے متاثر ہو کر اپنایا؟

جواب:۔ اپنی حساسیت سے گھبرا کر قلم اٹھایا۔

سوال:۔ آج کل کی اسٹریٹ محبت جو ہر گلی کے نکڑ پر موجود لڑکوں کو ہر دوسری لڑکی سے ہو جاتی ہے۔ اس

...میں کہنا چاہیں گی؟

...اب۔ اسٹریٹ محبت' بے راہ روی کا وہ تعفن ہے ...س سے ایمان بھی سڑ جاتا ہے' مغربی تہذیب کی ان ...راہیوں سے اللہ ہماری ہر نسل کو محفوظ رکھے' آمین۔

سیدہ کنزیٰ زین...... منڈی بہاؤالدین

سوال:۔ آپی جی کیا آپ نے اپنا ناول ''بھیگی پلکوں'' کسی بات سے متاثر ہو کر لکھا تھا؟

جواب:۔ طلاق کے بعد جو بچوں اور خود ان پیرنٹس ... جس طرح زندگی بے رنگ ہو جاتی ہے' یہ میرا موضوع ہے۔

سوال:۔ آپ کو اپنے اس ناول میں کون سا کردار سب سے زیادہ پسند ہے؟

جواب:۔ پری۔ طغرل!

سوال:۔ آپی جی آپ آج کل کیا کرتی ہیں؟

جواب:۔ آج کل میں ایک ''سوپ'' لکھ رہی ہوں جو ان شاء اللہ آپ عنقریب ٹی وی پر دیکھیں گی۔

سوال:۔ آپی جی آپ نے کہانیاں لکھنا کب سے شروع کیا اور آپ کی پہلی کہانی کون سی تھی؟

جواب:۔ میں نے 90ء سے تحریر کا آغاز کیا تھا۔

سوال:۔ آپ اپنی تمام باتیں کس سے شیئر کرتی ہیں؟

جواب:۔ مجھے اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنا اور از حد پسند ہے۔

سوال:۔ آپ کی زندگی کا سب سے خوب صورت لمحہ اور سب سے بدصورت لمحہ کون سا تھا؟

جواب:۔ عمرے کی ادائیگی کے دوران گزرا ہر لمحہ بہت خوب صورت تھا آہ......! بدصورت لمحے بھی بہت سے ہیں مگر شیئر کرنے کی ہمت نہیں ہے۔

سوال:۔ آپی جی اگر کوئی کہانی لکھنا چاہے تو اس کے لیے آپ کی نصیحت ہو گی؟

جواب:۔ محبت کا پیغام عام کریں' ٹوٹے رشتوں کو اپنے قلم سے جوڑیں۔

سوال:۔ جب آپ کسی سے پہلی بار ملتی ہیں تو سب سے پہلے کیا دیکھتی ہیں؟

جواب:۔ اخلاق! مجھے سادہ اور بامروت لوگ اچھے لگتے ہیں۔

فاخرہ ایمان...... لاہور

سوال:۔ آپ آنچل میں کم کیوں دکھائی دیتی ہیں؟

جواب:۔ شاید کبھی لانگ بیڈ ریسٹ ہو جاتا ہے۔

سوال:۔ آپ کہانی خیالی لکھتی ہیں یا حقیقی؟

جواب:۔ جی ہاں! دونوں کی آمیزش ہوتی ہے۔

ربعیہ زبیر...... کراچی

سوال:۔ دشت آرزو میں زنون کے علاوہ آپ کا فیورٹ کردار کون سا تھا؟

جواب:۔ دشت آرزو کا منو۔

سوال:۔ دشت آرزو کا وہ کون سا سین ہے جب آپ کو رونا آیا۔

جواب:۔ اس وقت جب ''دشت آرزو'' میں حمزہ کو لے جاتے ہوئے چند سالہ ذوالنون دیکھتا ہے۔

اچھا وقت کتنی جلدی گزرتا ہے' یہ مجھے آپ لوگوں کے درمیان سے اٹھتے ہوئے محسوس ہو رہا ہے' آپ کے سوالات سے' بہت حظ اٹھایا ہے۔ اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیے گا' اگر کسی کی دل آزاری ہوئی ہو تو معذرت زندگی بخیر رہی تو ان شاء اللہ پھر ملاقات ہو گی' آپ کی خیر خواہ ''اقراء صغیر احمد!''

تاخیر سے موصول ہونے والے خطوط

عطیہ جاوید ملک' لاہور۔ پروین افضل شاہین' بہاولنگر۔ فائزہ شاہ زارا' جی ایم پور۔ رینا' ملتان۔ فریحہ شبیر' شاہ نکڈر۔

(اگلے ماہ کی شخصیت ہیں عشنا کوثر سردار جن کے لیے آپ کے سوالات ۵ جون تک وصول ہو جانے چاہیے)

آنچل کے ہمراہ

ادارہ

بہنوں سے درخواست ہے کہ جوابات مختصر اور جامع لکھا کریں تاکہ زیادہ سے زیادہ بہنیں اس محفل میں شرکت کرسکیں

مہر گل' دعا اینڈ ملائکہ

گل...... اورنگی ٹاؤن' کراچی

ا:۔ آنچل کی خامی پہلے بتاؤں گی کہ یہ صرف تین سے چار گھنٹے میں مکمل ہوجاتا ہے اب بتایئے بھلا کوئی پورا مہینہ گن گن کر گزارے اور آنچل ہاتھ میں آتے ہی ختم یہ کیا بات ہوئی؟ اور اب خوبیاں یقین مانیے کہ اس میں کچھ بناوٹ یا مصنوعی تعریف نہیں کررہی ہوں۔ یہ ٹھیک ہے کہ آنچل کا معیار دو سال قبل گرنے لگا تھا مگر اب یہ دوبارہ ایک مضبوط درخت بن چکا ہے اور اس میں نکھار پیدا چکا ہے دوسری خوبی یہ ہے کہ یہ ہر نئے لکھنے والے کی چیزیں موجود ہوتی ہیں" ہے کوئی ہمارے آنچل جیسا تو سامنے آئے۔"

۲:۔ کسی ایک تحریر نے نہیں بلکہ عفت آپی کی ہر تحریر نے محبت کرنا سکھائی' اقرا آپی کی تحریروں نے خودداری سکھائی "تم میری زیست کا حاصل ہو اور محبت دل پہ دستک" کی بات کررہی ہوں۔ آسیہ مرزا نے "کچھ مینوں مرن دا شوق وی سی" میں جذبات کو سمجھنا سکھایا' عشنا آپی نے لفظوں کے آہنگ سے جہان کی رونقوں سے دور تنہائی میں بھی میلہ لگانا سکھا دیا۔ "افسوں جاں" اور "اے شمع کوئے جاناں" کے الفاظ کا طلسم دلوں کو یوں جکڑتا ہے کہ حد نہیں اور سمیرا نے "جس دھج سے کوئی مقتل کو چلا" میں سچائی اور وطن پہ مرمٹنے کا درس دیا۔

۳:۔ ہائے ظالم کیوں زخموں پر نمک چھڑکتی ہیں۔ ہم نے رائٹر بننے کی کوشش تو بہت کی ہے۔ مگر ابھی تک اس میں کامیاب نہیں ہوئے ہاں غزلیں ضرور شائع ہوئی ہیں مجھ ناچیز کی اور لکھنا تو چاہتے ہیں اور لکھا بھی ہے معاشرے پر اپنے اردگرد بکھرے مسائل پر اور محبت تو خیر ایک معاشرتی حقیقت ہے۔

۴:۔ خوابوں میں تو مل لیتے ہیں حقیقت میں کہاں ایسے بلند نصیب! ویسے خط کو آدھی ملاقات بھی کہتے ہیں۔ تو جی مدیرہ آنچل فرحت آنی (مرحوم) قیصر آنی شہلا آپی' شمائلہ آپی اور ملیحہ آپی سے تو ملاقات ہوتی رہتی ہے اور ان کو بہت پرخلوص اور محبت کرنے والا پایا' خصوصاً قیصر آنی کے جوابات بہت تسلی دیتے ہیں اور رائٹرز میں آنچل کے ذریعے ہی "عفت سحر طاہر" سے ملاقات ہوئی (بہنوں کی عدالت میں) تو انہیں بھی بہت نائس اور گریٹ پایا۔

۵:۔ مدیران آنچل سے کوئی شکایت نہیں یہ ان کی حوصلہ افزائی ہی ہے جو میں مستقل طور پر آنچل میں لکھ رہی ہوں ورنہ من آنم کہ من دانم۔ ہاں بس ایک ہلکا سا گلہ کہہ لیں کہ میرا افسانہ شائع کردیا کریں چاہے تصحیح کرکے کیونکہ میرے ہر افسانے میں کوئی نہ کوئی پیغام ہوتا ہے۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

ا:۔ آنچل کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ آنچل بہت جلدی مل جاتا ہے (سوچ سوچ کے) خامی کوئی نہیں ہیں۔

۲:۔ آنچل میں سمیرا شریف طور کا ناول "یہ چاہتیں یہ شدتیں" اس ناول نے میری زندگی بدل کے رکھ دی ہے۔ بہت زبردست ناول ہے یہ اسی ناول کی وجہ سے تو آنچل پڑھنا شروع کیا تھا۔

۳:۔ اگر میں آنچل کی رائیٹر ہوتی تو اسلام کو زیادہ سے زیادہ ہائی لائٹ کرتی اور اسی موضوع پر ناول لکھتی۔

۴:۔ عفت سحر طاہر سے ملاقات اچھی رہی ان کو بہت اچھا پایا اور ان کی شخصیت بہت زبردست ہے وہ ہر ایک کی آئیڈیل ہیں۔

۵:۔ جی ہمیں کوئی شکایت نہیں ہے۔ آنچل مدیران سے کیونکہ میں ایسی ہوں جو ہر ایک کی مجبوری سمجھتی ہوں اس لیے کوئی شکایت نہیں ہے۔

ناز ملوش ذشے ..... میر پور آزاد کشمیر

ا:۔ آنچل کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ آنچل All in One جریدہ ہے۔ مذہبی' معاشی' معاشرتی اور سیاسی' کون سا ایسا موضوع ہے جو یہاں بیان نہیں ہوتا۔ چاہے کہانی کے اندر ہو یا سوالات کی شکل میں۔ خامی ابھی تک مجھے تو کوئی نظر نہیں آئی۔ جب محسوس ہوئی تو ضرور آگاہ کروں گی۔

۲:۔ آنچل کی ساری تحریریں ہی کچھ نہ کچھ سبق لیے ہوتی ہیں۔ بہرحال گزشتہ ماہ عمیرہ احمد کی "سرپرائز" پڑھ کر زندگی کو ایک نیا سبق ملا۔

۳:۔ ابھی تک تو میں نئے افق اور ریشم میں ہی لکھ رہی ہوں۔ چونکہ نئے افق سے میں نے سچی کہانیوں کا آغاز کیا تھا۔ سو قلم بھی اسی کا عادی ہوگیا ہے۔ اگر کبھی مجھے آنچل میں لکھنے کا موقع ملا تو میں کسی سچے واقعے کو ہی موضوع بناؤں گی۔ جس میں مرکزی کردار اپنی دہری شخصیت کی بنا پر اپنے اندر عجیب وغریب خواہشات اور سوالات کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر رکھتا ہوگا۔

۴:۔ ابھی تک میری نئے افق کی ایک پرانی رائٹر شہناز بانو سے ہی ملاقات ہو پائی ہے۔ شفیق' حلیم طبع' ہنس مکھ اور اپنے اندر خوب صورت باتوں اور کہانیوں کا خزانہ سمیٹے اپنی عمر سے بہت ہی کم نظر آنے والی شہناز بانو میری دوست اور راہبر ہی نہیں بلکہ میری ماں جیسی ہیں۔

۵:۔ ابھی تک تو مجھے مدیران سے قطعاً کوئی شکایت نہیں ہے۔ البتہ اپنی پہلی کہانی بھجوانے کے بعد اس کے منتخب ہونے یا نہ ہونے پر ہی میں اس سوال کا جواب دے سکوں گی۔ لیکن جہاں تک بات ہو فرحت آنی' قیصر آرا' مشتاق احمد انکل اور عمران احمد بھائی کی تو ان جیسے تجربہ کار مدیر کم ہی کسی جریدے کو نصیب ہوتے ہیں۔ خدا ہمیں ان کا لمبا ساتھ عطا فرمائے۔ آمین

رابعہ بصریٰ ملک...... واہ کینٹ

ا:۔ جیسے ہار کے بنا جیت ممکن نہیں بالکل اسی طرح خامیوں کے بنا خوبیاں ممکن نہیں۔ انسان کی تخلیق کردہ چیزیں کبھی بھی پرفیکٹ نہیں ہوسکتیں۔ کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی کمی بیشی رہ ہی جاتی ہے اور یہ کمی' کوتاہی ہی تو دراصل انسان کے انسان ہونے کی دلیل ہے آنچل بھی ایک انسان ہی کی تخلیق ہے اس لیے ہم اسے بہترین تو کہہ سکتے ہیں مگر پرفیکٹ نہیں۔ اس میں جہاں بہت سی خوبیاں ہیں وہاں یقیناً خامیاں بھی ہیں لیکن خوبیوں کا خامیوں پر سبقت لے جانا ہی اس کی کامیابی کی ضمانت ہے اور میری نظر میں یہ ہی سب سے بڑی خوبی ہے۔

۲:۔ اگر کوئی تحریر زندگی بدل سکتی تو بھلا نصیب کا رونا کون روتا؟ تحریریں زندگی نہیں بدلتیں ہاں البتہ آگہی اور شعور ضرور دیتی ہے جن کی بدولت زندگی کو سمجھنا قدرے سہل ہوجاتا ہے۔ آنچل کا ایک سلسلہ "آپ کی شخصیت" میرا ذاتی طور پر بہت پسندیدہ سلسلہ تھا اس کی بدولت بہت کچھ سیکھنے کو ملا لیکن بدقسمتی سے اب اس کو اس ماہ سے "گڈبائے" بول دیا گیا ہے۔

۳:۔ آنچل میں ایک تحریر لکھ کر روانہ تو کی تھی جو کہ تا حال گمشدہ ہے۔ خیر مجھے آرمی بہت پسند ہے اسی پہ لکھتی اور ویسے بھی موضوع جو بھی ہو بس یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ہماری تحریریں دوسروں کی اصلاح کا سبب بنیں معاشرے کی عکاسی کریں۔

۴:۔ ہاں جی' آنچل کی کسی نہیں بلکہ دو عدد رائیٹرز سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ کیسا پایا؟ تو جناب یہ ہی کہوں گی کہ دونوں بہت باکمال تھیں۔ خصوصاً صائمہ میر لیکن دونوں ہی نے اب لکھنا چھوڑ دیا ہے۔

۵:۔ ایسی کوئی خاص شکایت تو نہیں ہے۔ تمام مدیران اپنی ڈیوٹی بخوبی انجام دے رہے ہیں۔

سمیرا انور...... جھنگ

ا:۔ آنچل کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ نئے لکھنے والوں کی بہت زیادہ حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ انہیں مزید لکھنے پر آمادہ کرتا ہے اور جہاں تک بات خامی کی ہے تو جس سے بہت زیادہ اور لگاؤ ہو اس کی خامیاں نظر

نہیں آتیں۔

۲:۔ "جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا" سمیرا شریف طور کی ایک ایسی تحریر تھی جس نے ہمیں حب الوطنی کے جذبے سے سرشار کرکے زندگی کا ایک نیا راستہ دکھایا۔

۳:۔ رائٹر بننا بہت مشکل کام ہے۔ اگر میں رائٹر ہوتی تو معاشرتی حالات کو پیش نظر رکھ کر لوگوں کے دلوں میں انصاف کا جذبہ ضرور پیدا کرتی اور زندگی کا مقابلہ کرنے کے قابل بناتی۔ آپ دعا کریں کہ میں بھی اچھی رائٹر بن جاؤں۔

۴:۔ افسوس کہ آنچل کی کسی رائٹر سے ملاقات نہیں ہوسکی۔ مگر آنچل کو دی جانے والی تخیلاتی سالگرہ پارٹی میں سب سے ملاقات کا شرف حاصل کرلیا۔ تمام رائٹرز سے ملنے کا بہت شوق ہے۔

۵:۔ شکایت والی اپنوں کو ہی اپنے پیاروں سے ہوتی ہے اور جہاں تک میری بات ہے مجھے آنچل سے شکوہ ہے کہ "غزل اس نے چھیڑی" سلسلہ کیوں بند کردیا لیکن اب بہنوں کی عدالت سے کسی حد تک یہ شکوہ بھی دور ہورہا ہے۔

رانی اسلام...... گوجرانوالہ

۱:۔ میرے نزدیک آنچل دوسرے ڈائجسٹ کی نسبت جلد مل جاتا ہے۔ اور خامی یہ ہے کہ اس میں میرے بھیجے ہوئے خطوط بہت کم شائع ہوتے ہیں۔

۲:۔ "محبت دھنک رنگ اوڑھ کر" اور "یہ چاہتیں یہ شدتیں" نے میری زندگی پر گہرا اثر ڈالا۔

۳:۔ اگر میں آنچل کی رائٹر ہوتی تو جو رشتے کھوکھلے ہوتے ہیں ان کے بارے میں ضرور لکھتی۔

۴:۔ ابھی تک تو میری کسی آنچل رائٹر سے ملاقات نہیں ہوئی لیکن میں عمیرہ احمد سے ملنا چاہتی ہوں اسے جاننا چاہتی ہوں۔

۵:۔ جی ہاں میری آنچل مدیران سے شکایت ہے کہ وہ میرے خطوط شائع نہیں کرتیں۔ آنچل تو میرا واحد سہارا ہے جس کے ذریعے میں اپنے دل کی بات کرتی ہوں اس لیے آنچل مدیران سے گزارش ہے کہ اس مرتبہ وہ میرے تمام خطوط شائع کرکے مجھے خوش ہونے کا موقع دیں۔

بشریٰ ماہ نور...... کھوٹہ

۱:۔ آنچل کی کیا تعریف کروں اس کے لیے الفاظ نہیں ہیں میرے پاس۔ آنچل سب سے بہتر ہے اس میں کوئی خامی نہیں۔

۲:۔ یوں تو ہر تحریر بہت اچھی ہوتی ہے مگر ایک کہانی تھی در مائدہ الفت بی بی مالکن والی جس میں آخر میں احسن سے شادی ہوتی ہے۔ بی بی مالکن بہت اچھی تھی اور اسی نے میری زندگی کو نیا رنگ دیا۔

۳:۔ محبت پہ لکھتی اور سب سے زیادہ دوستی پر لکھتی مہنگائی پر بھی۔

۴:۔ ہائے ہمارے ایسے نصیب کہاں کہ کسی رائٹرز سے ملاقات ہو۔ اگر کبھی ہوتی تو ان شاء اللہ اچھا پاؤں گی۔

۵:۔ نہیں ہم کو شکایت اب کسی سے
بس اپنے آپ سے روٹھے ہوئے ہیں
بظاہر تو خوش ہوں لیکن
سچ بتائیں ہم اندر سے بہت ٹوٹے ہوئے ہیں

کہانیاں بہت لمبی نہ کیا کریں۔

فوزیہ سعید...... کوٹ ادو

۱:۔ آنچل کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ نئی لکھاری بہنوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور انہیں کبھی مایوس نہیں ہونے دیتے۔ ہمارے پیارے آنچل کی خامی تو کوئی بھی نہیں ہے۔ ہوتی تو میں ضرور بیان کرتی خدا نہ کرے کہ کبھی ایسا وقت آئے کہ ہمیں آنچل کی خامیاں تلاش کرنی پڑیں۔

۲:۔ آنچل کی سب ہی تحریریں بہت زبردست ہوتی ہیں۔ لیکن آنچل کی سب سے بیسٹ رائٹر سمیرا شریف طور کی تحریر "یہ چاہتیں یہ شدتیں" نے زندگی کے معنی سکھا دیے سمیرا جی آپ ساحرہ نہیں لفظوں اور محبت میں گندھی ہوئی ملکہ ہیں آنچل کے لیے۔

۳:۔ اتنی اچھی قسمت کہاں کہ رائٹر کہلوا سکوں ویسے اگر ایسا چانس ہوتا بھی تو میں زندگی سے منسلک ہر ٹاپک

... لکھتی خاص طور پر اپنے پیارے وطن' محبت اور ... کے لیے۔

۴:۔ فی الحال تو کسی بھی رائٹر سے ملاقات نہیں ہوئی۔ کاش ایسا ہو جائے میں آنچل کی رائٹر ٹیم اور اسٹاف سے مل سکوں۔ میں سمیرا شریف طور اور نازیہ کنول نازی جی سے ملنا چاہوں گی یہ تو ملنے کے بعد بتاؤں گی کہ کیسا پایا۔

۵:۔ نہیں جناب ایسی کوئی شکایت نہیں جو میں بیان کروں۔ دعا ہے کہ ہمارا آنچل آسمان کی بلندیوں کو چھوئے۔ آمین

زاہدہ ملک' اریبہ شاہ...... دیپالپور

۱:۔ آنچل کے ہمراہ میرا فیورٹ سلسلہ ہے۔ آنچل کی خوبی؟ آپ نے خوبیاں کیوں نہیں لکھا۔ ست رنگے آنچل کے ساتھ انصاف کیا کریں آپ تو جی ہمارے لاڈلے مہکتے آنچل میں خوبیاں ہی خوبیاں ہیں۔ اصل معنوں میں جینے کا ڈھنگ ہم نے آنچل سے ہی سیکھا ہے۔

۲:۔ آنچل کی ہر تحریر معیاری اور ایک سے بڑھ کر ایک ہے۔ میں نے کہا نا آنچل نے ہمیں جینے کا شعور دیا ہے۔ سو کوئی ایک تحریر نہیں جس نے زندگی بدل دی۔ سمیرا شریف طور کا "یہ چاہتیں یہ شدتیں" ہو یا نازیہ کنول نازی کا "یہ جو ریگ دشت فراق ہے" تمام تحاریر اپنے آپ میں مکمل اور جامع ہوتی ہیں۔ آنچل کے نام نے ہی ہماری زندگی بدل دی آنچل کا نام لینے سے ہمیں یاد آتا ہے کہ ایک عدد آنچل ہم بھی رکھتے ہیں۔ تو کیوں نہ اسے اپنے سر پر ہی رکھیں۔ سو میں نے تو دونوں آنچل کو سر پر سجا رکھا ہے۔

۳:۔ آہ! کیا خوب پوچھا آپ نے ان شاء اللہ مجھے نہ صرف رائٹر بننا ہے بلکہ صرف آنچل کی رائٹر بننا ہے کیونکہ میری وش ہے کہ جس لاڈلے آنچل نے مجھے قلم تھامنے پر مجبور کیا ہے میری تحریر بھی اسی کے لیے ہونی چاہیے۔ اور میں آنچل کے ساتھ دھوکہ نہیں کرسکتی۔ تو جی جناب میں آنچل کی رائٹر بنوں گی اور میں اسٹوری لکھ رہی ہوں۔ اپنے آنچل کے لیے اور میرا موضوع ہے "پاکستان اور حب الوطنی" اور پاکستان کے موجودہ حالات پر۔

۴:۔ آنچل کی کسی رائٹر سے کبھی ٹکراؤ (ہاہاہاہا) مطلب کبھی اچانک ملاقات نہیں ہوئی۔ یقین ہے کہ جس طرح ان کی تحاریر جاندار اور شاندار ہوتی ہیں ویسے وہ خود بھی انتہائی اچھی ہوں گی اور میں ان کو ہمیشہ اچھا ہی پاؤں گی۔ آنچل کا پورا اسٹاف ڈی ڈوٹیو اور ملنسار ہے اور فرض شناس بھی۔ مجھے آنچل کا ادارہ بہت پسند ہے۔

۵:۔ شکایت' جی جی کیوں نہیں شکایتیں بھی اپنوں سے ہی ہوتی ہیں۔ لیکن مدیران سے کوئی خاص شکایت نہیں ہے۔ البتہ ہما احمد آپ سے لاڈو کو شکایت بڑی دیر سے ہے۔ میں جتنے بھی خطوط لکھوں لاکھ تائید کروں' منت کروں پر ہما جی پر کوئی اثر نہیں۔ برائے مہربانی کبھی تو میرا خط' پیغام شائع کردیا کریں نا۔ میں آنچل فرینڈز کے پیغام کو غور غور سے پڑھتی ہوں کہ آخر ان میں ایسا کیا ہے جو لاڈو کے خط میں نہیں۔ پر کہیں سے مجھے اپنا قصور نظر نہیں آتا۔ سوائے قسمت کی ستم ظریفی کے۔

عالیہ کاظمی...... کھوٹہ

۱:۔ آنچل کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ہر کسی کو موقع فراہم کرتا ہے اپنے سرورق پر آنے کا یعنی آنچل میں جو چیز بھیجو وہ شائع ہو جاتی ہے ورنہ دوسرے ڈائجسٹ تو صرف نام کے ہیں۔ ماشاء اللہ آنچل میں کوئی خامی نہیں۔

۲:۔ آنچل میں یوں تو بہت ساری تحریریں ہیں مگر "درمائدہ الفت" اور "بس اک بجن ہرجائی تھا" یہ دونوں ناول اور 14 اگست یہ ایک کہانی تھی کیپٹن یشب احمد شاہ نواری ہیرو کا نام تھا یہ کہانیاں میں بھلا نہیں سکتی اور میری زندگی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

۳:۔ زیادہ سے زیادہ دوستی امن اور محبت پر۔

۴:۔ ابھی نہیں ہوئی اگر ہوئی تو ان شاء اللہ اچھا پاؤں گی۔

۵:۔ کہانیاں بہت لمبی مت کیجیے پلیز۔ پھر اسٹوری پڑھنے میں مزا نہیں آتا۔

فرح وفا...... ملتان

۱:۔آنچل کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے اس کی وجہ سے کرن وفا مجھے ملی یہ دوستوں کے ساتھ رابطے کا اچھا ذریعہ ہے اور باقی رسالوں کی نسبت جلدی مل جاتا ہے اور خامی اور تو کوئی نہیں بس ایک ہے اس میں چیزیں چھپنے کا بہت انتظار کرنا پڑتا ہے بہت عرصے میں چیزیں چھپتی ہیں اور کبھی چھپتی ہی نہیں ہے۔

۲:۔ایسی تو کوئی تحریر نہیں جس نے زندگی بدلی ہو۔

۳:۔معاشرے میں پیدا ہونے والی بدعنوانیوں پر۔

۴:۔آنچل کی دو رائٹرز سے ملی ہوں ایک فصیحہ آصف دوسری سعدیہ امل کاشف سے ملاقات کی اور بہترین ملاقات رہی بہت اچھے طریقے سے دونوں ملیں۔

۵:۔کوئی نہیں ہم شکایت کرنے والوں میں سے نہیں ہیں۔

عروسہ شہوار

۱:۔آنچل کی سب سے بڑی خوبی کی بات کی جائے تو پہلا جملہ یہی ہوگا کہ آنچل کا اپنا الگ ہی ایک معیار ہے بلاشبہ آنچل کا چناؤ ایسی تحریریں ہوتی ہیں جو واقعی قابل اشاعت ہوتی ہیں۔اپنا معیار لیے ہوتی ہیں اس زمرے میں چاہے کوئی نیا لکھنے والا ہو یا پرانا لکھاری اور جہاں جہاں نظر دوڑائی جائے خامی کی جانب تو دور دور تک خوبیاں ہی دکھائی دیتی ہیں البتہ ہر ماہ تمام کی تمام بہنوں کی نگارشات آنچل کا حصہ بننے سے رہ جاتی ہیں۔مگر یہ خامی بھی خوبی لیے ہوتی ہے۔

۲:۔بہت ساری تحریریں ایسی ہیں جن کو پڑھ کر ہم خود میں تبدیلی محسوس کرتے ہیں لیکن مشتاق احمد قریشی کا دانش کدہ پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ہمیں اپنے اندر خود کی ذات میں کن اور کیسی تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔سچ مانیے دانش کدہ کی تمام تحریریں انسان کو سوچنے اور کچھ کر گزرنے پر مجبور کرتی ہیں۔اپنا محاسبہ کرنے پر اکساتی ہیں۔

۳:۔آہم' خوش کیتا ای۔رائٹر دہ بھی پیارے آنچل کی اگر ہم آنچل کے رائٹر ہوتے تو جناب امن صرف اور صرف امن دسکون' پیار و محبت اور چاہت جیسے موضوعات کی بھرمار کردیتے۔

۴:۔پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم جس جس رائٹر کی تحریریں پڑھتے ہیں اسی تحریر میں ڈبکی لگا کر انہیں کھوجنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی تحریر سے جو اخذ کرتے ہیں ویسا ہی خیال تصور ان کے بارے میں قائم کرلیتے ہیں اور وہ شور ایسا بلند ہوتا ہے کہ کوئی کمی برداشت نہ ہوگی ہاں البتہ ملاقات پر سوچیں گے ضرور بھئی ہم نے ان محترمہ کے بارے میں جیسا سوچا کیا ان کو ویسا پایا؟

۵:۔کوئی شکایت کیا پوچھ لیا آپ نے گویا رنج دے کر ملال کرتے ہو'تم بھی ساجن کمال کرتے ہو۔ناں جی ناں ہمیں کوئی شکایت ہے نہ شکوہ۔مدیران کو جو معیاری لگتا ہے وہی اشاعت پاتا ہے۔ہمیں تو اس بات پر یقین ہے۔آنچل سے اگر کوئی شکایت ہو بھی تو زد زباں نہیں آنے دیتی تو پھر کیوں ہم اپنے الفاظ شکایتی الفاظ دہرا کر لفظوں کی حرمت میں کمی کریں۔بس محبت ہے' محبت ہے' محبت کے سوا کچھ بھی نہیں۔

شمع مسکان...... جامپور

۱:۔آنچل تو ہمارا ماشاءاللہ سے خوبیوں کا شہزادہ ہے۔ اس کی ایک سب سے بڑی خوبی جو اس کو انفرادیت بخشتی ہے وہ ہے اس کا وسیع قلب' جو ہر آنے والی نئی رائٹر یا قاری کو خوشدلی و فراخدلی سے اپنے اندر جگہ فراہم کرتا ہے۔ہم اپنے تمام پوشیدہ راز آنچل سے شیئر کرتے ہیں۔تو وہ ہمیں اک نئی راہ دکھاتا ہے۔اندھیری راہ میں جگنو کا کام دیتا ہے۔ارے بھئی خامی تو کوئی نظر آتی ہی نہیں ہے۔آنکھوں پر محبت کی پٹی بندھی ہے۔

۲:۔ایک وقت مایوسیوں کی انتہا کا تھا۔زندگی بے معنی سی لگنے لگی تھی۔ایسے میں سمیرا آپی نے مایوسیوں سے نکال کر باہر کیا۔"یہ چاہتیں یہ شدتیں" کی صورت جی واقعی مجھے اس نے ہی احساس دلایا کہ جذباتیت سے کام بگڑتے ہیں۔سدھرتے نہیں۔اگر ہم جذبات کے بھنور سے نہیں نکلے تو یہ ہماری زیست کی تمام خوشیاں لے جائے گا اور یہ عارضی پریشانیاں مستقل ہمارے مقدر میں لکھ دی جائیں گی۔اسی تحریر نے ہماری زندگی میں بدلاؤ

ایا اور میں اس کا کریڈٹ سمیرا آپی کو دوں گی۔

۳۔اونو کتنی چالاکی سے ہمارا راز پوچھا جا رہا ہے۔ ام نابدولت مستقبل کی رائٹر بننے کا ارادہ رکھتی ہیں اور آپ بات کرتی ہیں موضوع بنانے کی۔ یہ نہ ہو ادھر موضوع بنائیں اور ادھر کہانی تیار ہو اور ہم اپنے سیاہی کا لبادہ پہنائے اوراق کو آتش کی نذر کریں۔ میں کرکٹ کے موضوع پر لکھتی کہ کرکٹ کو کیسے سیاست نے اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔ انڈیا سے جیت میں کون سے نقصان اور ہار میں کون سے مفاد پنہاں ہیں۔بھئی خیر میں کرکٹ پر مضمون تو نہ لکھتی لیکن میری تحریر میں کرکٹ کا حوالہ بہت زیادہ ہوتا۔

۴:۔کاش ایسا ہو جاتا مگر ہوا نہیں ہے۔صرف خواہش ہی ہے کہ کسی رائٹر سے ملوں' اسپیشل سمیرا شریف طور' اقراٗ صغیر احمد سے ملوں ویسے آنچل کے توسط سے اپریل میں میری ملاقات عفت سحر طاہر سے ہوئی۔ اسے بہت حساس کچھ شوخ اور بہت کیئرنگ پایا۔خوش اخلاق اینڈ خوش گفتار محسوس ہوئیں۔

۵:۔نہیں بھئی اپریل تک تو کوئی شکایت نہیں تھی مگر مئی میں مجھے شکایت ہے کہ قیصر آنٹی سے میں نے اپنے تعارف کے بارے میں پتا کیا تھا کہ ملا ہے یا نہیں۔مگر کوئی جواب نہیں دیا' جو کہ میں نے جون 2011ء میں پوسٹ کیا تھا۔اب تک شائع نہیں ہوا ہے۔بس یہی چھوٹی سی شکایت تھی۔

تاخیر سے موصول ہونے والے خطوط

کنزا کنول' چکوال۔کومل رباب' لاہور۔منزہ یاسین' کمالیہ۔عشرت سید محمد رمضان' حیدرآباد سندھ۔وجیہہ یاسمین' بہاولپور۔ساریہ چوہدری' گجرات۔عائشہ سلیم' فیصل آباد۔اقراٗ تبسم' اوکاڑہ۔فائزہ اللہ رکھا۔رباب ثالث' مریدکے۔پری وش گوندل' منڈی بہاؤالدین۔

آنچل کے ہمراہ

۱) رمضان کے حوالے سے کوئی فرمائش جو آپ آنچل سے کرنا چاہیں؟

۲) رمضان کے مقدس و بابرکت مہینے میں آپ کی کوئی ایک عادت جو آپ کو بے حد پسند ہو؟

۳) ماہِ رمضان کے حوالے سے کوئی خصوصی دعا یا وظائف جو آپ آنچل بہنوں سے شیئر کرنا چاہیں؟

۴) ماہ رمضان میں سحر و افطار کی مصروفیات کے باوجود آنچل کے کس سلسلے کو پڑھنا نہیں بھولتیں؟

۵) اس ماہِ رمضان میں آنچل کے لیے آپ کی خصوصی دعا؟

آپ ان سوالات کے جوابات 08 جون تک بذریعہ ڈاک یا ای میل ارسال کرسکتی ہیں۔

محبت اسیر

نادیہ فاطمہ رضوی

یہ عشق تھا فقط عشق جس کا مسئلہ تھا
اس امتحان میں سجدے نہ استعارے تھے
خدا کرے کہ تیری عمر میں گنے جائیں
وہ دن جو ہم نے تیری ہجر میں گزارے تھے

ہال نما کمرے میں اس پل ایسی گمبھیر اور جامد خاموشی چھا گئی جیسے یہاں صرف درودیوار کے علاوہ کوئی انسان ہی نہ ہو حالانکہ اس وقت کمرا گھر کے تمام مکینوں سے بھرا ہوا تھا مگر سب کے لبوں پر جامد چپ اور آنکھوں میں ڈھیر سارا استعجاب وحیرت کے ساتھ ساتھ دکھ اور غصہ بھی ہلکورے لے رہا تھا۔

سب بھی ایک نظر آغا جان کے سپاٹ مگر پتھریلے چہرے پر نگاہ ڈالتے تو دوسری جانب مجرموں کی مانند سر جھکائے اس سرپھری باغی لڑکی کو دیکھتے جس نے کس آرام واطمینان سے اپنے چند جملوں کے بارود سے اس گھر کے صدیوں پرانے اصول و قانون پر دراڑیں ڈال کر علم بغاوت بلند کیا تھا۔

''نجانے اس لڑکی کے ساتھ آغا جان کیا سلوک کریں' یہ ہمت ہم سے تو ہوئی نہیں اور اس نے لڑکی ہوتے ہوئے کر ڈالی۔'' گھر کے لڑکے اسی نہج پر سوچ جارہے تھے' وہ ورشہ کی اس قدر جرأت و بہادری پر دنگ تھے مگر کہیں کہیں دل میں مسرت کے جگنو بھی ٹمٹمارہے تھے۔ ہوسکتا ہے کہ ورشہ کی اس دلیری کی بدولت ان کی زندگی میں بھی کچھ تبدیلیاں آجائیں۔

''ہوں' تو یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟'' طویل خاموشی کے بعد آغا جان کی بھاری درشت آواز فضا میں گونجی تو سب ہی نے اپنی اپنی سوچوں کو فی الفور جھٹک کر آغا جان کی جانب کچھ سہمے اور متعجبانہ انداز میں دیکھا یقیناً ورشہ ذوالفقار پر کوئی کڑی دفعہ لگنے والی تھی۔ ورشہ نے اترے چہرے سمیت آغا جان پر صرف ایک نگاہ ڈالی اور پھر سے چہرہ سجدے میں گرالیا البتہ سر کے اشارے سے ہاں ضرور کر ڈالا۔ آغا جان نے بغور یہ اشارہ دیکھا اور پھر کچھ دیر اس کے جھکے ہوئے سر کو دیکھا۔

''ٹھیک ہے اگر تمہاری مرضی اور خوشی اسی میں ہے تو ہم تمہارے فیصلے پر راضی ہیں۔'' آغا جان کی آواز پر ورشہ نے بجلی کی تیزی سے سر اٹھایا' باقی سب نے بھی انتہائی اچنبھے سے آغا جان کو دیکھا جب کہ حذیفہ بھائی نے انتہائی بے قراری سے پہلو بدلا تھا۔ آج سے پانچ سال پہلے یہی بات حذیفہ نے آغا جان سے تنہائی میں کہی تھی مگر...... اگر اس وقت ردا

یہاں موجود نہ ہوتی تو وہ یقیناً صدائے احتجاج بلند کرتے آغا جان نے ایک نگاہِ خاص حذیفہ کے ستے چہرے پر ڈالی آنکھوں سے اظہار شکوہ پڑھ کر ایک بار پھر ورشہ کی جانب دیکھا‘ جس کا چہرہ اس پل روشنیاں بکھیر رہا تھا۔

”آغا جان‘ تھینک یو تھینک یو سوچ......!“ ورشہ فرطِ مسرت سے لبریز لہجے میں بولتی آغا جان کی جانب بڑھی ہی تھی کہ اگلے جملے پر اس کے قدم یک دم ٹھٹک گئے۔

”شہریار بیٹا! ہمارے اصول کے مطابق ورشہ کے حصے کی تمام جائیداد اب صرف تمہاری ہے‘ اب ورشہ کا اس پراپرٹی پر کوئی حق نہیں ہے اور ہاں گھر کے لوگ ورشہ سے تعلق رکھنا چاہیں تو ہمیں اعتراض نہیں مگر ورشہ سے میرا کوئی تعلق نہیں۔“

”آغا جان......!“ صدمہ اسے اپنی دولت کے چھن جانے کا قطعی نہیں تھا کیوں کہ آغا جان نے اس خاندان کی صدیوں پرانی روایات کو برقرار رکھنے کے لیے اپنی جدی‘ پشتی دولت اور جائیداد کو صرف اسی شرط پر دینے کا فیصلہ کیا تھا جب لڑکے اور لڑکیاں صرف خاندان میں ہی شادیاں کریں بصورت دیگر اگر کوئی خاندان سے باہر اپنی پسند سے شادی کا ارادہ کرتا ہے تو پھر اسے اپنی جائیداد سے ہاتھ دھونے پڑیں گے اور ایسی صورت میں تمام جائیداد اس کو مل جائے گی جس سے وہ منسوب ہو اور شہریار عمیر کو ورشہ کا منگیتر ہونے کی بدولت اس کی تمام جائیداد مل گئی تھی۔ ورشہ کو دکھ جائیداد چھن جانے کا ہرگز نہیں تھا کیوں کہ وہ یہ فیصلہ کرنے سے پہلے محبت کی پُرخار راہ پر قدم رکھتے ہی جان گئی تھی مگر یہ بات اس کے گمان میں نہیں تھی کہ آغا جان اسے اپنی محبت‘ شفقت اور قربت سے بھی محروم کردیں گے۔ حذیفہ کی آنکھوں میں اب اطمینان و سکون تھا کیوں کہ آغا جان نے اسے بھی اپنی کولیگ سے شادی کرنے کی یہی شرط عائد کی تھی جس پر وہ اپنی پسند سے دست بردار ہو کر اپنی پھوپوزاد ردا کا دلہا بن گیا تھا۔

”ورشہ تم ہوش میں تو ہو‘ لگتا ہے تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ تم نے سوچا بھی کیسے کہ تمہاری شادی خاندان سے باہر ہوجائے گی۔ اتنی بے حیا ہوگئی تم‘ یہ بھی بھول گئیں کہ تم شہریار کی امانت ہو اس کی منگیتر ہو‘ پانچ سال پہلے ہی تمہاری شادی شہریار سے طے ہوچکی ہے پھر بھی؟ پھر بھی تم نے یہ قدم اٹھایا۔“ مہوش بیگم کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنی اکلوتی بیٹی کو بری طرح پیٹ ڈالیں۔ نجانے کس کی محبت کے فریب کے جال میں پھنس کر ان کی احمق بیٹی نے شہریار جیسے امیر کبیر لڑکے سے دست برداری کا اعلان کرکے خود بھی جائیداد سے ہاتھ دھو کر اپنا دامن جھاڑ کر بھکاری بن گئی تھی اور تو اور سارے گھر والوں کی نظر میں معتوب بھی ٹھہر گئی تھی۔ وہ بخوبی دیکھ رہی تھیں کہ سب اسے حقارت‘ غصے‘ تاسف اور افسوس سے دیکھ رہے تھے۔

”بھابی! اگر میری فریال ایسی حرکت کرتی تو میں اس کا گلا ہی گھونٹ دیتی۔“ چھوٹی پھوپی رعونت سے بولیں۔

”ارے آج تک اس خاندان کے کسی لڑکے نے یہ قدم اٹھانے کی جرأت نہیں کی اور انہیں دیکھو چھٹانک بھر کی لڑکی اپنی پسند سے اپنا جیون ساتھی چُن رہی ہے۔“ منجھلی تائی بھی جلبلا کر بولیں آخر ان کے بیٹے حذیفہ پر آغا جان نے ردا جو تھوپ دی تھی۔

”آغا جان اب میرے شہریار کا کیا ہوگا؟ اس لڑکی نے پانچ سال پرانے رشتے کو کتنی آسانی سے ٹھکرادیا آخر میرے بچے کا کیا قصور تھا؟“ تائی امی

ے ہوئے بولیں‘ سامنے سوفے پر شہریار خاموشی سے بیٹھا تھا‘ سب ہی کی نگاہیں شہریار پر اٹھیں۔

”آغا جان! میں صرف ایک سوال کرنا چاہتا ہوں؟ آپ نے ورشہ کو اس کے پسند کا شریک سفر چننے کی اجازت دے دی‘ ٹھیک ہے آپ نے اس خاندان کے اصول کے مطابق اسے جائیداد سے بے دخل کردیا...... مگر آپ نے ورشہ کی خاطر اس اصول کو بھی توڑ دیا۔ آغا جان جائیداد بچانا آپ کا مقصد نہیں تھا آپ نے صرف ہم سب کو جائیداد کی ڈوری میں اسی لیے باندھا کہ ہم باہر شادیاں نہ کریں مگر آج کے بعد تو یہ اصول یہ قانون ٹوٹ گیا نا۔“

”شہریار بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے آغا جان! جب آپ نے ورشہ کو خاندان سے باہر اپنی مرضی سے شادی کرنے کی اجازت دے دی تو آج کے بعد اس اصول کو بھی توڑ دیجیے۔“ تایا ابو بھی ناگواری سے بولے۔

”میں آپ کے اصول کے مطابق خاندان میں شادی کرنے کو پہلے بھی تیار تھا اور اب بھی ہوں...... مگر آغا جان...... کیا یہ دوسروں کے ساتھ ناانصافی نہیں کہ ورشہ کے لیے آپ نے اپنی تمام روایتیں توڑ ڈالیں اور ہمارے لیے......“ شہریار نے قصداً جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

”مگر ورشہ کو آغا جان نے جائیداد سے محروم بھی کردیا ہے۔“ ذوالفقار صاحب ورشہ کے والد سنجیدگی سے بولے۔

”جائیداد اہم نہیں ہے چچا جان! ہمارے گھر کے اصول ہیں۔“ شہریار بُردباری سے بولا۔

”آغا جان! دیکھیے میرے بچے کی سعادت مندی وہ اب بھی آپ کی مرضی کے مطابق خاندان میں ہی شادی کرنے پر راضی ہے مگر بڑائی کا تقاضا تو یہی ہے کہ آپ اب سب لڑکوں کو ان کی پسند اور خاندان سے باہر شادی کی اجازت دے دیجیے۔“ تائی امی کی بات پر لڑکوں کے دل بلیوں اچھلنے لگے۔

”اُف یہ محبت بھی اور کون کون سی آزمائشیں دکھائے گی۔“ ورشہ نے سہم کر سوچا۔

”آغا جان! بھابی صاحبہ ٹھیک کہہ رہی ہیں انصاف کا تقاضا تو یہی ہے کہ باقی سب کو بھی اجازت دے دی جائے۔“ بڑے پھوپا نے اپنے لاڈلے بیٹے ذوالقرنین کو دیکھا جسے شہریار کی بہن عدینہ کے لیے زبردستی راضی کیا جارہا تھا۔

گھر کے سب بڑے انہیں اپنی اپنی رائے سے نواز رہے تھے۔

”ٹھیک ہے آج کے بعد یہ اصول اس گھر سے خارج کیا جاتا ہے تم سب اپنی مرضی کا شریک سفر چننے کے لیے خودمختار ہو۔“ بہت دیر بعد آغا جان کی تھکی تھکی کمزور آواز ابھری‘ لڑکوں پر جیسے شادیٔ مرگ کی کیفیت طاری ہوگئی۔ ”چوں کہ شہریار کے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے‘ وہ پانچ سال ورشہ کے ساتھ منسوب رہا یقیناً شہریار کے دل کو ٹھیس لگی ہوگی لہٰذا ورشہ کو سزا کے طور پر اپنی جائیداد سے دست بردار تو ہونا ہی پڑے گا اور...... یہ اصول ورشہ کے بعد ٹوٹا ہے لہٰذا اسی سابقہ اصول کے تحت اس کی جائیداد شہریار کو ہی ملے گی۔“ سدا کے اصول پسند آغا جان نے اپنا فیصلہ سنایا اور کمرا چھوڑ گئے ورشہ نے بے ساختہ ان کے پیچھے جانا چاہا مگر اس کے قدم زمین نے پکڑ لیے۔

❀......♥♥......❀

ورشہ کمرے میں آئی اور نڈھال سی ہوکر بستر پر ڈھے گئی بار بار اس کی نگاہوں میں آغا جان کا ستا چہرہ سامنے آرہا تھا‘ کتنا پیار کرتے تھے آغا جان اس سے اسے یاد ہے کہ بچپن سے لے کر آج تک انہوں نے

اس کی کوئی بات نہیں ٹالی تھی اور آج بھی ایسا ہی ہوا تھا مگر......ایک محبت کرنے کے جرم کی پاداش میں آغا جان نے اسے ہمیشہ کے لیے اپنی شفقت اپنی محبت سے محروم کردیا تھا دوگرم گرم آنسو اس کی آنکھوں سے گرے اور پھر یکے بعد دیگرے آنکھوں سے بے رنگ موتی گرتے چلے گئے۔

''شہظل علی! دیکھو تمہاری محبت میں' میں نے اپنے آغا جان کی محبت' اپنے پیاروں کی شفقت قربان کرڈالی ہے۔ تم پلیز کبھی مجھے مایوس مت کرنا' خدا کی قسم شہظل علی خان! اگر تم نے مجھ سے اتنی محبت نہ کی ہوتی تو میں کبھی بھی آغا جان کی مرضی کے خلاف نہ جاتی' کبھی انہیں دکھ نہ دیتی' کبھی ان کا سر جھکنے نہ دیتی۔'' ورشہ روتے ہوئے خود سے بولی۔

کوئی تعویز ہو رد بلا کا
محبت میرے پیچھے پڑگئی ہے

یک دم میسج بیپ نے ورشہ کی توجہ اپنی جانب مبذول کی موبائل اسکرین پر شہظل کا نام جگمگا رہا تھا۔ ورشہ نے بے دھیانی میں میسج کھولا۔

''تمہاری ہر خوشی' تمہارے ہر غم' تمہارے آنسوؤں' تمہاری ہنسی میں شہظل ہمیشہ تمہارے ساتھ ہے۔'' شہظل کا میسج پڑھ کر وہ اور زیادہ دکھی ہوگئی اور تکیے میں منہ ڈال کر بے آواز رودی۔

❀......♥♥......❀

صبح اس کی آنکھ دیر سے کھلی روتے روتے نجانے کب نیند اس پر مہربان ہوگئی تھی' گھڑی صبح کے دس بجارہی تھی وہ اسپرنگ کی مانند بیڈ سے اچھل کر کھڑی ہوگئی۔

''اومائی گاڈ! دس بجے تو مجھے اسپتال میں ہونا چاہیے تھا۔'' ورشہ بڑبڑائی اور پھر جلدی جلدی منہ پر پانی کے چھپکے مارکر وارڈروب کی جانب بڑھ گئی' پندرہ منٹ بعد وہ پورٹیکو میں کھڑی اپنی کار اسٹارٹ کررہی تھی کہ جب ہی اس نے بیک مرر سے صدف کو اپنی چار ماہ کی بیٹی انشراح کے ہمراہ آتے دیکھا وہ چند لمحے کے لیے بالکل ساکت سی ہوگئی یقیناً کل شام کو ہونے والے دھماکے کی خبر تائی امی نے اسے دے دی تھی۔ صدف اسے گاڑی میں بیٹھا دیکھ چکی تھی وہ انشراح کو گود میں اٹھائے گاڑی کے قریب چلی آئی۔

''ارے صدف! یہ آج سویرے سویرے کیسے؟'' ورشہ اپنے لہجے کو بمشکل نارمل بنا کر خوش گوار لہجے میں بولی۔

''سویرے؟ نہیں ورشہ بہت دیر سے......اتنی دیر سے کہ پانی سر سے گزر گیا اور ہمیں خبر بھی نہیں ہوئی۔'' صدف دکھ سے طنزیہ لہجے میں بولی' وہ اس کی کزن ہونے کے ساتھ ساتھ اچھی دوست بھی تھی۔ ورشہ کے اسٹیئرنگ پر جمے ہاتھ یک دم ڈھیلے پڑگئے ساتھ ساتھ اعصاب بھی۔

''صدف! ہم پھر بات کریں گے اس وقت مجھے ڈاکٹر حنان کا بہت ضروری لیکچر......''

''نہیں ورشہ! ہم پھر بات نہیں کریں گے' ان فیکٹ اب بات کرنے کو کچھ بچا ہے کیا؟ تمہیں تمہاری نئی زندگی مبارک ہو۔'' اجنبی انداز میں کہہ کر صدف داخلی دروازے میں جھپاک سے گھس گئی۔ ورشہ سُن سی بیٹھی رہ گئی پھر بڑی مشکلوں سے خود کو سنبھال کر گاڑی اسٹارٹ کردی۔

❀......♥♥......❀

شہظل علی خان کے چہرے پر اس وقت گمبھیر سوچوں کی لکیریں کھنچی ہوئی تھیں' آنکھوں میں نا سمجھ آنے والے تاثرات رقصاں تھے اور عنابی ہونٹ سختی سے ایک دوسرے سے پیوست تھے' سب کچھ شہظل کو بتا کر ورشہ بھی گم صم سی ہوگئی تھی۔ کل دوپہر کو ورشہ نے دھماکہ کیا تھا اور کل ہی سے آغا جان اپنے کمرے میں مقید تھے۔ یک دم شہظل کے موبائل کی بیپ بجی تو دونوں اپنے اپنے دھیان سے چونکے شہظل نے سیل فون پر نگاہ ڈالی پھر دوسری نگاہ بلوسی گرین سوٹ میں ملبوس ورشہ پر اس نے آئی کال کاٹ دی اور پھر موبائل آف کرکے ورشہ کی جانب متوجہ ہوا۔

''ورشہ! سب ٹھیک ہوجائے گا آغا جان تمہیں ضرور معاف کردیں گے مجھے یقین ہے وہ تم سے زیادہ دن خفا نہیں رہیں گے۔ تم سے پیار بھی تو کتنا کرتے ہیں نا۔'' شہظل نے اس سے تسلی آمیز لہجے میں کہا تو ورشہ ایک گہری سانس بھر کر رہ گئی۔

''اللہ کرے ایسا ہی ہو شہظل! میں آغا جان کو دکھی کرکے کبھی خوش نہیں رہوں گی' وہ بہت ڈسٹرب ہیں یقیناً انہیں مجھ سے ایسی امید نہیں تھی کہ میں ایسا کوئی قدم اٹھاؤں گی ان کے اصولوں کے خلاف بغاوت کا پرچم اٹھاؤں گی۔''

ورشہ کی بات پر شہظل نگاہیں چرا کر رہ گیا ورشہ کے ہاتھوں میں علم بغاوت دینے والا وہ خود ہی تو تھا۔

''تم فکر مت کرو ورشہ! سب ٹھیک ہوجائے گا۔'' یہ بولتے ہوئے شہظل کو اپنے کھوکھلے لہجے کا بھرپور احساس ہوا تھا ورشہ نے اثبات میں سر ہلادیا۔

❀......♥♥......❀

''ورشہ باجی! آپ کو آغا جان بلا رہے ہیں۔'' کی بورڈ پر تیزی سے حرکت کرتی انگلیاں یک دم ساکت ہوگئیں اس نے سرعت سے مڑ کر دروازے پر ایستادہ عدینہ کو دیکھا۔

''کیا......آغا جان مجھے بلا رہے ہیں؟'' وہ یقین و بے یقین کے درمیان پنڈولیم کی مانند جھولتے لہجے میں بولی۔

''جی ہاں! مجھ سے تو یہی کہا ہے۔'' عدینہ رکھائی سے بولتی دروازے سے پلٹ گئی۔ آج ایک ہفتے بعد آغا جان نے اسے یاد کیا تھا' اس کا دل یک دم مسرتوں سے بھر گیا وہ جلدی سے اٹھی اور بنا فائل Save کیے آغا جان کے کمرے کی جانب لپکی۔

''آغا جان! آپ نے مجھے بلایا؟ آپ نے مجھے معاف کردیا نا' آپ بہت اچھے ہیں آغا جان! مجھے آپ سے......''

''تم غلط سوچ اور سمجھ رہی ہو ورشہ......!'' آغا جان نے ورشہ کی بات درمیان میں ہی کاٹ دی' ورشہ نے انتہائی چونک کر آغا جان کے حد سے زیادہ سنجیدہ چہرے کی جانب دیکھا اس پل ان کے تیور اسے بہت کچھ بتا گئے تھے وہ بجھ سی گئی اور آہستگی سے سر جھکا گئی۔

''ہمیں بس یہی کہنا ہے کہ اس لڑکے کے والدین کو ہمارے پاس بھیجو تاکہ ہم تمہاری ذمہ داری سے جلد از جلد سبکدوش ہوجائیں۔'' آغا جان کی گمبھیر آواز ان لفظوں کے پیراہن لیے اس کی سماعتوں میں اتری تو یک دم اسے لگا جیسے بہت سی کیکر کی جھاڑیاں اس کے اندر اُگ آئی ہوں' عجیب سی چبھن اور گھٹن کا احساس ورشہ کو ہوا' آنکھوں کے جام تیزی سے لبالب نمکین پانی سے بھر گئے۔

''آغا جان کیا آپ......!'' ایک بار پھر آغا جان نے اس کی بات کاٹی اور رانوں پر رکھی کتاب چہرے کے آگے کرلی۔ واضح اشارہ تھا کہ اب وہ یہاں سے چلی جائے' ورشہ نے جلتی آنکھوں سے آغا جان کو ان کی مخصوص کرسی پر بیٹھے دیکھا اور پھر من من بھر کے قدموں سمیت وہاں سے چلی آئی۔

❀......♥♥......❀

اس وقت ورشہ کا غصہ ساتویں آسمان کو چھو رہا تھا'

وہ سارا دن شہظل سے رابطہ کرنے کی کوشش میں لگی رہی مگر شہظل نہ تو اس کے کسی میسج کا جواب دے رہا تھا نہ ہی کال پک کر رہا تھا۔ ایک بار پھر اسے ٹرائی کر کے ورشہ نے موبائل بستر پر پٹخ ڈالا۔

''شہظل علی! آخر تم ہو کہاں...... ایسا کون سا کام ہے جس میں تم اس قدر بزی ہو کہ صرف ایک منٹ بھی مجھے نہیں دے سکتے۔'' ورشہ زور سے بڑبڑائی۔ ان کے ایک سالہ تعلق میں یہ آج پہلا موقع تھا کہ شہظل اس کے کسی میسج یا کال کا جواب نہیں دے رہا تھا' ورنہ وہ رات دو بجے بھی فون کرتی تو پہلی بیل پر شہظل فون اٹھاتا اور اس کی آواز سن کر اس قدر خوشی سے چہک اٹھتا جیسے ہفت اقلیم اس کی جھولی میں آن گرے ہوں۔

سارا دن اور پوری رات گزر گئی مگر شہظل کا کوئی میسج کوئی کال نہیں آئی اب تو شہظل کی شاید موبائل بیٹری بھی جواب دے گئی تھی' فون بند جا رہا تھا رات کے تین بجے بھی ورشہ کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔ ایک عجیب سی بے چینی اضطراب اس کے خون میں گھل کر اسے بے قرار کیے دے رہا تھا۔ اسے بے ساختہ وہ دن یاد آ گیا جب شہظل سے اس کی پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ میڈیکل کالج میں وہ غالباً کسی عاتکہ نامی لڑکی کو ڈھونڈ رہا تھا جو اس کی کزن تھی' اتفاق سے ورشہ سے شہظل کا ٹکراؤ ہو گیا اور شہظل تو جیسے جان کو آ گیا۔

''دیکھیے پلیز آپ میری کزن کو ڈھونڈنے میں مدد کیجیے' ایمر جنسی ہے۔ مجھے عاتکہ سے اسی وقت ملنا ہے۔'' شہظل کی منت آمیز آواز ماضی کے جھروکے سے ابھری۔

''افوہ مسٹر! آپ میرے ہی پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں' میں نے آپ سے کہا نا کہ اس نام کی لڑکی میری کلاس میں نہیں ہے اب اگر آپ کی کزن کا سیل فون آف ہے اور آپ کو ایمر جنسی ہے تو میں کیا کروں۔'' ورشہ کو خود اپنی ہی جھنجلاتی ہوئی آواز آئی۔

''آپ انسانی ہمدردی کی خاطر ہی میری مدد کیجیے نا' ہم آپ کو دعا دیں گے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک کامیاب ڈاکٹر بنائے۔'' بلو جینز پر کاہی رنگ کی ٹی شرٹ پہنے دراز قامت کا یہ شخص اپنی سحر انگیز آنکھوں میں لجاجت کے رنگ سجائے بڑا مسکین زدہ چہرہ لیے اس سے باقاعدہ منت سماجت پر اتر آیا تھا۔ ورشہ نے اسے تھوڑا غور سے دیکھا۔

''دیکھیے مسٹر......!''

''آ...... میرا نام شہظل علی خان ہے۔'' شہظل بڑے مگن انداز میں بولا۔

''میرے خیال میں اب آپ یہاں سے فوراً نو دو گیارہ ہو جائیے ورنہ عین ممکن ہے کہ اس ہینڈ بیگ سے میں آپ کے چہرے کی تواضع نا کر دوں۔'' شہظل کے اتنے خوش گوار موڈ اور بے فکر انداز کو دیکھ کر ورشہ کو اپنی حماقت کا احساس ہوا تھا۔ شہظل نے اس کے تیوروں سے گھبرا کر جلدی سے اپنا موبائل فون نکالا اور کوئی نمبر ملانے لگا۔

''ہاں ہیلو...... اچھا عاتکہ گھر پہنچ گئی۔'' ورشہ نے شہظل کو کسی سے یہ جملہ کہتے سنا تو اس کا دوران خون تیزی سے رگوں میں گھومنے لگا۔ ''اوہ...... وہ ایکچولی میڈم وہ دراصل......'' شہظل گھبرا کر بولا اس پل ورشہ کا دل چاہا کہ کسی پتھر سے اس شخص کا سر پھوڑ ڈالے' اسے اِدھر اُدھر کسی چیز کی تلاش میں گردن گھماتے دیکھ کر وہ تھینک یو میڈم کہہ کر فوراً رفو چکر ہو گیا۔

اور پھر وہ اکثر ورشہ کے کالج آنے لگا۔ اس کے موبائل کا نمبر شہظل نے کیسے حاصل کر لیا اور پھر تو دن

ات میسج اور فون کالز کر کے وہ اس کا دماغ خراب کیا کرتا البتہ ایک بات قابل غور تھی کہ آج تک اس نے بھی میسج میں یا اپنی گفتگو میں کوئی عامیانہ کوئی سطحی بات یا جملہ ادا نہیں کیا تھا۔ ورشہ کی سالگرہ والے دن جب اس نے اسے وش کیا تو حقیقی معنوں میں ورشہ نے اپنا سر پکڑ لیا' آخر وہ اس کی تاریخ پیدائش سے بھی واقف تھا اور اسی دن جب پہلی بار شہظل علی خان نے اس سے اظہار محبت کیا تو چند لمحوں کے لیے ورشہ گم صم رہ گئی وہ پچھلے پانچ سالوں سے اپنے تایا زاد شہریار سے منسوب تھی اور یہ بھی حقیقت تھی کہ شہریار اور اس کے درمیان کوئی دل والا معاملہ نہیں تھا۔ ہمیشہ شہریار کا رویہ اس کے ساتھ باقی کزنز جیسا تھا' سادہ نارمل اور بے پروا سا مگر اس کا مطلب یہ تو ہرگز نہیں تھا کہ وہ شہریار کو چھوڑ کر خود ہی کسی اور کو پسند کر لیتی جب کہ ان کے یہاں خاندان سے باہر شادی کا رواج بالکل نہیں تھا۔ اس نے ایک بار نہیں ہزار بار شہظل کی دل شکنی کی مگر عجیب مٹی کا بنا تھا یہ بندہ ہر بار ایک نئی ہمت و عزم کے ساتھ اس کے راستے میں آ کھڑا ہو جاتا۔

محبت کیا بلا ہے...... محبت کیسا نشہ ہے...... محبت کا کیا سرور ہے...... شہظل سے پہلے وہ واقعی ''محبت'' کے مفہوم سے ناآشنا تھی اور اس سے آشنائی کی کوئی چاہت بھی نہیں تھی مگر شہظل کی محبت کے لبالب جام نے ایک دن اسے بھی اس کا ذائقہ چکھنے پر مائل کر دیا اور وہیں محبت نے اپنے سنہری پروں کو پھیلا کر ورشہ کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ محبت نے اسے اپنا اسیر کر ڈالا۔

''شہظل! تمہاری محبت میں ہر چیز تیاگ دی میں نے' اب خدارا مجھ سے کچھ اور مت مانگنا۔'' سوچتے سوچتے اچانک ورشہ کے لبوں سے یہ الفاظ نکلے جنہیں سن کر وہ اور بھی زیادہ مضطرب ہو گئی' اس نے بے ساختہ گھڑی کی جانب دیکھا فجر کا وقت ہو چکا تھا۔

❁......❤❤......❁

اس کا دل چاہ رہا تھا کہ خوب قہقہے لگائے' پاگلوں

کی طرح جھومنا شروع کردے اور چلاّ چلاّ کر دنیا والوں سے کہے ”دنیا والو! دیکھو مجھ دیوانی کو مجھ پر ہنسو قہقہے لگاؤ میری ہنسی اڑاؤ۔“

ساکت بیٹھے بیٹھے اچانک اس کے لبوں پر بڑی جان دار مسکراہٹ آئی۔ مگر یہ کیا...... یک دم آنکھوں میں کسی نے خنجر کی نوک بے دردی سے اتار دی اسے لگا جیسے کسی نے اس کی آنکھوں کو پھوڑ ڈالا ہو بے ساختہ ورشہ نے اپنی آنکھوں سے نکلتے سیال کو اپنی انگلیوں میں لیا شاید...... شاید خون نکل آیا ہو مگر وہ تو شفاف پانی تھا اپنی بھیگی انگلیوں میں وہ لہو کا رنگ تلاشنے لگی جو آنکھوں کے رستے دل سے نکلا تھا۔

”ورشہ تم...... ٹھیک ہو نا؟“ شہظل علی خان نے سامنے بیٹھی ورشہ کی غیر ہوتی حالت کو دیکھ کر استفسار کیا مگر جواب ندارد تھا۔ ”میں جانتا ہوں ورشہ کہ تمہارے دل پر اس وقت کیا بیت رہی ہے مگر میں مجبور ہوں میرے گھر کی حالت میرے والد کی بیماری میری بہنوں کا مستقبل ابھی اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ میں ابھی تم سے شادی کروں اور پھر بابا کی اجازت......“ ورشہ نے اچانک سر اٹھا کر جن نگاہوں سے شہظل علی خان کو دیکھا وہ پوری جان سے لرز اٹھا۔

”ورشہ میری زندگی پلیز تم......“

”کوئی بات نہیں شہظل! تمہیں جو ٹھیک لگتا ہے تم وہ کرو فکر مت کرو میں آئندہ کبھی تمہارے راستے کا پتھر نہیں بنوں گی۔“ ورشہ نے شہظل کی بات درمیان میں اچک کر اتنے عجیب و غریب لہجے میں کہا کہ شہظل کو لگا جیسے کسی تیز دھار آلے سے اس کے سارے اعضاء کاٹ ڈالے ہوں۔

”دیکھو ورشہ میں......“

”میں نے کہا نا شہظل! اٹس او کے......“ اپنی انگلیوں کو سختی سے اپنی ہتھیلی میں بھینچ کر ورشہ چٹان جیسے لہجے میں بولی اور پھر تیزی سے کرسی سے اٹھ کر داخلی دروازے کی جانب بڑھ کر باہر نکل گئی اس سمے شہظل کو لگا جیسے ورشہ کے جانے کے بعد کسی نے اسے اندھیری اور گھٹن زدہ قبر میں اتار دیا ہو بے ساختہ اس نے شرٹ کے اوپری بٹن کو کھولا اور گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

......☆☆☆......

وہ دو دن سے اپنے کمرے میں مقید تھی مہوش بیگم ماں کا دل رکھتی تھیں۔ یہ ٹھیک تھا کہ باقی گھر والوں کی طرح وہ بھی ورشہ سے سخت خفا تھیں مگر وہ یہ بھی دیکھ رہی تھیں کہ آج کل ورشہ کس قدر بجھی بجھی اور تھکی تھکی نظر آ رہی تھی اور اب تو دو دن سے وہ اپنے کمرے سے بھی باہر نہیں نکلی تھی۔ مہوش بیگم نے ملازمہ کے ہاتھوں جب بھی کھانا بھجوایا وہ یونہی واپس آ گیا تھا۔

”معلوم نہیں یہ لڑکی آخر چاہتی کیا ہے؟ کیوں اپنی جان کی دشمن بن گئی ہے۔“ ملازمہ کو ایک بار پھر یونہی ٹرے واپس لاتے دیکھ کر وہ بڑبڑا کر رہ گئیں۔ ٹرے کو ورشہ نے شاید چھوا بھی نہیں تھا۔ اب مہوش بیگم کے غصے اور خفگی پر ممتا کی تڑپ اور پریشانی غالب آ چکی تھی وہ ورشہ کے کمرے کی جانب بڑی بے تابی سے بڑھیں۔

”ارے امی آپ......“ بستر پر کمزور و نڈھال سی پڑی ورشہ نے ماں کو اتنے دنوں بعد اپنے کمرے میں دیکھ کر حیرت سے کہتے ہوئے اٹھنا چاہا مگر پھر بے دم ہو کر بستر پر گر گئی۔

”ورشہ میری بچی......!“ مہوش بیگم سفید لٹھے جیسے چہرے اور لاغر سے وجود کو دیکھ کر بری طرح تڑپ اٹھیں۔

”کیا ہو گیا میری چندا یہ...... تُو نے اپنی کیا حالت بنا ڈالی کھانا کیوں نہیں کھا رہی اور دو دن سے کمرے سے باہر بھی نہیں نکلی۔ میری گڑیا! کیوں تڑپا رہی ہے ہمیں۔“ مہوش بیگم اسے اپنے سینے سے لگا کر روہانسی ہو کر بولیں تو ماں کی اتنے دنوں بعد گرمی پا کر ورشہ کی آنکھوں کے ساحل پر یک دم طغیانی آ گئی۔ بہت دیر تک دونوں ماں بیٹی ایک دوسرے سے لپٹی روتی رہیں۔

”اچھا اب بس کر خود کو ہلکان مت کر...... تیری ماں تیرے ہر فیصلے پر تیرے ساتھ ہے تُو جی لے اپنی پسند کی زندگی میں تیرے ساتھ ہوں۔“ مہوش بیگم بھیگی پلکوں سمیت مسکرا کر ورشہ کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولیں۔

ورشہ نے ایک نگاہ ماں کو دیکھا آخر وہ انہیں کیسے بتاتی کہ جسے اپنی زندگی سمجھ کر اس نے اپنے پیاروں کے دلوں کو توڑا تھا اسی نے اس کے دل کو اس کی روح کو زندگی سے محروم کر کے اسے زندہ لاش بنا دیا ہے اور شاید اب خود اپنی ہی لاش کو تا زندگی اپنے کندھوں پر اٹھائے اسے اس بوجھ کو ڈھونا ہے ورشہ نے ایک اذیت محسوس کر کے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

”اچھا تُو بیٹھ میں خود اپنی بچی کے لیے کھانا لاتی ہوں۔“ مہوش بیگم یہ کہہ کر جلدی سے بستر سے اٹھیں اور پھر تھوڑی دیر بعد اسے بڑی چاہت سے کھانا کھلا رہی تھیں۔ ماں کی محبت و ممتا پر ورشہ کا دل بھر بھر آ رہا تھا۔

......♥♥......

”صدف! بس جلدی سے کوئی اچھی سی لڑکی ڈھونڈ لو میں جلد از جلد اپنے شہریار کی شادی کرنا چاہتی ہوں۔“ تائی امی کے پورشن کی جانب آتے ہوئے ان کی آواز اس کے کانوں میں پڑی تو چند لمحوں کے لیے ورشہ کے قدم ٹھہر گئے پھر سر جھٹک کر وہ شہریار کے کمرے کی جانب آ گئی ادھ کھلے دروازے سے شہریار کی بڑی فریش اور چہکتی ہوئی آواز سنائی دے رہی تھی۔ آج سے پہلے اس نے شہریار کی آواز میں اتنی کھنک اور خوشی محسوس نہیں کی تھی۔ وہ دروازہ ناک کر کے اندر داخل ہو گئی شہریار نے گھوم کر دروازے کی جانب رخ کیا تو کچھ لمحے کے لیے وہ گڑبڑا کر رہ گیا خوشی و طمانیت کا عکس اس کے چہرے پر ابھی بھی واضح تھا۔

”اوہ ورشہ تم...... تم یہاں کوئی کام ہے کیا؟“ شہریار نے فون کاٹتے ہوئے ورشہ سے پوچھا۔

”وہ ایکچولی میں...... میں شہریار آپ سے......“ وہ نگاہیں جھکا کر انگلیاں مروڑتے ہوئے بولی۔ ”میں آپ سے معافی......“

”اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے ورشہ! بلکہ مجھے تو تمہیں شکریہ کہنا چاہیے کہ تم نے تین زندگیاں برباد ہونے سے بچا لیں اگر تم مجھ سے شادی کر بھی لیتیں تو آئی ہوپ تم اس شخص کو بھول نہیں پاتیں اور نہ وہ تمہیں۔“ شہریار کی بات پر ورشہ اپنی جگہ کٹ کر رہ گئی اور آنکھیں جھک گئیں اسی دوران شہریار کا فون بج اٹھا۔

”میں چلتی ہوں۔“ ورشہ سرعت سے بولی اور بجلی کی تیزی سے باہر نکل آئی ورنہ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ وہیں کھڑے کھڑے شرمندگی کے مارے زمین میں دھنس جائے گی۔ وہ لاؤنج کی جانب آئی تو نا چاہتے ہوئے بھی اس کا سامنا صدف سے ہو گیا۔

”اوہ تم آئی ہو کیسی ہو؟“ صدف انتہائی سرسری لہجے میں بولی ورشہ نے ایک نگاہ صدف پر ڈالی۔ صدف اور وہ کزن ہونے کے علاوہ بہت گہری سہیلیاں بھی تھیں مگر اب......

”میں ٹھیک ہوں انشراح کیسی ہے؟ تم رہنے آئی

ہو؟'' ورشہ خوش دلی سے بولی جواباً صدف نے صرف ہوں کہنے پر اکتفا کیا۔

''میں ذرا انشراح کو دیکھ لوں۔'' یہ کہہ کر صدف وہاں سے ہٹ گئی' ورشہ کے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ بکھر گئی پھر بوجھل قدموں سے وہ وہاں سے پلٹ آئی۔

❁......♥♥......❁

اس نے اپنے آپ کو اسپتال میں بے پناہ مصروف کرلیا تھا۔ آغا ولا میں آج کل شہریار کی شادی کی تیاریاں زوروشور سے جاری تھیں۔ تائی امی کے میکے والے بھی دیگر شہروں سے آگئے تھے' گھر میں خوب گہما گہمی تھی وہ ورشہ کی شادی سے پہلے شہریار کی دلہن لے آنا چاہتی تھیں۔ شام کو تھکی ماندی ورشہ گھر آئی تو اسے آغا جان کا پیغام ملا کہ وہ ان سے آ کر ملے اس بار ورشہ کو خوشی کے بجائے بے پناہ پریشانی نے آن گھیرا۔ وہ بخوبی جانتی تھی کہ آغا جان یقیناً شہظل کی بابت دریافت کریں گے جب کہ شہظل جس نے اسے ساحل پر لا کر بڑی بے رحمی سے ڈبو دیا تھا' لرزتے قدموں کپکپاتے دل کے ساتھ وہ آغا جان کے سامنے حاضر ہوئی پہلے کی نسبت وہ اسے خاصے کمزور لگے' چہرے پر بھی مخصوص بشاشت کی بجائے پژمردگی کے رنگ عیاں تھے' دکھ کی تند لہر اس کے جگر سے اٹھی تھی' آغا جان کی اس حالت کی ذمہ دار صرف وہ تھی۔

''ہم نے تم سے کہا تھا کہ وہ لڑکا......'' اتنا کہہ کر وہ ذرا رکے پھر ہموار لہجے میں بولے۔ ''اس کے والدین تمہارا ہاتھ مانگنے ابھی تک کیوں نہیں آئے؟ میں چاہتا ہوں کہ شہریار کی شادی سے پہلے تمہیں رخصت کردوں۔'' آغا جان کا جملہ سن کر ورشہ نے ہراساں ہو کر ان کی جانب دیکھا' پیروں تلے زمین کھسک جانے والا محاورہ اس پل اسے بخوبی سمجھ میں آیا۔

''وہ...... وہ آغا جان اتنی جلدی کیا ہے شہریار کی شادی کے بعد......'' وہ تھوک نگلتے ہوئے بمشکل اپنے گلے سے الفاظ کو نکال کر ہونٹوں کی جانب دھکیلتے ہوئے بولی ہی تھی کہ آغا جان نے سہولت سے بات کاٹ کر کہا۔

''ہمیں جلدی ہے تم کل ہی اس کے والدین کو یہاں آنے کا کہو' اگلے جمعے کو سادگی سے ہم تمہیں اس گھر سے رخصت کردیں گے۔''

''جی......'' ورشہ کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ ''مگر آغا جان......'' وہ ہلکے سے بڑبڑائی آخر کیا کہے آغا جان سے' کون سا بہانہ بنائے وہ ورشہ کے چاروں جانب دھماکے ہونے لگے۔

''اوہ میرے مالک! کیا کروں آخر اس بھنور سے کیسے نکلوں؟'' وہ تڑپ کر دل میں بولی۔ آغا جان سے اب ایک لفظ کہنے کی بھی ورشہ میں ہمت نہیں تھی' وہ خاموشی سے پلٹ آئی۔

''کیا کروں! آخر کس طرح میں سب کو حقیقت بتاؤں کہ جس شخص کی خاطر میں نے ان سب کی محبتوں کو خاک میں ملادیا تھا اسی نے مجھے اپنے جوتوں کی مٹی کی طرح جھاڑ کر اسے سپرد زمین کردیا ہے۔ کیا کروں میں میرے مالک!'' تھک کر وہ کاؤچ میں گرتے ہوئے خود سے بولی اسے لگا جیسے اس پل اس کا دل بند ہوجائے گا۔ شدید ذہنی دباؤ کا شکار تھی وہ' چار سو اسے گہرا اندھیرا ہی دکھائی دے رہا تھا۔ کتنی تنہا' اکیلی اور شکست خوردہ تھی وہ' اس پل کوئی کندھا' کوئی ہمدرد کوئی بھی تو نہیں تھا اس کے پاس' وہ بے ساختہ بلبلا کر رودی۔

''شہظل علی خان! میں تمہیں کبھی معاف نہیں

کروں گی' میں تم سے نفرت بھی نہیں کروں گی کیوں کہ نفرت بھی محبت کا دوسرا روپ ہوتی ہے اور میں تم سے کسی بھی قسم کا تعلق نہیں رکھنا چاہتی مگر...... آغا جان! انہیں کیسے حقیقت بتاؤں ایک نیا زخم ایک نئی اذیت کیسے دوں' مجھے معلوم ہے آغا جان آپ بظاہر مجھ سے لاکھ خفا ہیں' مگر میں جانتی ہوں کہ آپ مجھ سے کتنا پیار کرتے ہیں۔ امی ابو آپ کو میرے اجاڑ دل کی داستان یقیناً رلا دے گی مگر میں...... نہیں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گی...... کچھ آنسو شہظل علی خان تمہیں بھی اپنی آنکھوں سے بہانے ہوں گے۔'' خود سے بولتے بولتے ورشہ آخر میں اپنی ازلی مضبوطی اور دبنگ سے بولی پھر کچھ دیر بعد وہ ایک پکا فیصلہ کرکے شہظل علی خان کا نمبر ملانے لگی۔

❁......♥♥......❁

''دعا کی تھی کہ میں زندگی بھر آپ کی صورت دوبارہ کبھی نہ دیکھوں...... مگر شاید قدرت کو میرے کیے کی سزا دینی تھی اور اس سے بہترین سزا تو کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی کہ آپ میرے سامنے ہوں۔'' ورشہ اپنے نارمل انداز سے کہہ رہی تھی جیسے بہت عام سی بات کہہ رہی ہو' شہظل نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھا۔ تین ماہ میں وہ کتنی بدل گئی تھی پہلے سے کمزور سنجیدہ اور آنکھوں میں جامد خاموشی لیے وہ اس ورشہ ذوالفقار سے بہت مختلف لگ رہی تھی۔ جسے شہظل علی خان جانتا تھا۔

''آپ کو میرے ساتھ پیپر میرج کرنا ہوگا مسٹر شہظل علی خان! کیونکہ آغا جان کا اصرار ہے کہ وہ شہریار کی شادی سے پہلے مجھے اس گھر سے رخصت کردیں۔'' وہ میز پر سجے چھوٹے سے گلدان کو گھورتے ہوئے بولی۔

''مجھے معلوم ہے کہ آپ کے ساتھ بہت مجبوریاں ہیں...... مجھے نہ آپ کے گھر بہو بن کر جانے کی تمنا ہے اور نہ آپ کی زندگی میں شامل ہونے کا ارمان...... آپ مجھ سے پیپر میرج کرکے صرف مجھے اس گھر سے نکال دیں پھر آپ اپنے راستے میں اپنے راستے' آخر انسانیت کے ناتے اتنا تو کرسکتے ہیں نا آپ......'' آخر میں وہ چہرہ اٹھا کر اپنی گلابی آنکھیں اس کی آنکھوں میں ڈالتے ہوئے بولی' یکدم شہظل کو اس سے پہلی ملاقات یاد آ گئی' اس نے بے ساختہ اپنے لبوں کو بھینچ کر ورشہ کو ایک نظر دیکھا۔

''بابا کو کب آپ کے گھر لے کر آؤں؟'' شہظل نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

''بابا کو لائیں یا نہ لائیں یہ آپ کی مرضی ہے' بس آپ جمعے کو میرے گھر نکاح کے لیے آجایئے گا۔'' یہ کہہ کر ورشہ نے اپنی بات ختم کی اور وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

❁......♥♥......❁

اگلے دن شہظل علی اپنے والد اور دو بہنوں کے ہمراہ آغا ولا میں موجود تھا۔ شہظل کی شاندار پرسنلٹی کو سب نے دل میں سراہا مگر ظاہر نہیں ہونے دیا۔ آغا جان بھی شہظل اور اس کے والد سے مل کر مطمئن ہوگئے۔ ورشہ ان کی بہت عزیز پوتی تھی وہ اس کے اس اقدام سے سخت ناراض تھے مگر اس سے بے پروا ہرگز نہیں تھے۔

تائی امی اور دونوں پھوپیوں کے موڈ سخت خراب تھے البتہ چچی نارمل تھیں جب کہ مہوش بیگم بھی شہظل اور اس کی فیملی سے کافی خوش اور مطمئن نظر آ رہی تھیں اور ورشہ ماں اور آغا جان کے چہرے پر پھیلے سکون کو دیکھ کر خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگی۔ صدف نے اسے جب سپاٹ لہجے میں مبارک باد دی تو ورشہ سے

آج رہا نہ گیا بے ساختہ صدف کا ہاتھ تھام لیا۔
"صدف پلیز تھوڑی دیر میرے پاس بیٹھو نا...... کتنے دن ہوگئے ہم نے باتیں بھی نہیں کیں۔" ورشہ لجاجت سے بولی تو صدف اسے ایک نگاہ دیکھ کر رہ گئی اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی شہظل کی بہنیں مہوش بیگم کے ہمراہ اس کے کمرے میں چلی آئیں جب کہ صدف خاموشی سے وہاں سے چلی گئی۔

❀ ...... ♥♥ ...... ❀

شہظل کی بہنیں اس سے کافی ہچکچا رہی تھیں' دونوں نے ورشہ سے زیادہ بات بھی نہیں کی تھی۔ شہظل کے سادہ سے کمرے میں وہ اسے چھوڑ کر جاچکی تھیں' آج سے ورشہ ذوالفقار ورشہ شہظل بن گئی تھی۔ تنہا کمرے میں ورشہ نے اپنے سادہ سے سراپا پر نگاہ ڈالی' وہ چند گھنٹوں کی دلہن ہرگز نہیں لگ رہی تھی۔ اس نے متلاشی نگاہیں اِدھر اُدھر دوڑائیں' جلد ہی کمرے کے ایک کونے پر پڑا اس کا سوٹ کیس دکھائی دیا' ورشہ نے اٹھ کر سوٹ کیس کھولا اور انتہائی معمولی جوڑا نکال کر واش روم کی جانب بڑھ گئی' تقریباً آدھا گھنٹہ شاور لینے کے بعد وہ کمرے میں آئی تو اپنی چھوٹی نند سائرہ کو کھانے کی ٹرے کے ہمراہ اپنا منتظر پایا۔
"وہ...... وہ بھابی شاید آپ نے ٹھیک سے کھانا نہیں کھایا ہوگا تو میں نے سوچا......" سائرہ اتنی گھبرا کر بول رہی تھی' جیسے اس نے کوئی بہت بڑا جرم کر ڈالا ہو۔ ورشہ نے اٹھارہ انیس کی درمیانی عمر کی اس نوعمر لڑکی کو بغور دیکھا جو اس وقت بہت نروس دکھائی دے رہی تھی۔
"اٹس او کے' آپ یہ یہیں چھوڑ دیجیے' میں تھوڑا سا کھالوں گی۔" ورشہ نے آج سارا دن کچھ نہیں کھایا تھا' لہٰذا کھانے کی اشتہا انگیز خوش بُو نے اسے شدید بھوک کا احساس دلایا۔
"ٹھیک ہے بھابی میں چلتی ہوں' آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو پلیز مجھے بتایئے گا۔" سائرہ ورشہ کی بات سن کر تیزی سے اٹھی اور دروازے کی جانب لپکی' سائرہ کی بدحواسی ورشہ کی سمجھ میں نہیں آئی پھر سر جھٹک کر وہ کھانے کی جانب متوجہ ہوگئی' کھانا کھاتے ہی اسے نیند اور تھکن کا بھرپور احساس ہوا اس نے وال کلاک کی جانب دیکھا' گھڑی بارہ بجا رہی تھی کچھ سوچ کر ورشہ نے دروازہ لاکڈ کیا اور مزید کچھ سوچتے بستر پر دراز ہوگئی۔

❀ ...... ♥♥ ...... ❀

ایڈیٹ...... تم نے ورشہ سے شادی کیوں کی؟ آخر تم ہو کیا شہظل علی خان! تمہاری اوقات نہیں کہ تم میرے خاندان کی لڑکی سے شادی کرتے' میں نے اس دن تم کو منع بھی کیا تھا کہ ورشہ سے شادی کا خیال بھی دل میں مت لانا' جس دن تم اپنے گھر والوں کو یہاں لا دھمکے تھے۔" شہظل سر جھکائے سامنے والے کی لن ترانیاں سن رہا تھا مگر بولنے کی جسارت نہیں کر پا رہا تھا' وہ بولتا بھی تو کیسے اس نے تو اپنی زبان یہاں تک کہ اپنی محبت بھی شاید بیچ ڈالی تھی۔
"او کے! شہظل علی خان اگر تم یہ گستاخی کر ہی چکے ہو تو ٹھیک ہے' تم ورشہ کو طلاق دے دو۔" مقابل کے الفاظ شہظل کو بُری طرح تڑپا گئے۔
"میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ سب کچھ تمہاری مرضی اور پلان کے مطابق ہوا ہے تم نے سب کچھ حاصل کرلیا ہے تو پھر...... تم اس بات کو کیوں ایشو بنا رہے ہو کہ میں نے ورشہ ذوالفقار سے شادی کرلی...... کیا تم یہ چاہ رہے تھے کہ وہ تمام عمر کنواری بیٹھی رہتی؟" شہظل دبے دبے احتجاجی لہجے میں بولا۔

"نہیں...... ورشہ کی شادی ہوتی مگر کسی اچھے اور ہمارے برابر کے خاندان کے لڑکے سے' تم سے نہیں..... سمجھے!" وہ دہاڑا۔ شہظل نے اسے کٹیلی نگاہوں سے دیکھا۔
"کیوں...... مجھ سے کیوں نہیں......؟ جب مجھے اپنی محبت کے واسطے دے کر ورشہ کی زندگی میں بھیجا تھا تب تو تمہیں مجھ سے کوئی پرابلم نہیں ہوئی تھی۔" شہظل سینے پر دونوں بازوؤں کو باندھتے ہوئے بولا۔
"میں نے تمہیں ورشہ کی زندگی میں صرف اسی لیے بھیجا تھا کہ ورشہ تمہاری طرف مائل ہو کر مجھ سے دست بردار ہوجائے۔"
"اور تمہیں اس کے حصے کی جائیداد مل جائے۔" شہظل کے طنز پر شہریار نے اسے کھولتی نگاہوں سے دیکھا۔
"تمہارا کام یہیں تک تھا اور اس کام کا میں نے تمہیں ٹھیک ٹھاک معاوضہ بھی دیا تھا۔" شہریار کے اس جملے پر شہظل نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے۔
"اور ہاں...... تم نے اپنے ماں کی قسم کھائی تھی کہ تم اس راز کو کبھی کسی کے سامنے عیاں نہیں کرو گے کہ میں نے تمہیں ورشہ کی زندگی میں اس لیے بھیجا تھا تاکہ وہ خود ہی مجھ سے منگنی توڑ دے اور میں مریم سے شادی کرلوں۔"
"ہاں تاکہ ورشہ آغا جان اور باقی گھر والوں کی نگاہ میں گر جائے اور اپنی جائیداد سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے اور تم...... ایک مظلوم اور فرماں بردار پوتے کا تاج سر پر سجا کر ورشہ کی جائیداد بھی سمیٹ لو اور اپنی محبت کو بڑے مان واحترام سے اپنے گھر لے آؤ...... اور باغی گستاخ کہلائے صرف ورشہ ذوالفقار......" شہظل زہر خند لہجے میں تمام حقیقت کہتا چلا گیا۔
"محبت اور جنگ میں سب جائز ہے مائی ڈیئر! مریم میری محبت ہے اور ورشہ آغا جان کی مرضی.. میں ورشہ جیسا اسٹینڈ ہرگز نہیں لے سکتا تھا کیوں کہ ورشہ ایک سرپھری اور خاص لڑکی ہے اور تم تو جانتے ہو نا کہ لڑکیوں کا اوپری پورشن خالی ہوتا ہے ورنہ وہ اتنی بڑی جائیداد سے دست بردار ہونے کی حماقت کبھی نہیں کرتی۔" شہریار پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر شانے بے پروائی سے اچکاتے ہوئے انتہائی بے غیرتی سے بولا' اس پل شہظل کا دل چاہا کہ وہ اس ذلیل انسان کا خون کر ڈالے اور اس کے بعد خود کو بھی پھانسی دے ڈالے' ورشہ کی زندگی پر گہن لگانے میں شاید اس کا ہاتھ شہریار سے کہیں زیادہ تھا کیوں کہ شہظل نے تو اسے محبت میں فریب دیا تھا اور شہریار نے دولت ہتھیانے کی خاطر۔
"مجھے اپنی قسم یاد ہے شہریار! تم بے فکر رہو یہ راز میرے سینے میں دفن رہے گا ہاں' براہ مہربانی اب تم مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش مت کرنا' دوستی تو ہمارے درمیان کبھی بھی نہیں تھی صرف مفادات تھے جواب پورے ہوچکے ہیں۔" یہ کہہ کر شہظل اس کے آفس سے باہر نکل آیا۔

❀ ...... ♥♥ ...... ❀

صبح سات بجے ورشہ کی آنکھ کھلی تو نئے در و دیوار کو دیکھ کر چند ثانیے وہ حیران سی رہ گئی اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ اس وقت وہ کہاں ہے پھر آہستہ آہستہ شعور بیدار ہوا تو وہ ایک گہری سانس بھر کر رہ گئی۔ تقریباً ساڑھے سات بجے وہ اسپتال جانے کے لیے تیار ہوکر کمرے سے باہر نکلی تو پہلا سامنا اس کا سائرہ سے ہوا۔
"ارے بھابی! آپ جاگ گئیں؟" وہ خوش گواری سے بولی پھر اسے کہیں جانے کے لیے تیار دیکھ کر یک دم خاموش ہوگئی۔ ورشہ سوچنے لگی کہ

اسے بتائے یا نہ بتائے کہ وہ اس وقت اپنی جاب پر جارہی ہے۔

''آپ پلیز دو منٹ ٹھہریئے میں آپ کے لیے ناشتہ لے کر آتی ہوں۔'' مائرہ کی آواز پر وہ یک دم چونکی۔

''نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے' آپ پلیز یہ بتادیں کہ یہاں سے رکشہ ٹیکسی کہاں سے ملے گی؟'' ورشہ سہولت سے اسے منع کرتے ہوئے بولی۔ اسی پل ڈرائنگ روم کے صوفے پر دراز شہظل کی آنکھ کھلی۔

''اچھا وہ تو میں آپ کو بتادیتی ہوں مگر پلیز ایک کپ چائے ہی لے لیجیے۔''

''میں وہاں کینٹین میں چائے پی لوں گی' آپ مجھے پلیز بس اسٹاپ کی لوکیشن بتادیجیے۔'' وہ نرمی سے مائرہ کی آفر کو منع کرکے بولی تو مائرہ بڑی مہارت سے اسے بتانے لگی۔ شہظل خاموشی سے سب سنتا رہا جب اسے محسوس ہوا کہ مائرہ کچن میں اور ورشہ گھر سے باہر جاچکی ہے تو دبے قدموں وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا آیا اندر قدم رکھتے ہی اسے ورشہ کی مہک کا بھرپور احساس ہوا' کمرے کی فضا آج بدلی بدلی نکھری نکھری لگی کمرا پہلے کی طرح بالکل ترتیب سے تھا بس ایک سوٹ کیس کا اضافہ نظر آرہا تھا وہ دیر سے رات گھر میں داخل ہوا تھا چوں کہ ایک ڈپلی کیٹ چابی اس کے پاس ہمہ وقت رہتی تھی لہٰذا کسی کو اس کے آنے کا معلوم نہیں ہوا وہ خاموشی سے ڈرائنگ روم میں جاکر لیٹ گیا اور سوچتے سوچتے نجانے کب اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔ شہظل نڈھال سا ہوکر بستر پر ڈھے گیا' زندگی اس کے لیے بھی آسان نہیں تھی مگر اب تو اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے زندگی کے آزمائشی پرندے نے اسے بُری طرح اپنے پنجوں میں دبوچ لیا ہے وہ جتنا اپنی زندگی کے بارے میں سوچ رہا تھا اتنا ہی اس کا ذہن الجھ رہا تھا۔

❀......♥♥......❀

شہریار کی شادی چار دن بعد تھی اور ورشہ دل ہی دل میں سخت الجھن کا شکار تھی وہ شہریار کی شادی ہرگز اٹینڈ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ آغا جان کی ناراض نگاہیں صدف کا روکھا انداز اور تائی امی کی تلملاتی نظریں وہ اب ان کا سامنا کرنے کی بالکل ہمت نہیں کرپارہی تھی اور پھر خاندان والوں کی چہ مگوئیاں...... وہ فرار کا راستہ تلاش کررہی تھی اور آج اسے وہ مل بھی گیا ان کے اسپتال کی جانب سے ڈاکٹروں کا ایک پینل اندرون سندھ جارہا تھا کیوں کہ وہاں گیسٹرو اور ہیضہ کی وبا پھیلی ہوئی تھی' ورشہ نے بڑی خوشی سے اپنا نام بھی لکھوالیا تھا' پرسوں صبح انہیں نکلنا تھا اور پرسوں رات ہی شہریار کی مہندی کی تقریب تھی۔ وہ رکشہ سے گلی میں جونہی اتری اپنی سوزوکی مہران دیکھ کر چونک اٹھی' یہ گاڑی آغا جان نے اسے میڈیکل میں ایڈمیشن ہونے کی خوشی میں دی تھی' مختلف سوچوں میں گھری وہ گھر میں داخل ہوئی تو سامنے ہی لاؤنج میں بیٹھے شہظل اور اس کے بابا جان پر نگاہ پڑی۔ ورشہ نے نارمل انداز میں سسر کو سلام کیا البتہ انہوں نے بڑی گرم جوشی سے اس کی خیریت دریافت کی' اس تمام وقت میں شہظل خاموش بیٹھا رہا۔ اپنے کمرے کی جانب آتے ہوئے وہ یہی سوچ رہی تھی کہ شہظل نے بابا کو کیا کہہ کر اس سے شادی کرنے پر آمادہ کیا تھا کیوں کہ سب کے رویوں میں اس نے کوئی خاص بات نوٹ نہیں کی تھی' بس اسے محسوس ہورہا تھا جیسے سب اسے یہاں کوئی خاص مہمان سمجھ رہے ہیں۔

''مجھے اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ یہ لوگ میرے

بارے میں کیا سوچتے اور سمجھتے ہیں۔'' ورشہ سر جھٹک کر خود سے بولی اور پھر اپنا سوٹ کیس کھول کر بیٹھ کر سوچنے لگی کہ کپڑوں کو کس الماری میں رکھا جائے۔

''آپ پلیز وارڈ روب استعمال کرلیجیے یہ بالکل خالی ہے۔'' اچانک عقب سے شہظل کی آواز ابھری تو ورشہ نے سختی سے اپنے ہونٹوں کو بھینچا پھر بنا مڑے وارڈروب کھول کر اپنے کپڑے رکھنے لگی۔

''وہ آج آپ کا ڈرائیور آپ کی گاڑی لے کر آیا تھا کہہ رہا تھا کہ صاحب نے بھجوائی ہے۔'' شہظل کی آواز ایک بار پھر ابھری مگر اس بار بھی اس نے مڑ کر نہیں دیکھا۔

''میں چاہتا ہوں کہ آپ اس گھر میں بالکل آرام سے رہیے اور اس کمرے کو اپنا کمرا سمجھیے' میں نے اپنا انتظام دوسرے کمرے میں کرلیا ہے۔'' مصروف ہاتھ اس پر چند پل کے لیے رکے مگر پھر وہ اپنے کام میں مصروف ہوگئی' شہظل نے ورشہ کی گردن پر جھولتی پونی کو دیکھا پھر خاموشی سے وہاں سے پلٹ آیا۔ اس کی کمرے میں غیر موجودگی محسوس کرکے ورشہ نے اطمینان کی گہری سانس کھینچی۔

❀......♥♥......❀

ورشہ نے پرسوں صبح اسپتال جاتے ہوئے انتہائی سرسری انداز میں اندرونِ سندھ جانے کا بابا جان کو بتایا جب کہ شہظل کو اس نے مخاطب تک نہ کیا۔ بابا نے اسے دعائیں دیں اور اپنا خیال رکھنے کی بہت تلقین کی' اندرونِ سندھ سے چار دن بعد وہ کراچی آئی تو شہریار کی شادی ہوچکی تھی۔ البتہ آج رات ولیمہ تھا مگر وہ اس قدر تھکی ہوئی تھی کہ سرشام ہی بستر پر چلی گئی تھی۔ دوسرے دن دیر تک سوکر اس نے اپنی تھکن اتاری اور پھر اگلے دن ہی اس نے دوبارہ اسپتال جانا شروع کردیا اور یونہی روکھے پھیکے خاموش و مضمحل دن گزرتے چلے گئے۔ اس کی شادی کو تین ماہ کا عرصہ ہوگیا تھا مگر ورشہ کا رویہ شہظل کے گھر والوں کے ساتھ اول روز جیسا تھا۔ آغا ولا وہ ایک بار بھی نہیں گئی تھی البتہ مہوش بیگم دو بار اس سے ملنے آچکی تھیں اور جہیز کے نام پر اپنا زیور اور کچھ نقدی بہت زور زبردستی کرکے ورشہ کو تھما گئی تھیں' وہ ایک چیز بھی نہیں لینا چاہتی تھی مگر ماں کے مجبور کرنے پر خاموشی سے زیورات رکھ لیے تھے۔

آج وہ خلاف معمول اسپتال سے جلدی گھر آگئی اس نے لاؤنج میں قدم رکھا ہی تھا کہ پریشان سی مائرہ فوری بولی۔

''اوہ! اللہ کا شکر ہے کہ آپ گھر آگئیں بھابی! وہ شہظل بھیا کو دو دن سے بخار ہے مگر وہ کسی ڈاکٹر کو دکھانے کے بجائے خود ہی سیلف میڈیکیشن کررہے ہیں' اس وقت بخار بہت تیز ہے اگر آپ انہیں چیک کرلیں تو......'' مائرہ نے قصداً جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''کہاں ہے ان کا کمرا؟'' ورشہ پروفیشنل انداز میں بولی اس وقت وہ خود کو صرف ڈاکٹر سمجھ رہی تھی۔

مائرہ کے سنگ وہ اسٹور نما چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوئی تو پلنگ پر نیم بے ہوش شہظل پر اس کی نگاہ پڑی' وہ ایک ماہر ڈاکٹر کی طرح اس کا چیک اپ کرنے لگی' شہظل کی بند آنکھوں کو انگوٹھے کی مدد سے کھول کر اس نے جھانکا تو بُری طرح چونک اٹھی' ہاتھ چند ثانیے کے لیے ساکت ہوگئے' وہ ایک ٹک شہظل کے سرخ و نحیف چہرے کو دیکھتی رہ گئی۔

''اوہ تو اب تم مجھے اس طرح سے اذیت دوگے۔'' ورشہ دل میں بولی پھر مائرہ کو ہدایت جاری کی کہ وہ ٹھنڈے پانی کی پٹیاں اس کے ماتھے پر رکھے اور خود کچھ ضروری دوائیں اور انجکشن لینے میڈیکل اسٹور چلی گئی۔

❁......♥♥......❁

تقریباً رات کے وقت اس کے بخار کا زور ٹوٹا تو دونوں بہنوں نے سکون کا سانس لیا وگرنہ تو سائرہ مسلسل آنسو بہائے جارہی تھی۔ بابا بھی بہت پریشان تھے۔

''یہ اب ٹھیک ہیں اب آپ لوگ بھی آرام کریں۔ سائرہ پلیز اب تو رونا بند کیجیے۔'' ورشہ نرمی سے بولی تو سائرہ مزید رودی۔

''بھابی! بھیا ٹھیک تو ہوجائیں گے نا' آپ کو نہیں معلوم ہمارے بھیا نے ہماری خاطر گھر کی خاطر کتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ انہیں کچھ ہوگیا تو ہم زندہ نہیں رہیں گے۔'' سائرہ روتے ہوئے بولی۔

''ہاں بھابی! بھیا نے اماں کی موت کے بعد ہمارا اس قدر خیال رکھا جیسے ایک ماں رکھتی ہے۔ ہم امیر نہیں تھے بابا کی آدھی سے زیادہ تنخواہ اماں کے علاج میں لگ جاتی تھی' بھیا بچوں کو ٹیوشن پڑھاتے اور اماں بابا کی خواہش کے مطابق خود بھی اعلیٰ تعلیم کے لیے ساری رات پڑھائی کرتے پھر اماں چلی گئیں۔ بابا ریٹائرڈ ہوگئے اور بھیا ایک مشین بن گئے' ہماری تعلیم و تربیت ہمیں پالنے اور پھر بابا کی بیماری نے انہیں کام کرنے کا محض پرزہ بنادیا۔'' سائرہ اپنے آنسو پونچھتے ہوئے دل گرفتگی سے بولی۔

''بیٹی! میرے شہظل نے اتنی کم عمری میں اس گھر کی تمام ذمہ داریاں سنبھالیں اور اپنی زندگی ہمارے لیے وقف کردی...... یہ تو اپنی زندگی کبھی جیا ہی نہیں' بہت عزیز ہے ہمیں شہظل! یہ ہے تو ہم ہیں ورنہ......''

''بابا! آپ مایوسی والی باتیں کیوں کررہے ہیں انہیں صرف موسمی بخار ہے اور کچھ نہیں' آپ لوگ ہمت سے کام لیجیے ان شاء اللہ یہ دو دن میں ٹھیک ہوجائیں گے۔'' ورشہ بابا کی بات کاٹ کا حلاوت سے بولی پھر شہظل پر ایک نگاہ ڈالی اور دوسری کمرے کے سازوسامان پر' ایک سائیڈ ٹیبل اور الماری کے سوا یہاں کچھ نہیں تھا' اس نے بڑی مشکلوں سے سب کو اپنے کمروں میں بھیجا اور کچھ ڈھونڈنے لگی' سائیڈ دراز دیکھنے کے بعد اس نے الماری کے کونے کونے کو دیکھا بالآخر نیچے کے خانے میں اسے اپنی مطلوبہ چیز نظر آہی گئی' کتنی ہی دیر وہ ان دوائیوں کی شیشیوں کو دیکھے گئی جو آدھے سے زیادہ خالی تھیں۔

❁......♥♥...❁

اسپتال میں صبح دس بجے کے قریب ورشہ کسی مریض کی فائل دیکھ رہی تھی کہ معاً اس کے موبائل کی بیپ بجی' اپنے گھر کا نمبر دیکھ کر اس نے عجلت میں کال پک کی' دوسری جانب مہوش بیگم تھیں۔

''امی آپ سب ٹھیک ہیں نا!'' ورشہ جانتی تھی کہ اس وقت امی گھر کے کاموں میں بہت مصروف ہوتی ہیں اور اس وقت ان کا فون اسے غیر معمولی لگا۔

''ورشہ تم اس وقت اسپتال میں ہو؟ ایسا کرو تم ابھی اور اسی وقت گھر آجاؤ۔'' مہوش بیگم کی اس بات پر ورشہ گھبرا اٹھی۔

''کیوں امی؟ وہاں سب ٹھیک ہے نا' ابو...... آغا جان!''

''وہ آغا جان کی طبیعت کچھ دنوں سے خراب ہے' آج صبح سے وہ تمہیں یاد کررہے ہیں۔''

''کیا آغا جان کی طبیعت خراب ہے آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا' میں ابھی وہاں آرہی ہوں۔'' یہ کہہ کر ورشہ نے تیزی سے موبائل آف کیا اور اپنی کرسی سے اٹھی۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ آغا ولا میں تھی۔ آغا جان اس وقت سو رہے تھے' وہ ان کے قریب بیٹھ کر بے آواز آنسو بہانے لگی' کتنے کمزور تھ

اور لاغر ہوگئے تھے آغا جان! اسی اثناء میں آغا جان نے آہستگی سے آنکھیں کھولیں تو ورشہ نے تڑپ کر اس کے سینے پر اپنا سر رکھ دیا۔

''میں بہت بُری ہوں نا آغا جان! آپ کو بہت ستایا نا' آپ کو بہت پریشان کیا اور اب دیکھیے آپ کو بیمار بھی کرڈالا' آپ مجھے معاف کردیجیے آغا جان! اور پلیز جلدی سے ٹھیک ہوجایئے۔'' وہ زار و قطار روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ آغا جان نے مسکرا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور تھپکنے لگے۔

''اب میری بیٹی آگئی ہے نا' اب میں بالکل ٹھیک ہوجاؤں گا' کتنی بے مروت ہے تُو شادی کے بعد اب اپنی صورت دکھا رہی ہے۔ آغا جان کو بالکل ہی بھول گئی کیا؟'' شہد میں ڈوبے فرحت افزا جملے جب اس کی سماعتوں میں پڑے تو ورشہ نے انتہائی بے یقینی کے عالم میں آغا جان کے سینے سے سر اٹھایا' آغا جان کے ہونٹوں پر نرم سی مسکراہٹ دیکھ کر ایک بار پھر اس کی آنکھیں ساون بہانے لگیں مگر اس بار یہ آنسو خوشی اور مسرت کے تھے۔

''آ.....آپ نے مجھے معاف کردیا آغا جان!'' وہ خوشی و حیرانی کے ملے جلے جذبات سے لبریز آواز میں تقریباً ہکلاتے ہوئے بولی تو آغا جان نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

''تھینک یو آغا جان! تھینک یو سو مچ......!'' وہ ایک بار پھر آغا جان کے سینے سے لپٹ گئی۔

''اچھا یہ بتاؤ شہظل کیسا ہے وہ تمہیں تنگ تو نہیں کرتا نا' بہت اچھا لڑکا ہے۔'' آغا جان کے جملے سن کر ورشہ نے انتہائی اچنبھے سے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

''شہظل......'' وہ سرگوشی میں بولی۔

''ایک دن آیا تھا وہ کہہ رہا تھا کہ اس تمام معاملے میں ورشہ کا کوئی قصور نہیں' کہنے لگا میں جانتا تھا کہ ورشہ منگنی شدہ ہے اس کے باوجود میں نے ہی ورشہ کو یہ سب کرنے پر مجبور کیا۔'' آغا جان تفصیلاً بولے ورشہ عجیب سے احساسات میں گھری سنتی رہی' پھر ادھر اُدھر کی باتیں کرکے انہیں دوا دے کر سونے کی ہدایت کرکے کمرے سے باہر چلی آئی' ابو بھی اس سے سابقہ شفقت اور محبت سے ملے۔ امی غالباً کچن میں مصروف تھیں اس نے وال کلاک کی جانب دیکھا' گھڑی دن کا ایک بجا رہی تھی۔ آغا جان کی کہی باتیں اس کے دماغ میں اس پل بُری طرح گونج رہی تھیں' اپنے کمرے میں آکر وہ ادھر سے اُدھر چکر لگاتی رہی پھر کچھ سوچ کر اس نے گھر کا نمبر ڈائل کیا۔ فون مائرہ نے اٹھایا۔

''جی بھابی! بھیا کو ابھی میں نے ناشتہ کرایا ہے اور دوا بھی دے دی ہے۔ بخار تو نہیں ہے مگر نقاہت بہت ہے۔'' ورشہ کے استفسار پر مائرہ نے اسے بتایا تو ورشہ نے اسے گھر دیر سے آنے کا بتا کر فون بند کردیا۔

❀......♥♥......❀

آج اتنے عرصے بعد اس نے امی کے ہاتھ کا کھانا امی ابو کے ساتھ بیٹھ کر کھایا تھا وہ بہت مسرور اور پُرسکون تھی' آغا جان اور ابو نے اسے معاف کردیا تھا مگر یہ بات اسے مسلسل بے چین کررہی تھی کہ شہظل نے آکر آغا جان کے سامنے اس کی پوزیشن کیوں کلیئر کرنا چاہی تھی' وہ تو بے وفا تھا' سنگ دل تھا' فریبی تھا پھر بھلا اس سے بھلائی کی توقع کیوں کر ممکن تھی جس نے اسے بیچ منجھدار میں لاکر ڈوبنے کے لیے چھوڑ دیا تھا بلکہ شاید وہ تو اپنے کیے پر نادم بھی نہیں تھا۔ اتنے عرصے سے وہ اس کے گھر میں رہ رہی تھی مگر شہظل نے ایک بار بھی اسے معافی مانگنے یا صفائی دینے کی کوشش نہیں کی تھی۔

''مجھے تمہاری ندامت' تمہاری معافی کی بالکل پروا نہیں ہے شہظل علی خان! تمہاری بے وفائی نے مجھے پتھر بنا دیا ہے اور پتھر ہر قسم کے احساسات سے عاری ہوتے ہیں۔'' وہ دل میں خود سے بولی پھر جا اسے امی کی باہر سے کسی سے باتیں کرنے کی آواز آئی۔

''ورشہ بیٹا! دیکھو شہریار کی بیوی تم سے ملنے آئی ہے۔'' اسی دوران جب وہ آوازوں پر غور کررہی تھی امی ایک کیوٹ سی لڑکی کو اپنے ہمراہ لیے اس کے کمرے میں داخل ہوئیں۔ ورشہ اسے دیکھ کر اپنے بستر سے اٹھی' مریم اس سے بڑے تپاک سے ملی۔

''ورشہ! مجھے آپ سے ملنے کا بہت شوق تھا...... آپ پلیز ہمارے پورشن میں چلیے نا' میں آپ کو اپنے ہاتھ کی مزے دار چائے پلاتی ہوں۔'' مریم کے خلوص بھرے انداز پر ورشہ مسکراتے ہوئے بولی

''پھر کبھی مریم! آج دیر ہوجائے گی مجھے گھر بھی جانا ہے مگر یہ وعدہ رہا کہ آپ کے ہاتھ کی چائے میں ضرور پیوں گی۔''

''بیٹا وہ عدنیہ کے رشتے کے سلسلے میں کچھ خواتین آئی ہیں' تمہاری تائی مجھے اس طرف بلارہی ہیں' میں تھوڑی دیر میں آتی ہوں۔'' امی اپنا مدعا بیان کرتے ہوئے بولیں۔

''آپ جایئے امی میں بھی بس جارہی ہوں' کافی دیر ہوگئی ہے ان شاء اللہ پھر آؤں گی۔'' ورشہ وال کلاک کی جانب نگاہ ڈالتے ہوئے بولی۔ اسی دوران مریم بغور اسے دیکھ رہی تھی۔ امی اثبات میں سر ہلا گئیں پھر ورشہ دونوں سے رخصت لے کر آغا جان کے کمرے میں آئی تو انہیں سوتا دیکھ کر واپس پلٹ گئی۔

''شہریار کی پسند اچھی ہے۔'' ڈرائیونگ کرتے ہوئے ورشہ سوچ رہی تھی۔ امی نے اسے بتایا تھا کہ مریم شہریار کی کلاس فیلو تھی۔

وہ گھر لوٹی تو مائرہ اور سائرہ کی کچن میں موجودگی محسوس کرکے وہیں چلی آئی۔

''ارے بھابی! آپ آگئیں...... میں آپ کے لیے چائے بناؤں؟'' مائرہ اسے دیکھ کر خوشی سے بولی۔

''نہیں' میں پی چکی ہوں' بابا کیا کررہے ہیں؟''

''بابا اپنے کمرے میں ہیں۔'' سائرہ کے جواب پر وہ بابا کے کمرے کی جانب آگئی' آج پہلی بار وہ ان کے کمرے میں آئی تھی سادہ سا صاف ستھرا کمرا جس میں مختصر سا سامان تھا' بابا بستر پر دراز اخبار بینی میں مصروف تھے۔ ورشہ نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے اسے خوش گوار حیرت کے ساتھ دیکھا۔

''آپ کی طبیعت کیسی ہے بابا؟'' پہلی بار وہ ان سے ان کی طبیعت کے بابت استفسار کررہی تھی۔

''ٹھیک ہوں بیٹا!'' بابا نرمی سے بولے تو ورشہ بیڈ کی سائیڈ دراز پر دھری دواؤں کی شیشیوں کی طرف متوجہ ہوگئی۔ شوگر' بلڈ پریشر اور ہارٹ کی دوائیاں دیکھ کر ان کی بیماری کی نوعیت جان گئی۔

''بابا آپ کو ہارٹ کی تکلیف بھی ہے؟'' ورشہ نے استفسار کیا۔

''ہاں بیٹا! دو سال پہلے بائی پاس بھی ہوا تھا' بس اس کے بعد سے تو شہظل میرا سایہ بن کر میرا خیال رکھتا ہے' دن میں تین تین بار بلڈ پریشر چیک کرتا ہے سمجھو خود کو تو بالکل بھول گیا ہے۔'' بابا کے لہجے میں اس پل شہظل کے لیے بے پناہ محبت تھی۔

''اس کا مطلب ہے کہ آج آپ کا بلڈ پریشر چیک نہیں ہوا؟ آیئے میں کردیتی ہوں۔'' یہ کہہ کر ورشہ بڑی مہارت سے بابا کا بلڈ پریشر چیک کرنے لگی جبکہ بابا خوش گوار حیرت سے ورشہ کو دیکھے گئے۔

❀......♥♥......❀

"شہریار! آج میں ورشہ سے ملی تھی۔" شرٹ کے بٹن کھولتے ہاتھ ایک لمحے کو رکے۔

"اچھا...... مگر کہاں......؟" شہریار نے حیرت سے استفسار کیا۔

"یہیں گھر میں آغا جان کو دیکھنے آئی تھی مجھے تو بہت پیاری لگی ورشہ!"

"ہوں...... مجھے معلوم تھا کہ آغا جان بہت جلد اسے معاف کردیں گے' اسی لیے میں نے ورشہ کو آگے کیا ورنہ یہ سب کچھ میں کرتا' تو ڈیڈی جائیداد سے عاق الگ کرتے اور آغا جان مجھے اس گھر سے بھی نکال دیتے' ورشہ ہمیشہ سے ان کی لاڈلی اور چہیتی رہی ہے۔" لہجے میں جھنڈ لیے شہریار تفصیلاً بولا تو مریم نے ایک ناگوار نگاہ اس پر ڈالی۔

"تم اپنے غلط عمل کو درست ثابت کرنے کی کوشش مت کرو شہریار! ورشہ واقعی بہت اچھی لڑکی ہے' ہم نے اس کے ساتھ بہت ناانصافی کی ہے' اسے چھل دے کر اپنی زندگی بنائی ہے' آج ورشہ سے مل کر میرے ضمیر کا بوجھ کئی گنا بڑھ گیا ہے' احساس گناہ کروٹ کروٹ مجھے ستا رہا ہے۔" مریم اپنی انگلیاں مروڑتے ہوئے اضطرابی کیفیت میں گھری بولی۔

"اوہ کم آن مریم! اب تو سب کچھ ٹھیک ہوگیا ہے' آغا جان نے اسے قبول کرلیا ہے اور تم دیکھنا کچھ دنوں بعد وہ اپنی ذاتی پراپرٹی بھی ورشہ کے نام کردیں گے۔" شہریار جھنجلا کر بولا۔

"خدا کے لیے شہریار کبھی دولت اور جائیداد سے ہٹ کر بھی سوچا کرو۔ زندگی صرف دولت کے سہارے نہیں گزرتی اور بھی بہت چیزیں ہوتی ہیں' احساسات و جذبات ہوتے ہیں جنہیں اگر سلب کرلیا جائے تو زندگی پھر زندگی نہیں رہتی۔" مریم غمگین سی ہوکر بولی بار بار اس کی نگاہوں میں ورشہ کا چہرہ گھوم رہا تھا۔

"افوہ مریم! پلیز اب ورشہ نامہ بند کرو' میں تھکا ہوا ہوں اس وقت آرام کرنا چاہتا ہوں۔" وہ بے مزا ہوکر بولا۔

"شہریار! پلیز میری بات مانو ورشہ کو اس کی کھوئی ہوئی خوشیاں واپس دلا دو اس گھر میں اس کا سابقہ مقام واپس لوٹا دو۔" اچانک مریم شہریار کا بازو تھام کر لجاجت سے بولی۔

"تم پاگل تو نہیں ہوگئیں مریم! یعنی میں خود جاکر گھر والوں کو ساری حقیقت بتادوں...... وہ اب بھی مجھے عاق کرسکتے ہیں' اپنی زندگی سے بے دخل کرسکتے ہیں۔"

"تو ہونے دو جو کچھ ہوتا ہے شہریار! ہمیں اللہ کو بھی جواب دینا ہے' مجھے ڈر لگتا ہے شہریار کہ اللہ ہمیں اس کی سزا......"

"بس مریم! اب اس سے آگے میں کچھ نہیں سنوں گا' مجھے سونے دو کل میری بہت ضروری میٹنگ ہے۔" ناگواری سے کہتا شہریار بستر پر چلا گیا جب کہ مریم وہیں گم سم سی کھڑی رہ گئی۔

❀......♥♥......❀

دستک کی آواز پر اس نے یس کہا تو پریشان سا شہظل اس کے کمرے میں داخل ہوا وہ جانتی تھی کہ شہظل ضرور اس کے کمرے میں آئے گا میگزین سائیڈ پر رکھ کر وہ پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوگئی۔

"وہ...... میں...... وہ ورشہ...... میں آپ سے......" شہظل اس پل ورشہ کے سامنے ٹھیک سے بول نہیں پارہا تھا۔ "میں...... دراصل آپ سے پوچھنا چاہ رہا تھا کہ......" وہ ایک بار پھر رک گیا۔

"اس حرکت کی وجہ......؟" ورشہ اچانک سپاٹ لہجے میں بولی تو شہظل نے تیزی سے اس

کی جانب دیکھا۔

"وہ میں......!"

"وہ...... میں...... نہیں شہظل علی خان مجھے وجہ بتائیے اس حرکت کا کیا مطلب ہے۔ آپ چاہتے کیا ہیں' خودکشی کرنا یا اپنے گھر والوں کو برباد کرنا یا پھر ان کی تکلیفوں کو دیکھ کر راحت حاصل کرنا۔" ورشہ سختی سے بولی تو شہظل نے ایک بوجھل سانس فضا کے سپرد کی۔

"جب زندگی تمام راستے ہم پر بند کرے تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟" شہظل آہستگی سے بولا۔

"اچھا دوسروں کی زندگیوں کو بند گلی میں دھکیلنے والے کی خود کی زندگی کیسے کٹھن ہوگئی؟" ورشہ طنز میں بجھے لہجے میں بولی تو شہظل نے بے ساختہ تڑپ کر اس کی جانب دیکھا۔

"ورشہ...... شاید آپ اس بات کو کبھی محسوس نہیں کرپائیں' کبھی سمجھ نہ پائیں کہ آپ کو تکلیف آپ کو آنسو دے کر میرے اوپر کیا قیامت گزری ہے' میں تو آپ سے معافی مانگنے کے قابل بھی نہیں ہوں اور اچھا ہے آپ مجھے معاف بھی نہ کریں' مجھے اس کی سزا ملنی چاہیے جو میں کاٹ رہا ہوں۔" شہظل اتنے عجیب وغریب لہجے میں بولا کہ ورشہ کے اندر کی دنیا اتھل پتھل ہوگئی' اس نے نگاہ اٹھا کر شہظل کو دیکھا جو لٹے مسافر کی طرح پلٹ کر کمرے سے باہر جارہا تھا' ورشہ کا دل چاہا کہ شہظل کو آواز دے کر روک لے مگر اس نے اپنے ہونٹوں کو سختی سے بھینچ ڈالا۔

❀......♥♥......❀

کچھ ہی دنوں میں شہظل کے گھر کا ماحول یکسر بدل گیا تھا۔ ورشہ بابا کا بھی خاص خیال رکھنے لگی' ان کی دوائیں ان کے چیک اپ کی ذمہ داری اس نے اپنے ذمہ لے لی تھی اب ورشہ کے ذہن میں یہ سوال کلبلانے لگا تھا کہ شہظل نے اپنے گھر والوں کو کیا کہہ کر اس کے ساتھ شادی کرنے پر آمادہ کیا اور پھر بابا نے ورشہ کے طرز زندگی پر کوئی اعتراض کیوں نہیں کیا کیونکہ یہ بات سب کے سامنے عیاں تھی کہ شہظل اور ورشہ کے درمیان کسی بھی قسم کا تعلق نہیں تھا اور نہ ہی کبھی بابا نے اس بارے میں اس سے بات کی اور نہ ہی نائرہ اور سائرہ نے اس طرح کا کبھی تذکرہ نکالا۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ شہظل آج کل خاصا ڈل دکھائی دے رہا ہے' آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے اور وزن کی کمی دیکھ کر وہ صاف سمجھ گئی کہ شہظل ابھی بھی وہ ادویات استعمال کررہا ہے۔

وہ اندر تک بُری طرح ڈسٹرب ہوگئی' شہظل کو اپنی آنکھوں کے سامنے یوں دلدل میں دھنستا نہیں دیکھ سکتی تھی' آخر کبھی اس کے ساتھ دل کا رشتہ تھا' وہ اسے یوں برباد ہوتا دیکھ کر خاموش تماشائی بنی کیسے بیٹھی رہتی۔

"شہظل یہ کیا حماقت ہے...... آخر ان سب باتوں کی وجہ کیا ہے؟" موقع دیکھ کر اس نے شہظل کو

میں چاہتی ہوں کہ......
اک لمحہ مل جائے تیری محبت کا
تیری چاہت کا
جس میں وہ حسین پل بیتا سکو
وہ عمر بھر کے لیے یادگار رہو
اپنی ساری محبت جو میرے دل میں ہے
تیرے لیے وہ ان لمحوں میں رکھ دوں
اور تیری آنکھوں میں اتر کر تجھ سے
تجھی کو مانگ لوں اور
وہ باتیں کہہ دوں جو میرے دل میں ہیں
اے کاش......!
اک لمحہ ہی مل جائے تیری محبت کا
نوشین عرفان کی پسند...... جہلم

آڑے ہاتھوں لیا' وہ ابھی ابھی باہر سے آکر اپنے بستر پر گرا تھا' اس کی سخت آواز و تیور پر وہ تیزی سے اٹھا تھا۔

"کون سی حماقت...... میں کیا حماقت کررہا ہوں؟" شہظل انجان بننے کی اداکاری کرتے ہوئے بولا تو ورشہ کا دل چاہا کہ اس پتھر دل شخص کو بُری طرح جھنجوڑ ڈالے جو ہمیشہ اسے تکلیف اور اذیت سے دوچار کردیتا تھا۔

"اگر آپ نے ان ادویات کا استعمال فوراً بند نہیں کیا تو میں سب کو اس بارے میں بتادوں گی۔" اپنے غصے پر بمشکل قابو پاکر وہ ہموار لہجے میں بولی' شہظل گھبرا اٹھا۔

"پلیز ورشہ آپ بابا کو مت بتایئے گا' وہ دل کے مریض ہیں انہیں سخت دھچکا لگے گا۔"

"تو ٹھیک ہے آپ آج ہی سے وہ دوائیں لینا بند کردیں' میں بابا کو نہیں بتاؤں گی۔" ورشہ سنجیدگی سے بولی۔

"میں ایسا نہیں کرسکتا...... میں نے بہت کوشش کی انہیں چھوڑنے کی مگر......" لاچاری سے بولتا شہظل جملہ ادھورا چھوڑ گیا' ورشہ دکھ سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"شہظل...... آپ کو یاد ہے' ہمارے درمیان کبھی کوئی تعلق رہا تھا' چاہے وہ فریب و دھوکے پر مبنی تھا مگر میری جانب سے تو کوئی کھوٹ نہیں تھا نا......" ورشہ کو شہظل کو اس اقدام سے روکنے کے لیے نا چاہتے ہوئے بھی یہ راستہ اختیار کرنا پڑا۔

"ہوں' کیسے بھول سکتا ہوں۔" وہ سر جھکا کر بولا تو ورشہ اس کے پاس آکر دھیرے سے بولی۔

"آپ نے محبت کے نام پر مجھے فریب دیا' مجھ سے بے وفائی کی' میرے جذبوں کو کھلونا سمجھ کر اس سے کھیلا...... شہظل مجھے نہیں معلوم میرے دل آپ کے لیے کیا ہے' جب اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھتی ہوں تو وہاں مجھے صرف جامد خاموشی نظر آتی ہے' نہ محبت کا جذبہ اور نہ نفرت کا...... مگر میں آج آپ سے پوچھتی ہوں...... کیا واقعی آپ کے دل میں' میں کبھی بھی' کہیں بھی نہیں تھی۔ کیا آپ نے مجھے کبھی پسند نہیں کیا؟ کیا کبھی بھی میری محبت نے آپ کے دل کو متاثر نہیں کیا؟" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے استفسار کررہی تھی۔

"ورشہ کیا تم مجھے معاف نہیں کرسکتیں...... میں تمہارا گناہ گار ہوں' بہت بد بخت ہوں' بہت کمینہ ہوں مگر پلیز کیا ایک بار مجھے اپنے دل میں جگہ نہیں دے سکتیں۔" اچانک شہظل لہروں کی مانند بکھرا تھا' وہ ورشہ کے دونوں ہاتھوں کو اپنی ہتھیلیوں میں بھینچ کر بولا' ورشہ نے اسے انتہائی تحیر کے عالم میں دیکھا' اس پل وہ بالکل پہلے والا شہظل دکھائی دے رہا تھا' چند لمحے یونہی دبے پاؤں ان کے درمیان سے گزر گئے' ورشہ نے دھیرے سے اپنے ہاتھ شہظل کی پُرحدت گرفت سے آزاد کیے اور اس کے قریب سے اٹھتے ہوئے بولی۔

"اگر آپ کو میرا ذرا سا بھی خیال ہے تو آپ وہ دوائیں پھر کبھی نہیں چھوئیں گے۔" شہظل نے اسے بے بسی سے دیکھا اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔

❀......♥♥......❀

"بھیا نے بابا سے صرف یہ بولا تھا کہ "بابا میرا کوئی عزیز جس کے مجھ پر بہت سے قرض' بہت سے حساب ہیں' آج وہ سخت مشکل میں گرفتار ہے آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اس کٹھن وقت میں اس کی مدد کروں۔" مائرہ نے ورشہ کے استفسار پر اسے یہ بتایا تو ورشہ بُری طرح الجھ گئی۔

"عزیز......؟ میرا قرض میرا حساب شہظل" وہ خود سے بولی اور ایک بار پھر شہظل کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔

"تو کیا بابا سے بھی آپ نے جھوٹ بولا تھا کہ میں آپ کی عزیز ہوں اور یہ کہہ کر آپ نے انہیں مجھے اس گھر میں رکھنے پر آمادہ کیا۔"

"ورشہ تم مجھے اتنا گھٹیا انسان سمجھتی ہو۔" وہ تڑپ کر بولا پھر خود ہی ہنس کر اذیت ناک لہجے میں کہنے لگا۔ "ہاں ہوں تو میں گھٹیا' ذلیل انسان......" ورشہ کا سر اس پل چکرا کر رہ گیا' اس گھر میں شہظل کا جو کردار تھا' اپنے گھر والوں کے ساتھ جو رویہ تھا اور پھر اس کے ساتھ آج تک جو سلوک اس نے روا رکھا تھا' وہ اس بات کی بھرپور عکاسی کررہا تھا کہ شہظل اتنا کمینہ اتنا بُرا نہیں ہوسکتا' جیسا اس نے ورشہ کے ساتھ کیا تھا آخر وہ آغا جان سے اس کی وکالت کرنے کیوں گیا' اپنے گھر میں اتنے احترام و وقار سے کیوں رکھا' کبھی یہ نہیں جتایا کہ ان کے درمیان کاغذی ہی سہی کوئی رشتہ ہے' اس رشتے کا کبھی ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا' ہمیشہ اس کی نگاہوں کو اپنے سامنے جھکا ہوا پایا۔ آخر شہظل ہے کیا؟ کیا شخصیت ہے اس انسان کی؟" ورشہ نے الجھ کر اسے دیکھا۔

"شہظل! میں آپ کو نہیں جانتی' نہیں سمجھ پارہی آپ کو...... مگر یہ طے ہے کہ آپ کے اندر سمندر جیسی گہرائی ہے کچھ تو ایسا ہے جس سے میں لاعلم ہوں۔" ورشہ اسے دیکھ کر اپنے دل میں بولی اور پھر دو دن بعد ہی اس کی آنکھوں کے سامنے سے کھٹا کھٹ تمام پردے اٹھتے چلے گئے۔ وہ آغا جان سے ملنے گھر آئی ہوئی تھی' شام کو کچھ فرصت ملی تو سوچا کہ مریم سے ملاقات کرلی جائے اس نے بہت خلوص سے اسے چائے کی آفر دی تھی اور پھر تائی امی سے بھی ملنے کا دل چاہا تو وہ ان کے پورشن کی جانب آگئی' شاید تائی امی اور عدنیہ گھر پر نہیں تھیں وہ تائی امی کو کمرے میں نہ پاکر جانے کے لیے مڑی ہی تھی کہ ٹیرس سے آتی باتوں کی آواز سن کر اس کے قدم رکے۔

"شاید یہ سب ٹیرس پر بیٹھے ہیں۔" یہ سوچ کر اس نے ٹیرس کی جانب قدم بڑھائے وہ اندر داخل ہونے ہی والی تھی کہ شہریار کی غصیلی آواز پر بے ساختہ رک گئی۔

"تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے مریم تمہیں شاید علاج کی ضرورت ہے۔ ورشہ' شہظل تمہارے ذہن میں جونک کی طرح چمٹ گئے ہیں' کتنی بار کہا ہے کہ بھول جاؤ ان سب باتوں کو۔"

"کیسے بھول جاؤں شہریار! شہظل کل مجھے میڈیکل اسٹور پر ملا تھا' یونیورسٹی کے اس شہظل سے بہت مختلف لاغر و بیمار سا پلیز شہریار تم......" ورشہ کے دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگیں' شہظل کو مریم اور شہریار جانتے تھے یونیورسٹی کے دور سے......

"اس کا مطلب یہ تینوں ایک ساتھ یونیورسٹی میں تھے۔" ورشہ نے کپکپاتے دل سے سوچا۔

"تم سے کتنی بار کہا ہے میں نے کہ شہظل کو میں نے اس کام کے پیسے دیئے تھے اس کی کنپٹی پر پستول رکھ کر یہ سب کرنے پر مجبور نہیں کیا تھا۔" شہریار ہنوز تیز لہجے میں بولا۔

"ہونہہ! اس کا باپ جب زندگی موت کے درمیان جھول رہا تھا تب تم نے اس کی مجبوری خریدی تھی' جب اپنے والدین کے خوابوں کی تکمیل کے لیے اس کے پاس مزید پڑھائی جاری رکھنے کے لیے پیسے نہیں تھے تب تم نے اس کی مجبوری نہیں خریدی تھی۔ جب اس کی بہن مائرہ کا اپنڈکس پھٹ گیا تھا اور تم نے اس کے ہاتھوں میں چند کاغذ رکھ کر اس کی

بہن کی زندگی بچا کر اس کی مجبوری نہیں خریدی تھی...... پہلے تو ایک اچھے دوست بن کر تم نے اس پر احسان پر احسانات کیے اور بعد میں اسے مجبور کر کے ورشہ کو فریب محبت دینے کے لیے اسے اس کی زندگی میں بھیج دیا تاکہ تم مہان بن جاؤ اور ورشہ رسوا ہو جائے اور تمہاری جائیداد بھی ڈبل ہو جائے۔'' مریم بولتی گئی جب کہ دیوار کی اوٹ پر کھڑی ورشہ منہ پر سختی سے ہاتھ رکھے پھٹی پھٹی آنکھوں سے حقیقت سنتی گئی۔ ''تم نے واقعی کنپٹی پر پستول رکھ کر ہی شہظل کو یہ سب کرنے پر مجبور کیا ہے شہریار!'' مریم روتے ہوئے بولی۔

''اُف تمہارا میں کچھ نہیں کرسکتا۔'' شہریار تلملا کر جانے کے لیے مڑا تو ورشہ بمشکل خود کو حرکت دے کر اچانک اس کے سامنے آ گئی۔ شہریار کا چہرہ اس لمحے بُری طرح فق ہو گیا۔

''ت...... تم یہاں...... ورشہ تم کب آئیں؟'' شہریار کی ہکلاتی آواز پر مریم نے اچک کر دروازے کی طرف دیکھا اور ورشہ کو ایستادہ پا کر اس کے اعصاب بھی ڈھیلے پڑ گئے۔

''شہریار عمیر صاحب! آپ کو دیکھ کر یقین نہیں آتا کہ آپ کی رگوں میں آغا جان اور اس خاندان کا خون دوڑ رہا ہے...... مگر آپ کی پلاننگ کی داد تو ضرور دینی پڑے گی مسٹر شہریار عمیر......!'' ورشہ آنکھوں میں نفرت و حقارت کی چنگاریاں لیے زہر خند لہجے میں بولی تو شہریار چند ثانیے کے لیے کچھ بول ہی نہ پایا۔ ''آپ کو اگر میری جائیداد چاہیے تھی تو ایک بار مانگ کر تو دیکھتے اپنی پسند کو اپنانا چاہتے تھے تو مجھ سے کہتے میں آغا جان کو دل و جان سے آپ کے لیے منانے کی کوشش کرتی مگر...... میرے ساتھ اتنا گھناؤنا کھیل...... مگر نہیں آپ نے تو اپنی سوچ اپنی ذہنیت کے مطابق ہی یہ سب کیا نا۔''

''میں تم سے شادی نہیں کرنا چاہتا تھا' ورشہ ذوالفقار! مریم ہی میری محبت' میری پسند تھی اور تم تو جانتی ہو کہ آغا جان میرا یہ قصور کبھی معاف نہیں کرتے۔'' شہریار ڈھٹائی سے بولا تو ورشہ اسے محض دیکھ کر رہ گئی پھر تمسخرانہ انداز میں کہنے لگی۔

''ہنہہ! محبت...... محبت کرنے والے اتنے بزدل' اتنے ڈرپوک' اتنے لالچی نہیں ہوتے۔ جو دولت کے حصول اور اپنے وقار کی خاطر دوسروں کی مجبوریوں کو خریدتے پھریں' دوسروں کی خوشیوں پر پیٹرول چھڑک کر اس میں آگ لگا کر پھر اس کی تپش میں اپنے ہاتھ سینکتے مگر میں تمہیں یہ سب کچھ کیوں بتا رہی ہوں۔'' ورشہ نے آخر میں انتہائی چونکنے کی اداکاری کر کے کہا۔ ''یہ باتیں تو کسی غیرت مند انسان کی حمیت سے مالا مال کسی بہادر شخص کے لیے ہیں' تم انہیں کیا جانو گے۔''

''شٹ اپ ورشہ!'' شہریار ورشہ کی اس چوٹ پر تلملا کر رہ گیا۔

''مجھے واقعی تمہارے آگے بین بجا کر اپنا قیمتی وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔'' یہ کہہ کر وہ تیزی سے پلٹی اور تقریباً بھاگتے ہوئے تائی امی کے پورشن سے نکلی جبکہ مریم نے بے جان ٹانگوں کے ساتھ اپنا سن وجود سامنے رکھی کرسی پر گرا لیا۔

وہ لان میں آ کر گہرے گہرے سانس لینے لگی' اتنا بڑا دھوکا' اتنا گھناؤنا چھل' وہ ابھی تک بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا تھی' بھلا اس کا تایازاد اس کے ساتھ ایسا کھیل کیسے کھیل سکتا ہے' وہ بے دم سی ہو کر وہیں گھاس پر ڈھے گئی۔ اچانک ذہن کی اسکرین پر شہظل علی خان کا چہرہ نمودار ہوا تو بے ساختہ ورشہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

''تم شہظل آخر تم ہی مجھے شہریار کی اس سازش کے بارے میں کچھ تو بتاتے...... کیا کچھ نہ کہا تمہیں...... کیسا سلوک روا رکھا تم سے اور تم...... قصوروار نہ ہوتے ہوئے بھی یہ سب برداشت کرتے رہے...... واقعی جس شخص سے میں نے محبت کی وہ کبھی گھٹیا نہیں ہوسکتا' کبھی بُرا نہیں ہوسکتا۔'' وہ خود سے بول کر زار و قطار رونے لگی کہ اسی اثناء میں تائی امی عدنیہ اور صدف کے ہمراہ گیٹ سے اندر داخل ہوئیں۔

''ارے ورشہ کیا ہوا؟ تم یہاں بیٹھ کر کیوں رو رہی ہو۔'' صدف واقعی اسے اس حالت میں دیکھ کر پریشانی سے بولی تو ورشہ نے چونک کر دھیرے سے سر اٹھایا۔

''ہوں یہ تم اپنے بھائی شہریار عمیر سے پوچھنا مگر نہیں...... وہ شاید تم لوگوں کو نہیں بتائے گا' ہاں مریم سے پوچھ لینا۔'' ورشہ اپنے گالوں کی نمی صاف کر کے تیزی سے اٹھی اور اپنے پورشن کی جانب آ کر جلدی سے گیٹ کی جانب بڑھنے لگی' ذرا رک کر اس نے چوکیدار کو مخاطب کیا۔

''بابا! امی کو بتا دیجیے گا کہ میں آج اپنے گھر جا رہی ہوں' اپنے شوہر کے گھر......'' پھر ورشہ جھپاک سے باہر نکل گئی' ابھی اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی ہی تھی کہ اچانک اس کا موبائل بج اٹھا' شہظل کے گھر کا نمبر دیکھ کر اس نے تیزی سے فون اٹھایا' دوسری طرف مائرہ نے اس کے اوسان پوری طرح خطا کر ڈالے' شہظل کی طبیعت بہت بگڑ گئی تھی' ورشہ نے گاڑی اسٹارٹ کر کے ایکسیلیٹر پر پاؤں رکھ دیا' گاڑی فرآٹے بھر رہی تھی۔

❀......♥♥......❀

وہ بدحواسی سے گھر میں داخل ہوئی اور تیزی سے شہظل کے کمرے کی جانب دوڑی تو شہظل کو پیٹ پکڑے درد سے بے حال پایا۔

''شہظل...... شہظل تم ٹھیک ہو نا......'' وہ خود ڈاکٹر ہونے کے باوجود اس پل بُری طرح گھبرا رہی تھی۔ ''آر یو اوکے شہظل؟ کیا بہت زیادہ درد ہو رہا ہے۔'' شہظل کوئی جواب دیتا کہ ایک تیز درد کی لہر اٹھی اور وہ بے دم سا ہو کر بستر پر الٹا گر گیا۔ ورشہ نے بڑی مشکل سے کپکپاتے ہاتھوں سے ایمبولینس کو فون کیا اور اس کی جانب جھک گئی' وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ سائرہ' مائرہ کا الگ بُرا حال تھا اور ورشہ وہ تو شاید اپنے ہوش و حواس ہی کھو بیٹھی تھی' شہظل کے سینے پر سر رکھ کر زور زور سے رو کر صرف یہی بولے جا رہی تھی۔

''شہظل پلیز مجھے معاف کر دو' ایک بار مجھ سے بات تو کرو' مجھے سب معلوم ہو گیا ہے شہظل!'' صرف بابا ایسے تھے جنہوں نے اپنے آپ کو سنبھال رکھا تھا وہ ورشہ کا یہ انداز دیکھ کر کافی کچھ سمجھ گئے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں ایمبولینس آ گئی اور ورشہ سنبھال کر اسپتال لے آئی۔

نشہ آور ادویات کا استعمال شہظل نے حال ہی میں شروع کیا تھا لہٰذا کیس اتنا سیریس نہیں تھا وہ اب

نظم

سنو جاناں!
سنو میرے جانِ جاں
محبت برسوں سے دعا کی مانند
ہاتھ اٹھائے
آسمان کی طرف دیکھتی رہتی ہے
اور......
ہر شب کی آخری دہلیز پر
تیرے انتظار سے تھک کر
پھوٹ پھوٹ کے روتی ہے......!

سیما ممتاز عباسی کی پسند...... لاڑکانہ

پُرسکون نیند سو رہا تھا' ڈاکٹرز نے ورشہ کو بتایا کہ شہظل کی یہ حالت شاید دوا نہ لینے کے سبب ہوئی ہے۔ وہ کچھ دن سے دوا استعمال نہیں کر رہا تھا' اب چوں کہ کافی بہتر تھا لہٰذا سب نے ہی سکون کا سانس بھرا تھا بابا یہ تمام حقیقت سن کر بہت دکھی تھے' سائرہ مائرہ بھی غمگین تھیں مگر ورشہ نے انہیں حوصلہ اور یقین دلایا کہ آئندہ شہظل ان دواؤں کے بارے میں سوچے گا بھی نہیں۔

''آخر وہ وجہ کیا تھی کہ میرا مضبوط اعصاب کا بیٹا جس نے زندگی کے ہر امتحان کا جواں مردی کے ساتھ مقابلہ کیا' وہ آج یوں ہمت ہار کر گھٹنے ٹیک گیا۔'' بابا مغموم لہجے میں بولے تو ورشہ نے ندامت سے سر جھکا دیا۔

''وہ وجہ میں ہوں بابا! میں ورشہ ذوالفقار میری ہی وجہ سے آج شہظل......'' اتنا کہہ کر ورشہ نے ایک سسکی بھری اور پھر سب کچھ بتاتی چلی گئی کہ کس طرح شہریار نے اس کی مجبوریوں کا فائدہ اٹھا کر اور اسے ورشہ کی زندگی میں بھیجا اور وہ کتنی اس سے بدگمان ہوگئی کن حالات میں اس نے شہظل سے شادی کی اور شہظل! احساس ندامت کے بوجھ سے اندھیرے راستوں کا مسافر بن بیٹھا۔

''ظلم تو تمہارے ساتھ بھی ہوا تھا بیٹی! تم اپنے آپ کو مجرم تصور مت کرو' شہظل کو پہلی فرصت میں تمہیں حقیقت سے آشنا کر دینا چاہیے تھا۔'' سب کچھ سن کر بابا بے انتہا غمگین ہوگئے' اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر حلاوت سے بولے۔

''بابا یقیناً یہاں بھی شہظل کی مجبوری رہی ہوگی' شہریار انتہائی کمینہ انسان ہے اگر یہ حقیقت کھل جاتی تو شہریار کی عزت آغا ولا میں دو کوڑی کی رہ جاتی اور ایسا وہ ہرگز نہیں چاہتا تھا۔'' ورشہ پُرسوچ لہجے میں بولی تو سب نے اس کی بات کی تائید کی۔

علی الصبح شہظل کو تھوڑی دیر کے لیے ہوش آیا اور ایک بار پھر وہ نیند کی وادیوں میں ڈوب گیا' ڈاکٹرز نے اطمینان کا اظہار کیا' ورشہ نے اپنے سینئرز سے شہظل کو کسی ایزائیلم میں ایڈمٹ کرنے کا پوچھا تو انہوں نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ اس کی ضرورت نہیں کیوں کہ اللہ کا کرم ہے کہ معاملہ ابھی آگے نہیں بڑھا تھا ابتدائی اسٹیج تھی لہٰذا خصوصی محبت و توجہ اور دل پاور سے اس چیز سے مریض نکل سکتا تھا۔ سب نے سکھ کا سانس لیا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ دن کے وقت شہظل پوری طرح سے بیدار ہو چکا تھا اس وقت کمرے میں صرف مائرہ اور ورشہ تھے' صبح اطمینان ہونے کے بعد ورشہ نے بابا اور سائرہ کو زبردستی گھر بھیج دیا تھا تاکہ بابا کچھ دیر آرام کر سکیں۔ شہظل نے اپنے آپ کو اسپتال کے بستر پر پایا تو خاصا حیران ہوا۔

''ہم لوگ آپ کو یہاں لے کر آئے تھے' بھیا! کل رات آپ کی طبیعت بہت زیادہ بگڑ گئی تھی۔'' مائرہ نے اسے بتایا تو وہ بُری طرح شرمندہ ہوگیا' اس نے جونہی منہ دوسری جانب کیا' ورشہ کو سلگتی نگاہوں سے خود کو گھورتا ہوا پایا' وہ گڑبڑا سا گیا۔

''وہ......وہ بابا اور سائرہ......''

''انہیں میں نے گھر بھیج دیا ہے۔'' ورشہ سنجیدگی سے بولی۔

''بھابی میں ذرا کینٹین سے چائے پی کر آتی ہوں' سر میں تھوڑا درد ہو رہا ہے۔'' مائرہ قصداً دونوں کو تنہائی فراہم کرنے کی غرض سے وہاں سے نکل آئی۔ اس کے جانے کے بعد ورشہ آہستگی سے قدم اٹھا کر شہظل کے قریب آ گئی۔ نادم نادم سا شہظل اس پل اسے بہت پیارا لگا وہ جگہ بنا کر اس کے بیڈ پر ہی بیٹھ گئی۔ شہظل نے ورشہ کو اس قدر قریب بیٹھا دیکھ کر

تعجب سے دیکھا۔

''شہظل......'' ورشہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح شہظل کے ساتھ پیش آئے' بے ساختہ وہ بے آواز رونے لگی۔ شہظل اس کے آنسو دیکھ کر گھبرا گیا۔

''ورشہ پلیز! یہ آنسو صاف کیجیے۔'' شہظل کی بات پر اس نے ضدی بچے کی طرح نفی میں سر ہلایا تو شہظل محض ایک نگاہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔

''تم صرف مجھے یہ بتاؤ شہظل...... کیا تم نے مجھ سے کبھی محبت کی' کیا تمہارے دل میں میرے لیے تھوڑی سی بھی گنجائش ہے' کیا تم نے مجھے کبھی پسند کی نگاہ سے نہیں دیکھا' جھوٹ موٹ کی محبت کرتے کرتے کبھی سچ میں مجھ سے محبت محسوس نہیں کی۔'' ورشہ کے الفاظ انداز اور لہجہ شہظل کو بُری طرح متحیر کر گیا۔

''بولو نا شہظل پلیز' بتاؤ ورنہ...... ورنہ میں مر جاؤں گی' شہظل پلیز......؟'' یہ کہتے ہوئے ورشہ نے شہظل کے سینے پر اپنا سر رکھا تو شہظل جیسے ساکت رہ گیا' اسے لگا جیسے اس کے دل کی دھڑکنیں بند ہو جائیں گی' مگر نہیں...... ایسا نہیں ہوا دل تو جیسے جھوم اٹھا تھا ایک نئے سُر پر رقصاں تھا' اس نے ایک گہری گھٹن زدہ سانس فضا میں خارج کی' اسے لگا تروتازہ ہوا اتنے عرصے بعد اس کے اندر جا رہی ہے۔ ورشہ کے آنسو اس کا سینہ بھگو رہے تھے۔ شہظل نے اپنی انگلیاں اس کے بالوں میں ڈالیں اور اس کی زلفوں کو اپنی ہتھیلی میں بند کر لیا' کتنی چاہت کتنا ارمان تھا اسے کہ ایک بار وہ ورشہ کی زلفوں کو چھوئے انہیں اپنے چہرے پر بکھرا کر دیکھے' اس کے گالوں کی نرمی کو محسوس کرے' اس کے پاس آ کر اس کے وجود کی خوشبو کو محسوس کر کے اپنے اندر اتارے۔

''بتاؤ نا شہظل! کیا تم نے مجھ سے کبھی محبت نہیں کی؟'' شہظل کے سینے سے اس نے سر اٹھا کر روٹھے انداز میں کہا تو دونوں کی نگاہیں یک دم چار ہوگئیں۔ شہظل کی آنکھوں کی سحر انگیزی سے گھبرا کر اس نے

فوزیہ سمیعہ

السلام علیکم! آپ کی خیریت خداوند کریم سے نیک مطلوب ہوں۔ میرا نام فوزیہ سعید ہے اور میرا تعلق ضلع مظفر گڑھ کے شہر کوٹ اڈو سے ہے۔ 2007 میں خواتین ڈگری کالج سے بی اے کا امتحان پاس کیا اس کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سے قرآن پاک کا ترجمہ و تفسیر کا کورس کیا۔ آج کل گھر میں بچوں کو ٹیوشن پڑھاتی ہوں۔

آنچل سے میری وابستگی جب سے ہے جب میں نے آٹھویں جماعت کا امتحان پاس کیا' میں آنچل کو بہت پسند کرتی ہوں۔ آج پہلی مرتبہ آنچل کے لیے کچھ لکھ رہی ہوں' ویسے بہت کچھ لکھتی ہوں صرف اپنی ڈائری میں۔

آنچل کی معزز لکھاری بہنیں نازیہ کنول نازی اور سمیرا شریف طور کے ناول انتہائی تعریف کے قابل ہیں۔ She is very best Writers سمیرا شریف طور کا ناول ''یہ چاہتیں یہ شدتیں'' بہت اچھا تھا میں اس کو کبھی نہیں بھول سکتی اور اب ''زرد موسم کے دکھ'' میں دعا کرتی ہوں کہ ہماری لکھاری بہنیں آنچل کے لیے اچھے سے اچھا لکھتی رہیں اور ہمارا آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے' آمین۔ آنچل سے میں نے بہت کچھ سیکھا اور ان شاء اللہ آگے بھی آنچل کو اپنے ہمراہ رکھوں گی اور ہمیشہ اس کے لیے دعا گو رہوں گی۔ آنچل کی تمام قارئین اور معزز بہنوں اور لکھاری بہنوں کو میرا اسلام۔

نگاہیں جھکالیں۔

"مل گیا اپنے سوال کا جواب' میری آنکھوں میں سب لکھا ہے ورشہ! تم نے کبھی غور ہی نہیں کیا۔" شہظل گمبھیر سرگوشی میں بولا تو ورشہ نے چڑتے ہوئے تڑخ کر کہا۔

"مجھے آنکھوں سے نہیں تمہاری زبان سے سننا ہے شہظل! اور ویسے بھی تم تو مجھے دیکھ کر ہمیشہ نگاہیں جھکا لیتے تھے۔" شہظل کے لبوں پر بے ساختہ جاندار مسکراہٹ بکھر گئی' پھر اچانک اس کی پیشانی پر مہر ثبت کرتے ہوئے بولا۔

"ورشہ! میری زندگی میں صرف تم واحد لڑکی ہو جسے میں نے ٹوٹ کر چاہا ہے۔ صرف تم سے محبت کی ہے یہ ٹھیک ہے کہ میں تمہیں فریب محبت دینے آگے بڑھا تھا مگر پہلے ہی مرحلے پر خود ہی محبت کا شکار ہو کر فریب محبت میں مبتلا ہو گیا۔" شہظل کے اظہار محبت نے ورشہ کے چہار سو چاندنی بکھیر دی' اس کی روح جیسے بادلوں کی مانند ہلکی پھلکی ہو گئی۔

"میں تم سے محبت کرتا ہوں ورشہ...... بہت زیادہ محبت کرتا ہوں تم سے مگر کبھی کہہ نہیں سکا' میری جان بہت مجبور تھا میں۔" وہ اس کے کان میں امرت گھولتے ہوئے بولا تو ورشہ نے دھیرے سے سر اٹھایا۔

"شہریار کی وجہ سے نا' اس گھٹیا انسان کی وجہ سے تم نے مجھ سے میری محبت کو دور رکھا' میری جان پر ظلم کیا...... میری جان تمہارے پاس ہے شہظل اور میں نے شہریار جیسے ذلیل انسان کی مہربانی سے اپنی محبت اپنی جان سے منہ موڑ لیا۔" ورشہ کے جملوں پر شہظل نے انتہائی چونک کر اسے دیکھا۔ "مجھے سب معلوم ہو گیا ہے شہظل! میں نے شہریار اور مریم کے درمیان ہونے والی ساری باتیں سن لیں ورنہ مجھے قیامت تک یہ سچائی معلوم نہیں ہوتی اور میں اپنی جان پر یونہی ظلم کرتی رہتی۔" یہ سب سن کر شہظل نے ایک گہری سانس اندر کھینچی۔ "مجھ سے حقیقت چھپانے کے لیے شہریار نے تمہیں کس بات پر مجبور کیا تھا؟" اچانک سے یاد آیا تو ورشہ نے استفسار کیا۔

"اس نے مجھ سے میری ماں کی قسم لی تھی...... ورشہ میں چاروں طرف سے بُری طرح پھنس گیا تھا۔" بے ساختہ ورشہ نے اس کے ہونٹوں پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"اب ہمارے درمیان اس موضوع پر کوئی بات نہیں ہوگی' شہظل بس سب بھول کر ہم نئی زندگی کا آغاز کریں گے...... مگر شہظل وعدہ کرو کہ اب تم ان دواؤں کے بارے میں کبھی سوچو گے بھی نہیں۔" ورشہ یک دم اپنی نازک ہتھیلی اس کے آگے پھیلاتے ہوئے بولی تو شہظل نے مسکرا کر اس کا ہاتھ تھاما۔

"جب تم میرے پاس ہو تو اب کسی چیز کی ضرورت باقی نہیں۔" وہ آنکھوں میں شوقِ جہاں سموئے انتہائی معنی خیزی سے بولا تو حیا کے مارے ورشہ کے گال تمتما اٹھے۔

"شہظل تم نا...... کچھ زیادہ فری نہیں ہو رہے۔" وہ بمشکل اپنی شرم پر قابو پا کر بولی۔

"اچھا یہ بتایئے ورشہ صاحبہ! یہ آپ جناب چھوڑ کر مجھے تم تم کہہ جا رہی ہو' مابدولت مجازی خدا ہے تمہارا' پہلے کی طرح آپ کہہ کر مخاطب کرو۔" شہظل مصنوعی سنجیدگی و رعب سے بولا تو ورشہ کھلکھلا کر بولی۔

"اچھا اب آپ ہی کہہ کر آپ کی زوجہ آپ کو مخاطب کرے گی۔" شہظل نے ہنستے ہوئے اسے اپنی بانہوں نے بھر لیا۔

❀......♥♥......❀

میں شہظل علی خان دنیا کا خوش قسمت مرد ہوں جسے ورشہ جیسی وفا شعار محبت کی دیوی ملی ہے' جو دن و رات میری پوجا کرتی ہے اور میں' میں بھی اسے دل و جان سے پیار کرتا ہوں۔ اس دنیا میں شہریار جیسے انسان بہت ہیں جو اپنے مفاد کے خاطر دوسروں کی خوشیوں کو خرید کر بڑے بڑے فائدے حاصل کرتے ہیں' میں نا چاہتے ہوئے بھی شہریار کے ہاتھوں مہرہ بنا اور اپنی محبت کو خود ہی اپنے ہاتھوں سے گنوا کر ایک بے وفا دھوکا باز ہونے کا لیبل ماتھے پر چسپاں کر کے ہاتھ جھاڑ کر بیٹھ گیا...... مگر جہاں شہریار جیسے ناسور اس معاشرے میں رہ کر اسے گندا کر رہے ہیں وہاں کہیں کہیں مریم جیسے کردار بھی ہیں۔ مریم نے ہمیشہ شہریار کو ایسا کرنے سے باز رکھا مگر کوئی حتمی قدم نہیں اٹھایا کیوں کہ وہ بھی اسیر محبت تھی۔

اگر اس دن ورشہ' مریم اور شہریار کی باتیں نہ سن لیتی تو شاید وہ کبھی حقیقت سے آشنا نہیں ہوتی' میں عہد شکن ہرگز نہیں تھا' چاہے اس کے لیے میں زندگی سے ناتا توڑ بیٹھتا اور شاید ایسا ہو بھی جاتا اپنی محبت کو اذیت دینے اور اپنے دل کو اجڑنے کے غم کو بھلانے کے لیے میں نے ادویات کا استعمال شروع کر دیا مگر اللہ کا شکر ہے بروقت ہی تمام سچائی میرے ربّ نے سب کے سامنے عیاں کر دی جو اوپر بیٹھا سب کو دیکھ رہا تھا۔ شہریار کو اس کے کیے کی سزا ملی' روڈ ایکسیڈنٹ میں وہ معذور ہونے کے ساتھ ساتھ باپ بننے کی صلاحیت سے بھی محروم ہو گیا۔ آغا ولا میں جب یہ حقیقت سامنے آئی تو سب ہی نے شہریار کو خوب لعن طعن کیا اور ورشہ سے معافی مانگی' آغا جان نے ورشہ کو اس کی جائیداد واپس لوٹا دی مگر میں نے اس میں سے ایک روپیہ بھی لینے سے انکار کر دیا۔ آغا جان اور ورشہ نے ہمارے دو شریر بچوں کے نام وہ جائیداد کر دی۔

ارے ہاں...... یہ تو میں آپ کو بتانا ہی بھول گیا کہ ہمارے ٹوئنز (جڑواں) بچے ہیں علی زاد اور علیحہ سارا دن ورشہ کو اپنے پیچھے نچاتے پھرتے ہیں۔ ہماری شادی کو چار سال کیسے گزر گئے ہمیں معلوم ہی نہیں ہوا۔ بابا کی تو اپنے پوتے پوتی میں جان ہے۔

سائرہ مائرہ اپنے گھر میں خوش ہیں' میں ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں ایک اچھے عہدے پر وتز ہوں۔ مریم کبھی کبھار ہم سے ملنے آتی ہے' وہ ایک وفا شعار بیوی کی طرح شہریار کا بوجھ ڈھو رہی ہے۔ علی زاد اور علیحہ سے بہت پیاری کرتی ہے' آج میری زندگی میں سب کچھ ہے اور شہریار...... اتنی پلاننگ اتنی محنت کرنے کے بعد اس کے پاس کچھ بھی نہیں مگر ہاں...... مریم ہے لیکن وہ یہ بات سمجھنے کے لائق نہیں کیوں کہ جسمانی معذوری کا اثر اس کے ذہن پر بھی ہو گیا ہے۔

"شہظل اوہ خدایا! بھئی کہاں ہیں آپ' آج چھٹی کا دن ہے پلیز ذرا بچوں کو بھی دیکھ لیں۔" ورشہ کی آواز کانوں سے ٹکرائی تو شہظل نے جلدی سے پین ڈائری میں رکھا اور ڈائری بند کر کے کرسی سے اٹھا اور سیٹی پر شوخ سی دھن بجاتا اپنے سپوتوں کو سنبھالنے چلا گیا۔

۞

دی اینڈ

دیکھا اسے تو جلوۂ رنگیں میں کھو گیا
دریائے عشق میں کوئی مجھ کو ڈبو گیا
دیکھے پھر اس کے بھائی ذرا تندرست تھے
فوراً ہی اپنے عشق کا "دی اینڈ" ہو گیا

طیبہ شیریں کی پسند...... کوری خدا بخش

رشکِ گلاب

تحسین انجم انصاری

میری آنکھوں میں نئے خواب بسانے آئے
پھر سے جگنو میرے کمرے کو سجانے آئے
آؤ تعمیر کریں پیار کا اک تاج محل
اس سے پہلے کہ ہمیں ہجر رُلانے آئے

جب سے حارث عثمانی فلوریڈا میں اپنی ڈالرا گلتی کلینک چھوڑ کر ایک عدد بیوی کی تلاش میں اپنی والدہ بیگم عثمانی کے ساتھ پاکستان آئے تھے ان کی والدہ کی چاندی ہی چاندی تھی۔ اس لیے خاص الخاص اعزاز سے نوازا جارہا تھا کہ وہ خود کو امریکا سے آئے ہوئے کسی وفد کی سربراہ سمجھ رہی تھیں' جس کے مزاج ہی ٹھکانے پر نہیں آتے۔ سارے رشتہ دار انہیں ریڈ کارپٹ استقبالیہ سے نواز رہے تھے۔ کنواری فیشن زدہ لڑکیوں کی مائیں انہیں سرآنکھوں پہ بٹھا رہی تھیں تو لڑکیاں خود شہد کی مکھیوں کی مانند حارث عثمانی کے آس پاس منڈلا رہی تھیں۔ بیگم عثمانی بھی اپنی سنہری مائل بھورے بالوں کی وگ سر پہ جمائے جدید طرز کا شلوار قمیص پہنے یہ سب کچھ اپنا حق سمجھ کر وصول کررہی تھیں اور ان مدارات سے خوب لطف اندوز ہورہی تھیں۔ وہاں امریکا میں بھلا کون کسی کو اتنی اہمیت دیتا ہے۔ یوں بھی کچھ بیٹوں کی مائیں شعوری طور پہ اور کچھ لاشعوری طور پر بیٹیوں کی ماؤں کے ہاتھ پاؤں پھلانے اور خاطر مدارات کروانے کو اپنا حق سمجھتی ہیں اور بیگم عثمانی کا تو ایک ہی بیٹا تھا' حارث عثمانی! جو وجیہہ' دراز قد اور سب سے بڑھ کر ڈاکٹر تھا۔ ان کی زندگی میں تو یہ سنہرا وقت صرف ایک بار ہی آنا تھا۔

نوجوان لڑکیوں کی مائیں بے قرار ہوئی جارہی تھیں۔ بھلا کون ہے جو آج کل ساس کے جھنجٹ اور نندوں کی چخ چخ سے دور نہ بھاگتا ہو اور وہ بھی امریکا جیسے ملک میں جہاں نندوں کا سرے سے تصور ہی نہیں تھا اور بیگم عثمانی جس طرح اپنی رنگا رنگ تقریبات' خریداری اور سیر و تفریح کے طویل دوروں کا ذکر کرتیں ان سے لڑکیوں کے دل میں ٹھنڈ پڑ جاتی تھی کہ وہ زیادہ تر منظر سے غائب ہی رہا کریں گی۔

تبھی تو حارث عثمانی ڈھیر ساری خالہ زادوں' چچازادوں اور ماموں زادوں کے درمیان راجہ اندر بنے بیٹھے رہتے۔ پھپھو تو کوئی تھی نہیں اس لیے پھپھو زاد کا وجود نہیں تھا ورنہ وہ چوکھٹا ضرور پورا ہوجاتا اور ان چند دنوں میں جمنے والی بے باک محفلوں میں انہوں نے ایسے نظارے بھی دیکھ لیے تھے جو وہاں بھی نہ دیکھے تھے وہ تو یہ سب دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے رہے۔ کون کہتا ہے کہ پاکستان کسی معاملے میں

دقیانوسی ہے۔ بیگم عثمانی نے جب اپنی والدہ کو بتایا کہ وہ پاکستان حارث کے لیے دلہن ڈھونڈنے آئی ہیں تو وہ پہلے تو چپ سی ہوگئیں اور جب انہوں نے یہ بتایا کہ وہ حارث کی کزنز میں سے ہی کسی کا انتخاب کرنا چاہتی ہیں تو انہوں نے پہلی فرصت میں حارث کو طلب کرلیا۔

"کیوں حارث میاں! کس قسم کی لڑکی چاہتے ہو تم......؟"

"لیجیے گرینی! یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟ بس ماڈرن ہو خوب صورت ہو میرے ساتھ قدم سے قدم ملاکر چل سکے۔ وہاں کے ماحول میں بخوبی رچ بس سکے۔"

"کیوں میاں! شب ادب آداب بھول گئے یا وہیں چھوڑ آئے ہو......؟ میں گرینی نہیں نانی حضور ہوں۔" سلطنت آرا نے تادیبی نظروں سے نواسے کی طرف دیکھا۔

"ناراض کیوں ہوتی ہیں نانی حضور! میں تو سمجھا تھا کہ زمانہ بدل گیا ہے آپ بھی ان بھاری بھرکم القابات سے تنگ آ گئی ہوں گی۔ مانا کہ نوابی خون دوڑ رہا ہے آپ کی رگوں میں لیکن اس دور میں ان باتوں کی کہاں اہمیت ہے۔ میں تو سمجھا تھا آپ برا نہیں مانیں گی۔ دیکھیں نا گرینی ہلکا پھلکا سا لفظ ہے۔ ایک دم ادا ہو جاتا ہے زبان سے۔ جبکہ نانی حضور......!" حارث شریر نظروں سے سلطنت آرا کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی بات جاری رکھنا چاہتے تھے لیکن نانی کی سنجیدگی دیکھ کر وہ وہیں رک گئے۔ "ٹھیک ہے ہم معذرت خواہ ہیں نانی حضور!" انہوں نے جلدی سے ان کے نرم و نازک سفید ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھام لیے اور ان کے گلے لگ گئے۔ سلطنت آرا نے شفقت سے ان کی کمر پہ ہاتھ رکھا۔

"میں تمہاری بات سن کر بہت مایوس ہوئی ہوں حارث! بیوی کے بارے میں تمہاری ترجیحات بالکل درست نہیں ہیں۔ بیٹا یہ سب باتیں جن کا تم نے ذکر کیا ہے بالکل سطحی اور غیر اہم ہیں۔"

"کیوں نانی حضور! آج زمانے کے ساتھ چلنے کے لیے یہی کچھ چاہیے ہوتا ہے۔" حارث نے معصومیت سے سلطنت آرا کی طرف دیکھا۔

"بنیادی باتیں تم نظر انداز کرگئے ہو۔"

"وہ کیا ہیں نانی حضور!"

"دین دار لڑکی ہونی چاہیے۔ سلیقہ مند ہو گھر داری میں طاق ہو۔"

"ارے نانی حضور! آپ تو پرانے وقتوں کی باتیں لے کر بیٹھ گئیں۔ آج کل ان باتوں کو کون دیکھتا ہے۔ مجھے بیوی کی ضرورت ہے ملازمہ کی نہیں رہی سلیقہ اور گھر داری کی بات تو وہ کون سا وہاں جاکر کام کرے گی۔ میں خدا کے فضل سے اتنا کمالیتا ہوں کہ ہر کام کے لیے ملازم مہیا کرسکتا ہوں۔ میری بیوی کا کام صرف یہ ہوگا کہ وہ خوب صورت لگے میرے ساتھ چلے تو جچے روانی سے انگلش بول سکے ماڈرن لباس پہننے کا سلیقہ ہو غیر مردوں سے بات چیت کرتے ہوئے مڈل کلاس لوگوں کی طرح گھبراہٹ سے سرخ نہ ہوجائے اور بس......!" انہوں نے اپنی بات ختم کرکے نانی کی طرف دیکھا تو ان کے چہرے پہ صدمے کی کیفیت دیکھ کر جلدی سے نگاہیں چرائیں جبکہ لب مسکرانے کو بے قرار تھے اور میری پیاری نانی حضور! آپ اپنے اس خوب صورت سر کو ہر قسم کی فکر سے آزاد رکھیں ابھی تو میں اپنے دوست کی طرف جارہا ہوں رات کھانے پہ ملاقات ہوگی۔" ان کے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ ان کے سر کو بوسہ دے کر ـــــ نکل گئے۔

❁......۞......❁

حماد چچا کی تقریب میں گوشی نے حارث کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا۔ یوں تو چچا کی دو بیٹیاں تھیں جن کی عمروں میں محض دو سال کا فرق تھا' گوشی اور اس سے دو سال چھوٹی نوشی...... لیکن نوشی نے اس کی طرف بالکل توجہ نہ دی۔ حارث کی ماموں زاد جینا کا کہنا تھا جب بھی اس قسم کا کوئی مرحلہ آتا ہے تو چچی نوشی کو خود ہی منع کردیتی ہیں کیونکہ گوشی بڑی تھی اس لیے اس کا حق پہلے تھا لیکن گوشی نے خود حارث کو بتایا تھا کہ نوشی آج کل ایک بڑے تاجر کے بیٹے کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کررہی ہے۔ حارث نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ نوشی نے تقریب میں ایک لمحے کے لیے بھی اس مغرور شہزادے کا بازو نہیں چھوڑا مبادا وہ ہاتھوں سے نکل نہ جائے۔ گوشی اسکن ٹائٹ جینز اور ستاروں سے بھرے سیاہ جدید بلاؤز میں ملبوس تھی۔ جینز اور بلاؤز کے درمیان سے اس کی چمکتی ہوئی کمر دیکھ کر اسے فلوریڈا میں اپنے پڑوس میں رہنے والی کیٹی یاد آ گئی۔ جو گاہے گاہے اسے دیکھتی ہیلو ہائے کرتی' ہاتھ ہلاتی' حارث کو لگتا تھا وہ اس کے ایک اشارے کی منتظر رہتی ہے اس لیے وہ ادھر دیکھتے ہوئے احتیاط سے کام لیتا تھا کہ کہیں اس کی کسی حرکت کو وہ گرین سگنل نہ سمجھ لے۔ گوشی اور کیٹی میں اسے کوئی فرق محسوس نہ ہوتا' گوشی کے گھر کی تقریب میں سو سے زیادہ افراد شریک تھے' تو یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ عباد چچا اپنی تقریب میں اس سے دگنے افراد مدعو نہ کرتے۔ اس پارٹی میں بھی لگ بھگ وہی ماحول اور وہی سماں تھا۔ وہی مرغن کھانا' لاتعداد ڈشز اور اسی طرح کے نظارے تھے۔ میوزک بھی اتنا ہی تیز تھا۔ اس میوزک پہ رقص کے مظاہرے کی بھونڈی کوششیں بھی جاری تھیں۔ البتہ ایک فرق ضرور تھا کہ چچا کی بیٹی ڈولی نے جینز کی بجائے باریک سٹریپس والی گہری سرخ لیس کی میکسی پہن رکھی تھی' جو کمر سے اتنی تنگ تھی کہ وہ بارہا حیران ہوا تھا کہ وہ سانس کیسے لے رہی ہے۔ ڈولی نے اپنے بال سرخ رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ ایک بار وہ بڑی نزاکت سے حارث کی طرف آتے ہوئے اپنی نازک سی ہائی ہیل کی سینڈل سے ڈگمگا کر گرنے بھی لگی تھی۔ یہ تو حارث نے بعد میں سوچا تھا کہ یہ گرنا دانستہ بھی ہوسکتا ہے تاکہ وہ اسے بازوؤں میں تھام کر ڈولی کے لیے فخر کا سبب بنے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ جلدی سے دو قدم پیچھے ہٹ گیا تھا جبکہ ڈولی بہت کوشش کرکے سنبھل سکی۔

ڈولی اسے اپنی ایک بیوقوف مریضہ جولی کی یاد دلاتی تھی جو صرف اس کی وجہ سے کلینک آتی تھی لیکن وہ حد سے زیادہ محتاط تھا کیونکہ اسے اپنی بنی بنائی ساکھ اور اپنا مقام بہت عزیز تھا۔ اسے پورا یقین تھا کہ ماموں کے گھر کی تقریب بھی اسی قسم کی ہوگی۔ پچھلی دونوں تقریبات میں وہ بہت بور ہوا تھا' ہاں ممی نے خوب لطف لیا تھا۔ وہ ہر تقریب میں خاص الخاص شخصیت بنی رہیں' بالکل کسی ملکہ عالیہ کی طرح جس کے چاروں طرف خدمت گزاروں کی بھیڑ ہوتی۔ خاتون خانہ انہیں کبھی مشروب کی پیشکش کررہی ہوتیں تو کبھی چائے کے لیے پوچھتیں۔ یہی وجہ تھی کہ جب ان سب باتوں سے تنگ آ کر حارث نے واپس جانے کا مطالبہ کیا تو انہوں نے گھور کر اسے دیکھا۔ وہ یہ مزے چھوڑ کر جانے کے لیے ہرگز تیار نہیں تھیں۔ ان کے لیے تو یہ زندگی کا سنہرا موقع تھا۔

حارث اور ممی یوں تو تمام رشتہ داروں کے گھر جاتے رہتے تھے لیکن مستقل پڑاؤ انہوں نے

سلطنت آرا کے گھر ہی رکھا تھا۔ وہ حارث کے ماموں کا گھر تھا اور بیگم عثمانی زیادہ وقت اپنے میکے میں ہی گزارنا چاہتی تھیں۔ طیب ماموں کی بیٹیاں بینا اور جینا کے ناز و انداز کا تو روزانہ ہی سامنا ہوتا تھا۔ وہ کسی وقت بھی اسے اکیلے نہیں رہنے دیتی تھیں۔ کبھی شاپنگ کے لیے لے جا رہی ہیں تو کبھی فلم کی دعوت اور کبھی پکنک کا پروگرام ہے تو کبھی گھر میں بیٹھ کر کیرم سے لطف اندوز ہوا جا رہا ہے۔ ماموں کی کوٹھی ہزار گز پہ بنی تھی۔ کوٹھی کے عقبی حصے پہ لان سے پرے اس نے ایک انیکسی دیکھی تھی۔ کبھی بے خیالی میں ہی نظر ادھر اٹھ جاتی تو برآمدے میں تخت پہ ایک باوقار سی خاتون بیٹھی نظر آتیں۔ کبھی سبزی بناتے، کبھی اون اور سلائیوں میں مصروف اور کبھی اخبار کا مطالعہ کرتے ہوئے۔ کبھی کھڑکی کا پردہ ہوا کی شرارت سے لہراتا تو ایک رنگ سا نظر آتا۔ وہ الجھ سا جاتا، بے اختیار ہی فیض کا وہ شعر یاد آ جاتا۔

ان کا آنچل ہے کہ رخسار کہ پیراہن ہے
کچھ تو ہے جس سے ہوئی جاتی ہے چلمن رنگین

کبھی کھلے کھلے لمبے ڈھیلے ڈھالے ملبوس کے ساتھ کوئی سایہ سا جھلک دکھاتا اور غائب ہو جاتا۔ وہ کبھی کسی کی جھلک نہیں دیکھ سکا تھا لیکن کوئی رنگین آنچل، چوڑیوں کی ہلکی سی چھنک، نظر اور سماعت سے جیسے ٹکراتے ٹکراتے رہ جاتی۔ ''صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں۔'' کے مصداق آنکھ مچولی کا کھیل اس کی نظروں کو بھلا لگ رہا تھا۔ دلچسپی کا باعث بھی بن رہا تھا۔ ایک روز اس کی قسمت کچھ اچھی تھی کہ بینا اور جینا کو اپنی ایک مشترکہ سہیلی کی مہندی پہ جانا تھا ورنہ وہ دونوں تو کراماً کاتبین کی طرح کبھی اسے تنہا نہیں چھوڑتی تھیں۔ حتیٰ کہ بھائیوں نوید اور جعفر کے ساتھ باہر جانے پہ بھی اعتراض کرتی تھیں۔ اتنے دنوں کے بعد تنہائی ملی تو اس نے کھل کر سانس لی اور ایک من پسند کتاب لے کر لان میں آ گیا۔ نوید اور جعفر کسی کام کے سلسلے میں شہر سے باہر گئے تھے ورنہ تفریح کا پروگرام بن جاتا۔ وہ ابھی چند سطریں ہی پڑھ پایا تھا کہ دروازہ زوردار آواز سے کھلا اور ہوا کے دوش پہ لہراتا ہوا ایک سایہ اندر کی طرف آیا۔ حارث نے بے اختیار اوپر دیکھا۔ پتا نہیں حیدرآبادی لباس تھا یا بھوپالی، حارث کو کہاں پہچان تھی..... بس ڈھیلا ڈھالا تھا اور پاؤں تک آ رہا تھا۔ حارث کے دیکھتے ہی دیکھتے رستے میں پڑی کسی چیز سے ٹھوکر کھا کر وہ لڑکھڑائی پھر اسی سرعت سے سنبھلی تو لمبا چوڑا جانے کتنے گز کا دوپٹا تھا جو پاؤں میں الجھا، دوپٹا کھینچ کر وہ پھر سے سنبھلی اور چھ گز کا حیدرآبادی یا بھوپالی لباس سنبھالتی پھولوں کے پودے عبور کرتی پیچھے انیکسی کی طرف بڑھنے لگی تھی کہ دامن کانٹوں میں الجھ گیا، وہ پھر جھنجلا کر پلٹی اور دوپٹے کو کانٹوں سے الگ کرنے لگی۔ حارث کی رگ شرارت بے اختیار پھڑکی۔

''کپڑے کا اتنا زیادہ زیاں آخر نقصان دہ ہی ثابت ہوتا ہے۔'' لیکن کمال کی بات تھی کہ اس کی طرف ایک نظر دیکھے بغیر وہ لمحوں میں غائب ہو گئی۔ اس کا دل کتاب سے اچاٹ ہو گیا۔ اس کی بے نیازی اور بے پروائی پہ حیران رہ گیا۔ یہ تصویر کا دوسرا رخ تھا۔ ایک ہی گھر میں ایسا تضاد! وہ الجھ ہی تو گیا۔

ماموں کی تقریب بھی دوسری تقریبات سے مختلف نہ تھی۔ وہی کھانے کا زیاں، وہی پیسے کا دکھاوا..... اور وہی بے باکیوں کے مظاہرے..... فرق صرف یہ تھا کہ وہ لوگوں کی طرف دیکھنے سے زیادہ اس رنگین سائے کے بارے میں سوچتا رہا کہ آخر وہ کون لوگ ہیں جو انیکسی میں رہتے ہیں۔

کیا رشتہ ہے ان کا..... اگر کوئی رشتہ ہے تو ممی وہ کیوں شامل نہیں تھے..... انہیں مدعو کیا گیا تھا یا نہیں..... اگر نہیں تو کیوں.....؟ وہ چاروں لڑکیاں وہ دیکھ چکا تھا، ان کے علاوہ بھی تقریبات میں درجنوں لڑکیاں دیکھی تھیں ممی نے فیصلہ سنانے کے لیے کہا تو وہ سوچ میں پڑ گیا۔

❁ ..... ۞ ..... ❁

کتنے ڈھیر سارے دن اسی طرح گزر گئے۔ ممی مسلسل اسے کسی ایک کو پسند کرنے پہ زور دے رہی تھیں لیکن وہ کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر تھا۔ نانی حضور کی خاموش نظریں اس سے ان گنت سوال کرتی نظر آتیں لیکن انہوں نے منہ سے ایک لفظ نہیں کہا تھا، فیصلے کا مکمل اختیار اس کے پاس تھا۔ سلطنت آرا اس پہ معمولی سا دباؤ بھی نہیں ڈالنا چاہتی تھیں۔ وہ چاہتی تھیں کہ وہ اپنی عقل اور سمجھ کے مطابق اپنے لیے بہتر فیصلہ کرے۔ حارث بچپن میں زیادہ تر نانی کے پاس ہی رہا تھا، انہوں نے بڑی توجہ سے حارث کو دینی تعلیم دینے کی کوشش بھی کی تھی اور دنیا سے نمٹنے کے طریقے بھی بتائے تھے۔ حارث یوں بھی ذہین تھا اور سلطنت آرا کو پورا یقین تھا کہ وہ صحیح فیصلہ کرے گا، پھر بھی حارث انہیں چھیڑنے سے باز نہیں آتا تھا۔

''آپ بتایئے نانی حضور! ان چاروں میں سے کون میری بیوی بننے کے لائق ہے؟ آپ تو سب کو جانتی ہیں، آپ کی آنکھوں کے سامنے بڑی ہوئی ہیں۔''

''میں کیا جانوں میاں! تمہیں کیا چاہیے.....؟''

''اس دن بتایا تو تھا نانی حضور! بھول گئیں؟ خوب صورت ہو، ماڈرن ہو، تعلیم یافتہ ہو، میرے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چل سکے۔'' ابھی بھی حارث کی آنکھوں میں بے تحاشا چمک تھی۔

''سب پتا ہے مجھے..... لیکن یہ چار ہی کیوں.....؟ اور بھی تو لڑکیاں ہیں یہاں..... ذرا ادھر ادھر توجہ دو، غور سے دیکھو۔''

''توبہ ہے نانی حضور! آپ مجھے ادھر ادھر تاک جھانک پہ مجبور کر رہی ہیں۔ ایسا لڑکا سمجھ رکھا ہے مجھے؟ میں ٹھہرا ایک نہایت شریف بھولا بھالا انسان اور آپ مجھے ایسی باتوں کی ترغیب دے رہی ہیں.....؟'' سلطنت آرا نے گھور کر پیار سے حارث کی طرف دیکھا۔ ''ویسے بھی ان چاروں کے علاوہ اور لوگ تو خود کو سات پردوں میں چھپاتے پھر رہے ہیں، میں کیسے دیکھوں، کیسے جانوں ان کے بارے میں.....؟'' وہ تصور ہی تصور میں اس سائے کی دنیا میں پہنچ گیا۔ اس روز کے بعد ایک ہی جھلک نظر آئی تھی اس کی، حارث لائبریری میں جا کر کوئی اچھی سی کتاب تلاش کرنا چاہتے تھے، اندر داخل ہوئے تو کوئی کتابوں کی طرف منہ کیے بڑے غور سے ترتیب وار ان کتابوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ سفید چوڑی دار پاجامہ اس پہ ڈھیروں کلیوں والی جدید طرز کی فراک، پاؤں میں بڑی نازک سی پائل اور فراک کا ہم رنگ سیاہ اور سرخ امتزاج والا تین گز کا چوڑا دوپٹا جو کندھوں پہ پڑا تھا۔ لمبے بال چٹیا کی شکل میں کمر پہ جھول رہے تھے جس میں بہت خوب صورت پراندہ ڈالا گیا تھا۔ حارث چپکے سے عین اس کے پیچھے کھڑے ہو گیا اور شرارت سے کھنکار کر متوجہ کیا۔ وہ بے ساختہ پلٹی اور اپنی بڑی بڑی آنکھیں پوری کھول کر دیکھا۔ حارث وہیں پہ ساکت ہو گیا۔ سانولے چہرے پہ وہ سحر انگیز بے حد خوب صورت اور چمکیلی آنکھیں..... یوں لگ رہا تھا، سارے آسمان کے ستارے کوٹ کر ان آنکھوں میں ڈال دیئے گئے

ہوں یا ڈھیر سارے شیشے پیس کر ان آنکھوں میں سجا دیئے گئے ہوں۔ حارث مبہوت سا اسے دیکھتا رہ گیا لیکن یہ صرف ایک لمحے کے لیے تھا۔ دوسرے ہی لمحے وہ سرسراتی ہوئی پلٹی اور ہوا کے دوش پہ لہراتی باہر نکل گئی۔

"کہاں کھو گئے......؟"

"اوہ نانی جان! میرا مطلب ہے نانی حضور! میں جنت کی سیر کر رہا تھا۔" ان کی آنکھوں میں ایسی چمک تھی کہ سلطنت آرا بس دیکھ کر رہ گئیں۔

❋ ...... ✹ ...... ❋
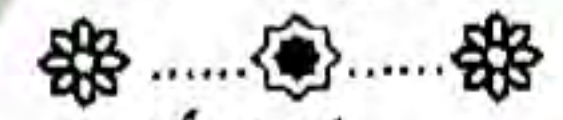
گوشی، نوشی، جینا اور بینا کی فرمائش پر آج حارث انہیں پی سی میں کھانے کے لیے لے جا رہا تھا۔ جینز اور شرٹ کی بجائے آج وہ بلیک تھری پیس سوٹ میں ملبوس تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا ان چاروں کا انتظار کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ عورتیں تیار ہونے میں اتنی دیر کیوں لگاتی ہیں، تبھی جینا جلدی سے آ کر اگلی نشست پر قبضہ جما کر بیٹھ گئی تاکہ گوشی، نوشی وغیرہ حارث کے ساتھ بیٹھنے کا اعزاز نہ حاصل کر لیں، باقی لڑکیاں شاید اپنی تیاریوں اور میک اپ کو آخری شکل دے رہی تھیں۔ جینا جانے کیا بولتی جا رہی تھی جبکہ حارث سامنے سڑک کو دیکھتا ہوا انتظار کی کوفت سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا، تبھی اس کی ساری حسیات سمٹ کر آنکھوں میں آ گئیں۔ پتا نہیں سڑک کی کون سی سمت سے وہ ہوا کے جھونکے کی طرح نمودار ہوئی، سیاہ چوڑی دار پاجامے پہ فیروزی اور سیاہ امتزاج کا کڑھائی والا خوب صورت کرتا پہنے بڑا سا دوپٹا کاندھوں پہ ڈالے...... سامنے سے گزرتے ہوئے اس کا چابیوں کا گچھا ہاتھ سے گر گیا، ایک دم اسے اٹھانے کے لیے جھکی تو اس کی نازک سی کمر کا بل لچکتا ہوا اس قدر نمایاں تھا کہ وہ نظر نہ ہٹا سکا۔

"بیوقوف، گنوار۔" جینا کی نظر پڑی تو اس کی آنکھوں میں غصے کی لپک وہ صاف دیکھ سکتا تھا۔ حارث نے بے نیازی کا مظاہرہ کیا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اس کے بارے میں سوال کیا تو جینا اپنے غصے پر قابو نہ رکھ سکے گی۔ وہ کیسے برداشت کر سکتی تھی کہ اس کی موجودگی میں وہ کسی اور کی طرف توجہ دے۔ چابیاں اٹھا کر وہ سیدھی ہوئی اور تمکنت سے قدم اٹھاتی ان کی طرف دیکھے بغیر گزرنے لگی تو جینا کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی۔ حارث کے سامنے خود نمائی کا موقع ہاتھ سے نکلتا دیکھ کر اس نے ایک فیصلہ کر لیا کہ آج اسے ضرور مزا چکھانا ہے۔ اس نے حارث کی طرف جھک کر سرگوشی کی۔

"ابھی ایک تماشا دیکھنا...... تمہیں بس خاموشی سے بیٹھنا ہے اور بولنا نہیں...... صاعقہ! ذرا ادھر تو آؤ......" حارث تو نام کی خوب صورتی میں ہی کھو گیا۔ واقعی وہ بجلی ہی تو تھی جو ایک جھلک دکھا کر سرعت سے غائب ہو جاتی تھی۔ صاعقہ نے مڑ کر دیکھا، حیران بھی ہوئی۔ حارث کی موجودگی میں جینا کا اسے یوں بلانا حیرت انگیز تھا جبکہ جینا نے حکم دے رکھا تھا کہ جب تک حارث موجود ہے وہ ان لوگوں کے درمیان نہیں آئے گی، اور نہ ہی کبھی حارث کے سامنے آئے گی۔ وہ تذبذب کا شکار تھی کہ جینا نے اشارے سے پھر بلایا۔ اس کا دل تو چاہ رہا تھا انکار کر دے لیکن حارث کے خیال سے چپ رہی۔ وہ اجنبی اس کے بارے میں کیا سوچے گا، دھیمے قدموں سے چلتی آئی اور جینا پہ سوالیہ نظریں گاڑ دیں۔ حارث ان آنکھوں کی کشش سے مدہوش ہونے کو تھا۔

"الحمرا میں ظفر عدنان کی تصویروں کی نمائش لگی ہے چلو گی؟"

"واقعی......؟" اس کی آنکھوں سے جیسے

دیے جلنے لگیں۔ چہرے پہ نرم مسکراہٹ جلوہ گر ہوئی۔ صاعقہ کو شاعری، افسانہ نویسی، مصوری اور فنون لطیفہ سے بے حد دلچسپی تھی۔ ظفر عدنان نوجوان مصور تھا، جس کی تصویریں منفرد حیثیت کی حامل تھیں۔ ان کی ہر قسم کے موضوع پہ جاندار تصویروں کی پورے ملک میں دھوم تھی اور صاعقہ بھی اس کی تصویروں کی دیوانی تھی۔ آج تک ان تصویروں کی نمائش پہ جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ آج جینا نے پیشکش کی تو مسرت کے باوجود وہ مشکوک نظروں سے جینا کی طرف دیکھنے لگی۔ بھلا وہ کیوں اسے اپنی ٹولی میں شامل کر رہی تھی، شاید حارث پہ اچھا اثر ڈالنا چاہتی ہو۔

"کیا خیال ہے! میں نے تو سوچا تمہیں بہت پسند ہے۔ اس لیے تم پہ مہربانی کر دی جائے۔ حارث ہم چاروں کو لے جا رہے ہیں، فائدہ اٹھاؤ تم بھی......" جینا کا ارادہ تو یہ تھا کہ وہاں پہنچ کر صاعقہ کو اتار کر وہ سیدھے پی سی چلے جائیں گے، بعد میں وہ اکیلی پریشان ہوتی رہے گی۔ دراصل وہ صاعقہ کی پرتمکنت شخصیت اور بے نیازی سے خار کھاتی تھی۔ ان کے گھر کے پیچھے بنی انیکسی میں پرورش پانے کے باوجود اس میں بلا کی خود اعتمادی اور وقار تھا۔ ہمیشہ سوبر لباس پہنتی تھی، ہر بات تہذیب اور رکھ رکھاؤ سے کرتی تھی، اور یہ سب جینا کی برداشت سے باہر تھا...... جینا کے سوال پہ صاعقہ نے ہچکچاہٹ سے اسے دیکھا۔

"پتا نہیں امی جان جانے دیں یا نہیں، میں پوچھ کر آتی ہوں۔" وہ سبک انداز میں بل کھا کر غائب ہو گئی۔

"تم نے جھوٹ کیوں بولا؟"

"اوہ شکریہ حارث! تم خاموش رہے۔ دراصل مجھے صاعقہ کا غرور بالکل اچھا نہیں لگتا، یوں اتراتی ہے جیسے کسی سلطنت کی شہزادی ہو۔ ہمارے ہی ٹکڑوں پہ پل رہی ہے پر مجال ہے جو کسی قسم کا احساس کمتری ہو، یوں سر اٹھا کر چلتی ہے جیسے کوئی بلند و بالا شخصیت ہو۔ اس کی ماں بھی اسے زیادہ ہمارے گھر نہیں آنے دیتی۔ سمجھتی ہے ہمارے ساتھ کا برا اثر پڑے گا، نیک پروین پر۔"

"لیکن یہ ہے کون...... کوئی رشتہ دار ہے؟"

"ڈیڈی کی کوئی دور کی کزن ہیں۔ بیوہ ہو گئیں تو ڈیڈی نے ترس کھا کر انیکسی میں رکھ لیا لیکن غرور اور اکڑ دیکھو کہ ڈیڈی کی مدد تک قبول نہیں کی۔ اپنے زور بازو سے اکلوتی اولاد پالنا چاہتی ہیں۔"

صاعقہ کو اجازت مل گئی تھی۔ ڈولی، گوشی اور بینا بھی آ گئیں۔ صاعقہ کو دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں جینا سے سوال کیے اس نے بھی منہ پہ انگلی رکھ کر چپ رہنے کا اشارہ کیا...... حارث نے کار اسٹارٹ کی اور باہر لمبی سڑک پہ ڈالی تھی۔ موسم بہت اچھا ہو رہا تھا، ہلکی ہلکی ہوا چلنے لگی تھی۔ آسمان پہ چند بادلوں کے ٹکڑے تیرتے ہوئے کبھی سورج کے سامنے آتے اور کبھی ہٹ جاتے۔

"موسم بہت اچھا ہو رہا ہے لڑکیوں! کیوں نہ پہلے لمبی ڈرائیو سے لطف لیا جائے......؟" سب نے رضامندی دے دی۔ صاعقہ خاموش تھی۔ اسے بھی کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ حارث نے گاڑی شہر سے باہر جانے والی سڑک پہ ڈال دی۔ لمبی سی سڑک تھی جس کے دونوں طرف اونچے اونچے درخت تھے۔ ہوا سے لہرا کر دہرے ہو رہے تھے۔

"سب لوگ موبائل گھر چھوڑ کر آئے ہیں نا!"

"جی جناب!" جینا نے شوخی سے کہا۔ "یہ حضور کو موبائل سے اس قدر چڑ کیوں ہے؟"

"تم لوگ چمٹے جو رہتے ہو اس سے...... باتیں ہی ختم نہیں ہوتیں لڑکیوں کی...... اور مجھے بور ہونا پڑتا ہے...... لڑکیوں کی باتیں سنتے جانا کوئی آسان کام تھوڑی ہے۔ نہ سر نہ پیر...... بس اوٹ پٹانگ......"

"اوہ گاڈ...... حارث تم لڑکیوں کی توہین کررہے ہو۔" گوشی جوش سے چلائی' لیکن پھر دوسرے ہی لمحے لڑکیاں اپنی باتوں میں مصروف ہوگئیں۔ باتوں کے دوران بار بار حارث کو مخاطب کرتیں لیکن صاعقہ کو جان بوجھ کر نظر انداز کیا جیسے وہ وہاں موجود ہی نہ ہو اور وہ کہاں موجود تھی وہاں...... وہ انہماک سے باہر کے نظارے دیکھنے میں اس قدر مگن تھی کہ اسے احساس ہی نہیں ہوا کہ اسے نیچا دکھانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ حارث کی نگاہیں عقبی شیشے میں بار بار اس کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ اس کے سانولے چہرے پہ خاموشی کے ساتھ ساتھ جانے کیا تھا کہ حارث کا دل زندگی میں پہلی بار کسی لڑکی کے لیے اس انداز سے دھڑکا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ جادو کے زور سے وہ چاروں غائب ہوجائیں تو وہ صاعقہ کو اگلی نشست پر بٹھا کر ڈھیروں باتیں کرے۔ اس کے چہرے پہ مسکراہٹ کی کرن دیکھے۔ اس کی آنکھوں کی فسوں خیز خوبصورتیوں میں کھو جائے۔ حارث ایک گھنٹہ ڈرائیو کرتا رہا۔ باتوں میں کسی کو وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا۔ گاڑی جھٹکے سے رکی تو سب نے چونک کر باہر دیکھا۔

"ہم کہاں آگئے...... ہم تو تصویروں کی نمائش پہ جارہے تھے؟" وہ گھبرائی تو جینا نے بھرپور قہقہہ لگایا اور استہزائیہ انداز میں ہنسی...... ان تینوں نے بھی اس کا ساتھ دیا تو صاعقہ نے پریشان ہوکر بے اختیار حارث کی طرف دیکھا۔ حارث کو اس کے دیکھنے پہ انجانی سی خوشی ہوئی۔

"بیوقوف......! بڑی چیز سمجھتی ہو خود کو...... آگئیں نا ہمارے دھوکے میں۔ کوئی نمائش وغیرہ نہیں ہے...... دھوکا دیا ہے تمہیں...... ہم تو حارث کے ساتھ پی سی لنچ پہ جارہے ہیں۔"

"کیا مطلب......؟" اس نے سنجیدگی سے حارث کی طرف دیکھا۔

"آپ پلیز فکرمند نہ ہوں' ہم بس تھوڑی دیر یہاں رکیں گے۔ اصل میں میں سب کو سرپرائز دینا چاہتا تھا' شہر سے تھوڑا دور خوب صورت درختوں میں گھرا یہ میرے دوست کا بنگلہ ہے' میں چاہتا تھا کہ سب کو دکھاؤں تاکہ ہم بعد میں کبھی یہاں پکنک منا سکیں۔" اس کا معذرت خواہانہ انداز بھی صاعقہ کی پریشانی کم نہ کرسکا۔ یہ دھوکے بازی اس کی طبیعت پہ سخت گراں گزر رہی تھی۔ وہ خاموشی سے رنجیدہ سی بنگلے کی سیڑھیوں پہ بیٹھ گئی۔ باقی چاروں لڑکیاں ادھر ادھر گھوم کر لطف لے رہی تھیں۔ ساتھ ساتھ ان کی باتیں بھی جاری تھیں لیکن آنسو بار بار صاعقہ کی آنکھوں کی دہلیز پہ دستک دینے لگتے۔ جن کو بڑی مشکل سے وہ پیچھے دھکیلتی' اسے یوں حارث اور لڑکیوں کے سامنے رونا منظور نہ تھا۔ تھوڑی دیر گھوم کر چاروں حارث کے گرد آگئیں۔

"اندر سے بھی دکھاؤ نا کیسا ہے؟" وہ سب کے ساتھ آگے بڑھا' کوٹ کی جیب سے چابی نکالی اور مرکزی دروازہ کھول دیا۔ سب اندر چلے گئے مگر صاعقہ وہیں بیٹھی رہی۔

"آپ اندر نہیں آئیں گی؟"

"اوہ حارث! یہ کیا آپ جناب لگا رکھی ہے' خدا کے واسطے! وہ بس صاعقہ ہے۔"

"آپ لوگ جائیں' میں یہیں ٹھیک ہوں۔" حارث بادل نخواستہ اندر چلا گیا۔ اندر سے گھوم پھر کر وہ باہر آگئیں۔

"حارث! چلو اب پی سی...... بہت بھوک لگی ہے۔" ڈولی چلائی تو حارث نے دروازہ مقفل کیا اور سب کو گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اس بار گوشی نے آگے بیٹھنے میں پھرتی دکھائی' جینا نے برا سا منہ بنایا لیکن کچھ کر نہیں سکتی تھی۔ صاعقہ نے سکون کا سانس لیا۔ چہرے پہ رونق سی آگئی۔ حارث کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے اگنیشن میں چابی گھمائی لیکن گاڑی نے اسٹارٹ ہونے سے انکار کردیا۔ کئی بار کی کوشش کے بعد بھی انجن خاموش رہا تو حارث کے چہرے پہ تشویش کے آثار پیدا ہوئے۔ صاعقہ کے چہرے پر پھر سایہ سا آگیا۔

"سوری لڑکیوں! یہ گاڑی تو ضدی محبوبہ کی طرح ضد میں آگئی ہے۔" سب لڑکیاں باہر نکل آئیں۔ حارث نے انجن چیک کیا لیکن اسے گاڑیوں کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں تھیں اور بظاہر کوئی بڑی خرابی نظر بھی نہیں آرہی تھی۔

"پتا نہیں کون سی پتھر کے زمانے کی گاڑی لے آئے ہو۔ مجھے کہا ہوتا تو میں ڈیڈی سے مرسڈیز منگوا لیتی۔" گوشی نے برا منہ بنایا۔

"تو اپنے ڈیڈی سے کہو نا اب بھیج دیں یہاں مرسڈیز!" جینا تنک کر بولی۔

"کیسے کہوں......!" گوشی چلائی۔ "حارث نے تو موبائل بھی ساتھ نہیں لانے دیا۔"

"اوہ اب کیا ہوگا؟ حارث یہ سب تمہارا قصور ہے۔" ڈولی نے خفا نظروں سے حارث کی طرف دیکھا لیکن حارث تو صاعقہ کی پریشانی پہ پریشان ہو رہا تھا۔ اس کی بے حد چمکدار آنکھیں آنسوؤں سے دھندلا رہی تھیں۔ اوپر کالے بادل جھوم جھوم کر آرہے تھے' بارش بھی صاعقہ کی آنکھوں کی مانند برسنے کو بے قرار تھی۔

"معاف کرنا لڑکیوں!" حارث نے معذرت کی۔ "لگتا ہے کچھ دیر اس بنگلے میں ٹھہرنا ہی پڑے گا۔" ایک دم موٹے موٹے قطرے گرے تو سب اندر کو بھاگیں۔ صاعقہ سست قدموں سے چل رہی تھی۔

"جلدی چلو نا بھیگ جاؤ گی' اور کپڑے بھی نہیں ہیں۔" وہ افسردہ اور اداس اندر آئی۔ سب کچھ دیر خاموشی سے بنگلے کے درمیانی حصے میں بیٹھ گئے۔ اپنی اپنی سوچوں میں گم...... یوں جیسے کچھ کہنے کو نہ رہا ہو۔ بنگلے کا فون بھی ڈیڈ تھا۔ کوئی آواز نہیں تھی اس میں......

"اوہ حارث! ہم یہاں سے کیسے جائیں گے؟" ڈولی پھر چلائی۔ "نہ موبائل ہے اور نہ ہی اطلاع دینے کا کوئی اور ذریعہ ہے۔ کچھ سوچو نا۔"

"تم چپ کرکے بیٹھی رہو ڈولی۔" گوشی کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ "پیٹ میں چوہے دوڑ رہے ہوں' بھوک لگ رہی ہو تو کچھ سوچا بھی نہیں جاتا۔"

"اف خدایا! ہم یہیں پھنس کر مرجائیں گے۔ بھوکے ہی رہیں گے۔" جینا کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ گھبراہٹ اور خوف نے چاروں لڑکیوں کے حواس چھین لیے تھے۔ ماں باپ کی نازو نعم میں پلی لاڈلی بیٹیاں' جن کے نازک ہاتھوں نے کبھی کسی کام کو ہاتھ نہیں لگایا تھا' آزمائش کے پہلے چھوٹے سے لمحے میں ہی ہمت ہار گئی تھیں۔

"لڑکیوں! جلدی کرو۔ اب تو بھوک کے مارے سب کا دم نکل رہا ہے۔ کھانے کے لیے کچھ کرنا ہی پڑے گا۔ کوئی تو ہمت کرے پلیز......! وہ سامنے فریج ہے۔ دیکھو تو سہی اس میں کیا ہے۔ آؤ نا ڈولی! ہمت کرو جلدی آؤ۔" حارث نے ہمت بڑھانے

کے لیے مسکرا کر ڈولی سے کہا تو حیرت سے اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"میں......؟ میں نے تو زندگی میں کبھی ہل کر پانی بھی نہیں پیا۔ کبھی فریج کھول کر نہیں دیکھا۔ جو بھی خانساماں کو حکم دیا' کھانے کی میز پر مل گیا۔" حارث نے گوشی کی طرف دیکھا۔

"آپ ہی اٹھیے محترمہ۔"

"وہ نہیں آ رہی تو میں کیوں اٹھوں......؟ وہ کوئی زیادہ لاٹ صاحب ہے؟" حارث نے جینا کی طرف دیکھا۔

"سوری حارث......!" وہ صوفے پہ اور بھی پھیل گئی۔ حارث نے تاسف سے سب کو دیکھا۔

"میں ہی دیکھ لیتا ہوں۔" اس نے فریج کھول کر بغور جائزہ لیا۔

"ڈبل روٹی' انڈے' دودھ اور ٹماٹر پڑے ہیں اور......!" اس نے فریج بند کر کے ادھر ادھر دیکھا۔ "اس ٹوکری میں پیاز اور آلو بھی ہیں۔ میرا خیال ہے آملیٹ بنالیا جائے۔ اب سوال یہ ہے کہ کون بنائے گا؟" اس نے سب کو باری باری دیکھا۔ چاروں لڑکیوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"مجھے تو آتا ہی نہیں آملیٹ بنانا۔" جینا نے صاف صاف کہہ دیا تو گوشی نے بھی شانے اچکائے گوشی کو دیکھ کر ڈولی نے بھی نفی میں سر ہلا دیا۔

"تم آملیٹ کہتی ہو' مجھے تو انڈا بھی ابالنا نہیں آتا۔" یہ گوشی کا کہنا تھا۔

"تم مذاق کر رہی ہو؟ ممی نے تو مجھے کبھی کچن میں جانے ہی نہیں دیا۔ وہ کہتی ہیں لڑکیوں کو کام نہیں کرنا چاہیے جلد خراب ہو جاتی ہے' ناخن ٹوٹ جاتے ہیں۔"

حارث نے صاعقہ پہ ایک اچٹتی نظر ڈالی' وہ اپنی سوچوں میں گم جانے کہاں تھی۔

"کوئی بات نہیں لڑکیوں!" حارث سنجیدگی سے بولا۔ "اب تم ابدولت کے ہاتھ کا ذائقہ بھی ملاحظہ فرماؤ اور مجھے ایک ماہر باورچی کی طرح آملیٹ بناتے دیکھو۔" اس نے انڈے ٹماٹر اور پیاز باہر نکالے' چھری اور پیاز ہاتھ میں لیا تھا کہ صاعقہ نے آ کر چھری اس کے ہاتھ سے لے لی۔

"آپ بیٹھے' میں بناتی ہوں آملیٹ۔" حارث نے بے اختیار گہری نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ انتہائی خاموش اور سنجیدہ لگ رہی تھی۔

"میں آپ کو بناتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہوں' شاید کچھ سیکھ سکوں۔" وہ خاموشی و بے نیازی سے پیاز کاٹنے لگی۔ جینا' گوشی' ڈولی وہیں بیٹھی گپیں ہانکنے لگیں۔

ان کی بھوک کا مسئلہ حل ہونے والا تھا۔ اب انہیں کوئی فکر نہیں تھی۔ پیاز کاٹنے سے صاعقہ کی آنکھوں میں پانی آ گیا تو حارث نے اپنی جیب سے رومال نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ خفیف سی ہو گئی۔ آملیٹ بنا کر اور سلائس سینک کے وہ ان لوگوں کے پاس لے آئے سب نے مزے سے کھایا۔ پیٹ کا دوزخ تو بھر گیا تھا۔

"واہ! اتنا مزیدار آملیٹ میں نے ساری زندگی نہیں کھایا۔" حارث نے تعریف کی تو جینا جل ہی گئی۔ گوشی اور ڈولی نے بھی ناگوار شکل بنائی۔

"تم ہمارے باورچی کے ہاتھ کا بنا آملیٹ کھاؤ تو پتا چلے کہ اصل میں آملیٹ ہوتا کیا ہے۔"

"روز ہی کھاتا ہوں جناب!" وہ مسکراتے ہوئے رسان سے بولا۔

"لیکن باورچی تو باورچی ہی ہوتا ہے۔" جینا نے

کے بعد سب ایک طرف ہو کر بیٹھ گئیں۔ کسی نے برتن سمیٹنے کی کوشش نہیں کی۔ کسی نے برتن دھو کر رکھنے کی پیشکش نہ کی۔ صاعقہ نے تمام برتن سلیقے سے سمیٹے اور میز کو نیپکن سے صاف کر کے کچن میں چلی گئی۔ حارث کی تمام توجہ اس کی حرکات وسکنات پہ تھی۔ وہ برتن لے کر جیسے ہی کچن میں پہنچی تو جینا نے سرگوشی میں کہا۔

"میرا شکریہ ادا کرو جو اسے لے آئی۔ ارادہ تو کچھ اور تھا لیکن کیا پتا تھا اس قسم کے حالات میں ہمارے اتنے کام آئے گی؟ سچی بات ہے وہ نہ ہوتی تو ہم تو بھوکے ہی رہتے۔" حارث بے نیازی سے ان کی باتیں سن رہا تھا' ان کی باتوں پہ ایک زہریلی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پہ آ گئی لیکن اس نے اسے چھپا کر انہیں دیکھا۔

"اب چائے کون پلائے گا؟ صاعقہ کی مہربانی کہ پیٹ پوجا تو ہوئی لیکن چائے تو ایک معمولی چیز ہے؟ وہ تو تم میں سے کسی کو بنانی آتی ہوگی؟"

"مجھے تو پانی ابالنا بھی نہیں آتا۔"

"کیا حماقت ہے گوشی!" جینا نے ناک چڑھائی۔ "پانی ابالنے کا کیا ہے' چولھا جلاؤ اور اوپر پانی رکھ دو۔"

"میرا ایسا کوئی خیال نہیں ہے جینا۔" گوشی نے معصومیت سے کہا۔ "ایک بار میں نے پتیلی میں پانی بھر کر چولھے پہ رکھا تھا تو وہ پگھل گئی تھی۔"

"بے وقوف! وہ اس لیے کہ وہ پتیلی نہیں تھی پلاسٹک کا ڈبا تھا۔"

"سوری حارث! ہم ایسے کاموں کے لیے نہیں بنے پھر صاعقہ ہے نا......!" اس نے بات ختم ہی کی تھی کہ صاعقہ چائے لے کر آ گئی۔ برتن دھونے کے ساتھ ہی اس نے چائے کا پانی چولھے پہ رکھ دیا تھا۔ پتی اور دودھ کا ڈبا وہیں الماری میں نظر آ گیا تھا۔ وہ شکر کر رہی تھی کہ کرنے کو کام ہے ورنہ سوچ سوچ کر نڈھال ہو جاتی۔ امی جان کی پریشانی کے خیال سے بے کل ہو رہی تھی۔

حارث نے پرتشکر اور ستائش آمیز نظروں سے اسے دیکھا۔ ٹرے میں سلیقے سے کپ چینی اور دودھ رکھا تھا۔

"ارے' تمہیں سب چیزیں کیسے مل گئیں؟" جینا حیران تھی۔

"بس ایک نظر دیکھنے کی ضرورت تھی۔ سب کچھ وہیں تو تھا۔" چائے کے بعد اس نے برتن دھو کر رکھ دیئے۔ حارث سوچنے لگا اب کیا کیا جائے۔ ایک بار پھر باہر جا کر گاڑی اسٹارٹ کی لیکن وہی نتیجہ برآمد ہوا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ گاڑی خراب تھی' اور موبائل فون پاس نہیں تھا۔ بنگلے میں فون تو موجود تھا لیکن ڈیڈ تھا' چونکہ کچھ ہو نہیں سکتا تھا اس لیے فیصلہ کیا گیا کہ رات تو ادھر ہی گزارنی پڑے گی۔ صبح تازہ دم ہو کر کوئی ترکیب سوچیں گے' شاید بھولے سے کوئی ادھر نکل آئے۔ خواب گاہ ایک ہی تھی' درمیانی حصے میں دو تین صوفہ بیڈ تھے۔ اس لیے فیصلہ ہوا کہ اکلوتی خواب گاہ حارث کے پاس ہوگی اور وہ سب صوفے بیڈ کھول کر وہیں لیٹ جائیں گی۔ رات کو صاعقہ نے بچے ہوئے انڈوں سے دوبارہ آملیٹ بنا کر سب کو کھلا دیا اور صفائی کے بعد ان سب کے پاس آ گئی۔ حارث جلد ہی اپنی خواب گاہ میں چلا گیا۔ لڑکیاں صوفہ بیڈز بچھا کر لیٹ گئیں اور دنیا جہاں کی باتیں کرنے لگیں۔ صاعقہ اداس اور پریشان ایک طرف بیٹھی تھی۔ کسی نے اسے تسلی دینے کی کوشش نہیں کی بلکہ وہ اس کی پریشانی سے خوب محظوظ ہو رہی تھیں پھر باتیں کرتے کرتے سب

سوگئیں لیکن صاعقہ کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی' رہ رہ کرامی جان کا متفکر چہرہ آنکھوں کے سامنے آتا تو آنکھیں پانیوں سے بھر جاتیں۔ ان تینوں کے لیے تو یہ معمول کی بات تھی' کئی بار پہلے بھی ایسے مواقع آچکے تھے کہ وہ گھر سے باہر پروگرام بنا کر گئی تھیں اور پھر کسی وجہ سے باہر ہی رہ گئی تھیں کبھی کسی دوست کے گھر رات رہ لیا' کبھی کسی کزن نے زبردستی روک لیا۔ ان کے والدین کو ایسے واقعات کی کچھ خاص پروا ہی نہ تھی لیکن صاعقہ کے لیے تو یہ پہلی بے خواب رات تھی' جو پریشانی سے پر تھی' وہ گھبرا کر صوفہ بیڈ سے اٹھی اور ایک صوفے پر سکڑ کر بیٹھ گئی۔ گھٹنوں میں سر دے دیا۔ دو بج گئے تھے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے' سسکیاں' ہچکیوں میں بدلنے لگیں تو وہ ان سب کی نیند ٹوٹنے کے خیال سے اٹھی اور کچن میں آگئی۔ وہاں ایک اونچے اسٹول پہ بیٹھ کر آنسو بہانے لگی۔ کتنی دیر گزر گئی' بیٹھے بیٹھے کمر اکڑ گئی تو نیچے اتر کر وہیں فرش پر کونے میں گھٹنوں میں سر دے کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ آنسو رکنے کا نام نہ لے رہے تھے۔ امی جان کا خیال آتا تو دل بیٹھنے لگتا' تبھی کندھے پر کسی بھاری ہاتھ کا لمس محسوس ہوا تو گھبرا کر سر اٹھایا۔ حارث کو دیکھ کر جلدی سے کھڑی ہوگئی۔

"کیا بات ہے صاعقہ' کوئی مسئلہ ہے کیا؟" حارث نے انتہائی نرمی سے پوچھا تو اس کا رونا اور بھی تیز ہوگیا۔

"پلیز صاعقہ! مت روئیے' بتائیے نا کیا بات ہے؟" وہ بھی ان چاروں کے اٹھ جانے کے خیال سے دھیمی آواز میں سرگوشی کررہا تھا۔

"مجھے...... مجھے گھر جانا ہے......" وہ سسکیوں کے درمیان اس کی طرف دیکھ کر بولی تو وہ ان آنکھوں کی حشر سامانیوں میں ڈوب ڈوب گیا۔ ابھرنا مشکل ہوگیا۔ کئی لمحے کچھ بول نہ سکا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں صاعقہ! کل ہم یہاں سے ضرور چلے جائیں گے اور میں آپ کی امی سے خود جا کر معافی مانگوں گا' اور یہ بھی بتاؤں گا کہ آپ بالکل بے قصور ہیں' سارا قصور میرا ہے۔"

"لیکن آج کی رات جو امی جان سو نہیں سکیں گی' اس کا کیا ہوگا......؟"

"اس کے لیے آپ جو بھی سزا تجویز کریں مجھے منظور ہوگی۔" وہ دھیرے سے دلکشی سے مسکرایا تو وہ رونا بھول کر حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"اس میں آپ کا کیا قصور......! سارا قصور تو جینا آپا کا ہے جو دھوکے سے مجھے ساتھ لے آئیں۔"

"یہ تو ہے' لیکن میں نے موبائل لے جانے سے منع کیا تھا ورنہ مشکل نہ ہوتی۔"

"یہ بھی صحیح ہے۔" وہ تھوڑی سی پرسکون ہوگئی تھی۔ حارث نے موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا۔

"میرا خیال ہے آپ کو نیند نہیں آرہی...... مجھے بھی نہیں آرہی ...... باہر اس وقت موسم بہت اچھا ہورہا ہے۔ چودھویں کا چاند پوری آب وتاب سے چمک رہا ہے۔ چاندنی چٹکی ہوئی ہے۔ بارش کے بعد ہر چیز دھل کر نکھر گئی ہے۔ باہر سیڑھیوں پہ بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔"

"باہر......!" وہ متذبذب تھی۔ "اگر کوئی اٹھ گیا تو میری تو مشکل ہوجائے گی۔"

"ان کی فکر نہ کرو' یہ گھوڑے بیچ کر سوئی ہیں' اب صبح کی خبر لائیں گی۔"

"لیکن باہر اس وقت تو مجھے ڈر لگے گا۔ جنگلی علاقہ ہے کوئی جانور آگیا تو......؟" اس نے ایک اور بہانہ بنایا اسے اپنی ساکھ بہت عزیز تھی۔

"میں ہوں نا......! میرے ہوتے ہوئے کیا ہو سکتا ہے؟" وہ بے حد اپنائیت سے بولا۔ "اگر کوئی شیر آ گیا تو اسے کہوں گا پہلے مجھے کھائیے مہاراج!" صاعقہ کا چہرہ بے ساختہ مسکراہٹ سے روشن ہوگیا۔ دروازہ کھول کر دونوں باہر آئے تو چاندنی میں نہائے ہوئے منظر سے مبہوت ہوگئے۔

"اوہ' کتنا حسین سماں ہے۔" وہ بچوں کی طرح خوش ہو کر بولی۔ پھر دونوں سیڑھیوں پہ بیٹھ گئے۔ حارث نے اس سے ڈھیروں باتیں کیں' اپنے وطن آنے کا مقصد بھی بتایا۔

"ممی تو چاہتی ہیں میں ان چاروں میں سے کسی ایک کو منتخب کرلوں اور شادی کر کے واپس لوٹ جاؤں۔ انہیں اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کسی کو کوئی کام وام آتا ہے یا نہیں...... کسی میں کوئی سلیقہ ہے یا نہیں...... کسی کے لباس اور حرکات وسکنات میں شرم وحیا ہے یا نہیں...... حالانکہ ممی نانی حضور کی اکلوتی بیٹی ہیں۔ نانی حضور نے ابھی تک اپنی روایات اور اقدار کو سینے سے لگایا ہوا ہے لیکن شاید ممی اتنے برس دیارِ غیر میں رہنے کے بعد وہاں کے ماحول میں اس طرح رچ بس گئی ہیں کہ انہیں اب کچھ برا نہیں لگتا۔ وہ سمجھتی ہیں کہ کام کا کیا ہے میرے بیٹے کے وسائل اتنے ہیں کہ وہ خادمہ رکھ سکے لیکن میرا نکتہ نظر قطعی مختلف ہے۔ میرے خیال میں عورت کا سارا حسن ہی اس بات میں ہے کہ وہ نیک ہو' پاکیزہ لباس پہنے' گھر سجانے اور گھر داری سے نپٹنے کے لیے سلیقہ رکھتی ہو لیکن میرے خیال میں تو یہ چاروں ہی فیل ہوگئیں۔ یہ گھر داری کی چھوٹی چھوٹی ضرورت پہ بھی پوری نہیں اترتی ہیں بالکل صفر ہیں ہر معاملے میں...... بھلا ایسی لڑکی میری بیوی کیسے بن سکتی ہے جو اتنے غرور سے یہ دعویٰ کرے کہ اسے تو چولھا جلانا بھی نہیں آتا...... پانی ابالنا تک نہیں آتا......؟ ٹھیک ہے' میں باہر کے ملک میں رہتا ہوں' روشن خیال ہوں مگر بیوی کے بارے میں میرے خاص نظریات ہیں جن سے کم پہ میں سمجھوتا نہیں کرسکتا' نا ہی کروں گا۔" صاعقہ ہاتھ پہ اپنی تھوڑی ٹکائے بڑے غور سے اس کی باتیں سن رہی تھی اور اس کے خیالات سے کافی متاثر بھی لگ رہی تھی۔

"آپ کے خیالات جان کر خوشی ہوئی حارث بھائی ورنہ میں تو آپ کو......" وہ ایک دم چپ ہوگئی۔

"اوہ' کیا سمجھتی تھیں آپ مجھے......؟"

"دھوکے باز' آزاد خیال' فیشن زدہ امریکا پلٹ نوجوان......" صاعقہ کی آواز میں شرارت تھی۔

"اوہ خدایا' یہ تاثر دیا میں نے اپنا......؟"

"تاثر تو یہی دیا تھا۔" وہ تھا پہ زور دے کر بولی۔

"لیکن اب میرے خیالات بدل گئے ہیں۔" حارث نے سکھ کا سانس لیا۔ صاعقہ نے سکڑنے والے انداز میں اپنے دونوں بازو سمیٹ لیے جیسے اسے خنکی محسوس ہورہی ہو' حارث نے جلدی سے اپنے کندھوں سے چادر اتار کر اس کے کندھوں پہ ڈال دی جو اسے خواب گاہ سے ہی ملی تھی۔ صاعقہ بے اختیار لجا گئی۔ حارث مبہوت اسے دیکھتا رہ گیا۔

"اس وقت سے میں ہی بولتا جارہا ہوں۔ آپ بھی تو اپنے بارے میں کچھ بتائیے۔"

"کیا کریں گے جان کر......؟" وہ پھیکے لہجے میں بولی۔ "انتہائی مختصر سی روکھی پھیکی کہانی ہے۔ میری پیدائش سے کچھ ماہ بعد ہی ابو جان ایک حادثہ میں خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ امی جان اس دنیا میں اکیلی رہ گئیں۔ طیب ماموں (جینا کے ڈیڈی) چونکہ امی کے چچازاد تھے اور ابو جان نے اپنے اچھے وقتوں میں ہمیشہ ان کی مدد کی تھی' ان کو اپنے پاؤں پہ کھڑے ہونے اور کاروبار کی داغ بیل ڈالنے میں مدد کی تھی

اس لیے شاید ابو کے احسانات کا بدلہ چکانے کے لیے وہ ہمیں اپنی انیکسی میں لے آئے۔ امی ایک بیٹی کے ساتھ تنہا اپنے ذاتی مکان میں نہیں رہنا چاہتی تھیں کیونکہ ان کے خیال کے مطابق زمانہ اتنا خراب ہے کہ وہ تنہا ماں بیٹی کو عزت سے جینے نہ دیتا اس لیے خاموشی سے آ گئیں...... حالانکہ ہمارے کئی فلیٹس اور دکانیں امی جان کے نام ہیں جن سے اتنا کرایہ آ جاتا ہے کہ ہم خدا کے فضل سے کافی خوش حال ہیں۔ عارفہ ممانی کو بھی ہمارا یہاں رہنا پسند تو نہیں لیکن وہ ماموں کی وجہ سے خاموش ہیں لیکن ان کی اولاد ہمیں کمتر اور حقیر سمجھتی ہے جیسے ہم انکا حق غصب کر رہے ہوں حالانکہ امی جان نے کبھی ان سے پھوٹی کوڑی تک نہیں لی۔ اسی لیے میں نہ تو زیادہ اندرونی گھر میں جاتی ہوں اور نہ ہی کسی سے زیادہ بے تکلف ہوتی ہوں۔ میں اپنی انا اور خودداری کے بارے میں بہت خودغرض ہوں۔"

حارث کی نظریں اس کے ملیح چہرے سے ہٹ نہیں رہی تھیں۔ ان کا دل چاہا یونہی وہ بولتی رہے اور وہ سنتا رہے۔ اس کے کانوں میں اس کی آواز کا رس گھلتا رہے۔ چاندنی میں نہائی وہ سنگ مرمر کی کوئی مورت لگ رہی تھی۔ نازک اور دلکش! بالوں کی آوارہ لٹیں چہرے کے دونوں طرف جھول رہی تھیں بے اختیار ہی حارث کا ہاتھ آگے بڑھا اور اس نے ایک لٹ کو نرمی سے اس کے کان کے پیچھے کر دیا۔ کچھ ایسا تھا حارث کی نظروں میں کہ وہ گھبرا کر اٹھ گئی۔

"میرا خیال ہے اندر چلیں۔ نیند آ رہی ہے۔"

"چلیے!" اس کے گریز پہ وہ دھیرے سے مسکرایا۔ دونوں ہی اپنے اپنے بستروں میں جانے کیا سوچتے سوچتے نیند کی آغوش میں چلے گئے۔

صبح جینا نے اسے جھنجوڑ کر جگایا تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

"کیا دوپہر تک سوتی رہو گی......؟ اٹھو ہمارے لیے ناشتا بناؤ...... ابھی تک بیڈ ٹی بھی نہیں ملی۔ سر درد سے پھٹا جا رہا ہے۔" صاعقہ نے ناگواری سے اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں کے گلابی ڈورے بے خوابی کا اعلان کر رہے تھے۔ وہ چند لمحے بیٹھی رہی۔ تینوں لڑکیوں نے منہ دھو لیے تھے اور چائے کے لیے بے قرار ہو رہی تھیں۔ صبح صبح بیڈ ٹی کی عادی تھیں آج نہیں ملی تو مزاج خراب ہونا ہی تھا۔ وہ منہ دھو کر کچن میں گئی تو جینا حارث کو جگانے چل دی۔ واپسی پہ نئی خبر سب کی منتظر تھی۔

"حارث کو تو بہت تیز بخار ہے۔ لگتا ہے ٹھنڈ لگ گئی ہے۔" صاعقہ کو ایک دم اس گرم چادر کا خیال آیا جو حارث نے اسے اڑھا دی تھی۔ اسے بے حد افسوس ہوا۔ اس کی وجہ سے حارث کو ٹھنڈ لگ گئی تھی۔ سب کو چائے دے کر اس نے انڈے نکالے ایک انڈا حارث کے لیے ہاف بوائل کیا' آملیٹ اور سلائس ان تینوں کے سامنے رکھے تو انہوں نے ناک چڑھایا۔

"رات بھی یہی کھایا تھا۔ میں تو دو وقت لگاتار ایک چیز نہیں کھا سکتی۔"

"اوہ کتنا دل چاہ رہا تھا' حلوہ پوری کھانے کو......" ایک نے حسرت سے کہا۔

"یا پھر نان اور نہاری......!" دوسری نے چٹخارہ لیا۔

"ارے کچھ بھی ہوتا لیکن دوبارہ وہی آملیٹ......" بھرپور تائید کی گئی پھر بھی تینوں کو وہی زہر مار کرنا پڑا۔ کوئی چارہ جو نہیں تھا۔ حارث کے بارے میں کسی نے نہ سوچا۔ اسی الجھن میں صاعقہ نے بھی ناشتا نہیں کیا تھا۔ جھجکتے ہوئے اس نے تینوں کی طرف دیکھا۔

"حارث بھائی کو چائے اور گولی دے آئیں۔ ان کا بخار اتر جائے گا۔"

"ہم کیا نوکر ہیں اس کے......؟"

"ہم سے خدمتیں نہیں ہوتیں اور نہ ہی ناز اٹھائے جاتے ہیں۔"

"حد ہو گئی! آئے تو تھے کہ وہ ہمارے ناز اٹھائے گا۔ الٹا اسے ہم سے خدمت لینے کا خیال آ رہا ہے۔ تمہیں اتنی ہمدردی ہو رہی ہے تو خود دے آؤ۔"

وہ ایک ٹرے میں سب چیزیں رکھ کر کمرے کی طرف آئی۔ دروازہ کھول کر اندر آئی' دروازہ اپنے پیچھے کھلا ہی رہنے دیا۔ آہستہ سے بیڈ کے قریب آئی۔ ٹرے دائیں تپائی پہ رکھی اور آہستہ سے اسے آواز دی۔ دو تین بار آواز دینے سے اس نے آنکھیں کھولیں۔ صاعقہ کا نکھرا نکھرا فکرمند چہرہ خواب لگ رہا تھا۔ ورنہ وہ بھلا ان کے کمرے میں کیوں آئے گی۔

"یہ گولی لے لیجیے حارث بھائی! بخار اتر جائے گا۔" وہ کوشش کر کے اٹھا' نظریں صاعقہ پہ ہی مرکوز تھیں۔ گولی دینے سے پہلے صاعقہ نے اسے انڈا کھلایا پھر چائے بھی پلا کر گولی دے دی۔

"ٹھنڈ لگوالی نا آپ نے......؟ آپ کو مجھے اپنی چادر نہیں دینی چاہیے تھی۔"

"میں خوش ہوں کہ آپ کو بچا لیا۔" وہ بھاری آواز میں بولا۔ ابھی گولی نے اپنا اثر نہیں کیا تھا اس لیے اس کی آواز بھاری اور آنکھیں سرخ ہی تھیں۔ باہر سے ان کی باتوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

"پتا نہیں کس مصیبت میں پھنسا دیا ہے اس حارث کے بچے نے۔ خود بیمار ہو کر بیٹھ گیا ہے۔" ذوبی کی آواز کی جھنجلاہٹ صاعقہ صاف محسوس کر سکتی تھی۔

"ارے تمہیں کیا فرق پڑا......؟ خدمت تو صاعقہ کر رہی ہے' ہماری بھی اور اس کی بھی...... خدا کا شکر ہے جینا تم اسے لے آئیں ورنہ ہمارا کیا بنتا......؟"

"میں تو واپس جا کر اس جھنجٹ میں ہرگز نہیں پڑوں گی۔ دنیا میں اور بھی تو مرد ہیں' دولت مند بھی ہیں۔ اعلیٰ نوکری بھی ہے۔ ہمیں چاہیے حارث کو چھوڑ کر کسی اور طرف بھی دیکھیں' خواہ مخواہ اسے سر پہ چڑھا لیا ہے۔" ان سب کی باتیں سن کر حارث کے لبوں پہ طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ صاعقہ ٹرے لے کر اٹھ گئی۔

"میں اب چلتی ہوں...... آپ آرام کریں۔"

"صاعقہ پلیز! تھوڑی دیر تو بیٹھو۔" وہ لجاجت سے بولا۔ "تمہیں اندازہ نہیں شاید کہ تمہاری موجودگی کتنے سکون کا باعث ہے۔ مجھے ایسا ہی سکون چاہیے۔ ایسی ہی لڑکی کی تلاش تھی جو...... جو......"

"پلیز حارث بھائی!" وہ گھبرائی۔ "آپ بالکل آرام سے لیٹے رہیے۔ میں آپ کے لیے یخنی بنانے جا رہی ہوں۔ فریزر میں چکن کا ایک پیکٹ دیکھا تھا۔ آپ کو بخار کے بعد کمزوری محسوس ہوگی تو اس وقت یخنی بے حد کارآمد ہو گی۔"

"پلیز! صرف دو منٹ۔" بخار کی حدت سے سرخ آنکھوں میں التجا تھی جسے رد کرنا صاعقہ کے بس میں نہیں تھا۔ وہ بے چین سی بیٹھ گئی۔ ان تینوں کا وجود اس کے دماغ پہ مسلط تھا۔ اور حارث یہ جانتا تھا۔

"تم ان لوگوں کی فکر مت کرو۔ بس دو منٹ میرے پاس بیٹھو۔ میرے سامنے...... میں تمہیں جی بھر کر دیکھنا چاہتا ہوں۔" وہ بخار کی غنودگی میں مدہوش سا جانے کیا کہہ رہا تھا۔ صاعقہ نے گھبرا کر باہر کی طرف نظر دوڑائی...... وہ سب باتوں میں مگن تھیں۔

حارث نے بے اختیار اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''پلیز حارث بھائی! ہوش میں آئیں' کچھ مت بولیں' آرام سے لیٹے رہیں۔'' حارث کے ہاتھوں سے کوئی برقی رو تھی جو صاعقہ کے ہاتھ میں سرائیت کر گئی۔ صاعقہ نے جلدی سے ہاتھ چھڑایا' ٹرے اٹھائی اور باہر نکل آئی۔

''اتنی دیر وہاں بیٹھنے کی کیا ضرورت تھی۔ بڑا شوق ہے تیمارداری کا......؟'' جینا کا لہجہ زہریلا تھا۔

''میں نے تو آپ سے کہا تھا کہ خود چائے دے آئیں۔'' صاعقہ کی عزت نفس پہ چوٹ پڑی تو وہ جینا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔ لہجے میں مضبوطی اور اعتماد تھا۔ جینا پیچ وتاب کھا کر رہ گئی۔

صاعقہ نے چکن کو کاٹ کر کچھ حصے سے یخنی کے لیے پانی رکھ دیا' اور باقی چکن سے دوپہر کے لیے پلاؤ بنالیا۔ برتن بھی دھو کر رکھ دیئے۔ حارث اٹھا تو بخار بہت کم تھا۔ صاعقہ نے یخنی کا پیالا اس کے سامنے رکھا اور باقی لوگوں کو پلاؤ پیش کردیا۔

''میں بھی پلاؤ کھاؤں گا۔'' حارث اسے دیکھ کر ضدی لہجے میں بولا۔

''آپ کے لیے مناسب نہیں ہے۔ معدہ برداشت نہیں کرے گا۔'' وہ آہستہ سے بولی۔ اس سارے عرصے میں اس نے حارث کی طرف نہ دیکھا' ہمت ہی نہ ہوئی' لنچ ختم ہوا تو باہر گاڑی رکنے کی آواز آئی۔ اس بنگلے کا مالک حارث کا دوست پہنچ گیا تھا۔ لڑکیاں خوشی سے اچھل پڑیں۔

❀......❀......❀

بیگم عثمانی نے حارث کو ایسے دیکھا جیسے اس نے چاند کی تمنا کردی ہو۔ انہوں نے یہاں آتے ہوئے یہی سوچا تھا کہ بھائی کی بیٹیوں میں سے کسی ایک کو حارث ضرور پسند کرلے گا' اگر وہ نہیں تو اپنے چچاؤں کی بیٹیاں ہی سہی...... صاعقہ کے بارے میں تو انہوں نے خواب میں بھی نہ سوچا تھا بینا اور جینا فیشن زدہ آزاد خیال لڑکیاں تھیں سوسائٹی کے طور طریقوں سے واقف تھیں لباس پہننے کا بھی سلیقہ تھا اور ان کی نظروں میں ایسے لباس پہننے میں کوئی مضائقہ بھی نہیں تھا۔ سجاد اور عباد کی بیٹیاں بھی حارث کے ساتھ قدم ملا کر بخوبی چل سکتی تھیں' کیونکہ وہ بھی آج کل کے نام نہاد طور طریقوں پہ پوری اترتی تھیں لیکن صاعقہ؟ ٹھیک ہے وہ پڑھی لکھی تھی۔ شکل وصورت بھی اچھی تھی۔ اٹھنے بیٹھنے میں ایک تمکنت اس کی شخصیت کا خاصہ تھی۔ سلیقہ' شرافت اور وقار اس کے لباس سے بھی چھلکتا تھا' لیکن حارث کو ایسی بیوی کی ضرورت نہیں تھی' پھر وہ تو اشاروں کنایوں میں بھائی پہ تھوڑا بہت واضح بھی کرچکی تھیں کہ وہ بینا اور جینا میں سے کسی ایک کو بہو بنائیں گی۔ اب وہ خدا کا شکر ادا کررہی تھیں کہ ابھی بھابی سے کچھ نہیں کہا تھا۔ وہ حارث پہ خوب ہی ناراض ہوئیں' ساتھ میں سلطنت آرا سے بھی شکایت کرنے سے نہ چوکیں۔ سلطنت آرا نے بہت سنجیدگی سے بیٹی کی طرف دیکھا جو اس وقت انہیں بالکل اجنبی لگ رہی تھی۔

''دیکھو ارجمند! تم میری بیٹی ہو اور طیب میرا بیٹا ہے۔ مجھے بھی اپنی پوتیاں عزیز ہیں لیکن حارث تیرا واحد نواسا ہے' شروع میں چار سال یہ میرے پاس رہا ہے اس لیے مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔ جینا اور بینا میری پوتیاں ضرور ہیں لیکن روشن خیالی اور فیشن کی آڑ میں وہ جس قسم کے سانچے میں ڈھل چکی ہیں' وہ حارث کی بیوی بننے کے لیے قطعاً موزوں نہیں ہیں۔ میں تو اس ملک میں ان کے مستقبل کے لیے ازحد پریشان ہوں۔ شروع میں میں نے بے حد چاہا کہ بہو ان کی پرورش اسلامی خطوط کے مطابق کرے لیکن اس پہ بھی جدیدیت کا بھوت اسی طرح سوار تھا۔ میری ایک نہ سنی گئی' اب وہ دونوں جس قسم کے خیالات اخذ کرچکی ہیں' وہاں جاکر تو تھوڑی سی مروت جو ان میں رہ گئی ہے' وہ بھی بالکل ختم ہوجائے گی۔ جبکہ حارث کے ذہنی سکون اور آئندہ نسل کی تربیت کے لیے ضروری ہے کہ اس کی بیوی خاندانی اقدار کی حفاظت کرنے کے ساتھ ساتھ سلیقہ مند بھی ہو۔ مضبوط کردار کی مالک ہو' دین دار ہو' محبت بھرے دل کی مالک ہو' تاکہ آئندہ نسل میں دین کی محبت اور اسلام کی اقدار منتقل کرسکے۔''

''تو بینا اور جینا میں آخر کیا خرابی ہے؟'' ارجمند بانو کمزور سے لہجے میں بولیں تو حارث نے بے اختیار ان کو اپنے ساتھ لگالیا۔

''ممی پلیز! ذرا میرے نکتہ نظر سے سوچیں۔ میں بھی پہلے آپ کے خیالات کے مطابق سوچتا تھا۔ میرا بھی یہی خیال تھا کہ عورت کو خوب صورت ہونا چاہیے' ماڈرن ہونا چاہیے سوسائٹی میں چلنے کے طریقے آنا چاہئیں۔ غیر مردوں سے بات کرتے ہوئے جھجکنا نہیں چاہیے۔''

''تو ٹھیک تو ہے' عورت کو یہ سب آنا چاہیے۔''

''عورت کو سب آنا تو چاہیے ممی' لیکن ساتھ ساتھ کام کرنا بھی تو آنا چاہیے۔ خدا نے عورت اور مرد کو پیدا کرتے ہوئے ان کی جسمانی ساخت اور ذہنی صوابدید کے مطابق ذمہ داریاں عطا کی ہیں۔ ان ذمہ داریوں کو بہترین طریقے سے سرانجام دینے کے لیے جذباتی نفسیاتی اور جسمانی طور پہ خاص قسم کے سانچے میں ڈھالا ہے۔ مرد پہ کمانے کی ذمہ داری ڈالی ہے' عورت کی حفاظت کی ذمہ داری ڈالی ہے اور عورت پہ گھر سنبھالنے کی ذمہ داری ڈالی ہے' پہلے میں یہ سمجھتا تھا کہ کام وام کی کیا بات ہے۔ کام کے لیے

عاصمہ یوسف بٹ

السلام علیکم! آنچل اسٹاف' قارئین اور رائٹرز۔ میرا نام عاصمہ ہے اور میں ایم اے اردو کررہی ہوں اور گوجرانوالہ کے گاؤں مان سے تعلق رکھتی ہوں۔ میں 16 اپریل کو پیدا ہوئی۔ ہم آٹھ بہن بھائی ہیں۔ میری فیورٹ کتاب قرآن مجید ہے اور مجھے ترجمے کے ساتھ پڑھنے کا بہت شوق ہے اور میں بہت جلد اپنا یہ شوق پورا بھی کرلوں گی' ان شاء اللہ۔ مجھے پڑھنا بہت اچھا لگتا ہے میں اپنے والدین سے بہت پیار کرتی ہوں۔ خدا کرے ان کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ سلامت رہے' آمین۔ میری بیسٹ فرینڈ ثوبیہ ہے جو مجھے بہت عزیز ہے اور میں اس سے سب کچھ شیئر کرسکتی ہوں۔ جب کوئی مجھ سے ناراض ہوتا ہے تو مجھے منانا نہیں آتا۔ اس لیے اپنی دوست سے التجا کرتی ہوں کہ وہ مجھ سے ناراض نہ ہوا کرے۔ میں سادگی پسند کرتی ہوں اور خود بھی سادہ ہوں۔ میرے پسندیدہ رنگ سرخ اور بلیک ہیں' کھانے میں بریانی پسند ہے۔ مجھے مہندی لگانا اور چوڑیاں پہننا بہت پسند ہے۔ مجھے کوکنگ بالکل نہیں آتی۔

برسات کا موسم بہت پسند ہے۔ مجھے اور میری دوست کو بارش دیکھنا بہت اچھا لگتا ہے۔ میری سب سے بری عادت میں جلدی کسی سے فرینک نہیں ہوتی لیکن دوسروں سے اکثر دھوکا کھا جاتی ہوں۔ میرے فیورٹ سنگرز میں راحت فتح علی خان اور علی عباس شامل ہیں۔ مجھے شاعری بھی پسند ہے۔ میری پسند ناپسند میری فرینڈ سے بہت ملتی ہے' میں ہمیشہ سب کی کامیابی کے لیے دعا گو رہتی ہوں۔ آنچل کی تمام رائٹرز بہت اچھی ہیں۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

ملازمہ رکھی جاسکتی ہے لیکن میرے تجربے نے مجھے سکھایا ہے کہ عورت کا حسن اور خوب صورتی اس کے سلیقے اور گھرداری میں ہے۔ ٹھیک ہے کام کرنے کے لیے ملازم رکھے جاسکتے ہیں لیکن ملازمین سے کام لینے کے لیے بھی تو ذہانت اور سمجھ بوجھ کی ضرورت ہے۔ میں نے کئی دوستوں کے گھر ملازمین کے سبب تباہ و برباد ہوتے دیکھے ہیں۔ عورت کو کام کرنے کی ضرورت نہ بھی ہو تو کام کرنا آنا تو چاہیے تاکہ ہنگامی حالات آپڑیں تو عضو معطل بن کر نہ رہ جائے۔ فیشن کرے لیکن پاکیزگی اور شرافت کے دائرے میں رہ کر...... غیروں سے گفتگو کا سلیقہ ہونا چاہیے چھوٹی موٹی محفلوں میں خود کو اعتماد کے ساتھ سنبھالنے کا گر آنا چاہیے لیکن شائستگی کے دائرے میں رہ کر...... عورت کی خوب صورتی بھونڈے فیشن اور دکھاوے کے جدید لباس کی مرہون منت نہیں ہے لیکن یہ خوب صورتی تو ایسی منہ بند کلی ہے کہ جس کی خوشبو بڑھتی جائے گی ختم نہیں ہوگی۔ اصلی عورت ایک خوشبودار پھول ہے کوئی کاغذ کا خوشنما گلدستہ نہیں کہ اسے محفل کے بیچ میں میز پہ سجادیا جائے جو لڑکیاں محفل میں بڑے فخر سے اقرار کرتی ہیں کہ وہ کبھی کچن میں نہیں گئیں انہوں نے کبھی کام کو اس لیے ہاتھ نہیں لگایا کہ ان کی جلد خراب نہ ہوجائے میرے نزدیک وہ دنیا کی بدصورت ترین لڑکیاں ہیں۔ ممی! مجھے ایسی لڑکی کی ضرورت نہیں ہے جو فیشن زدہ ہو بلا ضرورت انگلش بولے۔ غیر مردوں سے بے دھڑک باتیں کرے انہیں اپنے ناز و ادا سے لبھائے...... اگر مجھے ایسی عورت چاہیے ہوتی تو امریکا میں کوئی کمی تھی......؟ اور یوں بھی ایسی عورتوں کی ضرورت ان مردوں کو ہوتی ہے جن کو اپنے قوت بازو پہ بھروسا نہیں ہوتا اور جو عورت کو اپنی ترقی کے لیے بطور سیڑھی استعمال کرنے میں قباحت نہیں سمجھتے۔ مجھے اپنی آئندہ نسل ایسی عورت کی گود میں نہیں دینی اور نانی حضور مجھ سے متفق ہیں آپ بے شک پوچھ لیجیے ان سے......"

حارث نے بڑے اعتماد سے سلطنت آرا کی طرف دیکھا...... ارجمند بانو خاموش تھیں۔ ایک طرح سے وہ حارث سے اختلاف نہیں رکھتی تھیں۔ صاعقہ اور شہر بانو سے جتنی بار بھی ملاقات ہوئی تھی ان کے دل کو ایک گونہ سکون اور خوشی سی محسوس ہوئی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے خواب میں بھی اسے بہو بنانے کے بارے میں نہیں سوچا تھا لیکن اب جب حارث نے خواہش ظاہر کی تو اگلے پورے ہفتے انہوں نے ہر پہلو سے اس بارے میں سوچا اور غور سے صاعقہ کی گفتگو حرکات و سکنات اور عادات کا جائزہ لیا۔ حارث اکلوتا بیٹا تھا اس کی خوشی وہ بہرحال چاہتی تھیں اور اگر اس کی خوشی ان کے اطمینان قلب کا ذریعہ بھی بن جاتی تو اس سے اچھی بات اور کیا تھی۔ زندگی تو اسے ہی گزارنی تھی اور اس کے نظریات جن میں پاکستان آنے کے بعد خاطر خواہ تبدیلی ہوئی تھی ایسے برے بھی نہ تھے۔

❁......❁......❁
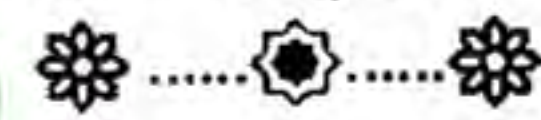
حارث سیاہ سوٹ زرد اور براؤن لائنوں والی ٹائی اور سیاہ چمکدار جوتوں کے ساتھ تیار ہوکر باہر آئے۔ صاعقہ فیملی روم میں بلو جینز اور بلیک ٹی شرٹ پہنے میز پہ دونوں پاؤں پھیلائے بیٹھی تھی۔ آنکھیں بند تھیں جیسے سخت نیند میں ہو۔ حارث نے حیران ہوکر اسے دیکھا۔ انہیں اسپتال سے دیر ہورہی تھی اور ناشتے کا نام و نشان بھی نہ تھا۔

"صاعقہ...... صاعقہ......! اٹھو میرا ناشتا کہاں ہے؟" انہوں نے قریب آکر اسے جھنجوڑ ڈالا۔ وہ جیسے ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی۔ "میرا ناشتا......؟" حارث نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"جناب! میں تو ساری زندگی کبھی کچن میں نہیں گئی۔ ممی کہتی ہیں کہ کام کرنے سے لڑکیوں کی جلد خراب ہوجاتی ہے۔ آپ مجھ سے کھانا پکانے کی توقع تو بالکل نہ رکھیے گا۔ ذرا خود بھی ہاتھ پیر ہلائیں یا پھر مجھے کوئی ملازمہ رکھ دیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ میں سارا دن گھر میں اکیلے بور ہوتے نہیں گزار سکتی میرے لیے کسی نوکری کا بندوبست کریں اور مجھے نئے ملبوسات خرید کردیں۔ میں ان سارے دقیانوسی قسم کے کپڑوں سے تنگ آچکی ہوں اور اب ماڈرن قسم کے مغربی لباس پہننا چاہتی ہوں۔" حارث کا دل بیٹھ گیا۔ اس نے حیران نظروں سے صاعقہ کی طرف دیکھا۔ صاعقہ نے لاکھ کوشش کی لیکن ہونٹوں کے مسکراتے گوشے حارث سے چھپ نہ سکے۔ انہوں نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"ٹھیک ہے ناشتا تو میں ہم دونوں کے لیے بنا لیتا ہوں۔ تم جلدی سے تیار ہوجاؤ میرے ساتھ ہی نکل جانا تمہاری نوکری کا بندوبست ہوجائے گا لیکن یہ یاد رکھنا کہ اس قابلیت کے ساتھ یا تو تمہیں گیس اسٹیشن پہ نوکری ملے گی یا پھر کسی فاسٹ فوڈ پلیس پہ...... کیونکہ پاکستان کی گریجویشن یہاں تسلیم نہیں کی جاتی...... اور تیار ہونے کے بعد اپنے سارے پرانے فیشن کے کپڑے بھی سمیٹ لینا کسی مسجد میں خیرات کردیں گے۔" ساری تقریر کے بعد وہ کچن کی طرف مڑے اور جاکر پانی کی ٹیپ کھول دی۔ صاعقہ بوکھلا کر پیچھے بھاگی اور عین ان کے سامنے آگئی۔

"مجھے معاف کردو حارث! میں تو مذاق کررہی تھی۔" وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ "آپ سنجیدہ ہوگئے؟"

"کون کہتا ہے میں سنجیدہ ہوگیا......؟" اس نے اسے مسکرا کر دیکھا۔ "میں تو اپنی محبوب بیوی کی ہمت دیکھ رہا تھا کہ وہ اس مذاق کو کہاں تک پہنچاتی ہے۔ ویسے یار غضب ڈھا رہی ہو ان کپڑوں میں...... کیوں نا نئے ملبوسات والی بات کو سنجیدگی سے لے لیا جائے؟ کبھی کبھی یہ پہن لینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں جیسا دیس ویسا بھیس۔"

"ہاں حرج تو کوئی نہیں......" صاعقہ بے حد شوخی سے بولی۔ "پھر بھی آپ ان باتوں کو چھوڑیے اور ڈائننگ روم میں چلیے ناشتا تیار ہے۔ اور آج تو آپ کی پسند کے مزے دار پراٹھے ہیں لیکن یہ روز نہیں چلے گا آپ کی صحت میری پہلی ترجیح ہے۔"

"اور یہ جو تم نے ابھی کیا تھا......؟"

"یہ بھی صحت کے زمرے میں آتا ہے جناب! مذاق کرنے اور ہنسنے ہنسانے سے صحت اچھی ہوتی ہے۔ اور عمر لمبی......"

دونوں مسکراتے ہوئے خوش و خرم ناشتے کی میز کی طرف چل دیے۔

عورت کا گھر گھرداری سلیقے اور محبت سے وہی رشتہ ہے جو گلاب اور خوشبو کے درمیان ہے۔ گلاب جس کے کئی رنگ ہوتے ہیں اور ہر رنگ میں شادابی تروتازگی ٹھنڈک اور خوشبو ہوتی ہے۔ اسی طرح عورت کے بھی کئی رنگ ہیں اور ہر رنگ میں محبت قربانی اور شرم و حیا کی مہک ہونی چاہیے۔

❁

قسط نمبر 28

اور کچھ خواب

عشنا کوثر سردار

تجھے محبت کرنا نہیں آتا
مجھے محبت کے سوا کچھ نہیں آتا
زندگی گزارنے کے دو ہی طریقے ہیں
اک مجھے نہیں آتا اک تجھے نہیں آتا

اناںٔیا ملک کمرے میں داخل ہوئی تو سامنے بستر پر جہانگیر ملک لیٹے ہوئے تھے۔ اس پرائیوٹ روم میں مکمل خاموشی تھی۔ ڈاکٹر نے روٹین کا چیک اپ کر کے اس کی طرف دیکھا۔

''ان کی تیزی سے ری کوری پر ہم حیران ہیں۔ کومہ سے باہر آنا اور مریض کا اتنی جلدی تندرست ہونا دو ہی صورتوں میں ممکن ہوتا ہے ایک یہ کہ اس کے لیے بہت سے ہاتھ دعا کے لیے اٹھے ہوئے ہوں اور دوسرا مریض کے اندر بھی جینے کی لگن ہو۔ مسٹر ملک کے معاملے میں شاید دونوں ہی باتیں درست ہیں۔ میں کچھ دوائیں لکھ کر دے رہا ہوں۔ کسی کو بھیج کر منگوا لیں۔ مجھے امید ہے کہ کچھ ہی دنوں میں ان کی حالت اتنی بہتر ہو جائے گی کہ یہ گھر جا سکیں گے۔''

ڈاکٹر نے اناںٔیا ملک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور اس نے ہاتھ بڑھا کر پرچا تھام لیا تھا۔ ڈاکٹر جب روم سے چلے گئے تو اناںٔیا ملک جہانگیر ملک کی طرف دیکھنے لگی۔ جو آنکھیں کھولے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ اناںٔیا نے ان کے قریب آ کر ان کے ہاتھ پر ملائمت سے اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

''میں اناںٔیا ہوں' اناںٔیا جہانگیر ملک...... آپ کی بیٹی!''

جہانگیر ملک نے کوئی جواب نہیں دیا تھا مگر اس کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔ ہاتھ بڑھا کر اس کے سر پر رکھنا چاہا تھا۔ مگر اس کوشش میں انہیں کامیابی نہیں ہوئی' وہ تھک کر اس کی طرف دیکھنے لگے تو اناںٔیا نے ان کا وہ ہاتھ تھام کر ان کو بھیگتی آنکھوں سے دیکھا۔

''میں نے آپ کو اپنے ہوش میں کبھی نہیں دیکھا مگر میں آپ کے اور اپنے جذبات اس وقت سمجھ رہی ہوں۔ میں سوچتی ہوں کہ آپ سے ملوں گی تو کیا کہوں گی' کیسے بات کروں گی اور کبھی ملوں گی بھی کہ نہیں۔ میرے لیے یہ بات ناممکنات میں ہی تھی مگر خونی رشتے ایک دوسرے سے بندھے ہوتے ہیں اور ان کے درمیان تعلق کس قدر مضبوط ہوتا ہے اس کا اندازہ مجھے آپ سے ملنے کے بعد ہوا۔ آپ کیوں ہمیں چھوڑ کر چلے گئے تھے؟ کیوں آپ نے پلٹ کر بھی خبر نہیں لی؟ آپ کے ہوتے ہوئے ہم نے آپ کے بنا زندگی گزاری۔ ممی نے سب تنہا کیا۔ میں نے ان کی آنکھوں میں ہمیشہ خاموشی دیکھی۔ ہم نے کبھی آپ کے بارے میں بات نہیں کی۔ ہم ایک دوسرے سے ایک عمر کنی کتراتے

رہے اوراس معاملے پر بحث کرتے ہوئے ہچکچاتے رہے۔ میں جانتی ہوں آپ کے پاس ضرور کوئی جواز ہوگا' اس طرح چلے جانے کا' مگر ممی اور میں نے اس جواز کو بنا جانے جھیلا ہے اور زندگی ایک سزا کی طرح کاٹی ہے۔ آپ کو ہمیں اس طرح چھوڑ کر جانا نہیں چاہیے تھا۔'' جہانگیر ملک اس کے گرتے آنسوؤں کو اپنے ہاتھوں پر محسوس کررہے تھے اور ان کی آنکھیں بھی بھیگ رہی تھیں۔

☆

سدرہ تغلق نے بیٹے کو حیرت سے دیکھا تھا۔

''معارج! مجھے یقین نہیں ہورہا کہ تم اتنا کچھ کرسکتے ہو' کسی ایک بات کے لیے تم انائیا کی پوری لائف داؤ پر لگا سکتے ہو۔ بات بھی وہ جس کی وجہ تم جانتے تک نہیں اور جسے ہوئے برسوں گزر گئے۔''

''میں وجہ جانتا ہوں ممی! انائیا ملک کو کسی ناکردہ جرم کی سزا نہیں ملی۔ میں نے اس کو اس لیے چنا کیوں کہ وہ جہانگیر ملک کی بیٹی تھی۔ اس کی خبر مجھے تب ہوئی جب میں اس سے ملا اگر وہ مجھے نہ ملتی تو شاید میں کبھی اس تک پہنچ نہیں پاتا اور میں اپنے اندر کبھی وہ سکون محسوس نہیں کرپاتا۔ مجھے اس سے کبھی پیار نہیں تھا' میں نے وہ شادی کسی محبت میں نہیں کی' وہ زبردستی کا نکاح صرف اس لیے تھا کہ میں اس سے پوجی کے ساتھ ہونے والی ناانصافی کا بدلہ لے سکوں۔'' وہ بہت آرام سے قبول کررہا تھا۔

''تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے معارج! یہ کیا کہہ رہے ہو تم؟ اس لڑکی کا اس سب سے کیا واسطہ؟ اس کا کیا قصور دکھائی دیا تمہیں؟ اس بے چاری کو تو ماضی کی کسی کہانی کا سرے سے پتا ہی نہیں ہوگا۔ پھر تم نے اس کے ساتھ یہ کیوں کیا؟'' سدرہ تغلق نے الجھ کر پوچھا۔

''میں اسے ان فیئر نہیں سمجھتا' میں نے اسے صرف اتنی ہی سزا دی ہے جتنی کے لیے وہ حق دار تھی۔ اس سے زیادہ میں نے اس کے ساتھ کچھ نہیں کیا۔'' وہ مطمئن انداز میں بولا تو سدرہ تغلق نے اس کو خاموشی سے دیکھا اور بہت سکون سے بولی۔

''تم غلط ہو معارج! مجھے یقین نہیں آتا' میرا بیٹا ایسا ہوسکتا ہے' مجھے لگتا تھا میں نے اپنی پرورش میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور تمہیں ایک مکمل اور اچھا انسان بنایا ہے' جو دوسروں کے احساسات کی فکر کرتا ہے' جس میں انسانیت ہے اور دوسروں کے درد کی فکر ہے' مگر میں غلط تھی۔ تم تو بدلہ لینے کے لیے کسی بھی حد تک جاسکتے ہو' کسی کو کسی بھی حد تک نقصان پہنچا سکتے ہو اور نقصان پہنچایا بھی تو کسے ایک معصوم لڑکی کو؟ جواب تمہاری بیوی بھی ہے؟ تم نہیں جانتے ایک انسان سے کس طرح کا برتاؤ کرنا چاہیے؟ اتنا غیر انسانی رویہ کیوں اپنایا تم نے؟ وہ بھی ایک کمزور لڑکی کے ساتھ جو احتجاج بھی کرتی تو تم اس کی آواز دبا دیتے؟'' سدرہ تغلق نے بیٹے کو لتاڑا تھا۔ ''معارج! میں ایک بات کلیئر کردینا چاہتی ہوں' جس ڈائری کو تم نے پڑھ کر یہ سب کیا اس ڈائری کو میں نے بھی پڑھا ہے اور تمہارے ڈیڈی نے بھی' ہمیں اسے پڑھ کر انائیا ملک کہیں قصوروار دکھائی نہیں دیتی۔ نہ انائیا کے والد جہانگیر ملک! تانیا تغلق ہمارے گھر کا اور ہمارا حصہ تھی' اس کی موت کا دکھ ہمیں بھی ہے۔ اس نے ایک تکلیف دہ زندگی گزاری مگر جہانگیر ملک کا ذکر اس ڈائری میں کہیں اس طرح درج نہیں کہ تم اسے قصوروار سمجھو۔ تم ایک بات کو قبول نہیں کرپائے۔ ہم محبت اپنی مرضی سے نہیں کرتے' نا کسی دوسرے کو محبت کرنے پر زبردستی مائل کرسکتے ہیں۔ تانیا تغلق کو محبت ہوگئی' مگر جہانگیر ملک کی محبت اس کی بیوی تھی۔ جب ہم کوئی ناکام زندگی جیتے ہیں تو اس کا الزام ہم کسی اور پر نہیں لگا سکتے۔ تانیا کو ایک بے حس جیون ساتھی ملا' یہ اس کی زندگی کا المیہ تھا' مگر اس میں جہانگیر ملک کا کوئی قصور دکھائی نہیں دیتا۔ تم کیوں اتنے شدت پسند' انتہا پسند بن گئے؟ کیوں اتنا آگے نکل گئے؟ تم جانتے ہو تانیا تغلق کی موت اس کی کسی بیماری کی وجہ سے نہیں ہوئی تھی' اس نے

خودکشی کی تھی کیونکہ وہ لڑتے لڑتے تھک گئی تھی۔ وہ ڈپریشن کا شکار تھی۔ تبھی اس نے نیند کی بہت سی گولیاں کھالیں' اس کی وجہ اس کی جہانگیر ملک سے ہونے والی وہ آخری ملاقات نہیں تھی' اس نے مرنے سے قبل مجھے فون کیا تھا' مجھے وہ بہت تھکی ہوئی نڈھال محسوس ہوئی تھی' اس نے بھی یہی کہا تھا:

''بھابی! میں تھک گئی ہوں' مجھے سونا ہے' آپ کی یاد آرہی تھی تبھی فون کرلیا۔'' مجھے نہیں پتا تھا وہ اس کے بعد نیند کی گولیاں کھانے کا سوچ رہی ہے۔ اگر خبر ہوتی تو میں اسے ایسا کرنے سے ضرور منع کرتی۔ تانیا کے شوہر نے اگر اس کے ساتھ غیر انسانی رویہ اپنایا' تو تم نے انائیا ملک کے ساتھ کیا کیا؟ تم نے بھی تو اسے ایسی ہی سزا دی؟ پھر تم میں اور اس کے شوہر میں کیا فرق رہا' تم ایک اور لڑکی کو تانیا تغلق بنارہے ہو معارج! یہ سب سے بڑا جرم ہے...... اگر ایسا ہوتا ہے تو میں تمہیں اس کے لیے کبھی معاف نہیں کروں گی۔ میں ان ماؤں میں سے نہیں ہوں جو بچوں کو ہر جائز ناجائز بات پر سپورٹ کرتی ہیں' میں تمہیں اس بات کے لیے داد نہیں دے سکتی جو غلط ہے سو غلط ہے۔'' سدرہ تغلق نے بیٹے کی کلاس لی تھی۔ معارج تغلق ماں کی طرف خاموشی سے دیکھنے لگا تھا۔ سدرہ تغلق غصے میں وہاں سے نکل گئی تھیں۔

☆

حیدر مرتضٰی نے چائے کا سپ لیا اور اناہیتا بیگ کی طرف دیکھا تھا۔

''انا! میں نے اس معاملے کو لے کر بہت سوچا ہے' مجھے لگتا ہے کہیں کچھ غلط ہے اور تم اس غلط ہونے کی ساری وجہ جانتی ہو۔''

''کیا مطلب؟ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟'' وہ چونکتے ہوئے بولی۔

''اناہیتا بیگ! میں بہت دنوں کے لیے یہاں نہیں رک سکتا۔ میرے ناممکن نہیں ہے۔ مجھے واپس جانا ہے۔'' وہ حتمی انداز میں بولا تو اناہیتا اس کی طرف دیکھتی رہ گئی۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہیں آپ میری طرف؟ تمہیں کوئی فیصلہ لینا ہوگا۔ اتنے دن ایک دوسرے کو جاننے کے لیے کافی ہوتے ہیں۔'' وہ مسکرایا تو اناہیتا نے گہری سانس لی۔

''یعنی آپ؟ اور...... مجھے لگا......''

''کیا لگا تمہیں؟ میں دامیان سوری کی باتوں میں آجاؤں گا؟ ایک پل کو تو مجھے ہی لگا تھا ایسا کچھ ہے مگر پھر تمہارے بارے میں سوچا۔ جتنا تمہیں جانا ہے' میں سمجھ سکتا ہوں کہ تم اس طرح کسی کو اپنی زندگی میں لینے کا فیصلہ نہیں لے سکتیں۔ تم بہت سمجھ دار لڑکی ہو اگر تم دامیان سوری سے محبت کرتیں تو اس کے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ لیتیں' مگر تم کسی اور کو اپنانے کے بارے میں سو رہی ہو۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہاں پیار محبت والی کوئی کہانی نہیں ہے۔'' حیدر مرتضٰی کا انداز مطمئن تھا اور اناہیتا بیگ نے سکون کا سانس لیا تھا۔ اسے لگا تھا دامیان سوری کی باتیں سن کر وہ واپس چلا جائے گا۔ دامیان سوری نے اپنی طرف سے تو کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اسے معاملہ بگڑتا صاف دکھائی دیا مگر یہ تو شکر تھا حیدر مرتضٰی اتنا بے وقوف نہیں تھا۔

''میں تمہیں کچھ بتانا چاہتی ہوں حیدر مرتضٰی!'' وہ رسانیت سے بولی۔

''کیا؟'' وہ چونکا۔

''دامیان سوری نے جو کہا وہ اتنا غلط نہیں ہے' اس نے پرپوزل بھجوایا تھا مگر میں نے قبول نہیں کیا کیونکہ مجھے نہیں لگتا کہ وہ ایسا انسان ہے جس کے ساتھ میں اپنی پوری زندگی گزار سکتی ہوں۔ میں نے اسے ریجیکٹ کیا کیونکہ......'' وہ لمحہ بھر کو رک گئی تھی' جھکی نظروں سے حیدر مرتضٰی نے معنی اخذ کرنا چاہے تھے' وہ کچھ بے چین دکھائی دی تھی۔ حیدر مرتضٰی کو

پوچھنا پڑا تھا۔

"کیونکہ؟"

"حیدر مرتضیٰ! میں نے بہت سوچا' مگر مجھے لگتا ہے تم سے حقیقت چھپانا ناانصافی ہوگی۔ نئی زندگی کی ابتداء سچ سے ہونا چاہیے' تبھی وہ رشتہ آگے بڑھ سکتا ہے۔ میں تم سے کوئی جھوٹ نہیں بول سکتی۔ دامیان سوری کو غلط فہمی ہے کہ مجھے اس سے محبت ہے' مگر یہ ٹھیک نہیں ہے وہ مجھے اپنی دوست للی میک سے کمپیئر کرتا ہے اور اسے ہمیشہ بہتر پاتا ہے' میں نہیں جانتی وہ ایسا کرتا ہے اور کیوں مجھے نیچا دکھانا چاہتا ہے۔ مگر مجھے اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے' ایک لڑکی کی انا کو کوئی زک پہنچائے یہ بات اس کے لیے قابل قبول نہیں ہوسکتی۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے' وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟"

"شاید اس لیے کہ وہ للی میک کے بہت قریب ہے' اس سے محبت کرتا ہے اور......"

"اور......؟" حیدر مرتضیٰ نے پوچھا تھا' وہ لمحہ بھر کو چپ ہوکر اس کی طرف دیکھتی رہی تھی پھر شانے اچکاتے ہوئے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔ حیدر مرتضیٰ اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

......☆......

دامیان سوری نے اپنے سامنے بیٹھی للی میک کو دیکھا تھا پھر کافی کے سپ لینے لگا۔

"مجھے نہیں معلوم تھا تمہیں یہاں کوئی مقصد کھینچ کر لایا ہے' مجھے لگا یہاں تم میری وجہ سے ٹھہری ہوئی ہو۔" مسکراتے ہوئے للی کی طرف دیکھا تو وہ بھی مسکرادی۔

"میں جانتی ہوں' تم میرے ساتھ مذاق کررہے ہو دامیان!" کافی کی سطح کو دیکھتے ہوئے بہت پُریقین لہجے میں بولی تو دامیان بھی مسکرادیا۔

"نہیں میں واقعی نہیں جانتا تھا تم یہاں کیوں رکی ہوئی ہو۔"

"صرف اس لیے کہ تمہیں میرے یہاں رکنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"نہیں! میرا مطلب وہ نہیں تھا۔" وہ خجل سا ہوکر رہ گیا تھا۔

"تم میری دوست ہو للی! ایسا نہیں ہے کہ تمہاری کوئی اہمیت ہی نہیں۔"

"جانتی ہوں!" وہ مسکرائی۔ "مجھے خوشی ہے میں تم سے ملی۔ ایک اچھے دوست سے ملی۔ اجنبی دیس میں کوئی اپنا لگا اور......" وہ آگے نہیں بول پائی تھی' دامیان بھی اس کی طرف سے نگاہ پھیر گیا تھا۔

"تمہارے پلے کی ریہرسل کیسی چل رہی ہے۔" اس نے پوچھا۔

"ٹھیک ہے' انا کے پاس زیادہ وقت نہیں ہے دینے کے لیے۔" اس نے کہا۔

"اوہ...... یہ تو ٹھیک نہیں۔" وہ افسوس سے بولی۔

"ہاں! ہے تو مگر کیا ہوسکتا ہے۔ جتنی دیر وہ یہاں رہتی ہے اس کا وہ دم چھلا بھی اس کے ساتھ رہتا ہے۔" وہ الجھ کر بولا۔

"اس کا منگیتر!" للی نے پوچھا۔

"ابھی آفیشلی انگیجڈ نہیں ہے وہ۔"

"وہاٹ ایور......!" وہ شانے اچکا کر بولی تھی۔

"مجھے بتاؤ گی نہیں' تمہارے یہاں رکنے کا مقصد؟" دامیان نے اس کی طرف دیکھا' وہ کافی کا سپ لینے لگی تھی۔

"مجھے اپنے ڈیڈ کی تلاش تھی' وہ پاکستانی تھے اور مجھے لگا میں ان کو یہاں رہ کر ڈھونڈ سکتی ہوں اور مجھے اس میں کامیابی

ملی ہوئی۔" وہ رسانیت سے بولی تھی اور دوبارہ کافی کے سپ لینے لگی تھی اس کا انداز بہت نپاتلا تھا۔

"تم مجھ سے اس طرح بات کیوں کررہی ہو' جیسے مجھے جانتی نہیں یا پھر ہم پہلی بار ملے ہیں؟" وہ شکوہ کرتا ہوا بولا تھا۔

"ایم ہاؤ مجھے خوشی ہوئی ہے تم نے جو مقصد پانے کی ٹھانی تھی تم اس میں کامیاب رہیں۔" للی نے اس کی طرف دیکھا تھا نہ جانے کیوں مسکرادی تھی۔

"محبت اپنی مرضی سے نہیں ہوتی للی!" وہ مدھم لہجے میں بولا۔

"جانتی ہوں!" اس کا لہجہ ٹھہرا ہوا تھا اور آنکھیں بہت کچھ کہہ رہی تھیں۔ دامیان سوری کو اپنا آپ کچھ مجرم لگا تھا۔

"مجھے سچ میں خبر نہیں ہوئی کہ ایسا کیوں اور کیسے ہوا مگر مقصد تمہارا دل دکھانا نہیں تھا للی!" دامیان نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔ للی اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

......☆......

"تم جہانگیر ملک سے ملنے گئی تھیں۔" ممی نے اس کی پلیٹ میں کھانا نکالتے ہوئے پوچھا تھا۔ انائیا نے سر ہلادیا تھا۔ دونوں کے درمیان کچھ دیر تک خاموشی رہی تھی پھر زائرہ ملک نے بیٹی کی طرف دیکھا۔

"کیا سوچا ہے تم نے؟ اب کیا کرنا ہے؟ یا پھر تم اسے نبھانا چاہتی ہو؟ اس رشتے کو ایک اور موقع دینا چاہتی ہو؟"

"میں نہیں جانتی ممی! فی الحال میں کچھ سوچ نہیں پارہی۔" وہ مدہم لہجے میں بولی۔

"حیران تو میں بھی ہوں یہ سب جان کر...... تم اتنا کچھ جھیلتی رہیں اور ہمیں اس بات کی خبر تک نہیں ہونے دی' انائیا تمہارا صبر کتنا بڑا ہے۔"

"ممی! میں بھی نہیں جانتی تھی کہ کوئی اس حد تک جاسکتا ہے' اس کے رویئے کو میں کبھی سمجھ ہی نہیں پائی تھی۔" انائیا بولی تھی۔

"ہمیں اس معاملے کو اس طرح چھوڑ دینا نہیں چاہیے تھا۔ جس طرح سدرہ تغلق اور تیمور تغلق تمہیں لینے آئے تھے مجھے لگا تھا بات سنبھل جائے گی اور اسے کسی احتیاط کی یا فکر کی ضرورت نہیں۔ کسی کی غلطیوں کو معاف کرنا اتنا برا ہوسکتا ہے۔ اس کا اندازہ مجھے کبھی نہیں تھا۔"

"میں نے بھی سب کچھ بھلا کر زندگی کا آغاز کرنا چاہا تھا ممی! میں نے سوچا تھا اگر یوں ہے تو یوں ہی سہی' میری قسمت میں یہ یونہی لکھا ہے تو میں اسے قبول کرلوں گی۔ مگر ایسا نہیں ہوسکتا اور اب پہلے سے بھی بڑا سوالیہ نشان میرا منہ چڑا رہا ہے۔"

"انائیا تم نے اپنے طور پر معاملات کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے اپنے لیے اپنی زندگی کے لیے سب سے بڑا رسک لیا۔ تمہاری جان کو خطرہ بھی ہوسکتا تھا۔" زائرہ ملک بولی تھیں۔

"دیکھنے میں وہ لڑکا کتنا نفیس لگتا ہے' فارن کوالیفائڈ ہے' بڑے گھر سے ہے۔ مگر اس طرح کی سطحی سوچ......" زائرہ ملک کو جیسے اب تک یقین نہیں ہورہا تھا۔ انائیا ان کی طرف خالی خالی نظروں سے دیکھنے لگی تھی پھر مدہم لہجے میں بولی تھی۔

"ہمارے صحیح اور غلط ہمارے اپنے ہوتے ہیں ممی! جو چیز میری نظروں میں غلط ہے وہ کسی اور کی نظروں میں ٹھیک بھی ہوسکتی ہے۔ معارج تغلق میں غلط ہے وہ کسی اور کی نظروں میں بھی ٹھیک ہوسکتی ہے۔ معارج تغلق نے وہی کیا جو اس کی نظر میں ٹھیک تھا۔ ہم کسی کا نظریہ نہیں بدل سکتے' نہ ہی اسے قائل کرسکتے ہیں۔" انائیا نرم لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"یہ تم ہو جواب بھی اس طرح سوچ رہی ہو انائیا! ہم کسی کو اتنی چھوٹی اور رعایت صرف دو ہی صورتوں میں دے سکتے ہیں۔ ایک ہم معاف کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں اور دوسری وجہ...... محبت' کہیں تمہیں اس سے محبت تو نہیں ہوگئی؟

کوئی جذباتی وابستگی۔" زائرہ ملک نے کہا تھا اور انائیا ملک ماں کو دیکھنے لگی تھی۔

☆......☆
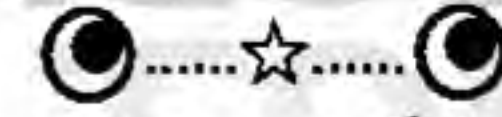
ایکسل نے دونوں ہاتھ کہنیوں تک انابیتا کے آگے جوڑ دیئے تھے۔

"پلیز میری ریکوئسٹ ہے' جب تک یہ Skit ہو نہیں جاتا ایک دوسرے کے ساتھ اپنی مخالفت کو بھول جاؤ' اگر یہی سب چلتا رہا تو پھر یہ Skit کبھی نہیں ہو پائے گا۔"

دامیان سوری نے انابیتا کی طرف دیکھا تھا۔ انابیتا بیگ نظریں پھیر گئی تھی۔ انداز اجنبیت لیے ہوئے تھا' کوئی دور کا بھی واسطہ وہ اس سے نہیں رکھنا چاہتی تھی۔

"میں نے تمہیں پہلے ہی سمجھا دیا تھا ایکسل میں یہ Skit کرنا نہیں چاہتی تم نے کیوں میرا نام دیا۔" وہ ایکسل کو الزام دیتی ہوئی بولی تھی۔

"مجھے لگا تھا وہ پہلا Skit کامیاب رہا تھا۔ سو دوسرا اس سے زیادہ یادگار ہو سکتا ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا تم دونوں بچوں کی طرح برتاؤ کرو گے' تم سے زیادہ اچھے تو بچے ہوتے ہیں۔ ان کے دل تو صاف ہوتے ہیں اگر وہ ایک دوسرے کی مخالفت کرتے ہیں تو دل سے نہیں کرتے۔" ایکسل نے ڈانٹا تھا۔

"اصل معاملہ یہی ہے کہ ہم بچے نہیں ہیں ایکسل تبھی دل بھی صاف نہیں ہے۔" ایکسل نے اسکرپٹ اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"انا پلیز یار! اب اور لڑائی نہیں' اس سے زیادہ منتیں شاید میں نہیں کر سکتا' میں سب چھوڑ چھاڑ کر چلا جاؤں گا۔" ایکسل نے دھمکایا۔

"میں زیادہ دیر تک نہیں رک پاؤں گا ایکسل! ابھی تھوڑی دیر میں حیدر مرتضٰی مجھے لینے آ جائے گا۔"

"او کے فائن!" ایکسل نے گہری تھکی ہوئی سانس خارج کی۔

دامیان سوری نے انابیتا کی طرف دیکھا تھا۔ نگاہوں میں کیا تھا' وہ آنکھیں جھکا گئی تھی اور ہاتھ میں پکڑے سیل فون کے ساتھ مصروف ہونے کی پوری کوشش کرنے لگی تھی' دامیان نے ہاتھ بڑھا کر وہ سیل فون اس کے ہاتھ سے لے لیا تھا اور آف کر دیا تھا' انابیتا اسے حیرت سے دیکھنے لگی تھی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟ اور تم ایسا کیسے کر سکتے ہو؟"

"یہ آن رہے گا تو تمہاری توجہ بٹی رہے گی۔ ایکسل میں نے ٹھیک کیا نا؟"

وہ ایکسل کی طرف دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ ایکسل نے اس کی طرف ہاتھ بڑھا دیا تھا۔

"مجھے انا کا اور اپنا سیل فون دے دو......" دامیان نے انابیتا کا اور اپنا سیل فون اس کے ہاتھ پر رکھ دیا تھا اور انابیتا کی طرف دیکھا تھا۔ وہ اسے گھور رہی تھی۔ دامیان سوری مسکرا دیا تھا۔

"اگر اسی طرح مخالفت کرتے رہے تو زندگی کس طرح گزرے گی انارکلی!" انابیتا نے اس کے جملے کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

انابیتا اپنا اسکرپٹ دیکھنے لگی تھی۔ پھر اٹھ کر اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی تھی' کچھ دیر تک اسے خاموشی سے دیکھا تھا پھر اپنے ڈائیلاگز بولنے لگی۔

"زندگی بہت عجیب شے ہے سلیم! ہم کیسے کہہ دیں کہ محبت ہے؟ محبت کا بیان اتنا آسان نہیں' سچ بات تو یہ ہے کہ میں اپنی محبت کو' اپنی دھڑکنوں کو کبھی سمجھ ہی نہیں پائی۔ تمہارے لیے اپنے دل کے دھڑکنے کو اس بے چینی کو...... میں کبھی

کوئی نام نہیں دے سکی' اگر اس بے چینی کا نام محبت ہے تو ہمیں تو آپ سے بہت پہلے ہی محبت ہو گئی تھی' آپ کی نگاہ سے ملتی ہے تو میں اپنے اندر دل کا دھڑکنا محسوس کرتی ہوں۔ مجھے لگتا ہے یہ دل اس سے پہلے تھا ہی نہیں تھا اور آپ نے یہ اسلوب دیا' مگر دل کو ہم سے یہ کیسی ضدی ہو چلی ہے؟ یہ مخالفت کیوں کرنے لگا ہے؟ یہ دل ہے مگر جیسے کوئی شرارہ ہے آگ کا کوئی انگارہ ہے۔ یہ محبت کیسا جادو کر دیتی ہے' میں جان ہی نہیں پائی کب یہ شروع ہو گیا۔ کب میری دھڑکنوں میں یہ طلاطم آیا اور کب نظروں سے خواب گئے۔ محبت سارے جذبوں کو اپنے رنگ میں کیسے رنگ لیتی ہے؟ کیا یہ واقعی محبت ہے یا پھر وہم تو نہیں؟"

مجھے ڈر لگتا ہے سلیم...... میں آنکھ کھولوں تو سب خواب نہ ہو' کیسے جیوں گی میں اگر یہ کوئی خواب ہوا تو؟ کیسے روکوں گی میں خود کو تمہیں چاہتے رہنے سے؟ میں نے سوچا نہیں تھا' اب محبت ہو گئی تو کیا...... مگر محبت کے ساتھ ایک مشکل ہے۔" انابیتا لمحہ بھر کو رکی تھی۔

"کوئی مشکل نہیں ہے انارکلی! محبت مشکل نہیں' اپنی دھڑکنوں کو سنوں اور بتاؤ کیا تمہارے اندر کا ڈر اب بھی وہیں ہے؟ میری دھڑکنوں میں جو شور ہے اس کو سننے کے بعد بھی تم وہی ڈر محسوس کرتی ہو؟ میری آنکھوں میں دیکھو' کیا اب بھی تمہیں ڈر لگتا ہے انارکلی! یہ ڈر بے معنی ہے انارکلی!" دامیان اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھتا ہے اور اس کا دوسرا ہاتھ تھام کر اپنے دل پر رکھتا ہے۔

"جب تک محبت ہے' یہ ڈر نہیں رہنا چاہیے' جب تک یہ دل دھڑکے گا تم سے محبت باقی رہے گی' اپنی ان آنکھوں کی فکریں مجھے دے دو انارکلی! یہ خوف مجھے دے دو۔ محبت ڈر کے ساتھ جیتی اچھی نہیں لگتی۔ ان آنکھوں کو خواب دیکھنے دو انارکلی! یہ جب تک خواب بنیں گی حسین رہیں گی۔ مجھے اپنی آنکھوں میں رہنے دو انارکلی! کیا میں اس ڈر کی جگہ لے سکتا ہوں؟ اگر میں تمہاری آنکھوں میں رہوں گا تو تمہیں دھیان رہے گا یہ احساس رہے گا کہ تمہیں ان آنکھوں میں صرف خواب رکھنے ہیں' خوابوں کو بہنے نہیں دینا اور یہ تبھی ممکن ہو گا جب تم میری محبت پر یقین کرو گی' محبت پر یقین کرو گی۔"

دامیان سوری اس کی نگاہوں میں دیکھتا ہوا بولا تھا۔ انابیتا بیگ ساکت سی اس کی سمت دیکھ رہی تھی۔

☆......☆
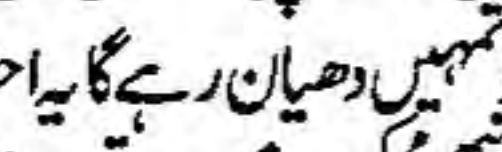
انائیا ملک کچن میں تھی' جب اسے اپنے پیچھے کسی کی آہٹ محسوس ہوئی تھی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا اور وہاں معارج تغلق کو کھڑا دکھائی دیا تھا۔ دروازے کے بیچ کھڑا اس کی سمت ہی دیکھ رہا تھا۔ انائیا ملک چونکی نہیں تھی نا حیران ہوئی تھی۔

وہ اس کے قریب آن رکا تھا۔ انائیا ملک نے کھولتی ہوئی چائے کا چولہا بند کر کے چائے کپ میں انڈیلی تھی۔ معارج تغلق نے کپ اس کے آگے سے اٹھا لیا تھا اور گرم گرم چائے کا سپ لیا۔

"آپ یہاں کیسے؟" انائیا ملک نے پوچھا۔

"انائیا! مجھے وہ ڈائری واپس چاہیے۔" وہ قطعی لہجے میں بولا۔

"اگر ڈائری واپس چاہیے تو پھر وہ شرط بھی ماننا ہو گی۔" وہ مضبوط لہجے میں بولی۔

"میں شرطوں کا قائل نہیں' نا ہی ہر فضول شرط کو مان سکتا ہوں۔" معارج تغلق اب بھی تنا کھڑا تھا۔

انائیا اپنے لیے کپ میں چائے نکالنے لگی تھی' انداز اطمینان بھرا تھا۔ بہت پرسکون لگ رہی تھی وہ۔

"مجھے وہ ڈائری چاہیے انائیا! میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

"تمہارے پاس وقت ہے یا نہیں ہے اس کی پروا مجھے نہیں ہے معارج تغلق! افسوس مجھے تم سے کوئی ہمدردی نہیں ہوئی۔" انائیا ملک چائے کا سپ لیتی ہوئی بولی تھی۔

معارج تغلق نے اس کی طرف دیکھا اور پھر جانے کیوں بہت آہستگی سے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا' انائیا ملک اس کے اس انداز پر چونکی تھی۔ ایک لمحے میں کچھ محسوس ہوا تھا۔ معارج تغلق کی نظریں اس کے چہرے پر تھیں۔ ان آنکھوں میں شاید کوئی خاص تاثر تھا۔ انائیا ملک کو اس شخص کے انداز میں کچھ نیا لگا تھا۔ وہ سمجھ نہیں پائی تھی کیا تھا وہ۔ پہلی بار اس کی نظروں میں کچھ محسوس کیا تھا' وہ نفرت نہیں تھی۔

غصہ بھی نہیں تھا۔

وہ بے پروائی بھی نہیں تھی' نہ وہ شدت پسندی' نہ وہ بے مہاری۔

پہلی بار انائیا کو لگا تھا وہ معارج تغلق کی نظریں نہیں کسی اور کی ہیں یا پھر وہ کسی اور نئے طریقے سے اسے زک پہنچانے کی ٹھان رہا تھا؟

کیا آنکھیں جھوٹ بول سکتی ہیں؟

اگر وہ صرف ان آنکھوں کو دیکھتی تو آج ان آنکھوں کی زبان کچھ اور تھی۔

ایک خاص کشش تھی ان آنکھوں میں' کوئی اپنے ساتھ باندھ دینے والی بات یا پھر ایسا صرف اسے ہی محسوس ہوا تھا؟

''انائیا! میں بحث نہیں کرنا چاہتا' تمہیں معلوم ہونا چاہیے باتوں اور چیزوں کے ہونے کے اسباب ہوتے ہیں۔'' وہ متانت سے بولا تھا۔ اس کے لہجے کا وہ نرم پن انائیا کو پہلی بار بہت انوکھا لگا تھا۔

وہ اکھڑ پن...... وہ سپاٹ انداز...... لیا دیا اسلوب...... سب کہاں گیا تھا۔ وہ نہ واسطہ رکھنے والی بات' بے پروائی سی بے پروائی...... بے گانہ پن...... وہ جب سب اس کے مزاج کا خاصا تھا' سب کہاں غائب تھا یا پھر اسے ہی ایسا لگ رہا تھا کہ وہ کچھ عجیب طریقے سے برتاؤ کر رہا تھا؟

ضرورت سے زیادہ نرم۔

تھکا ماندہ اندازہ

کیا وہ سب کرتے کرتے ہار گیا تھا؟

''جانتی ہوں' ہونے اور نہ ہونے کے اسباب ہوتے ہیں۔ مگر تحفظ بڑی چیز ہے' میں اپنے لیے' اپنی فیملی کے تحفظ چاہتی ہوں۔ تم نے کہا تھا تم اصول پرست ہو اور اگر میں اس پر اعتبار کر بھی لوں تو بھی ڈر رہے گا کہ کہیں تم اس سے مکر نہ جاؤ' میں نہیں چاہتی جس تکلیف کو میں نے محسوس کیا اسے میری فیملی بھی جھیلے' یوں بھی ہم نے ناکردہ کی سزا بہت لمبی جھیلی ہے۔ اس سے زیادہ جھیلنے کی سکت نہیں ہے۔'' انائیا صاف گوئی سے بولی تھی۔ معارج تغلق نے اسے دیکھا تھا ان نظروں میں کوئی سختی نہیں تھی۔ بہت ملائمت سے وہ اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ان نظروں میں غضب' غصہ یا قہر نہیں تھا۔ جیسے وہ اندر سے بہت مطمئن تھا۔

''میں تمہیں سزائیں دینے کی نہیں ٹھان رہا انائیا! تم اگر مجھے تھوڑا بہت جانتی ہو تو خبر ہوگی کہ میں اپنی باتوں کو کس طرح نبھاتا ہوں۔ تمہیں مایوسی نہیں ہوگی۔'' وہ نرمی سے بولا تھا' انائیا ملک جانے کیوں اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی تھی۔

کیا تلاشنا چاہتی تھی وہ وہاں۔

''تم اس طرح میری آنکھوں میں کیا دیکھ رہی ہو؟ کیا ڈھونڈ رہی ہو؟'' وہ مدہم لہجے میں بولا تھا۔ انائیا ملک نے سر انکار میں ہلا دیا تھا۔

انائیا کو جانے کیوں کوئی شے باندھتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ جیسے اس کا وجود کسی قوت کے زیر اثر تھا۔ یہ احساس کیا تھا؟ انائیا کسی احساس سے گھبرا کر نگاہ چرا گئی تھی اور کپ وہیں رکھ کر وہاں سے جانے لگی تھی تب ہی اس کی آواز نے قدم

ایک پل میں باندھ دیئے تھے۔

''کہاں جا رہی ہو تم؟'' انائیا کا ہاتھ اس کے ہاتھ کی گرفت میں تھا۔ انائیا نے پلٹ کر اپنے اس ہاتھ کو دیکھا تھا۔ آج اس لمس میں وہ سختی نہیں تھی۔ وہ کھردرا پن نہیں تھا۔ جو اس کے مزاج کا خاصا رہا تھا۔ یہ نرمی' یہ دھیما پن اس کے مزاج کا حصہ کب سے بن گیا تھا؟ یا پھر وہی اسے نہ جان پائی تھی نہ سمجھ......

''میں وہ......'' وہ جانے کیوں اس کی طرف دیکھ کر بولی تھی تو لفظ جیسے کھونے لگے تھے۔ معارج تغلق اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔

''میں وہ ڈائری لینے جا رہی تھی۔''

''تم ٹھیک ہو؟'' وہ اس کے انداز کو محسوس کرتا ہوا بولا تھا اور اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔

''کیوں کیا ہوا؟'' انائیا الجھ کر بولی تھی۔

''کچھ نہیں!'' معارج تغلق کو اسے جتانا مناسب نہیں لگا تھا۔

''میں ڈائری لے کر آتی ہوں۔'' وہ وہاں سے نکل گئی تھی۔

معارج تغلق نے اسے جاتے دیکھا تھا' ایسا کیا تھا کہ وہ اپنی نظریں اس پر سے ہٹا نہیں پایا تھا۔

......☆......
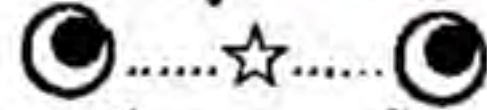
''انا! کچھ ہونے اور کچھ نہ ہونے کی کسک کیا ہوتی ہے؟'' وہ آٹا گوندھ رہی تھی جب اس کی آواز سن کر وہ چونکی اور نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ دامیان شاہ سوری اس کے قریب اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ وہ وہاں کب آیا تھا؟ وہ لمحہ بھر کو حیران رہ گئی تھی۔

''تم یہاں کیا کر رہے ہو؟''

''کیا مطلب؟ تم اپنے انکل ٹام کے لیے کچوریوں کا آٹا گوندھنے میں اتنی بزی تھیں کہ احساس ہی نہیں ہوا۔'' دامیان سوری نے جتایا تھا۔

''میں کچوریوں کا آٹا گوندھوں یا پراٹھوں کا' تمہیں اس سے غرض نہیں ہونا چاہیے اور تمہاری ہمت کیسے ہوئی اسے انکل ٹام کہنے کی؟'' وہ بھرپور احتجاج کرتی ہوئی بولی تھی۔ دامیان سوری مسکرا دیا تھا۔

''انکل ٹام نہیں کہوں تو اور کیا کہوں؟ کوئی اور اچھا نام بتادو۔'' وہ فریج کی طرف گیا تھا اور سیب نکال کر اطمینان سے کھانے لگا تھا۔ انابیتا نے اس کی طرف گھورتے ہوئے دیکھا تھا۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہو...... کھانا ہے؟'' دامیان نے سیب اس کی طرف بڑھایا تھا

''او کے لے لو جھوٹا کھانے سے یوں محبت بڑھتی ہے۔'' وہ مطمئن انداز سے مسکرایا تھا۔ انابیتا بیگ اسے گھورنے لگی تھی۔

''تم یہ سب کیوں کر رہے ہو؟ اس سب سے کیا حاصل ہوگا تمہیں؟''

''دلی سکون......'' وہ بے فکری سے مسکرایا تھا۔ وہ جواباً گھورنے لگی تھی۔

''دامیان سوری' اپنا وقت برباد کر رہے ہو تم' دنیا میں کئی خوب صورت چہرے ہیں۔ اپنی سمت بدلو' تمہیں پتا چلے گا دنیا صرف اس چار دیواری تک محدود نہیں ہے۔'' وہ سمجھاتے ہوئے آلو میش کرنے لگی تھی۔

''میری دنیا کہاں سے شروع ہوتی ہے اور کہاں ختم' اس کا فیصلہ تم کیسے کر سکتی ہو؟ جس بات کی خبر صرف مجھے ہے اس کا فیصلہ کرنے کا اختیار بھی صرف میرے پاس ہے۔'' وہ پرسکون انداز میں بولتے ہوئے سیب کھا رہا تھا۔ انابیتا نے پودینہ کٹی ہوئی پیاز' کٹی ہوئی ہری مرچ' آلوؤں میں ڈال کر مکس کی تھی۔ تھوڑا زیرہ شامل کیا اور تھوڑی سی مقدار کلونجی کی ڈالی تھی اور آلو مکس کرنے لگی تھی۔

دامیان سوری اسے بغور دیکھنے لگا تھا۔ مہارت سے کام کرتی وہ اسے بہت گھریلو سی لگی تھی۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟" وہ چونکی تھی۔

"یہی کہ تم میرے گھر کے کچن میں کام کرتی کیسی لگو گی؟" وہ اطمینان سے مسکرایا تھا۔

"وہاٹ ..... دماغ خراب ہوگیا ہے؟" اناہیتا بیگ نے ڈپٹا تھا' دامیان سوری نے اس کا آلو میں مسالے مکس کرتا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تھا اور ہتھیلی پھیلا کر اس کی لکیروں کو دیکھا تھا۔ اس کی اس حرکت پر وہ صرف حیران ہوئی تھی اور شاید اسے ایسا کرنے سے باز بھی رکھ نہیں پائی تھی۔

"دیکھو..... اس ہاتھ کی لکیریں کیا کہتی ہیں' اس میں کینیڈا جانے کی کوئی لکیر دکھائی نہیں دیتی' ہاں مگر اور کئی جگہوں کا سفر ہے مگر وہ بھی لکھا نہیں گیا کہ کس ملک میں اور کس بندے کے ساتھ ہے۔ اس میں شاید میرا نام بھی لکھا ہے۔ یہ جو تم انکل ٹام کے لیے پراٹھے بنا رہی ہو اس کے باعث لکیروں میں یہاں وہاں آلو اٹک گئے ہیں۔" اس نے کچن پیپر لے کر اس کا ہاتھ پونچھا تھا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرایا تھا۔

"ہاں اب دکھائی دیتا ہے' یہاں میرا نام تو کافی جلی حروف میں درج ہے۔ یہ دیکھو اتنا بڑا D لکھا ہے۔ D سے دامیان۔ سو لکھے ہوئے کو کون مٹا سکتا ہے' اناہی بی! اب صبر شکر تو کرنا پڑے گا نا۔" وہ مطمئن انداز میں کہہ رہا تھا۔

اناہیتا بیگ نے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تھا۔

"بچوں والی باتیں کرنے سے فتح نہیں پائی جاسکتی۔ ہاں مگر یہ بچوں والی باتیں صرف تمہارا دل بہلا سکتی ہیں۔ دامیان تم صرف اپنا وقت برباد کررہے ہو اور مجھے تمہارے ساتھ ہمدردی ہے۔" وہ کہہ کر چولہا جلا کر توا اوپر رکھنے لگی تھی۔ آلو کے پراٹھے بنانے کی تیاری تھی یہ' وہ بھی انکل ٹام کے لیے' دامیان سوری کو جانے کیوں اپنی شکست واضح دکھائی دی تھی۔ اناہیتا بیگ نے اس کی سمت دیکھا تھا اور پھر جتاتے ہوئے بولی تھی۔

"تم نے اپنی سی کوشش کرکے دیکھ لی دامیان سوری! مگر حیدر مرتضٰی اتنا بچہ نہیں ہے نا ہی ناسمجھ..... تم سمجھتے تھے وہ سب کرنے کے باعث یہ رشتہ ختم ہوجائے گا تو ایسا نہیں ہوا۔ تم جانتے ہو اگر تمہارا اور حیدر مرتضٰی کا موازنہ کیا جائے تو میں حیدر مرتضٰی کو تم سے بہتر پاتی ہوں۔ اس کے پاس عقل بھی ہے اور ہاں' تم جیسے لوگ کبھی ایک پُرسکون زندگی نہیں گزار سکتے دامیان! بہت جذباتی واقع ہوئے ہو تم' مجھے اتنا جذباتی پن بالکل پسند نہیں ہے۔ تمہیں یہ جان کر شاید بہت افسوس ہوگا کہ تمہاری اس کوشش سے ہمارے رشتے پر کوئی اثر نہیں پڑا اور تمہاری کوشش بے کار گئی۔"

"ایک تمہیں ایک بات بتانا چاہتا ہوں انا! اور میں جانتا ہوں وہ بات تم بھی جانتی ہو' تم کبوتر کی آنکھیں بند کیے کے فرض کرسکتی ہو کہ سب ٹھیک ہے' مگر ایسا کرنے سے سچائی بدلے گی نہیں' تمہیں مجھ سے محبت ہے اور یہ بات تم بھی اچھی طرح سے جانتی ہو' تم خود جانتی ہو تم مجھ سے دور نہیں جاسکتیں' نا ہی جانا چاہتی ہو' میں تمہاری ان آنکھوں کو پڑھ سکتا ہوں' اگر مجھ سے نہیں کہو گی تو کیا مجھے خبر نہیں ہوگی؟ وہ سب مذاق تھا جو تمہیں بچپنا لگا' مگر محبت بچپنا نہیں ہے' میں صرف وہ سب اس لیے کررہا تھا کہ تمہیں یہ سمجھا سکوں کہ ہم ایک دوسرے کے لیے کتنے ضروری ہیں۔" دامیان سوری سنجیدگی سے بولا تھا۔

"مگر شاید تم سمجھنے پر مائل نہیں ہو اناہیتا بیگ! میں نہیں چاہتا جب تمہیں اس بات کا احساس ہو' بہت دیر ہوچکی ہو۔"

وہ کہہ کر پلٹا اور وہاں سے نکل گیا تھا۔

اناہیتا بیگ اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

☆

پارسا چوہدری نے اپنے سامنے بیٹھے یلماز کمال کو دیکھا تھا اور پھر پُرسکون لہجے میں بولی۔

"یلماز کمال! مجھے تم سے محبت نہیں ہے' نہ کبھی تھی اگر ہے تو صرف نفرت' تمہیں میں کبھی معاف نہیں کرسکتی' کبھی نہیں بھول سکتی' تم میری یادداشت سے کبھی نکل نہیں پائے۔ اس لیے نہیں کہ مجھے تم سے کوئی لگاؤ تھا یا محبت تھی۔ صرف اس لیے کیونکہ مجھے تم سے بے پناہ نفرت تھی۔ میں تم سے کوئی رشتہ باقی رکھنا نہیں چاہتی' نہ کوئی نیا رشتہ جوڑنا چاہتی ہوں۔ تم میرے راستوں میں آنا بند کردو۔"

"پارسا! جو ہوا تم اسے بھلا نہیں سکتیں؟ آٹھ برس پرانی بات ہے وہ۔ تب میں ناسمجھ تھا۔ اتنی عقل نہیں تھی جو ہوا وہ صرف ناسمجھی میں ہوا۔ اصل بات یہ ہے کہ مجھے تم سے محبت ہے' بہت پیار کرتا ہوں میں تم سے۔ یہ بات میں نے سمجھنے میں اور قبول کرنے میں نے بہت دیر کردی۔ میں جانتا ہوں بہت غلط کیا میں نے...... مگر تم سے محبت کا احساس میرے لیے خود حیران کن تھا۔ میں چاہتا ہوں تم کوئی بھی فیصلہ لینے میں جلدی مت کرو۔ یہ زندگی بھر کی بات ہے' اگر میں نے کوئی زخم دیا ہے تو میں اس کا ازالہ بھی کرسکتا ہوں' کیا تم مجھے ایک موقع اور نہیں دو گی؟" یلماز کمال نے پُرامید لہجے میں پوچھا۔

پارسا چوہدری نے اسے خاموشی سے دیکھا تھا اور پھر اٹھنے لگی تھی۔ یلماز کمال نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا' پارسا نے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"تم جو کہو گی میں کروں گا پارسا! جیسے تم کہو گی کروں گا' تم اگر چاہتی ہو میں فیصل آباد جا کر سب سے سچ کہوں اور معافی مانگوں تو میں یہ بھی کرسکتا ہوں۔ میں نے جو غلطی ایک بار کی ہے میں اسے نہیں دہرا سکتا۔ کوئی ایک بار ہی اپنی زندگی گنوانے کی غلطی کرسکتا ہے' میں وہ غلطی پہلے ہی کرچکا ہوں' اس کے بعد اگر دہراتا ہوں تو مجھ سے زیادہ احمق کوئی نہیں ہوگا۔" یلماز کمال اس کا ہاتھ تھام کر بولا تھا۔

عدن بیگ جو اس وقت ریسٹورنٹ میں قریب کی ٹیبل پر تھا' اس نے یلماز کمال کو بغور دیکھا تھا۔ کچھ فاصلہ ہونے کے باعث اگرچہ پوری طرح وہ سن نہیں پایا تھا' مگر بات اس پر واضح ہورہی تھی کہ مدعا کیا تھا۔ عدن بیگ نے پارسا کی طرف دیکھا تھا جو اس وقت خاموش تھی۔ پھر وہ آہستگی سے اٹھا تھا اور ریسٹورنٹ سے باہر نکل گیا تھا۔

☆
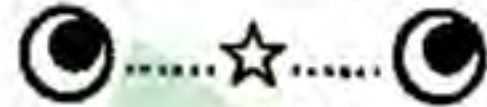
"مجھے بہت خوشی ہوئی زائرہ! جہانگیر بھائی واپس آگئے۔ تمہارے بھیا کو پتا چلا تو بہت خوش ہوئے' وہ کل جیسے ہی جرمنی سے واپس آتے ہیں' ہم سے ملنے کے لیے آئیں گے۔" مسز بیگ نے فون پر زائرہ ملک سے کہا۔ "تم اس طرح چپ کیوں ہو زائرہ! تمہیں خوشی نہیں ہوئی؟ اب یہ اداسی کیوں؟ ساری عمر تم نے تنہا گزاری ہے کسی سزا کی طرح۔ اب اگر ایک ٹھہراؤ آیا ہے تو بھی اتنی بے یقین کیوں ہو؟"

"نہیں بھابی! ایسی بات نہیں ہے' آپ آئیں گی تو پھر بات کریں گے۔ جہانگیر واپس آگئے ہیں' ہوش میں بھی آگئے ہیں۔ آپ لوگوں کو دیر سے اس لیے بتایا کہ مجھے خود معلوم نہیں تھا اب اس صورت حال کا آگے کیا ہوگا' وہ کومہ میں رہے' حالت ایسی تھی کہ مجھے بتانا مناسب نہیں لگا۔" زائرہ نے کہا تھا۔

"میں سمجھ سکتی ہوں زائرہ! تم پریشان مت ہو' اللہ سب ٹھیک کرے گا۔ اگر جہانگیر بھائی واپس پلٹے ہیں تو ضرور یہ خوش آئند بات ہے۔ اب تو سب ٹھیک ہورہا ہے' اب کیوں پریشان ہوتی ہو۔" مسز بیگ نے کہا تھا۔

"پریشان نہیں ہوں' آپ آئیں پھر بات کرتے ہیں۔"

"کوئی بڑی بات ہے زائرہ؟"

"نہیں بھابی! جب آپ آئیں گی تو بات کریں گے۔"

"او کے ٹھیک ہے۔" مسز بیگ نے فون کا سلسلہ منقطع کیا تھا۔

زائرہ نے فکر سے دیوار پر لگی انا ملک کی تصویر کو دیکھا تھا۔ تبھی ملازم نے آ کر بتایا تھا کہ سدرہ تغلق ان سے ملنے آئی ہیں۔ زائرہ ملک کو حیرت نہیں ہوئی تھی مگر وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھیں کہ اس وقت وہ کیا بات کرنے آئی ہوں گی۔ کہیں وہ بھی اس ساری سازش میں بیٹے کے ساتھ تو نہیں تھیں؟ زائرہ نے ملازمہ سے انہیں اندر لانے کو کہا تھا اور اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

سدرہ تغلق جب اندر آئیں تو زائرہ ملک نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ سدرہ تغلق نے زائرہ ملک کی طرف دیکھا پھر بولی تھیں۔

"انائیہ دکھائی نہیں دے رہی؟ کہاں ہے وہ؟"

"وہ گھر پر نہیں ہے آپ کسی خاص مقصد سے آئی ہیں؟" زائرہ ملک نے پوچھا۔

"زائرہ! جو ہوا ہے مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا' میں سمجھتی تھی یہ معارج کی غلطی ہے اور ہم اس کو سدھار سکتے ہیں۔ اس شادی یا تعلق کو جوڑنے کے پیچھے جو بھی سازش تھی' مقصد تھا ہم اس سے واقف نہیں تھے' میں نے انائیہ کو ہمیشہ اپنی بیٹی مانا ہے۔ مجھے بہت افسوس ہے معارج نے اس کے ساتھ جو بھی سلوک روا کر لیا۔ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا' مجھے اس کی خبر دیر میں ہوئی ہے۔ ورنہ میں انائیہ کے ساتھ یہ سب نہیں ہونے دیتی۔ اس کے لیے میں آپ سے معافی مانگتی ہوں۔" سدرہ تغلق کھلے دل سے کہہ رہی تھی۔

انائیہ نے دہلیز کے بیچ کھڑے سنا تھا' سدرہ تغلق کہہ رہی تھیں۔

"جو ہوا سو ہوا' میں نے معارج کی اچھی خاصی خبر لی ہے' اسے سمجھایا ہے' آپ بھی اسے معاف کر دیں۔ ہم انائیہ کو گھر واپس لے جانا چاہتے ہیں۔"

"مگر میں وہاں واپس نہیں جانا چاہتی ممی! میں معارج تغلق کو معاف نہیں کر سکتی۔" انائیہ بولتی ہوئی سدرہ تغلق کے سامنے آ رکی تھی۔ سدرہ تغلق نے اٹھ کر اس کا چہرہ پیار سے ہاتھ میں لیا تھا۔

"تمہارا غصہ جائز ہے انائیہ! ایک بار پہلے بھی ہم نے تمہیں گھر لے جانے کی ٹھانی اور آج دوبارہ......"

"ممی! میں آپ کی بہت عزت کرتی ہوں' میں جانتی ہوں آپ کا معارج کے اس اقدام سے کچھ لینا دینا نہیں ہے مگر میں اب وہاں واپس جانا نہیں چاہتی۔ زندگی اس طرح بسر نہیں ہوتی' میں بار بار کے تجربات سے خود کو مزید تکلیف نہیں پہنچا سکتی۔ جس شخص کے ساتھ زندگی گزارنا ہے' اسے اب بھی اپنی غلطی کا کوئی احساس نہیں ہے۔ میں مانتی ہوں آپ لوگ بھی اہم ہیں مگر مجھے زندگی بھر غلطیوں کو دہرا کر پچھتاوے میں نہیں رہنا۔ معارج تغلق کا غصہ جب اترے گا تو بات اس کی سمجھ میں بھی آ جائے گی کہ زندگی اس طور بسر نہیں ہوتی مجھے آپ لوگوں سے کوئی گلہ نہیں ہے آپ نے مجھے بہت محبت دی' مگر شاید میں اس گھر کے لیے نہیں ہوں۔" انائیہ دھیمے لہجے میں بولی تھی۔

سدرہ تغلق نے اس کے چہرے کو دیکھا تھا اور سر نفی میں ہلایا تھا۔

"ایسے نہیں کہتے' یہ رشتے جو ہوتے ہیں نا...... یہ پل دو پل کی بات نہیں ہوتی۔ معارج میرا بیٹا ہے' میں اس کا مزاج جانتی ہوں' میں جانتی ہوں وہ اپنی غلطی کو ماننے میں زیادہ دیر نہیں لگائے گا' وہ کشادہ دل ہے اور اصول پرست۔ مجھے یقین ہے یہ رشتہ جڑا ہے یہ عمر بھر کے لیے ہے اور تمہیں اور معارج کو اس کا احساس جلد ہوگا۔"

"مجھے احساس ہے ممی! مگر معارج نے مجھے خود نکالا ہے' میں اس گھر میں دوبارہ واپس نہیں جانا چاہتی' جہاں سے مجھے اس طرح نکالا گیا' وہ رشتہ کسی رشتے کو باندھنے کے لیے نہیں جوڑا گیا تھا' وہ رشتہ صرف ایک بدلہ تھا اور کچھ نہیں۔" انائیہ آنسوؤں کے ساتھ بولی تھی۔

"جانتی ہوں میں' مجھے اس سچائی کی خبر پہلی نہیں تھی۔ میں نے بھی ڈائری کچھ روز قبل ہی پڑھی تھی۔ جب تانیا کے روم میں گئی تھی' ہم نے عرصے سے اس روم کو لاکڈ کیا ہوا تھا' کوئی وہاں نہیں جاتا تھا مگر معارج کو تانیا سے اس کی چیزوں سے انسیت تھی' تبھی جب وہ واپس آیا تو اس نے اسے کھلوایا اور باقاعدگی سے اسے صاف ستھرا کروانے کی ذمے داری تم کو سونپ دی' تمہاری اور معارج کی شادی کا ہونا اور دو خاندانوں کا ملنا' ماضی سے کوئی تعلق رکھتا تھا' اس کی خبر مجھے بھی بعد میں ہوئی۔ میں نہیں جانتی تھی معارج تم سے شادی صرف تانیا کی روح کو سکون پہنچانے کے لیے کر رہا ہے' وہ نادان ہے۔ میں جانتی ہوں یہ سب کرنے سے تانیا کی روح کو سکون نہیں ملا ہوگا' وہ اور بے چین ہو گئی ہوگی۔ اسے تانیا کی موت کا دکھ تھا' تبھی اسے لگا اس کی وجہ تمہارا خاندان ہے۔ مجھے یقین ہے وہ اس غلط فہمی سے جلد نکلے گا اور یہ جان لے گا کہ اس نے جو بھی کیا غلط کیا۔" سدرہ تغلق سمجھاتے ہوئے بولی تھیں۔

◉......☆......◉

"کیا ہوا؟ تم اس طرح پریشان کیوں ہو؟" انابیتا نے پارسا کو دیکھا تھا۔

"پریشانی کی بات تو ہے انا! تم جانتی ہو وہ یلماز کمال فیصل آباد گیا ہے اور اماں ابا سے اپنے کیے کی معافی بھی مانگ لی ہے' اس نے ان کو سب سچائی بتا دی ہے' اور ان سے میرا ہاتھ بھی مانگا ہے۔" پارسا بہت پریشان دکھائی دی تھی۔

"یہ سب تمہیں کیسے پتا چلا؟" انا نے پوچھا۔

"اماں کا فون آیا تھا' یلماز کمال وہیں ہے' سلو بھائی نے تو سنتے ہی اس پر پستول تان دی تھی۔ اماں نے درمیان میں آ کر بچاؤ کرایا مگر یلماز نے کہا۔ "مجھے موت سے ڈر نہیں لگتا اور اگر میں یہاں آیا ہوں تو حالات کا سامنا کرنے آیا ہوں۔" پارسا نے اماں کے بتائے گئے الفاظ دہرائے تھے۔

"اوہ...... تم کیا کرو گی اب؟ تمہیں یلماز کو بتا دینا چاہیے تھا کہ تم اس سے محبت نہیں کرتی ہو۔" انابیتا نے مشورہ دیا تھا۔

"میں نے اسے بتا دیا تھا کہ مجھے اس سے محبت نہیں ہے' مگر وہ سننے کو تیار نہیں۔ اسے لگتا ہے جیسے اپنی غلطی کا ازالہ ہو سکتا ہے۔"

"یہ غلطی اس ازالے کے لیے نہیں ہے پارسا! تم اس پر دوبارہ سے اعتبار کیسے کر سکتی ہو؟" انابیتا نے بے یقینی سے پوچھا تھا۔

"تو پھر وہ تمہارے گھر کیسے گیا؟ اور اماں ابا سے بات کیسے کی؟" انابیتا نے پوچھا تھا۔

"اسی پر تو میں حیران ہوں انا! میں نے اسے صاف کہہ دیا تھا میں اس میں انٹرسٹڈ نہیں ہوں' نا ہی اسے معاف کر سکتی ہوں۔" پارسا بولی تھی۔

"پارسا! تمہیں بہت محتاط رہنا ہوگا' یلماز کمال سے جتنا ممکن ہو دور رہو اور اپنے اماں ابا کو بتا دو کہ تم اس سے شادی نہیں کرنا چاہتیں۔" انابیتا نے سمجھایا تھا۔

تبھی وہاں عدن آ گیا تھا تو انابیتا چپ ہو گئی تھی۔

"کیا ہوا' اینی پرابلم؟ تم دونوں اس طرح چپ کیوں ہو گئیں؟ کوئی خاص ڈسکس ہو رہی تھی؟"

"نہیں بھائی! ہم تو بس روٹین کی باتیں کر رہے تھے' آپ کافی پئیں گے؟ میں بنانے جا رہی ہوں۔" انابیتا اٹھ کر کھڑی ہوئی تھی۔ عدن بیگ نے سر ہلا دیا تھا۔ انابیتا وہاں سے نکل گئی تھی۔

عدن پارسا کی طرف دیکھنے لگا' وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"ہم یلماز کمال کے بارے میں بات کر رہے تھے' وہ اماں ابا سے ملنے گیا تھا۔ ان سے میرا ہاتھ مانگنے۔ اس کے

خیال میں اسے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا ہے مگر......'' وہ بات ادھوری چھوڑ گئی تھی۔

''مگر......؟'' عدن بیگ نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''آپ جانتے ہیں اس نے جو بھی کیا' کیا اس کے بعد بھی میں اسے قبول کرنا چاہوں گی؟'' وہ سر اٹھا کر اس طرف دیکھنے لگی تھی۔ عدن بیگ نے اس کی طرف خاموشی سے دیکھا تھا پھر سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

''میں نہیں جانتا...... یہ تمہاری زندگی ہے اور فیصلہ لینے کا اختیار تمہارے پاس ہی ہے۔'' انداز لاتعلق تھا۔ پارسا کی طرف دیکھ کر رہ گئی تھی پھر سر جھکا کر بولی۔

''میں اس کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق باقی نہیں رکھنا چاہتی۔ یہ بات میں اسے بتا چکی ہوں' میری زندگی میں اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔'' وہ قطعی لہجے میں بولی۔

عدن بیگ اسے خاموشی سے دیکھنے لگا تھا' انداز کچھ الجھا ہوا تھا۔ جیسے وہ اسے کھونا نہیں چاہتا تھا' مگر اسے کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا۔

پارسا خاموش رہی تھی' ایک نظر اس شخص کو دیکھا تھا' جو اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

''آپ کیا سوچ رہے ہیں؟'' پارسا نے پوچھا تھا۔ عدن نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

پارسا کچھ دیر خاموش رہی تھی' الجھن صاف ظاہر تھی' پھر کچھ ٹھان کر عدن بیگ کی طرف دیکھا تھا۔

''آپ...... آپ......؟''

''کیا......؟'' عدن بیگ چونکا تھا۔ پارسا اس پر سے نگاہ ہٹا گئی تھی اور خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے اپنے اندر کی ہمتوں کو جمع کیا تھا اور فوراً بولی۔

''آپ شادی کریں گے مجھ سے؟''

اس کا سوال اتنا غیر متوقع تھا کہ عدن بیگ چونکتے ہوئے اسے دیکھنے لگا تھا۔

''آپ ایسے بے یقینی سے کیا دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے ہی تو پرپوز کیا تھا ایک بار ..... پھر اب؟'' پارسا جیسے کسی الجھن میں تھی۔

''پارسا تم کسی الجھن میں ہو اور اس سے نکلنا چاہتی ہو؟'' عدن بیگ نے کہا۔ ''اور اس کے لیے تمہیں میری مدد درکار ہے؟''

''آپ کو لگتا ہے شادی کسی مصیبت سے نکلنے کا حل ہے؟'' وہ الٹا سوال کرنے لگی تھی۔

''یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔'' عدن بولا۔

''میں اگر کسی مصیبت میں ہوں بھی تو کیا آپ میری مدد کرنا نہیں چاہیں گے؟''

''میں چاہتا ہوں تم پوری آزادی سے اور اطمینان سے' سوچ سمجھ کر اپنی زندگی کا فیصلہ کرو' کسی دباؤ کے نتیجے نہیں۔'' عدن بیگ نے سمجھایا۔

''آپ کو لگتا ہے میں ایسا کسی دباؤ کے تحت کہہ رہی ہوں؟ آپ یہ شادی کرنا نہیں چاہتے؟'' اپنے مان کے روندے جانے کا خیال بہت تکلیف دہ تھا۔ وہ اس سے الگ سوچنا نہیں چاہتی تھی۔ کمرے میں کچھ دیر تک خاموشی رہی تھی پھر جانے کیا ہوا تھا' پارسا اٹھ کر جانے لگی تھی' جب عدن بیگ نے اس کی کلائی تھام لی تھی۔ پارسا نے پلٹ کر اس کی سمت دیکھا تھا۔ عدن بیگ نے اس کی سمت دیکھا تھا۔

''بیٹھو......'' تحکم بھرے انداز میں کہا تھا۔

''کیوں؟'' وہ اکھڑے۔ اجنبی لہجے میں بولی تھی' شاید اس کی ایگو ہرٹ ہوئی تھی اور وہ اس تاثر سے باہر آنا چاہتی تھی' اسی انداز میں ایک کھنچاؤ تھا۔

''شادی کرنا ہے تو بہت سے پلانز بھی تو بنانا ہوں گے نا؟ سب سے پہلے تو ممی ڈیڈی کو انفارم کرنا ہوگا' یا پھر چاہتی ہو کہ ہم سے بھاگ کر شادی کریں؟'' بھرپور سنجیدگی سے کہتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔ پارسا خجل سی ہوکر گردن پھیر گئی تھی۔

''میں نے کہہ کر غلطی کی' اس کا احساس ہوگیا ہے مجھے۔ میرا مزید مذاق مت بنائیں' بھول جائیں میں نے ایسا کچھ کہا بھی تھا۔'' بھرپور لاتعلقی سے کہا تو' عدن بیگ نے سر ہلا دیا۔

''مگر بھاگ کر نہیں بھی کرنا تو پھر تیاری تو کرنا ہوگی نا؟ ویسے کب کا پلان ہے؟' عدن کے انداز پر وہ اسے دیکھنے لگی تھی۔

''آپ کو لگ رہا ہے یہ سب مذاق ہے؟'' وہ گھورنے لگی تھی۔

''نہیں' مذاق نہیں ہے تبھی تو اتنا سیریس ہوں اور بیٹھ کر تمہارے ساتھ ڈسکس کرنا چاہتا ہوں۔'' عدن نے اس کی طرف دیکھا تھا' وہ سمجھ نہیں پائی تھی اگر وہ مذاق کر رہا تھا' مگر آج پہلی بار اس کی طرف دیکھ کر کوئی عجیب سا احساس ہوا تھا۔ عدن کے دیکھنے سے اس کی پلکیں جھکی تھیں اور وہ پلٹ کر کھڑی ہوگئی تھی۔

''تم جا رہی ہو؟ ڈسکس نہیں کرنا؟ بغیر منصوبہ بندی کے شادی کرنا ہے؟'' وہ اس کی پشت کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ پارسا نے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔

''میں مزید ڈسکس کرنا نہیں چاہتی۔'' کہتے ہی وہ کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔ عدن مسکرا دیا تھا۔ اناہیتا کافی لے کر آئی تھی تو حیرت سے تیزی سے جاتی پارسا کو دیکھا تھا اور پھر بھائی کو۔

''یہ کیا کایا پلٹ ہوئی؟ ابھی تھوڑی دیر پہلے تو کافی بوجھل سی فضا تھی کمرے کی۔ یہ آپ کے چہرے پر مسکراہٹ...... اور اس کا اس طرح یہاں سے جانا' اس کا کیا مطلب ہے؟'' اناہیتا نے کافی کا کپ بھائی کو تھماتے ہوئے پوچھا تھا' وہ مسکرا دیا تھا۔

◉......☆......◉
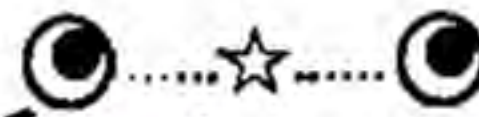
انائیا ملک لان میں جھولے پر بیٹھی تھی جب اچانک ہی بارش ہونے لگی تھی۔ وہ اس تیز ہوتی بارش میں بھیگنے لگی تھی۔ عجیب کھویا کھویا سا انداز تھا۔ معارج تغلق کب اس کے قریب آیا' کب جھولے پر اس کے قریب بیٹھا' وہ جان نہیں پائی تھی۔ معارج تغلق نے اس کی سمت بغور دیکھا تھا پھر جانے کس خواہش کے تحت اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

انائیا ملک اس کی سمت دیکھنے لگی تھی' معارج تغلق اس کی سمت بغور دیکھ رہا تھا۔ ان نظروں میں کیا تھا' انائیا ملک اس کی سمت دیکھ نہیں سکی تھی اور نظریں جھکا گئی تھی۔

معارج تغلق کی نگاہ اس کے چہرے سے ہٹی نہیں تھی' اس کے چہرے پر ایسا کیا خاص تھا کہ معارج تغلق کی نگاہ آج بند ہوکر رہ گئی تھی......

کسی خاص جذبے کی آمد تھی یا پھر کوئی دستک تھی دل پر؟

یا پھر کوئی اور خواب دکھانے آیا تھا وہ؟

یا پھر کچھ نئے ارادے باندھ کر پھر کوئی کرشمہ سازی کرنے آیا تھا؟

انائیا ملک کو اس لمس میں ایسا خاص کیا محسوس ہوا تھا کہ اس کی آہٹ دل تک آئی تھی......

کیا یہ محبت کا آغاز تھا؟

اسے معارج تغلق سے محبت ہو رہی تھی؟

یا کسی بھولے بھٹکے لمحے میں ہوئی محبت کا احساس ہی آج ہوا تھا؟

وہ لمحہ کسی بدگمان لمحے میں آیا تھا یا پھر آج ہی یہ احساس دل میں کہیں جاگا تھا؟ انائیا ملک نے گھبرا کر اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکالنا چاہا تھا مگر معارج تغلق جیسے اس پر مائل نہیں تھا یا پھر وہ ان لمحوں کو کچھ طول دینا چاہتا تھا۔ انائیا ملک نے تیز برستی بارش میں اس شخص کے چہرے کو دیکھا تھا' اس کی آنکھوں میں اس ایک تاثر کو پرکھنے اور جاننے کی کوشش کی تھی' جب معارج تغلق اپنا چہرہ اس کے چہرے کے کچھ قریب لے آیا تھا۔ انائیا ملک کا دل ایک لمحے میں بہت تیزی سے دھڑکا تھا۔

''تم......!'' اس نے اندر کے شور سے گھبرا کر جیسے کچھ بولنا چاہا تھا۔ معارج تغلق نے اس کے لبوں پر انگلی رکھ دی تھی۔ انائیا ملک حیرت سے اس کی سمت تکنے لگی تھی۔

یہ بارش تھی یا کوئی جادو......

کیسی پراسراریت تھی ان لمحوں میں

کیا جادو کر رہا تھا یہ موسم...... انائیا ملک کو اپنا دل کسی خاص آہنگ کے زیر کیوں محسوس ہوا تھا۔

کیا تھا یہ؟

محبت......؟

یا پھر محبت سا کوئی احساس؟

یا پھر کوئی وہم......

مگر دل جیسے کہیں بند کیوں ہو رہا تھا؟

یا پھر یہ موسم کوئی بندھن باندھ رہا تھا

کوئی اسم پھونکا تھا کسی نے اور پوری فضا کو اپنے ساتھ باندھ لیا تھا۔

کیا ہوا تھا کہ ساری عقل ایک طرف دھری رہ گئی تھی۔ فرد کی کچھ خبر نہیں رہی تھی۔ معارج تغلق نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور پھر اٹھ کر اسے لے کر اپنے ساتھ چلنے لگا تھا۔ وہ کسی مقناطیسی انداز میں اس کے ساتھ کھنچنے لگی تھی۔

کیا تھا کہ وہ ایک بار بھی تعرض نہیں برت سکی تھی۔

کیا ایسا تھا اس لمحے میں جو کوئی جادوگر بن کر بیٹھا تھا؟ یا پھر نئے اسباب ہمراہ لایا تھا وہ اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر خاموشی سے اس کا معمول بنی کیوں چل رہی تھی؟

کوئی عشق تھا؟ یا پھر مجبوری تھی؟ وہ کیوں اس کی ہمراہی قبول کر رہی تھی' اگر اس کے قدم سے قدم ملا کر چلنا معارج تغلق کی کوئی ڈھکی چھپی خواہش تھی تو وہ اس خواہش کو کیوں تکمیل تک پہنچا رہی تھی؟ اس خاموشی میں کیا اسرار تھا کیا بھید رکھتی تھی وہ بھیگتی شام...... وہ اس کا ہاتھ تھام کر گھنے املتاس کے پیڑ تلے آن کھڑا ہوا تھا' کئی پھول پتے تیز ہوا سے ٹوٹ کر بکھر رہے تھے۔ وہ آدھی پیڑ کے سائے تلے تھی اور آدھی بارش میں بھیگ رہی تھی۔ اس کا وجود ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔ انائیا سر اٹھا کر اس کی سمت دیکھنا چاہتی تھی' مگر ایسا کر نہیں پائی تھی۔ معارج تغلق نے اس کی جھکتی پلکوں کو دیکھا تھا' وہ جس طرح اس کے ساتھ تھی شاید وہ ان کمفرٹیبل محسوس کر رہی تھی' اس کے کانپتے وجود کو دیکھتے ہوئے اس نے کچھ کہنے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔ اپنا کوٹ اتار کر آہستگی سے اس کے شانوں پر ڈالا تھا۔ انائیا ملک اس عمل پر حیران رہ گئی تھی۔ حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

''آپ......!'' انائیا ملک کچھ کہنے کی کوشش کرنا چاہتی تھی' مگر جانے کیا ہوا تھا' جیسے چپ لگ گئی تھی۔ بادل بہت

تیزی سے گرجا تھا اور بجلی بھی چمکی تھی۔ وہ خوف سے معارج تغلق کے سینے پر سر رکھتے ہوئے چہرہ چھپا گئی تھی۔ بہت غیر ارادی طور پر ہوا تھا یہ بنا منصوبہ بندی کیے بنا کچھ سوچے۔ حیران تو شاید معارج تغلق بھی ہوا تھا اُسے اپنے سینے پر سر رکھے دیکھ کر۔ وہ اس کے وجود میں اس طرح پناہ ڈھونڈ سکتی تھی اُسے اس کا اندازہ نہیں تھا۔

انائیا ملک کے حواس کچھ لمحے گزرنے کے بعد تب بیدار ہوئے تھے جب اس کی دھڑکنوں کی آواز اسے اپنے کانوں میں سنائی دی تھی۔ اس کے وجود کی خوشبو کلون کی مخصوص مہک اس کے بہت قریب ہونے کا احساس لمحہ بھر، تھا اور وہ اس کے سینے پر سر اٹھائے ہوئے پیچھے ہٹ گئی تھی اور لاتعلقی کے انداز میں چہرہ پھیر کر کھڑی ہوگئی تھی۔

"آپ یہاں کسی خاص کام سے آئے تھے؟" غالباً اپنی خجلت مٹانے کو پوچھا تھا معارج تغلق نے اس کی طرف بھرپور نگاہ ڈالی تھی۔

"مجھے تم سے ضروری بات کرنا تھی مگر......" وہ بھی شاید ایسی ہی کسی کشمکش سے گزر رہا تھا جس سے انائیا گزر رہی تھی۔

"مگر......!" انائیا نے اس کی سمت کن انکھیوں سے دیکھا تھا۔

"اوں ہوں......" معارج تغلق نے الجھے ہوئے انداز میں سر انکار میں ہلا دیا تھا۔ "میں چلتا ہوں۔" وہ کہتے ہی پلٹ کر اپنی گاڑی کی سمت بڑھ گیا اور دوسرے ہی پل اس کی گاڑی کھلے گیٹ سے باہر نکل گئی۔

انائیا ملک کو یوں لگا تھا کہ جیسے جاں مشکل میں گر رہی تھی۔ ایک اضطرابی پہلی بار دل سے لپٹی محسوس ہوئی تھی۔ کیسا احساس تھا یہ؟ وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔

☾......☆......☾
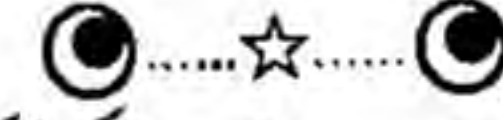
انابیتا پارٹی میں جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی۔ پارسا نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔

"تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں؟ ایکسل کا تیسری بار فون آچکا ہے۔ بے چارا وہاں پریشان ہو رہا ہے تم بھی ابھی تک یہیں ہو اور دامیان بھی وہاں نہیں پہنچا۔ اسے ڈر ہے کہ کہیں تم دونوں عین موقع پر اسے دغا نہ دے جاؤ۔" انابیتا نے خود پر پرفیوم اسپرے کیا اور پھر اس کی سمت دیکھا تھا۔

"میں تیار ہوں ایکسل جانتا ہے میں کہہ کر مکرتی نہیں پھر جان کیوں نکلی جا رہی ہے اس کی۔ میں صرف حیدر مرتضیٰ کا انتظار کر رہی ہوں۔" اس نے بریسلیٹ پہنتے ہوئے کہا۔

"اوہ تو تم نے حیدر مرتضیٰ کے ساتھ جانا ہے تو پھر میں یہاں کھڑی کیا کر رہی ہوں؟ میں عدن سے پوچھتی ہوں اگر وہ مجھے ڈراپ کر سکے۔" وہ بولی تھی اور جانے کو پلٹی تھی۔

"پارسا رکو! حیدر نے کہا تھا اسے میرے ساتھ جانا ہے۔ کوئی بات نہیں میں اسے راستے میں فون کر دوں گی تم میرے ساتھ چلو۔" انابیتا اٹھ کھڑی ہوئی تھی پارسا نے اسے دیکھا تھا اور پھر سر ہلا دیا تھا۔

"تم کچھ زیادہ دھونس نہیں جمانے لگیں؟ بھابی بننے جا رہی ہو شاید اس لیے۔" انابیتا نے اسے چھیڑا وہ جھینپ گئی تھی۔

"تمہیں عدن نے بتا دیا؟"

"آف کورس! میرا بھائی ہے میں بہت خوش ہوں اس سب کے لیے۔ مجھے خوشی ہوئی کہ تم اس کے لیے تیار ہو۔ مجھے امید ہے کہ تم نے یہ فیصلہ کسی دباؤ میں آکر نہیں لیا ہوگا۔" انابیتا نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"عدن نے ممی ڈیڈی سے بات کی ہے جلد تم دونوں اس رشتے میں بندھ جاؤ گے۔ کتنا کچھ کرنا پڑے گا نا ڈھیر ساری تیاریاں ڈھیر ساری شاپنگ میں بہت خوش ہوں۔" انابیتا مسکرائی تھی پارسا اس کی سمت دیکھتی ہوئی مسکرا دی تھی۔

☾......☆......☾
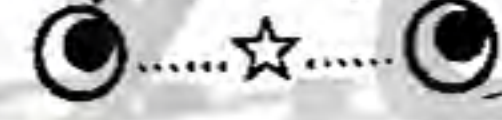
میرے دل میں جو ہلچل ہے
میرے سنگ چلتی اضطرابی
اس کے اسباب خاموشی میں کھڑی ڈھونڈتی ہے
محبت نام دوں اس کو
یا تا دیل کوئی ڈھونڈوں
یا وہم اسے جانوں
محبت دھنک رنگ اوڑھے
میرے ساتھ ساتھ چلتی
کوئی سرگوشی میرے کان میں کرتی
اتنی بے چین سی کیوں تھی
اسے کچھ مجھ سے کہنا تھا
یا پھر کچھ مجھ سے سننا تھا؟
محبت کے لہجے میں کیسی وہ خواہشیں تھیں
میں اس کو سننا چاہتی تھی
مگر سانس جو دل میں رکی تھی
اسے کچھ بے یقینی تھی
محبت ہو رہی تھی یا
محبت ہونے والی تھی
محبت اپنے رنگ بکھیرتی
کیسے اپنے سنگ باندھ رہی تھی
آدھی چپ کو اوڑھے
کھڑی آدی محبت
کچھ بے چین سی تھی......!
محبت ہوگئی تھی یا
محبت ہو رہی تھی......

اندر کے اضطراب سے گھبرا کر انائیا ملک نے سر نفی میں ہلا دیا تھا اور ٹیرس پر آگئی۔ یہ کیا ہو رہا تھا اس کا دل کسی خیال سے بند ہوگیا تھا۔ کیوں بار بار ذہن بھٹک کر اس کی سمت جا رہا تھا۔

یہ کیا ہو رہا تھا اسے؟ وہ آپ حیران تھی وہ چونکی جب اس کا سیل بجا تھا۔ معارج تغلق کا نمبر دیکھ کر انائیا ملک نے فون اٹھایا تھا۔

"میں نیچے کھڑا ہوں تم نیچے آجاؤ۔" معارج تغلق نے حکم دیا تھا اور کال کا سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

انائیا ملک نے ایک لمحے کو سوچا تھا پھر نیچے آگئی جیسے وہ اس کا معمول تھی۔ معارج تغلق اس کا منتظر تھا سو اس کے لیے گاڑی کا دروازہ کھول دیا تھا۔

⊙......☆......⊙

جوں جوں انابیتا کے Skit کا ٹائم قریب آرہا تھا' اس کی حالت بُری ہورہی تھی' جانے سارا اعتماد کہاں گیا تھا۔ اسے اپنے ہاتھوں میں نمی محسوس کرکے خود پر بہت غصہ آیا تھا' وہ ایسی تو نہیں تھی۔

''تم ریڈی ہو نا؟'' ایکسل نے اس کے قریب آکر پوچھا تھا۔ انابیتا نے سر ہلایا تبھی نگاہ اس سے دور کھڑے دامیان سوری پر پڑی تھی۔ وہ اس وقت اسکٹ کے لیے ریڈی تھا' اس کا اونچا لمبا قد اس شیروانی میں بہت نمایاں تھا' کسرتی جسم' اس کا انداز اور شاہانہ بنا رہا تھا۔

انابیتا جانے کیوں اس کی سمت سے نگاہ نہیں ہٹا پائی تھی۔ دامیان نے اس کی سمت دیکھا تھا مگر تبھی اس لمحے میں وہ اس کی سمت سے اپنی نظریں چرا گئی تھی۔ دامیان سوری نے اس کی چوری پکڑ لی تھی مگر وہ اس کے قریب نہیں آیا تھا' نا کچھ بولا تھا۔

''انابیتا! ناؤ اِٹس یور ٹرن! تمہیں فرسٹ انٹری دینا ہے' اس کے بعد دامیان آئے گا۔'' ایکسل نے سمجھایا تھا' انابیتا نے سر ہلا دیا تھا مگر حقیقت میں وہ بہت نروس تھی۔ اپنے اندر کے اعتماد کو مجتمع کرتی ہوئی وہ اسٹیج پر آگئی تھی' پردہ کھنچ گیا اور وہ خالی خالی نظروں سے سامنے بیٹھی کراؤڈ کو دیکھنے لگی تھی۔ اس سے پہلے کہ اس پر کوئی ہوٹنگ ہوتی دامیان اس کے پیچھے آن کھڑا ہوا تھا۔

''انارکلی! تمہاری بے چینی سمجھ سکتا ہوں میں مگر ایک بار میری آنکھوں میں دیکھو' ان دھڑکنوں کو سنو اور پھر کہو کہ کیا یہ محبت غلط ہے؟ یا پھر اس محبت کا احساس نظر انداز کرنے کے لائق ہے؟'' اس کی بھاری آواز پر وہ پلٹی تھی اور اس سے ٹکرا کر شاید توازن برقرار نہ رکھ پائی تبھی دامیان سوری نے اس کے گرد اپنے مضبوط بازو پھیلا کر ایک آہنی دیوار بنادی تھی۔ ایسا کرنے سے وہ اُس کے کچھ قریب آگئی تھی۔ ہال میں سیٹیاں بجی تھیں۔ شور اٹھا تھا۔ مگر دامیان نے اس شور کو نظر انداز کردیا تھا۔ انابیتا اس کی سمت سخت الجھن سے دیکھ رہی تھی۔

''انارکلی! اس الجھن سے باہر نکل آؤ۔ میں جانتا ہوں سمجھ سکتا ہوں اور اس مدہم سرگوشی کو بھی جو تمہارے دل میں کہیں دبی ہے اور جس کو تم اب تک نہیں کہہ سکی۔ میں اس ان کہی کو بھی سن سکتا ہوں میری آنکھوں میں دیکھو انارکلی! کیا ہمیں اب بھی لفظوں کی ضرورت ہے؟ کیا تاویلیں باندھیں گے؟ خسارے کی فکر کب تک رہے گی اور موت کے خوف سے کب تک ہم ایک دوسرے سے نظریں بچاتے رہیں گے؟ محبت راز بنا کر کب تک ان دھڑکنوں میں قید رہے گی انارکلی؟ محبت کو سانس لینے دو اس رشتے کو بندھ جانے دو۔'' انابیتا اس کی آنکھوں میں یک ٹک دیکھ رہی تھی۔ وہ اپنے سارے ڈائیلاگز بھی بھول چکی تھی۔ عجیب کھویا کھویا سا انداز تھا اس کا اس قرب میں وہ دامیان سوری کی دھڑکنوں کو کیا واقعی سن پائی تھی؟ ان دھڑکنوں میں دبا ہوا راز جان پائی تھی؟

''انارکلی! محبت ایسے نہیں ہوتی۔ اس خوف کے بوجھ سے تو محبت دب کر دم توڑ جائے گی۔ تمہیں اعتبار کرنا ہوگا۔ مجھ پر میری محبت پر میں کبھی تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گا' تمہیں اس کا احساس دلانا میرے لیے بہت ضروری ہے۔ بے حساب محبت کرتا ہوں میں تم سے۔ اس محبت کو ناپنا میرے اختیار میں نہیں۔ مگر تمہارے لیے جو محسوس کرتا ہوں وہ تم سے کہنا بہت ضروری ہے۔ کیا کروں؟ بتاؤ ایسا کیا کروں انارکلی کہ تمہیں یقین آجائے؟'' دامیان سوری اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا تھا۔

''تمہاری آنکھوں میں جب دیکھتا ہوں تو پتا ہے تمہاری آنکھیں کیا کہتی ہیں؟ انہیں میری ضرورت ہے۔ پل دو پل کے لیے نہیں تمام عمر کے لیے انہیں میری ضرورت ہے۔ اگر تم اپنی آنکھوں کو چھپا بھی لوگی تو مجھے اس کی خبر ہوجائے گی کہ ان آنکھوں میں کیا خواہش ہے اور تمہارے دل میں کیا ہے۔ تم اپنی تمام عمر میرے ساتھ گزارنا چاہتی ہو انارکلی! ایسا تمہاری یہ آنکھیں کہہ رہی ہیں۔ تم بھی مجھ سے دور جانا نہیں چاہتیں۔ کبھی مجھے چھوڑنا نہیں چاہتیں۔ یہ بات میں تمہاری آنکھوں سے جان سکتا ہوں۔ جب یہ سب آنکھیں کہتی ہیں تو تم کیوں نہیں انارکلی؟''

''اپنے ڈائیلاگز بولو انابیتا!'' انابیتا کے کان میں لگے بلوٹوتھ میں ایکسل کی آواز آئی تھی۔ انابیتا جیسے کسی خواب سے بیدار ہوئی تھی۔

''انابیتا! تم اپنے ڈائیلاگز بھول گئی ہو۔ اِٹس اوکے' جو دامیان کہہ رہا ہے اسے چپ چاپ سنو۔ اگر تمہیں اپنی لائنز یاد آجاتی ہیں تو بولنا ورنہ خاموشی سے سنتی رہو۔'' ایکسل سمجھا رہا تھا۔

انابیتا بہت سہولت سے اس کی گرفت سے نکل کر دور ہوئی اور رخ پھیر کر کھڑی ہوئی تھی۔

''سلیم! محبت خواب جیسی ہوتی ہے آنکھ کھول کر دیکھو تو کہیں دکھائی نہیں دیتی' مجھے ڈر لگتا ہے میں ہمیشہ اپنی آنکھیں بند نہیں رکھ سکتی نا اپنی آنکھیں کھول کر دیکھنے پر محبت کو غائب ہوتا دیکھ سکتی ہوں۔ مجھے اپنی محبت نہیں چاہیے۔ اس محبت کو سانس لیتے دیکھنا میرا ابھی خواب ہے مگر سارے خواب پورے تو نہیں ہوتے نا؟'' ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔

''میری محبت خواب نہیں ہے انارکلی! جو تم آنکھ کھول کر دیکھو تو سارا منظر سراب بن جائے۔ یہ محبت ہمارے اندر سانس لیتی ہے۔ جسے میں تمہاری دھڑکن میں سنتا ہوں۔ آنکھوں میں دیکھتا ہوں۔ جو شے دکھائی اور سنائی دیتی ہے وہ سراب کیسے ہوسکتی ہے۔ ہماری محبت سراب نہیں ہے نا خواب جیسی ہے انارکلی! اپنے خوف کو ختم کرو' اس ڈر کو مٹا دو۔ میری محبت کبھی تمہیں تنہا نہیں چھوڑے گی۔'' دامیان سوری چلتے ہوئے اس کے سامنے آن رکا تھا۔ اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا اور پھر اس کو شانوں سے تھام کر پورے یقین سے بولا۔ ''میری محبت پر یقین کرو انارکلی!'' اس کے سامنے اپنا ہاتھ پھیلا رہا تھا۔

''اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو اور باقی سب فراموش کردو' بھول جاؤ۔ محبت دو مختلف سمتوں میں سوچنے کا نام نہیں ایک راہ پر قدم قدم چلنے کا نام ہے۔ مجھے وہ ایک موقع دو میں تمہارے سارے ڈر دور کردوں گا۔ میرا یقین کرو انارکلی!'' انارکلی نے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور پھر اس کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا اور ایکسل نے پردہ گرانے کا اشارہ دے دیا تھا۔ انابیتا دامیان سوری کی سمت دیکھ رہی تھی۔ پھر یکدم اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ کھینچتے ہوئے وہ دو قدم دور ہوئی تھی۔ اس کی سمت سے نگاہ ہٹا کر مڑی تھی اور وہاں سے نکل گئی تھی۔ دامیان سوری اپنے اس خالی ہاتھ کو اور پھر اسے دور جاتے ہوئے دیکھتا رہ گیا تھا۔

⊙......☆......⊙

انائیا ملک نے اس ریسٹورنٹ کی مدہم روشنی میں اپنے سامنے بیٹھے معارج تغلق کو دیکھا۔

''مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟ ایسا کیا ضروری کام تھا؟'' انائیا نے پوچھا۔ معارج تغلق نے اس کی طرف بغور دیکھا تھا۔

''انائیا! جو بھی ہوا مجھے اس کے لیے افسوس ہے اور تمہیں تکلیف پہنچائے جانے پر میں تم سے معافی مانگنا چاہتا ہوں۔ میں نے بہت سوچا مجھے اچھا نہیں لگا۔ میں اپنی غلطی ماننے میں ہچکچاتا نہیں۔ یہ نہیں کہوں گا کہ مجھ سے غلطی ہوئی' غلطی نہیں تھی وہ۔ وہ ایک سوچا سمجھا منصوبہ تھا۔ مگر اس وقت کے لیے مجھے وہ سب کرنا مناسب لگا تھا مگر اب تمہیں وہ تکلیف پہنچا کر جانے کیوں مجھے اچھا نہیں لگا۔ شاید لفظ سوری بہت چھوٹا ہو اور تمہارا نقصان بہت بڑا مگر میں کھلے دل کا مالک ہوں۔ میرے لیے کسی کے سامنے جھکنا شرمندگی کا باعث نہیں ہے۔ اگر غلطی میری ہے تو مجھے اس کے لیے تدارک کرنا بھی ضروری خیال کرنا چاہیے۔ اس لیے میں تم سے ملنا چاہتا تھا اور بات کرنا چاہتا تھا۔ تمہیں جو بھی تکلیف میرے باعث ہوئی اس کے لیے آئی ایم رئیلی سوری مگر......!'' وہ کہہ کر رکا تھا۔ انائیا چونکی تھی۔

"مگر......!" معارج نے اس کی سمت دیکھا پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔
"ہر بات کا ازالہ ہوسکتا ہے۔ میں Compensate کرسکتا ہوں۔" شاید اس کا ارادہ غلط نہیں تھا مگر اس کی کہی گئی بات پر انا ئیا ملک کو غصہ آ گیا تھا۔
"کیا......؟ تم مجھے میری تکلیف کے لیے Compensat کرو گے؟ تم ہر شے کو دولت میں تولنا جانتے ہو کیسے انسان ہو تم معارج تغلق؟ تمہارے لیے ہر شے کا مفہوم صرف یہ دولت ہی کیوں ہے؟"
"تم غلط سمجھ رہی ہو انا ئیا! میرا مقصد وہ نہیں تھا۔ میں تمہیں صرف اس کا بات کا یقین دلانا چاہتا تھا کہ اب میں تمہیں اور زک نہیں پہنچاؤں گا میری طرف سے تم بے فکر ہو جاؤ اور کھل کر سانس لو۔ تمہاری فیملی کو یا تمہیں میں مزید کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔ میں نے جو بھی کیا اس کے لیے میرے پاس ٹھوس جواز تھا اور وہ کرنا اتنا غلط نہیں تھا۔ مگر مجھے تمہاری تکلیف اور تمہارے جذبات کا بھی احساس ہے سو......!" وہ بات ادھوری چھوڑ کر انا ئیا ملک کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ انا ئیا ملک کو وہ شخص اس معارج تغلق سے بہت مختلف لگا تھا۔ بہت بے ضرر، بہت حساس اور جانب دار۔
"اس رشتے کی حقیقت کیا ہے معارج تغلق؟ یا پھر کوئی حقیقت ہے بھی یا کہ نہیں؟ تم نے پہلی ملاقات کے بعد مجھے ایک پرپوزل دیا تھا اور اس کے ساتھ ایک بڑی رقم کی آفر بھی کی تھی، مجھے لگتا ہے تم آج بھی ایسی ہی کوئی آفر کر رہے ہو۔" انا ئیا ملک بولی تھی۔
"ایسا نہیں ہے انا ئیا! تم غلط سمجھ رہی ہو میرے لیے اب تمہارا حصول کوئی معنی نہیں رکھتا اور......!" جانے کیوں وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا تھا، چپ ہو گیا تھا۔ انا ئیا ملک اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

☾......☆......☾
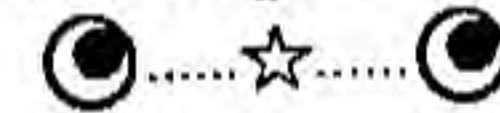
"انا کیا تم دامیان کو معاف نہیں کرسکتیں؟" واپسی پر پارسا چوہدری نے پوچھا تو اناہیتا بیگ نے اسے چونک کر دیکھا تھا۔
"تم شاید ایک بات نہیں جانتی اناہیتا! تم دونوں ساتھ ساتھ چلتے بہت اچھے لگتے ہو۔ تم جانتی ہو حیدر مرتضیٰ بھی تمہارا SKIT دیکھنے آیا تھا مگر جانے کیوں وہ تم سے ملے بنا اور SKIT پورا دیکھے بنا چلا گیا۔" پارسا کے بتانے پر وہ حیران ہوئی تھی۔
"حیدر مرتضیٰ آیا تھا اور وہ مجھ سے ملے بنا چلا گیا ایسا کیوں؟" وہ الجھی تھی۔
"اناہیتا شاید اسے کسی بات کا ادراک ہو گیا ہے جس بات کو تم سمجھ نہیں پا رہی ہو۔ وہ بات اس کی سمجھ میں آ گئی ہے؟"
"پارسا! میں نہیں جانتی تم کیا کہہ رہی ہو مگر حیدر مرتضیٰ کے جانے کی وجہ یہ بھی تو ہوسکتی ہے نا کہ اسے کوئی ضروری کام آ گیا ہو۔ تبھی وہ نکل گیا۔ خیر میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔ دامیان کو معاف کرنے کے بارے میں سوچنا نہیں چاہتی کیونکہ اس سے میرا کوئی واسطہ نہیں اور جب واسطہ ہی نہیں تو کیا جواز بنتا ہے اس کے بارے میں سوچنے یا بات کرنے کا؟" اناہیتا قطعی لہجے میں بولی تھی۔ پارسا اسے دیکھ کر رہ گئی۔

☾......☆......☾
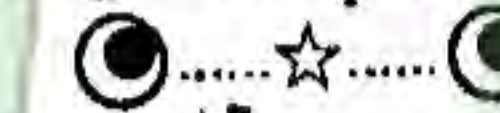
اناہیتا بیگ میچ کی پریکٹس کے لیے نکل رہی تھی جب حیدر مرتضیٰ وہاں آ گیا تھا۔ وہ اسے اپنے سامنے دیکھ کر ملائمت سے مسکرائی تھی۔
"حیدر! میں صبح سے تم سے بات کرنا چاہ رہی تھی مگر تمہارا اسیل فون آف تھا۔ شاید تم بزی تھے مگر......!"
"میں بزی تھا انا! مجھے پیکنگ کرنا تھا۔ میں واپس جا رہا ہوں۔ تمہیں یہاں یہی بتانے آیا تھا۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولا تھا اناہیتا بیگ اسے حیرت سے دیکھنے لگی تھی۔

"کیا مطلب اس طرح کیسے؟ ابھی تو......!"
"میں تمہارا فیصلہ سننا چاہتا تھا اناہیتا بیگ! مگر اب مجھے لگتا ہے اس کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ مجھے تمہارے فیصلے کا انتظار تھا مگر ایک فیصلہ میرے اندر نے کیا اور مجھے اسے ماننا ضروری لگا۔" حیدر مرتضیٰ متانت سے بولا تھا۔
"مگر اس طرح کیسے اچانک......" اناہیتا بیگ حیران تھی۔
"اناہیتا! ہم ایک دوسرے کے لیے نہیں ہیں۔ مجھے اس کا احساس ہو گیا ہے۔ تم سے مل کر اچھا لگا۔ مگر ہم اس رشتے کو آگے نہیں بڑھا سکتے سوری......" کہہ کر وہ اس کی جانب دیکھنے لگا تھا اور پھر مڑا تھا اور وہاں سے نکل گیا تھا۔ اناہیتا بیگ الجھن سے اسے جاتا ہوا دیکھنے لگی تھی۔

☾......☆......☾

"میرا...... خواب تھا...... تمہارے ساتھ...... ایک طویل عمر...... گزارنا...... مگر...... وہ...... پورا نہ...... ہوسکا۔" جہانگیر ملک بہت مشکل سے اپنی بات مکمل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ زائرہ ملک نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے مزید بولنے سے روک دیا تھا۔
"آپ زیادہ مت بولیں ڈاکٹر نے بولنے سے منع کیا ہے۔"
"نن...... نہیں زائرہ......! مجھے...... بولنے دو۔ میں تمہیں چھوڑ کر...... جانا...... نہیں...... چاہ...... چاہتا تھا مگر مجھے میرا ضمیر...... ملامت...... کرتا رہتا...... تم...... تم جانتی ہو۔ ہم لندن میں آخری بار تانیا تغلق سے ملے تھے؟ تانیا......! مجھ سے محبت کرتی...... تھی۔ اس کا احساس مجھے...... بہت دیر میں ہوا۔ اسے اپنی زندگی میں جتنی بھی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا...... یا...... وہ جس تجربے...... کا شکار ہوئی اس کی وجہ...... کہیں نہ کہیں میں اور مجھ سے اس کی محبت تھی۔ جب اس کی...... موت...... کی خبر آئی میں نے خود کو اس کا...... سب...... سب سے بڑا مجرم پایا۔ یہی وجہ تھی کہ میں خود کو سزا دینے کے لیے...... تم سے...... دور ہو گیا۔ مجھے یہ خیال نہیں...... رہتا تھا کہ اس کے ساتھ جو بھی ہوا اس کا ذمے دار میں ہوں اور میری وجہ سے اس نے اتنا...... درد سہا...... میں خود کو...... کبھی معاف...... نہیں کر پایا۔"
انا ئیا ملک نے دروازے کے بیچوں بیچ کھڑے یہ سب سنا تھا اور اسے احساس ہوا تھا کہ اس کی سوچ غلط نہیں تھی اس کا اندازہ یہی تھا کہ جہانگیر ملک نے خود کو سزا کے طور پر یہ راستہ چنا تھا۔
"لیکن جو بھی تانیا کے ساتھ ہوا اس کے ذمے دار آپ نہیں ہیں پھر ایسا کیوں کیا۔ آپ کو ہماری یاد نہیں آئی؟ ایک بار بھی جانے سے پہلے ہمارے بارے میں نہیں سوچا؟" زائرہ ملک جذباتی انداز میں بولی تھی۔
"مجھے...... احساس ہے زائرہ......! مگر...... شاید...... میں یہاں رہتا تو مر جاتا۔ میرا دم...... گھٹنے لگا تھا، میں نہیں...... رہ سکا اور چلا گیا۔ پوری عمر سزا میں کاٹی...... مگر ابھی بھی...... لگتا ہے کم ہے تانیا کی زندگی کی سزا...... اس کی خود کو دی جانے والی تکلیف میری سزا اور تکلیف کے مقابلے میں بہت کم ہے مگر مجھے تمہیں دی گئی سزا کا بھی احساس تھا...... تمہاری طرف لوٹ کر...... آیا ہوں۔"
زائرہ ملک جہانگیر ملک کے ہاتھ تھامے چپ چاپ آنسو بہا رہی تھی۔

☾......☆......☾
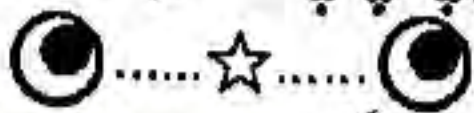
"تمہیں کیوں لگتا ہے اناہیتا بیگ کہ تمہاری زندگی میں ہونے والی ہر بات کا جواز صرف اور صرف میں ہوں؟" دامیان سوری فون پر دوسری طرف الجھ کر بولا تھا۔ اناہیتا کو اس کے لہجے کا سکون اچھا نہیں لگا تھا۔
"تم جھوٹ کہہ رہے ہو دامیان! میں جانتی ہوں تم حیدر مرتضیٰ کے جانے کی وجہ ہو۔ تم نے ضرور اسے کچھ کہا ہے۔

تبھی اچانک سے وہ چلا گیا۔" انابیتا اس پر صاف الزام لگا رہی تھی۔ وہ سلگ اٹھا تھا۔

"تم ایک کام کرو! ابھی حیدر مرتضیٰ کو فون کرو اور پوچھو اس سے اس کے جانے کی وجہ کیا ہے تمہیں کیوں لگتا ہے کہ میں نے ایسا کچھ اس سے کہا؟ میں تو اس سے ملا بھی نہیں۔ تمہیں اس کے جانے کا اتنا قلق کیوں ہے؟" دامیان سوری بولا۔ انابیتا نے اپنے اندر کے غصے کو دبایا اور گہری سانس لی تھی۔

"مجھے اس کے جانے کا کوئی قلق ہے یا اس کے جانے سے مجھے کوئی افسوس ہوتا ہے اس سے تمہیں کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔" انابیتا بیگ نے کہہ کر فون کا سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔ دامیان سوری فون دیکھ کر رہ گیا تھا۔

⊙......☆......⊙
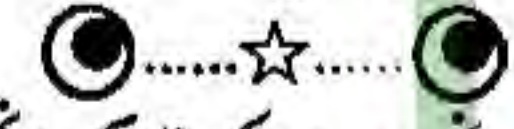
مسٹر اور مسز بیگ نے عدن اور پارسا کی تاریخ دو دن بعد کی مقرر کر دی تھی۔ سو گھر کے ماحول میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی تھی انابیتا اپنے مسائل بھول کر پارسا کے لیے شاپنگ کرنے گئی تھی۔

عدن پارسا سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتا تھا مگر اس کے لیے اسے وقت نہیں مل سکا تھا۔ زائرہ ملک چونکہ جہانگیر ملک کے ساتھ بزی تھیں سو وہ ان معاملات سے دور تھیں اور اسی باعث سادگی سے نکاح رکھا گیا تھا اور شادی بعد پر ملتوی کر دی گئی تھی۔

"جہانگیر بھائی کو صحت یاب ہوتے دیکھ ہمیں بہت خوشی ہو رہی ہے زائرہ! تم جب ہر بات کی امید ختم کر چکی تھیں تب خدا نے ایک راہ تمہاری زندگی میں کھول دی۔ اسے کہتے ہیں خدا کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کرتا اور کبھی کسی کا انتظار رائیگاں نہیں جاتا۔" مسز بیگ نے جہانگیر ملک سے ملنے کے بعد زائرہ سے کہا تھا۔

"میری بہن نے پہاڑ سی زندگی تنہا گزاری ہے۔ خدا اپنے بندوں کے ساتھ اتنی ناانصافی کبھی نہیں کرتا تبھی تو جہانگیر ملک کو واپس اس کی زندگی میں بھیج دیا۔" مسٹر بیگ بولے تھے اور ابا نے اس کی تائید کی تھی۔

"ہر رات کی صبح ہوتی ہے۔ سو مشکلات کے بعد ایک اچھا وقت بھی آتا ہے۔ زائرہ اس کے لیے ڈیزرو کرتی ہے۔" ابا نے کہا تھا۔

"میں خوش ہوں کہ نہیں یہ نہیں جانتی مگر جہانگیر ملک کو واپس دیکھ کر جیسے اندر کہیں بہت سکون محسوس ہوا ہے۔" زائرہ صاف گوئی سے بولی تھی۔

"جہانگیر بھائی کو کب ڈسچارج کیا جا رہا ہے؟ ہم نے فی الحال سادگی سے نکاح رکھا ہے باقی کی تقریبات ہم ان کی صحت یابی کے بعد منعقد کر لیں گے۔" مسز بیگ نے بتایا تھا۔

"بھابی! جہانگیر اب بہتر ہے۔ دو چار دن میں ڈاکٹر شاید ڈس چارج کر دیں گے۔ آپ خوشیوں کو محدود مت کریں۔ کتنے عرصے بعد تو کوئی اچھی خبر سننے کو ملی ہے۔"

"انابیا کہاں ہے؟ دکھائی نہیں دے رہی؟" مسز بیگ نے پوچھا تھا۔

"وہ شاید کسی کام سے گئی ہے۔ بہت پریشان رہی ہے۔ جہانگیر کو لے کر تبھی میرے پاس چلی آئی معارج روز آتا ہے خیریت معلوم کرنے۔" زائرہ ملک نے قصداً جھوٹ کہا تھا۔ اتنی بڑی بات کو بھائی بھابی کے سامنے اس طرح نہیں کھول سکتی تھی۔

"خدا نے بہت اچھا داماد دیا ہے تمہیں زائرہ! میں دعا کرتی ہوں ہر بیٹی کو اتنا ہی اچھا بر ملے۔" مسز بیگ نے کہا تھا۔

"انا کیا ہوا ہے؟ وہ لڑکا جو کینیڈا سے آیا تھا انا کو پسند آیا کہ نہیں؟" زائرہ نے پوچھا تھا۔

"کہاں زائرہ! وہ تو واپس چلا گیا جانے کیا لکھا ہے میری بچی کے نصیب میں۔

طاھرہ ھاشمی

السلام علیکم! کیا حال ہے جی سجنو تے میرو! جی ہم تو ہمیشہ کی طرح پھولوں کی طرح، مہکتی کلیوں کی طرح چہکتے ہنستے مسکراتے خوش باش ہیں۔ جی ہمارا تعارف یہ ہے کہ مابدولت کا نام طاہرہ قریشی ہے۔ نو بہن بھائی ہیں سب سے بڑی میں ہوں اور بی اے کی طالب علم ہوں۔ روٹین سادہ سی ہے کہ نمازِ فجر و تلاوت قرآن پاک کے بعد گھر کا کام کاج پھر لاسٹ سمسٹر بی اے کی تیاری پھر دوپہر کا کھانا پھر آنچل پھر شام کے کھانے کی تیاری کے بعد مکمل وقت اپنے پسندیدہ رسالوں کے لیے۔ خوبیاں جناب بہت ہیں اپنی عزیز از جان فرینڈ مقدس کے بقول ونگ کیئرنگ ہوں کسی سے نفرت کر ہی نہیں سکتی، خامی بقول میری سٹریل بہن سدرہ کے کہ حساس ہوں۔ ہر کسی پر اعتبار جلد کر لیتی ہوں۔ پسندیدہ لباس شلوار قمیص اور فراک بہت پسند ہے۔ رنگ کالا، سفید پسند ہے۔ شاعری بہت پسند ہے، امجد اسلام امجد کی اور محسن نقوی کی۔ جیولری، بریسلیٹ، ائرنگز بس جی یہ تعارف ہے مختصراس لیے لکھا کہ کاش کاش جلد ہی میرا یہ تعارف شائع ہو جائے تمام بہنوں کو سلام۔

"کوئی بات نہیں بھابی! خدا نصیب اچھے کرے۔ ضرور کچھ اچھا سوچ کر رکھا ہوگا خدا نے۔ آپ اس کی فکر مت کریں۔" زائرہ نے کہا تھا تو مسز بیگ نے سر ہلا دیا تھا۔

⊙......☆......⊙
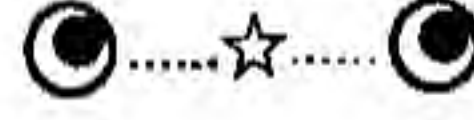
محبت میری سمت آئی
راستے بنائی
چاروں سمت گھیرتی
دائرے بنائی
مجھے اپنے ساتھ باندھ رہی ہے
اس کی آنکھوں کے خیال
اس کی باتوں کے ملال
بکھرے ہیں کمرے میں سوکھے پھولوں کی طرح
اس کے لہجے کی خوشبو
اس کی باتوں کی کسک
بھیگتی بارش سی شور مچاتی ہے کہیں
میرے اندر چار سو
ہر کونے تو ہی روبرو
تم سے بھاگوں...... دور کہاں تک نکلوں؟
تیرے خیال
تیرے گمان سے نگاہ کیسے پھیروں
محبت کچھ بدگماں سی جب

میرے ساتھ چلتی ہے تو
کئی سوال اس کے لبوں پر آ کر ٹوٹ جاتے ہیں
وہ ہر سمت ڈھونڈتی نظر
وہ سب بے سبب بولتی آنکھیں
کیسے شکوے کرتی ہیں
محبت ہے کہ نہیں
محبت ہو جائے بھی تو کیا
محبت کے ہونے کا یقین ضروری ہے
اگر یقین نہیں تو پھر
محبت کیسے بات کرے
کیسے خواب بنے

انا ساحل پر تنہا چپ چاپ لہروں کے ساتھ چل رہی تھی۔

وہ کس خیال سے بندھ رہی تھی وہ دو آنکھیں ذہن سے ہر سوچ سے کیسے چپک کر رہ گئی تھیں اور وہ کیوں اسے سوچے جا رہی تھی۔ وہ خود اس کے بارے میں سوچ کر حیران تھی۔

یہ کیسے ہوا تھا؟
محبت ایسے کیسے ہو سکتی ہے؟
وہ بھی اس موڑ پر اتنا سب ہونے کے بعد؟

وہ یقین نہیں کر سکتی تھی اگر یہ واقعی محبت تھی۔ وہ ماننا بھی نہیں چاہتی تھی اور اس سوچ سے آگے صرف فل اسٹاپ لگا دینا چاہتی تھی۔ جب اس کا سیل فون بجا تھا۔ اسکرین پر معارج تغلق کا نمبر دیکھ کر وہ چونکی نہیں تھی۔ آہستگی سے کال ریسیو کرنے کا بٹن دبایا اور کان سے لگا لیا تھا۔ دوسری طرف معارج تغلق کہہ رہا تھا۔

''انائیا میں تمہارے بارے میں سوچ رہا تھا۔ تمہاری باتوں کو سوچ رہا تھا۔ میں حیران ہوں تمہارا دھیان کثرت سے آ رہا ہے۔ شاید اس لیے کہ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو سکے۔ تم نے ٹھیک کہا تھا اس رشتے کے بندھنے اور اسے باقی رہنے کا جواز ڈھونڈنا ضروری ہے۔ میں نے اس پر بہت سوچا ہے۔ مجھے تمہاری مرضی معلوم کرنا ہے تم کیا چاہتی ہو۔ اس بار میرے لیے یہ جاننا بہت ضروری ہے۔ میں اکیلے کوئی فیصلہ نہیں لینا چاہتا۔ تمہیں اپنی زندگی میں شامل کیا تھا تو تم سے نہیں پوچھا تھا۔ تمہاری مرضی نہیں جانی تھی۔ مگر...... اب جو بھی کرنا ہے اس میں تمہاری مرضی جاننا بہت ضروری ہے۔ میں چاہتا ہوں تم اس رشتے کے بارے میں ڈی سائیڈ کرو اور مجھے بتا دو۔ تمہیں میرے ساتھ رہنا ہے یا دور جانا ہے۔ اس کا فیصلہ اس بار تم کرو گی۔ میں کوئی زبردستی نہیں کر سکتا۔ نا کرنا چاہتا ہوں۔'' معارج تغلق پرسکون لہجے میں ڈرائیونگ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ہیلو تم چپ کیوں ہو؟'' اسے خاموش پا کر وہ بولا تھا۔ یہ اس کی آواز سننے کی خواہش تھی یا وہ واقعی اس کی رائے جاننا چاہتا تھا؟ وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔ تبھی بولی تھی۔

''میں سن رہی ہوں میرے لیے فوری طور پر فیصلہ کرنا آسان نہیں ہے۔ مگر میں سوچ کر بتا دوں گی۔'' وہ مدھم لہجے میں بولی تھی۔ لہروں کے تیز شور نے فضا کو اپنی لپیٹ میں لیا تھا انائیا لہروں کو ساحل پر آ کر ٹوٹتے ہوئے اور اپنے

قدموں سے لپٹتے ہوئے محسوس کر رہی تھی۔

''انائیا!'' جانے کیا سوچ کر معارج نے پکارا تھا۔ انائیا ملک کے لیے جواب دینا [illegible]

''جی؟''

''میں نے اس رشتے کو کبھی دل سے قبول نہیں کیا۔ اسے دل سے نہیں برتا تم یہ مت سوچنا کہ میں [illegible] کہہ رہا ہوں۔ مگر میرے اس رشتے کی اہمیت صرف ایک بساط جیسی تھی اور تم میرے لیے صرف ایک مہرہ [illegible] بھی فیصلہ ہو۔ میں اسے پوری عزت سے قبول کروں گا۔'' معارج تغلق کیا کہنا چاہتا تھا۔ اسے اس رشتے سے کوئی فرق نہیں پڑتا؟ چاہے یہ رہے یا نہ رہے؟ وہ اندر سے کٹنے لگی تھی۔

''میں جانتی ہوں اس رشتے کی آپ کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں۔ میں جو بھی فیصلہ کروں گی دونوں کی مرضی کو سامنے رکھ کر کروں گی۔ یہ اتنا مشکل نہیں ہے۔'' انائیا ملک نے جتایا تھا معارج تغلق نے تائید کی تھی۔

''ٹھیک ہے تمہیں جو مناسب لگے وہ کرو۔ میں کوئی بھی خمیازہ بھگتنے کو ازالہ کرنے کو تیار ہوں۔ اسی لیے میں فیصلے کا حق تمہیں دے رہا ہوں کہ اس بار کوئی ناانصافی نہ ہو۔'' وہ متانت سے بولا تھا۔

''تم اپنے گلٹ کو کم کرنا چاہتے ہو نا؟'' وہ صاف گوئی سے بولی تھی۔

''مجھے پچھتاوا ہے تمہارے ساتھ زیادتی کی جو کیا ان فیئر کیا۔'' وہ بہت کشادہ دلی سے اپنی خطا مان رہا تھا۔ وہ مزید لتاڑنا نہیں چاہتی تھی۔ نہ کوئی الزام دینا چاہتی تھی۔ جس شے کو جس طرح منطقی انجام کو پہنچنا تھا اس طور ہونا تھا۔ وہ زبردستی کسی شے کو نہیں باندھ سکتی تھی۔ فون کا سلسلہ منقطع کر کے وہ ساحل کے ساتھ ساتھ چلنے لگی تھی۔

ڈوبتے سورج کو دیکھتے ہوئے اندر کہیں بے چینی کچھ بڑھ ہی کیوں گئی تھی۔ وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

☆

معارج تغلق انائیا سے بات کرنے کے بعد کچھ الجھا ہوا سا دکھائی دے رہا تھا۔ نظروں میں ایک اضطراب تھا۔ اس کا ذہن جیسے سوچوں سے بھرا تھا یا وہ بہت زیادہ سوچ رہا تھا۔ اس کا دھیان انائیا ملک کی طرف بھٹک کر ہو جا رہا تھا۔ وہ اس معاملے میں آپ حیران تھا۔ وہ جو بہت سیلف کنٹرولڈ رہا تھا اور خود پر بہت اختیار رہا تھا۔ اس معاملے میں آج اتنا بے بس کیسے ہوا تھا۔ وہ خود سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

اسے زندگی سے نکالنے کا خیال کیوں روح تک کو ہلا دیا تھا۔ وہ انجان تھا۔ خود کو پرسکون ظاہر کرنے کی کوشش میں وہ مزید بے چین ہو رہا تھا۔

''انائیا......!'' وہ آس پاس کہیں نہیں تھا۔ پھر اس کا نام زیرِ لب کیوں پکارا تھا؟ وہ خود آپ حیران رہ گیا تھا۔

''آئی تھنک آئی ایم گلٹی۔'' اس نے باضابطہ سوچ کر نتیجہ اخذ کیا تھا۔ ہر طرف سوچوں میں وہ تھی۔

وہ چونکا تھا۔ سامنے سے آتی گاڑی کو وہ دیکھ نہیں پایا تھا۔ اس نے بچانے کی کوشش کی تھی۔ مگر وہ نہیں کر پایا تھا۔ نتیجتاً ایک زوردار تصادم کی آواز ابھری تھی۔

''انا...... ئیا......!'' معارج تغلق نے اپنے ہوش میں یہ آخری لفظ دہرایا تھا۔ اور اس کے بعد ذہن تاریکی میں ڈوب گیا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

یہ جنونِ منزلِ عشق

صائمہ جبیں

قربت کی تیری پیاس ہے ویسے تو ٹھیک ہوں
اک درد دل کے پاس ہے ویسے تو ٹھیک ہوں
تو مجھ کو اپنی ذات سے باہر نہیں ملا
یہ دکھ بھرا قیاس ہے ویسے تو ٹھیک ہوں

باہر رم جھم بارش ہورہی تھی۔ کھڑکی کے پٹ کھولے وہ قدرے خالی خالی نگاہوں سے بھیگے منظر کو دیکھ رہی تھی۔ بارش کی ہلکی ہلکی پھواراس کے چہرے پر پڑرہی تھی' فضا میں اچھی خاصی خنکی سما چکی تھی' رات کی تاریکی بڑی تیزی سے اپنے پَر پھیلا رہی تھی اور وہ کسی بُت کی مانند سپاٹ چہرہ اور بوجھل دل لیے پچھلے ایک گھنٹے سے ایک ہی پوزیشن میں کھڑی تھی۔

نیچے سڑک پر نئے سال کا جشن منانے والوں کا جم غفیر تھا' بے فکری سے قہقہے لگاتے اور گشت کرتے لوگ ہر قسم کے دکھ سے آزاد نظر آرہے تھے۔ بارش بھی انہیں سڑکوں پر آنے سے روک نہیں پائی تھی بلکہ سرما کی اس آخری بارش کو وہ لوگ بھی انجوائے کررہے تھے جو اس طرح کے موسم میں گھروں سے باہر نکلنا پسند نہیں کرتے تھے۔ رابعہ سکندر کے لیے باہر کے منظر دلچسپی کا باعث نہیں تھے۔ وہ تو اپنے اندر کے سناٹوں اور وحشت سے گھبرا کر یہاں آکھڑی ہوئی تھی' نیچے سڑک پر موجود لوگوں کی گہما گہمی اسے یہ احساس دلانے کو کافی تھی کہ ابھی وہ اس دنیا میں تنہا نہیں ہے۔

سرما کی یخ بستہ ہوائیں جسم کو منجمد کررہی تھیں لیکن وہ اس وقت سوئیٹر' شال لیے بغیر صرف دوپٹا شانوں پر پھیلائے کھڑی تھی' سر پر معمول کے مطابق اسکارف تھا' پاؤں میں نازک سی سینڈل تھی جو سردی کو روکنے کے لیے ناکافی تھی۔ تبھی تو پاؤں کی انگلیاں یخ ہوکر نیلی ہونی شروع ہوگئی تھیں جب کہ کھڑکی کے پٹ پر دھری اس کی انگلیاں گویا برف بن گئی تھیں۔ مسلسل کھڑے رہنے سے اسے اپنی ٹانگیں بھی شل ہوتی محسوس ہوئیں لیکن اس وقت اسے کسی چیز کی پروا نہیں تھی۔ وہ ہر احساس سے لاتعلق ہورہی تھی یا پھر لاتعلق ہونے کی کوشش کررہی تھی۔ زندگی اسے جس دوراہے پر لے آئی تھی' اس کے بارے میں تو اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا' بھلا ایسی زندگی کے بارے میں وہ سوچ بھی کیسے سکتی تھی جہاں سب کچھ اس کی توقع اور خواہشات کے برعکس ہوا تھا۔

اسے اپنے اندر دور دور تک سناٹے اترتے محسوس ہوئے۔

باہر بارش ایک بار پھر زور پکڑ چکی تھی۔ قطروں کی صورت میں گرتا پانی ہر چیز کو دھندلا رہا تھا بالکل ویسے ہی جیسے اس کی آنکھوں کی دھند میں ہر منظر دھندلا کر رہ گیا تھا۔ سامنے میز پر دھرا وہ سفید لفافہ اس کا منہ چڑا رہا تھا۔ اس لفافے میں کیا تھا' وہ کھولے بغیر بھی یہ بات جانتی تھی اور اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ واقعی عمر ایسا کرسکتا تھا؟ وہ سچ مچ اتنی آسانی سے اسے اپنی زندگی سے بے دخل کرسکتا

ہے وہ اس سے ناراض تھا' وہ جانتی تھی مگر وہ اس قدر ناراض تھا یہ اس کے گمان تک میں نہیں تھا۔

عمر کی شادی کا کارڈ' وہ صبح وصول کرچکی تھی مگر اب اس سفید لفافے کو چاک کرنا' اسے دنیا کا سب سے دشوار کام لگ رہا تھا۔ وہ عمر کی زندگی میں بس اتنی ہی اہمیت رکھتی تھی؟ اسے یقین نہیں آرہا تھا مگر یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ بھی نہیں تھی۔ وہ عمر کی زندگی میں جس طرح داخل ہوئی تھی' اسے یہ بات بھولنی نہیں چاہیے تھی۔ جو رشتہ قائم ہی سمجھوتے کی بنیاد پر ہوا تھا' وہ بھلا کب تک چلتا' ہاں اگر اس کے نرم رویوں اور اچھے سلوک سے وہ کسی خوش فہمی کا شکار ہوئی تھی تو یہ اس کی اپنی غلطی تھی ورنہ عمر کے بارے میں تو وہ شروع دن سے ہی ہر بات سے واقف تھی' سارا بچپن اس کے ساتھ کھیلتے کودتے گزرا تھا اور پھر جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے کے بعد بھی وہ کہاں عاقل سے غافل ہوئی تھی۔ اس کی سرگرمیاں' مشاغل' عادتیں' کچھ بھی تو اس سے مخفی نہیں تھا اور اس نے پھر بھی چاہا کہ عمر کو بدل دے تو یہ اس کی خوش فہمی ہی تھی......!

اب وہ شخص اپنی گم گشتہ محبت کی طرف لوٹ رہا تھا تو اسے دکھ کیوں ہو رہا تھا۔ کیوں رگ و پے میں اذیت کا احساس ابھر رہا تھا۔ وہ خود ہی تو عمر حسن کو اجازت دے کر آئی تھی کہ وہ جو چاہے کرے' اب وہ پلٹ کر نہیں آئے گی اور پھر اسے عمر حسن سے محبت بھی تو نہیں تھی پھر کیوں اسے کھونے کا احساس ہر احساس پر حاوی ہو رہا تھا......

شاید جانے انجانے میں وہ ان راستوں کی عادی ہوگئی تھی جو اس شخص تک جاتے تھے اور اب وہاں سے واپس پلٹنا اس کے لیے مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہوگیا تھا۔

سرد ہوا کا جھونکا جونہی اس کے چہرے سے ٹکرایا اس کے ساکت وجود میں کچھ حرکت ہوئی۔ آہستگی سے کھڑکی کے پٹ بند کرتے ہوئے اس نے وہیں ٹھنڈے شیشے سے پیشانی ٹکادی۔ آج اس میں گھر جانے کی ہمت نہیں تھی حالانکہ آفس ٹائم تو کب کا ختم ہوچکا تھا لیکن اسے پتا تھا وہ گھر کے کسی فرد کا سامنا نہیں کرپائے گی' اپنی ضد کے ہاتھوں وہ اپنا اتنا بڑا نقصان کرلے گی' یہ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا۔ وہ بھلا عمر حسن کی زندگی میں تھی ہی کہاں......؟

وہ اگر اس کا خیال رکھتا تھا اسے اہمیت دیتا تھا تو اس میں نیا کیا تھا...... ایسا تو وہ ہمیشہ سے کرتا آرہا تھا' وہ اس سے محبت تو نہیں کرتا تھا اور جس سے محبت کرتا تھا' اسے اب اپنی زندگی میں شامل کررہا تھا...... وہ لڑکی جو ہمیشہ سے عمر کی زندگی میں تھی اور جس نے شاید عمر کی زندگی میں رہنا تھا وہ ملیحہ احمد جس سے عمر حسن محبت کرتا تھا اور جس سے عمر نے شادی کے بعد بھی مسلسل رابطہ رکھا تھا...... اور اب وہ عمر کی محبت کو کھلم کھلا وصول کرنے اس کی زندگی میں شامل ہونے جارہی تھی۔ رابعہ کو اپنے اندر چھن سے کچھ ٹوٹتا محسوس ہوا۔ اس نے آہستگی سے سر اٹھا کر کھڑکی کے پار دیکھا جہاں تاریکی بڑھتی جارہی تھی' اسے ایسی ہی سیاہی اپنے نصیب پر پھرتی محسوس ہوئی۔ اتنا دکھ تو اسے تب بھی نہیں ہوا تھا جب محض شادی سے ایک ہفتہ پہلے تیمور نے اس سے شادی سے انکار کردیا تھا۔ وہ تیمور جسے وہ پسند کرتی تھی جسے وہ اپنا آئیڈیل سمجھتی تھی' جس سے وہ دس سال منسوب رہی تھی۔ اس نے بنا کسی جواز کے جب اسے ٹھکرایا' وہ ساکت ہی تو رہ گئی تھی مگر اس سے پہلے کہ وہ ٹوٹ کر بکھرتی' عمر نے آگے بڑھ کر سہارا دیا' اس سے دوستی کا حق نبھایا' اسے اپنا نام دیا اگر رشتے اس کی کمزوری نہ ہوتے تو شاید وہ عمر کا احسان کبھی نہ لیتی کیونکہ بطور ہمسفر' عمر جیسا شخص اسے مر کر بھی قبول نہیں تھا جس میں ہر وہ برائی تھی' جس سے اسے چڑ تھی مگر جب عمر اپنی محبت کو رشتوں پر قربان کرسکتا تھا پھر وہ تو لڑکی تھی' اس نے تو سرخم کرنا ہی تھا...... لیکن عمر اس کے ساتھ ایسا کرے گا' یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ ٹھنڈے شیشے پر دوبارہ اپنی پیشانی ٹکاتے ہوئے وہ اپنے عظیم احساسِ زیاں کے بارے میں سوچنے لگی' کیا کچھ نہیں تھا جو اسے یاد آرہا تھا......! ٹھنڈک اس کے اندر اترنے لگی' لیکن اس جلن کو ختم نہ کرسکی جو اسے اندر سے سلگا رہی تھی' جسے شاید کبھی ختم نہیں ہونا تھا۔

❖......◉......❖

"بس کرو عمر! کیا پوری دکان خرید لینی ہے؟" ملیحہ نے عمر کو ایک اور سوٹ خریدتے دیکھا تو چیخ پڑی' عمر مسکرا کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"تم پر اچھا لگے گا' اس لیے خرید رہا ہوں۔"

"مجھ پر تو خیر ہر سوٹ ہی اچھا لگے گا' تم اب بس کرو۔ یہ دسواں سوٹ خریدا ہے تم نے' پتا ہے کتنا لمبا چوڑا بل بنے گا؟" ملیحہ نے مصنوعی خفگی سے گھورا۔ جواب میں عمر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے سوٹ پیک کروانے لگا' وہ دونوں پچھلے چار گھنٹوں سے بازاروں کی خاک چھان رہے تھے' عمر نے ملیحہ کے آگے چیزوں کے ڈھیر لگادیئے۔ جس جس چیز پہ وہ ہاتھ رکھتی گئی' وہ خریدتا گیا۔ وہ اتنی بے دردی سے پیسہ لٹا رہا تھا کہ خود ملیحہ بھی دنگ رہ گئی کیونکہ اس نے آج سے پہلے اسے یوں فضول خرچی کرتے دیکھا بھی تو نہیں تھا۔

"کیا بات ہے عمر! آج بہت خوش نظر آرہے ہو' خیر تو ہے؟" وہ دونوں بوتیک سے باہر نکلے تو عمر کے ساتھ چلتے ہوئے ملیحہ نے آخر پوچھ ہی لیا۔ عمر کے لبوں پر دبی دبی مسکراہٹ بکھری۔

"تمہارے ساتھ ہوں' خوش تو ہونا ہی ہے۔"

"مسکہ بازی نہیں...... میں تو ہمیشہ ہی تمہارے ساتھ رہی ہوں' تم آج کچھ زیادہ ہی خوش ہو۔ بتاؤ نا کیا بات ہے؟"

"اچھا! تو تم سے میری خوشی ہضم نہیں ہو رہی۔ سال کا آخری دن ہے یار! ہنسی خوشی اسے رخصت کرنا چاہیے اور تم خود ہی تو کہہ رہی تھیں کہ میں اب پہلے جیسا نہیں رہا' اب پہلے جیسا بن رہا ہوں تب بھی تمہیں اعتراض ہے؟" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر جیولری شاپ میں داخل ہوگیا۔ ملیحہ جانتی تھی عمر کی خوشی کا محرک کیا ہے اور اب اگر وہ اپنے منہ سے اسے کچھ نہیں بتا رہا تھا تو اسے خود ہی سمجھ جانا چاہیے تھا۔

"خیر تو ہے' شادی کی ساری شاپنگ کیا آج ہی کرنی ہے؟" باہر موسم کے تیور خطرناک ہو رہے تھے تبھی ملیحہ نے مسکراتے ہوئے عمر سے پوچھا۔ جواب میں وہ ایک پل کے لیے خاموش ہوگیا پھر اس کی گہری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے ذرا سا مسکرایا۔

"شاید! پھر پتا نہیں تمہارے ہاتھ لگوں نہ لگوں۔"

"تو اسی لیے آج مجھے اتنا خوش کررہے ہو؟"

"ہاں! کہتے ہیں نا کہ جتنا پرانا تعلق ہو اسے اتنے ہی شاندار طریقے سے نبھایا اور چھوڑا جائے' سو میں بھی ایسا ہی کررہا ہوں۔" لفظوں میں سنجیدگی جب کہ آنکھوں میں شرارت رقص کررہی تھی تبھی ملیحہ نے اسے ڈپٹا۔

"شٹ اپ عمر! فضول بکواس نہیں۔"

"اوکے بابا! بریسلیٹ تو پسند کرو' دیکھو کون سا ڈیزائن سب سے اچھا ہے۔" عمر نے اس کا دھیان بٹایا اور پھر ایک نازک سا بریسلیٹ انہیں پسند آ ہی گیا۔ ادائیگی کرنے کے بعد وہ جونہی شاپ سے باہر نکلے' بوندا باندی شروع ہوچکی تھی۔ دونوں بھاگتے ہوئے گاڑی تک پہنچے۔ پچھلی سیٹوں پر شاپنگ بیگز کا ڈھیر تھا۔ اگلا دروازہ کھول کر عمر نے جیسے ہی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی' دوسری طرف سے ملیحہ بھی اپنی جگہ پر بیٹھ چکی تھی۔

"اب گھر چلنا ہے یا پھر...... !" عمر نے دانستہ اپنی بات ادھوری چھوڑی۔ ملیحہ نے خفگی سے گھورا۔

"گھر چلو پہلے ہی اتنی لیٹ ہوگئی ہوں میں' مما نے تو اچھی خاصی کلاس لے لینی ہے میری آج!"

"تمہاری فلائٹ میں تو ابھی ٹائم ہے۔" عمر نے اپنا دھیان ونڈ اسکرین پر مرکوز رکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ٹائم تو ابھی کافی ہے مگر پیکنگ کرنی ہے' مما نے کہا بھی تھا کہ جلدی آنا مگر تم ہمیشہ کی طرح صرف اپنی چلاتے ہو' میری مانتے ہی کب ہو۔"

"تمہیں اب بھی مجھ سے شکوہ ہے۔" عمر نے شکایتی نظروں سے اسے دیکھا' اس کی نظروں میں سنجیدگی تھی' ملیحہ بھی چپ سی ہوگئی' وہ ان نظروں کا مفہوم سمجھتی تھی۔

"بڑے چالاک ہو' بات کو اپنی مرضی کا رنگ کیوں

دے رہے ہو؟ ویسے ایک سوال پوچھوں' مائنڈ تو نہیں کرو گے؟''
''تم نہ بھی پوچھو تو میں بتا دیتا ہوں کہ تم کیا پوچھنا چاہ رہی ہو۔'' وہ یقین سے بولا۔
''کیا بھلا......؟'' ملیحہ ٹھٹکی۔
''یہی کہ میں نے رابعہ کے حوالے سے کیا سوچا ہے؟'' وہ سرد انداز میں بولا اور ملیحہ نے بے ساختہ اپنی سانس روکی۔ وہ حقیقتاً یہی تو پوچھنا چاہتی تھی۔ ''میں نے تمہیں اپنے فیصلے سے آگاہ تو کیا تھا اور میں اس پر عمل بھی کر چکا ہوں پھر اور کیا سوچنا ہے؟''
''لیکن تم نے تو کہا تھا کہ تم اپنے فیصلے پر نظرثانی کرو گے؟'' ملیحہ دبے دبے انداز میں چیخی۔ اسے عمر سے اس جواب کی توقع نہیں تھی بلکہ جتنا خوش وہ آج نظر آ رہا تھا۔ وہ اس سے اس بات کی توقع بھی نہیں کر سکتی تھی۔
''میں نے کہا ضرور تھا مگر میرا نظرثانی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا' میں نے یونہی تمہیں مطمئن کرنے کے لیے جھوٹ بولا تھا۔''
''تم بہت بڑی حماقت کر رہے ہو۔'' ملیحہ نے افسوس سے سر جھٹکا۔ اگر عمر اس کے سمجھانے سے سمجھ جاتا' تو وہ اسے ضرور سمجھا دیتی مگر وہ جانتی تھی کہ وہ اب کوئی بات نہیں سمجھے گا۔
''تم میری فکر مت کرو' میں بہت خوش ہوں اپنے فیصلے سے......'' ملیحہ کے گھر کے آگے گاڑی روکتے ہوئے وہ بشاشت سے مسکرایا' وہ خاموش رہی۔ اس کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ شاپنگ بیگز نکالتے ہوئے اس نے عمر کا ایک بار پھر رسمی شکریہ ادا کیا اور پھر الوداعی نظر اس پر ڈالتے ہوئے گھر کے اندر چلی آئی۔ عمر نے گاڑی ریورس کی اور پھر پھولوں کی دکان کا رخ کیا۔ وہ جانتا تھا ملیحہ کو اس کا فیصلہ پسند نہیں آیا اور شاید وہ اس سے ناراض بھی ہوگئی تھی مگر وہ مطمئن تھا اور اسے ہنسی آ رہی تھی کہ جب ملیحہ کو سچ پتا لگے گا تو وہ اس کا کیا حشر کرے گی۔ پھولوں کی دکان پر گاڑی روکتے ہوئے ایک لمحے کے لیے اس کا دل بڑی تیزی سے دھڑکا تھا۔ کوئی یاد اچانک ذہن کے پردوں پر سرسرائی تھی' اس کے ہونٹوں پر مبہم سا تبسم بکھرا اور وہ پھولوں کو دیکھتا ہوا دور بہت دور یادوں کی بھول بھلیوں میں بھٹکنے لگا۔ وہ یادیں جو اس کا سرمایہ تھیں......اور وہ یادیں جنہوں نے اسے زندگی گزارنے کا ڈھنگ سکھایا تھا۔ اسٹیئرنگ وہیل پر سر ٹکاتے ہوئے اس نے سوچا کہ لوگ ٹھیک کہتے ہیں کسی ایک کے آپ کی زندگی سے چلے جانے سے زندگی رک نہیں جاتی لیکن کوئی یہ بھی تو نہیں جانتا کہ لاکھوں کے مل جانے سے بھی اس ایک کی کمی پوری نہیں ہو سکتی اور اس کی زندگی میں بھی اس ایک کی کمی اس کے لیے ہر دوسری شے کو بے معنی اور ویران کر رہی تھی۔

❖......◉......❖

''عمر!'' رابعہ حلق کے بل چلائی۔ ''میں کہتی ہوں باز آ جاؤ' ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔'' اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے وہ قدرے روہانسے انداز میں بول رہی تھی مگر عمر کے کان پر تو جوں تک نہ رینگی' میگزین کو ہوا میں لہراتا' وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔ رابعہ تھک کر زینے کے پاس ہی کھڑی ہوگئی اور بری طرح ہانپتے ہوئے اسے جلی کٹی سنانے لگی جو پچھلے پندرہ منٹوں سے اس کا پسندیدہ جریدہ اس کے ہاتھوں سے چھین کر اسے خوار کر رہا تھا۔ اسی پل ماہم لاؤنج کا دروازہ کھول کر اندر آئی اور اس کا سرخ تمتماتا چہرہ دیکھتے ہوئے ہنس کر بولی۔
''آج تو جلال آیا ہوا ہے رخِ مبارک پر...... خیر تو ہے؟''
''بس یار! وہ اسٹوپڈ تنگ کر رہا ہے مجھے......'' اس نے عمر کی طرف اشارہ کیا۔ ''گھر میں قدم بعد میں رکھتا ہے اور مجھے ستانا پہلے شروع کر دیتا ہے۔ پورے ماہ میں نے جس میگ کا انتظار کیا' وہ میرے ہاتھوں سے چھین کر لے گیا۔ مجھے تو کھول کر دیکھنے کا بھی موقع نہیں ملا۔''
''تو کھول کر دیکھنا بھی کیوں ہے؟ تمہاری وہ گھسی پٹی' نقل شدہ شاعری تو پبلش ہونے سے رہی۔'' گرل پر دونوں بازو ٹکائے وہ اوپر سے جھانک کر بولا۔ انداز سراسر چڑانے والا تھا اور وہ چڑ بھی گئی۔
''ہاں' تم تو بدفالیں ہی منہ سے نکالو گے' تم سے بھلا میری خوشی اور شہرت کہاں ہضم ہوگی۔''
''ہاہ ہاہ! شہرت؟'' وہ استہزائیہ ہنسا۔ ''کبھی بھولے سے تمہارا ایک شعر تو چھپا نہیں پھر وہ کون سی شہرت ہے جو مجھ سے ہضم نہیں ہوگی؟''
''میرا دماغ مت چاٹو' واپس کرو میرا میگزین......'' رابعہ اس سے بحث میں جیت نہیں سکتی تھی تبھی جھنجلا کر اسے گھورنے لگی۔
''کیوں! میں کیوں دوں؟ تم واپس کرتی ہو میری سی ڈیز؟ ایک لاؤ اس کے اگلے دن غائب......تم کیا سمجھتی ہو' تم یوں میری چیزوں کا صفایا کرو گی اور مجھے پتا بھی نہیں چلے گا۔'' وہ قدرے لڑاکا انداز میں بولا اور رابعہ کی اب سمجھ میں آیا کہ وہ اسے اتنا تنگ کیوں کر رہا تھا' صرف بدلہ چکانے کے لیے یا پھر اسے آئندہ کے لیے باز رکھنے کے لیے......رابعہ نے تاسف سے لمبا سانس کھینچا۔
''تم اگر یہ سمجھتے ہو کہ مجھے یوں ستا کر اچھے کام سے باز رکھ سکتے ہو تو سن لو کہ میں باز آنے والی نہیں۔ کتنی بار کہا ہے دشمن ممالک کی موویز کو اتنے شوق سے مت دیکھا کرو' ان بے حیا عورتوں کو دیکھ کر کیوں اپنے گناہوں میں اضافہ کر رہے ہو؟ انہیں تو پیسہ اور شہرت ملتی ہے' تمہیں گناہ کے سوا اور کیا ملتا ہے؟'' چہرہ اوپر اٹھائے وہ قدرے جارحانہ انداز میں اس سے مخاطب تھی' باتیں وہی پرانی تھیں لیکن ہر بار وہ اس امید پر اسے سمجھاتی کہ شاید اس پر اثر ہو ہی جائے مگر وہ عمر ہی کیا جس پر اس کی کسی بات کا اثر ہو جائے۔ وہ اس کے آخری سوال پر دل کھول کر ہنسا اور پھر شانے اچکاتے ہوئے مصنوعی بے نیازی سے بولا۔
''میں تو صرف وقت گزاری کے لیے دیکھتا ہوں اور تمہارے اس طرح روکنے سے کیا میں رک جاؤں گا؟''......میں اگر گوشہ نشین ہوگیا تو میرے ہجر میں سوکھ کر کانٹا ہونے والیاں بہت ہیں [illegible] کی کر لیں اور میں بہرحال اتنا ظالم نہیں [illegible] بن سکتی ہو' تمہارے ساتھ تو ایسا کوئی مسئلہ بھی نہیں صرف ایک ''ہٹلر تیمور'' ہی ہے اور وہ تو تمہیں ہر حال میں قبول کر ہی لے گا۔''
''کیا! یہ تم نے ہٹلر کسے کہا؟'' رابعہ کے بولنے سے پہلے ہی بہت دیر سے خاموش کھڑی ماہم چیخ پڑی۔ آخر اس کے بھائی کا معاملہ تھا' چپ کیسے رہتی' انہیں یوں سلگتے دیکھ کر وہ اور شیر ہوا۔
''وہ ایک ہے نا تمہارا نام نہاد بھائی' رابعہ صاحبہ کا منگیتر...... جو بولتا بھی یوں رک رک کر ہے جیسے بولنے پر بھی ٹیکس لگا ہے۔ شریف' باکردار' لڑکیوں سے بھاگنے والا' سنجیدہ......اسے کیا پتا اس کے پیچھے کس بلا نے پڑنا ہے۔ ویسے ایک بات بتاؤں' وہ بہت گھنا ہے۔ ایڈووکیٹ ہے نا! اپنی ذات پر بہت سے خول چڑھا رکھے ہیں' جب اتریں گے تب پتا چلے گا۔'' وہ تاسف سے دونوں کو دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں شرارت واضح تھی تبھی تو رابعہ کا غصہ بھی سوا نیزے پر پہنچ چکا تھا۔
''آنے دو انہیں...... تمہارے یہ سارے نادر خیالات ان تک نہ پہنچائے تو کہنا... پھر مانگتے پھرو گے معافیاں۔ پلیز رابعہ اب کی بار معاف کر دو' پھر تنگ نہیں کروں گا تمہیں......'' اس نے عمر کے لہجے کی نقل اتاری جس پر وہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہوگیا۔
''وہ دور گیا ڈیئر کزن! اب تو خواب میں بھی تم سے معافی نہ مانگوں اور تمہارے اس ہٹلر سے میں ڈرتا ہوں کیا؟ میں تو اپنے باپ سے نہیں ڈرتا......'' اس نے کان پر سے مکھی اڑائی۔
''بس کرو عمر! کیوں تنگ کر رہے ہو اسے... چار دن کے لیے آتے ہو تو امن و سکون کے ساتھ رہا کرو۔ کیوں آتے ہی اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جاتے ہو؟'' ماہم نے خاموش تماشائی بننے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے اسے ڈپٹا' تبھی عمر کے کچھ بولنے سے پہلے ہی رابعہ نے

مداخلت کی۔

"رہنے دو ماہم! اس پر کسی کی بات کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور ویسے بھی جس طرح کی صحبت میں یہ اٹھتا بیٹھتا ہے اس کی اصلاح کی توقع رکھنا ہی عبث ہے۔" ایک کٹیلی نظر عمر کے رنگ بدلتے چہرے پر ڈالتے ہوئے وہ منظر سے غائب ہوگئی اور اس کے منظر سے ہٹتے ہی وہ دھپ دھپ سیڑھیاں اترتا نیچے آ گیا۔

"کیا ملتا ہے عمر! یوں بچوں کی طرح اسے ستا کر......؟ اب تو تم بڑے ہوگئے ہو۔ چھوڑ دو اپنی یہ بچکانہ حرکتیں۔" ماہم نے اسے سامنے دیکھتے ہی لتاڑا پھر اس کے سنجیدہ چہرے پر نظر پڑتے ہی مزید کچھ کہنے کا ارادہ موقوف کردیا۔

"میں تو صرف مذاق کررہا تھا اس سے مگر......" اس نے سختی سے اپنے لب بھینچے جیسے خود کو کچھ سخت کہنے سے روک رہا ہو۔ خفگی اس کی چہرے سے عیاں تھی۔ ماہم نے محتاط نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیا ہوا......؟"

"وہ اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہے، بہت نیک ہے، بہت پارسا ہے؟ اونہہ! ہے تو ہوا کرے۔ اپنے نظریات دوسروں پر ٹھونسنے والی وہ کون ہوتی ہے؟ میں کیسا ہوں، میری کمپنی کیسی ہے، وہ اعتراض کرنے والی کون ہوتی ہے؟" ہاتھ میں پکڑا میگزین صوفے پر اچھالتے ہوئے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔ پتا نہیں کس بات نے اسے اس قدر مشتعل کیا تھا۔ جب کہ اس کے اتنے سخت الفاظ پر ماہم کے ساتھ لاؤنج کے دروازے پر کھڑی رابعہ بھی جیسے ساکت رہ گئی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ عمر نے یہ الفاظ اس کے لیے بولے ہوں۔

❖......◉......❖

"ایک کپ چائے مل سکتی ہے؟"

رابعہ کچن میں کھڑی اپنے لیے چائے بنارہی تھی جب پیچھے سے عمر کی آواز سن کر بے ساختہ ٹھٹکی مگر اس نے کوئی تاثر نہیں دیا، ہنوز اپنے کام میں مصروف رہی۔ آج عمر نے جتنا دکھی اسے کیا تھا، وہ اس کی شکل تک دیکھنے کی روادار نہیں تھی۔ وہ شروع سے ہی ایسا تھا۔ اس کے ساتھ کھیلتا کودتا اور آخر میں اسے رلا کر چلا جاتا۔ پتا نہیں کیوں، وہ صرف اس کے ساتھ ہی ایسا کیوں کرتا تھا اور عجیب بات تھی اس کے باوجود دونوں کی مثالی دوستی تھی۔

"تم سے کہہ رہا ہوں، سنائی نہیں دے رہا؟" وہ اس کے پاس آکر کھڑا ہوگیا۔ لہجہ استحقاق سے بھرپور تھا جب کہ اس کی نظریں اس کے چہرے کو کھوج رہی تھیں جہاں خفگی، غصہ اور برہمی عیاں تھی۔ اس کی قریب آنے پر رابعہ کے ماتھے کی شکنوں میں اور بھی اضافہ ہوا تھا۔

"آئی ایم سوری، میں کچھ زیادہ بول گیا۔ میں جانتا تھا تم سن رہی ہو مگر تمہیں ماہم کے سامنے وہ سب نہیں کہنا چاہیے تھا۔" سلیب سے ٹیک لگائے ہوئے وہ نرمی سے بولا، لہجے سے معمول کی شوخی مفقود تھی، رابعہ نے بے نیازی سے شانے اچکائے۔

"کوئی بات نہیں، آئندہ کچھ نہیں کہوں گی، جاؤ یہاں سے......"

"کیوں کچھ نہیں کہوگی؟ سوری بولا تو ہے۔" رابعہ کی بات نے اسے تکلیف پہنچائی تھی، تبھی وہ تڑپ کر بولا۔ "تم جو چاہو کہو اور میں تھوڑا سا کچھ غصے میں کہہ جاتا ہوں تو تم مائنڈ کر جاتی ہو، میں تمہیں اپنی ذاتی باتیں اس لیے تو نہیں بتاتا کہ تم ان کی تشہیر کرو؟ آج کل کے لڑکے کیا کچھ نہیں کررہے مگر تمہیں میرے ذرا ذرا سے کام گناہوں کے ڈھیر نظر آتے ہیں۔"

"تمہیں شارجہ پڑھنے کے لیے بھیجا ہے، گناہوں کی ڈگری لانے نہیں۔ تیمور بھی تو ہیں یورپ سے پڑھ کر آئے ہیں، تم نے کبھی ان کے بارے میں کوئی غلط بات سنی؟ مگر میں تمہیں کہنے والی کون ہوتی ہوں، مجھے حق ہی کیا ہے تمہیں کچھ کہنے کا......!" وہ جو جذبات میں آکر اسے سمجھانے چلی تھی اچانک اس کے الفاظ یاد آتے ہی بے ساختہ رک گئی، آنکھوں میں ہلکی سی نمی بھی چمکنے لگی تھی۔ عمر جو دھیان سے اسے دیکھ رہا تھا اس کی آخری بات پر دھیرے سے ہنسا۔

"ایک تمہیں ہی تو حق ہے مجھے کچھ بھی کہنے کا۔" اور پھر اس کی چائے والا کپ جھپٹ کر اٹھاتے ہوئے بولا۔

"عمر واپس کرو میرا کپ!" رابعہ نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں تھی۔ وہ آگے بڑھ کر اس سے کپ چھیننے لگی مگر اس چھینا جھپٹی میں چائے چھلک کر عمر کے ہاتھ پر گر گئی۔ گرم گرم چائے نے اس کا ہاتھ بڑی بُری طرح جلایا تھا۔ وہ سرعت سے پیچھے ہٹی، عمر بھی کپ رکھ کر اپنا ہاتھ سہلانے لگا۔

"اوہ......سوری......! زیادہ جلن تو نہیں ہورہی؟"

اسے تکلیف میں دیکھ کر وہ فوراً اپنی ناراضی بھول گئی اور کچھ وہ تھی بھی نرم دل۔ کسی کو ذرا سی تکلیف میں دیکھ کر تڑپ جاتی تھی۔ عمر نے اس کی ہیزل گرے آنکھوں میں جھانکا، جہاں تشویش تھی۔ اس نے بے ساختہ سکون کا سانس لیا۔

"یہ تکلیف اس تکلیف سے بہت کم ہے جو تمہاری ناراضی سے مجھے ہوتی ہے اور آج تو میں تمہیں کچھ بتانے والا بھی تھا مگر تم خفا ہوکر بیٹھ گئیں۔" اس نے کیبنٹ سے برنال نکال کر ہاتھ پر لگایا اور دوبارہ سے کپ اٹھا کر منہ سے لگالیا۔

"ابھی تو کام کررہی ہوں پھر تیمور نے بھی آج آنا ہے، ان کے لیے ان کی پسند کی ڈشز تیار کرنی ہیں تم فارغ ہونے تک میرا انتظار کرو۔" تیمور کا ذکر کرتے ہی اس کے چہرے پر یک دم رونق بکھر گئی تھی اور اس رونق کو عمر نے بطور خاص نوٹ کیا تھا، وہ تیزی سے سبزیاں کاٹ رہی تھی، عمر کچھ لمحوں کے لیے بالکل چپ سا ہوگیا۔

"آنٹی اور ماہم کہاں ہیں، کوئی نظر نہیں آرہا؟" جو سوال سب سے پہلے پوچھنا چاہیے تھا، وہ اب پوچھ رہا تھا۔ رابعہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"تمہیں نہیں پتا، وہ کہاں ہیں؟"

"نہیں تو......میں تو ابھی باہر سے آیا ہوں۔"

"اچھا! وہ تیمور کو ریسیو کرنے ائرپورٹ گئی ہیں۔ تمہیں بتایا تو ہے وہ آج آرہا ہے۔"

"لو! وہ کون سا پہلی بار آرہا ہے اور کون کون گیا ہے ساتھ؟" عمر چاہ کے بھی اپنی ناگواری چھپا نہیں پایا۔

"پاپا اور انکل ہوں گے اور بھلا کس نے ہونا ہے...... اور دراصل ان کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی تو سب کو فکر ہورہی تھی۔ میں تو خود جانا چاہ رہی تھی مگر مما نے روک دیا۔" رابعہ نے منہ بسورا۔

"تمہیں بہت فکر ہے اس کی......" عمر کا لہجہ خود بخود سرد ہوا تھا جسے رابعہ نے اپنی جھونک میں محسوس ہی نہیں کیا۔

"ہاں ہے، ایک وہی تو ہیں جن کی فکر مجھے ہوتی ہے اور ہونی بھی چاہیے۔" تیزی سے کام نمٹاتے ہوئے وہ عمر کو جیسے لاجواب کرگئی تھی۔ عمر کچھ پل کھڑا رہا پھر سر جھٹکتے ہوئے بات بدل کر بولا۔

"میں تمہارے لیے تمہاری فیورٹ چاکلیٹس لایا تھا۔ تم ناراض تھیں نا! مجھے لگا، باتوں سے تو پتا نہیں مانو گی یا نہیں...... تمہارے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھ آیا ہوں۔" وہ پھر اپنی پرانی جون میں لوٹ آیا، اسے اپنا لہجہ بدلنے میں منٹ ہی تو لگتا تھا۔

"اوکے! گریٹ تھینکس...... اب نکلو باہر باتیں کرتے رہو گے تو مجھ سے کچھ بھی ٹھیک نہیں بنے گا۔"

"وہ ہٹلر تو پھر بھی تمہاری تعریف نہیں کرے گا، کوئی اور تو شاید مروت کے مارے کر بھی دے۔" عمر نے چائے کا کپ پٹختے ہوئے مصنوعی تاسف سے لمبا سانس کھینچا۔ رابعہ اس کی شکل دیکھ کر ہنس پڑی۔

"اور تم جلتے ہو میری تعریفوں سے...... ہے نا!"

"اونہہ! میں کیوں جلوں گا؟ بڑی آئیں کُک کہیں کی......!" کچن سے باہر نکلتے نکلتے بھی وہ اس پر چوٹ کرنا نہیں بھولا تھا، رابعہ نے مسکراتے ہوئے اسے باہر نکلتے دیکھا اور پھر سر جھٹک کر دوبارہ سے اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔

❖......◉......❖

سرخ سنگ مرمر سے بنی ہوئی یہ قدیم عمارت آج بھی اپنے دیکھنے والوں کو مبہوت کردیتی تھی۔ جتنی شان دار یہ عمارت تھی اس سے بڑھ کر اس میں رہنے والے لوگ تھے۔ محبتوں' چاہتوں اور خلوص سے گندھے ہوئے یہ لوگ۔ جن کے لیے ایک دوسرے کی محبت ہی دنیا کی سب سے بڑی دولت تھی۔ ''حیات ولا'' اپنی مثالی محبت کی وجہ سے پورے خاندان میں ایک منفرد مقام رکھتا تھا۔ اس گھر پر بزرگوں کا سایہ تو نہیں تھا مگر پھر بھی باہمی اتفاق قابلِ دید تھا۔ عظیم حیات اور سکندر حیات دونوں بھائیوں کا پیار بھی قابلِ رشک تھا۔ عظیم اپنے دو بچوں تیمور اور ماہم کے ساتھ فرسٹ فلور پر رہائش پزیر تھے اور سکندر اپنی اکلوتی بیٹی رابعہ کے ساتھ سیکنڈ فلور پر رہتے تھے۔ دونوں بھائیوں کی بیگمات بھی سگی بہنیں تھیں' لہٰذا ان کی بھی آپس میں خوب بنتی تھی۔ ولید حیات ان کا سب سے چھوٹا بھائی تھا' جو عرصہ پہلے بھری جوانی میں اس دنیا سے کوچ کر گیا تھا۔ اپنے پیچھے انہوں نے عمر حسن کو چھوڑا تھا' جو ماں کی موجودگی میں بھی ماں کی محبت سے محروم رہا تھا کیونکہ ولید کی حادثاتی موت کے بعد حیات ولا میں سارا ولید کے لیے کچھ نہیں رہا تھا۔ ننھے سے عمر کو لے کر وہ اپنے والدین کے گھر واپس لوٹ گئی تھی لیکن جب دوسری شادی کا مرحلہ درپیش آیا تب عمر کو واپس اس کے ددھیال بھیجنا اس کی مجبوری ٹھہری۔ عائشہ اور فاخرہ دونوں بہنوں نے عمر کو اپنی سگی اولاد سے بڑھ کر پالا' مگر پھر بھی اس کی ذات میں رہ گیا تھا۔ بظاہر تو وہ بہت شوخ' چنچل اور زندہ دل تھا مگر پھر بھی کوئی محرومی تھی جو اسے ڈھنگ سے خوش ہونے نہیں دیتی تھی۔ ان دنوں وہ شارجہ کی ''امریکن یونیورسٹی فارمین'' میں زیرِ تعلیم تھا۔ آخری سال تھا' سو خوب محنت کر رہا تھا۔ تیمور ایل ایل بی کے بعد ان دنوں اپنی پریکٹس میں مصروف تھا۔ سنجیدہ' سوبر' خاموش طبع سا تیمور' رابعہ کو ہمیشہ اپنا آئیڈیل لگا تھا۔ وہ اس کو پسند کرتی تھی اور منگنی کے بعد اس پسندیدگی میں کچھ اور بھی اضافہ ہوا تھا' دوسری طرف تیمور کا رویہ ہنوز پہلے جیسا ہی تھا۔ وہ رابعہ کو اتنی ہی اہمیت دیتا تھا جتنا کہ گھر کے کسی بھی دوسرے فرد کو..... اور رابعہ کو اس کی یہ احتیاط اور کام سے کام رکھنے والی عادت بے حد پسند تھی۔ وہ اسے آج کل کے لڑکوں سے قدرے ہٹ کر لگتا تھا۔ ایم اے جرنلزم کے بعد وہ ان دنوں گھر میں رہ کر کوکنگ وغیرہ سیکھ رہی تھی بلکہ اب تو وہ گھریلو کاموں میں بھی کافی طاق ہوگئی تھی۔ اس نے ہر وہ چیز سیکھ لی تھی جسے تیمور پسند کرتا تھا اور اس نے خود کو بھی کافی حد تک اس کی پسند کے مطابق ڈھال لیا تھا۔ ماہم نے دو سال پہلے ہی یونیورسٹی کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد اب گھر میں رہ کر چھوٹے چھوٹے کورس کر رہی تھی۔ رابعہ کی طرح وہ بھی کچھ ہی عرصہ پہلے منگنی کے بندھن میں باندھ دی گئی تھی۔ شہریار اس کا ماموں زاد تھا اور عنقریب وہ دونوں رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے جارہے تھے۔ تیمور ان دنوں اپنے کسی کیس کے سلسلے میں ملک سے باہر گیا ہوا تھا' وہاں جا کر اس کی طبیعت کچھ ناساز ہوگئی' اب واپسی پر عمر' رابعہ اور فاخرہ بیگم کے علاوہ باقی سب اسے ریسیو کرنے ائرپورٹ گئے ہوئے تھے۔ وہ گھر بھر کا چہیتا جو تھا' سو سب کی محبتیں وصول کرنا اپنا حق سمجھتا تھا اور ایسے میں عمر حسن کو اپنی ذات کے خلاء میں کسی ایک محبت کی کمی کا شدت سے احساس ہونے لگتا تھا۔

❖......◉......❖
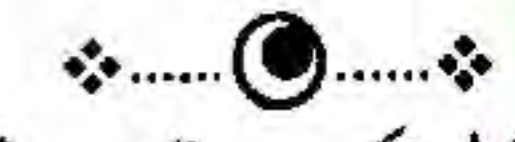
رات کے آٹھ بج رہے تھے جب تیمور کی گاڑی ''حیات ولا'' کے سامنے رکی۔ گاڑی کا مخصوص ہارن سنتے ہی چوکیدار نے فوراً گیٹ وا کردیا۔ تیمور اور عظیم حیات کی گاڑیاں آگے پیچھے پورچ میں آکر رکیں جونہی وہ لوگ گاڑیوں سے باہر نکلے' فاخرہ اور عمر نے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ بلیک پینٹ شرٹ میں ملبوس تیمور' ہمیشہ کی طرح وجیہہ لگ رہا تھا۔ ہاں بیماری کی وجہ سے کچھ کمزور ضرور ہوگیا تھا مگر شخصیت ہمیشہ کی طرح گریس فل ہی تھی۔ فاخرہ بیگم نے آگے بڑھ کر تیمور کو پیار کیا' اس کا حال احوال پوچھا' عمر نے بھی اخلاقیات نبھائی' پھر دونوں باتیں کرتے ہوئے اندر چلے آئے جب کہ کچن میں کھڑی کھانا تیار کرتی رابعہ نے کھڑکی سے ہی ان سب کو اندر آتے دیکھ لیا تھا۔ بوا جی' ان کی پرانی ملازمہ بھی اس کے ساتھ مددگار رہی تھیں مگر ابھی بھی کچھ نہ کچھ بننے سے رہ ہی گیا تھا۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد جب وہ اس کام سے فارغ ہوئی تو تھک کر چور ہوچکی تھی' ایک وقت میں ایک سے زائد ڈشز بنانے کا اسے پہلے تجربہ بھی تو نہیں تھا مگر بہرحال وہ مما کی نظروں میں سرخرو ضرور ہوئی تھی جنہوں نے اس پر کھانا پکانے کی ذمہ داری ڈالی تھی۔ تیمور کی پسندیدہ ڈشز تو اس نے دل لگا کر بنائی تھیں' وہ اسے کام چور اور پھوہڑ سمجھتا تھا' اس کی نظروں میں اپنا مقام بنانے کے لیے اتنی محنت تو کرنی ہی تھی۔ فریش ہونے اور تیمور کا حال احوال پوچھنے کے ارادے سے وہ جونہی کچن سے باہر نکلی' سامنے آتے عمر سے ٹکراتے ہوئے بال بال بچی۔

''دیکھ کر...... دیکھ کر...... ایسی بھی کیا بے صبری......؟'' عمر خباثت سے مسکرایا۔ رابعہ بُری طرح جھینپ گئی۔

''شرم کرو' چار گھنٹے ہوگئے کھپتے ہوئے...... کیا اب بھی باہر نا نکلوں......؟''

''تو چار گھنٹے کون سی میرے لیے کھپی ہو؟ اس نے تو ویسے بھی تمہاری تعریف نہیں کرنی۔ اسے تمہاری بنائی کوئی چیز پسند ہی کب آتی ہے۔'' عمر نے اسے آئینہ دکھانا چاہا مگر رابعہ اپنی کارکردگی پر مطمئن تھی تبھی شانے اچکاتی ہوئی بے نیازی سے بولی۔

''آج دیکھنا تعریفوں کے پُل باندھیں گے اور تم جل جل کر کباب ہوجانا۔''

''واہ رے خوش فہمی!'' دروازے سے ٹیک لگا کر وہ تمسخر سے بولا۔ ''لڑکیاں کتنی خوش فہم ہوتی ہیں بلکہ بے وقوف کہنا زیادہ مناسب ہوگا' عقل سے پیدل' بے چاری مخلوق......''

''ہٹو پرے! میرا تمہاری فضول بک بک سننے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔'' رابعہ نے تپ کر اسے پرے ہٹانا چاہا جس پر وہ اور پھیل کر کھڑا ہوگیا۔ ایک ...... والی راستہ ہی نہیں بچا۔

''میری پسند کا بھی کچھ بنایا ہے یا نہیں......'' پُرشوق نظریں اس پر جماتے ہوئے وہ اسے زچ کر رہا تھا' رابعہ نے اسے دھکا دے کر پرے کیا۔

''اتنا فالتو ٹائم نہیں ہے میرے پاس......'' اسے سلگا کر وہ تیزی سے باہر نکل گئی اور پیچھے کھڑا عمر اس کی پشت کو گھور کر رہ گیا۔ وہ کچن میں پانی پینے آیا تھا مگر اب اس کا ذہن کچھ اور سوچ رہا تھا۔ رابعہ کی متوقع درگت کا سوچتے ہی اسے ڈھیروں ہنسی آنے لگی۔ تنہائی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے رابعہ کی محنت پر پانی پھیرنے میں زیادہ وقت نہیں لگا تھا۔

❖......◉......❖

''آج تو تم نے کمال کردیا بھئی! میرے بغیر اتنا کچھ بنالیا؟'' ڈائننگ ٹیبل پر کھانے کے اتنے سارے لوازمات کو توصیفی نظروں سے دیکھتے ہوئے ماہم نے رابعہ کو داد دی۔ ہمیشہ وہ دونوں مل کر کھانا پکاتی تھیں اور اکثر کھانے پکانے پر دونوں کا جھگڑا بھی ہوجاتا تھا کیونکہ کچن میں کھڑے ہوکر کام کرنا دونوں کو ہی دنیا کا سب سے دشوار ترین کام لگتا تھا۔ اپنی تعریف پر وہ ذرا سا مسکرائی اور پھر کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی جب کہ عمر دبی دبی مسکراہٹ سے دونوں کو دیکھنے لگا۔

''اتنا کچھ بنانے کی کیا ضرورت تھی' ڈاکٹر نے مجھے پہلے ہی ہیوی کھانوں سے منع کیا ہے۔ ناحق تم نے اتنی زحمت کی۔'' تیمور براہِ راست رابعہ سے مخاطب تھا۔ جانتا تھا' اتنا تکلف اس کے لیے ہی کیا گیا ہے۔ اس کی اس قدر صاف گوئی پر رابعہ کی مسکراہٹ یک دم پھیکی پڑی تھی۔ اس کی محنت کا وہ ہمیشہ یونہی صلہ دیا کرتا تھا۔

''چلو کوئی بات نہیں' میری بیٹی نے اتنی محنت سے بنایا ہے' ہم ہیں نا اتنے سارے کھانے والے! سب چٹ ہوجائے گا۔'' سکندر نے محبت پاش نظروں سے بیٹی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ جس پر اس کا کھویا ہوا اعتماد تھوڑا بحال

ہوا۔ وہ ہولے سے مسکرادی مگر اب اس کی مسکراہٹ میں وہ پہلی والی بات نہیں تھی۔

''اب تو ماشاء اللہ کافی طاق ہوگئی ہے کھانا پکانے میں' میں نے تو کچن میں جھانکا تک نہیں' سب کچھ بوا کے ساتھ مل کر بناتی رہی' ظاہری سی بات ہے' وہ لڑکی جو گھر گرہستی کے فن سے واقف نہیں' اس کی اعلیٰ ڈگریوں کا کیا اچار ڈالنا ہے؟'' فاخرہ بیگم نے بھی بیٹی کی حوصلہ افزائی کرنی چاہی' جس پر عائشہ بیگم نے بڑھ کر تائید کی' انہیں رابعہ کون سی کم عزیز تھی۔ چکن رائس' اسپیگھٹی' ٹرائفل' مچھلی کے کباب' قورمہ' اسٹیم لیگ روسٹ' رائتہ' سلاد اور پاستا۔ رابعہ نے تیمور کی پسند کا کچھ بھی تو نہیں چھوڑا تھا۔ اس کی پسند کی سبزی بھی بنا رکھی تھی تاکہ جو دل چاہے وہ کھالے۔ مگر جونہی تیمور نے چکن رائس کا پہلا چمچہ منہ میں ڈالا اس کے چہرے کے تاثرات حیران کن حد تک بدلے تھے۔ اتنی تعریفوں کے بعد وہ کم از کم اس طرح کے کھانے کی توقع نہیں کررہا تھا۔ چکن رائس میں سرخ مرچوں کی بھرمار تھی' اس نے جلدی سے پانی کا گلاس منہ سے لگایا' حلق بُری طرح جلن کا شکار ہوا تھا' وہ کھانس کر رہ گیا۔

''یہ چکن رائس میں سرخ مرچیں ڈالنے کی کیا تُک بنتی ہے؟ مجھے تو ویسے ہی مرچوں سے الرجی ہے۔ رنگت دیکھیں...... یہ چاول اس طرح بنتے ہیں؟'' تیمور کو تو ویسے بھی رابعہ کے بنائے کھانوں میں نقص نکالنے کی عادت تھی اور آج تو واقعی حد ہوگئی تھی۔ فاخرہ بیگم جی بھر کے شرمندہ ہوئیں ابھی ابھی تو بیٹی کی ہونہاری پر بلند بانگ دعوے کررہی تھیں' تیمور نے جو پلیٹ پیچھے کھسکائی' رابعہ نے بغور اپنے سامنے پڑے چاولوں کی ڈش دیکھی' رنگت میں واقعی تبدیلی تھی' یہ ویسے تو نہیں تھے جو وہ بنا کر آئی تھی' کھانا چونکہ بوا نے سرو کیا تھا اس لیے وہ تبدیلی نوٹ نہ کرپائی تھی' ابھی وہ کشمکش و پیچ میں پڑی اس اچانک تبدیلی کا سوچ ہی رہی تھی جب ماہم نے بُری طرح کھانسنا شروع کردیا۔

''اُف رابی! یہ کیا عجوبہ بنایا ہے آج' قورمے میں لگتا ہے نمک کی پوری کان انڈیل دی ہے۔'' رابعہ کے چہرے پر یک دم شرمندگی کے تاثرات ابھرے تھے' وہ حیران و پریشان سی ماہم کو کھانستے ہوئے دیکھتی رہی۔ ابھی شرمندگی اور حیرت کے سمندر میں ہی غوطہ زن تھی جب عظیم صاحب نے بھی اپنی پلیٹ چھوڑ دی۔

''آج تو اسپیگھٹی بھی ٹھیک نہیں بنائی بیٹا! لیکن کوئی بات نہیں ہوجاتا ہے کبھی کبھی ایسا......'' انہوں نے ٹوکا ضرور تھا مگر لہجے میں معمول کی نرمی تھی۔ رابعہ پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ اس نے بے ساختہ تیمور کی طرف دیکھا' جو سلاد سے مولی کے ٹکڑے منہ میں رکھ رہا تھا۔ کیا یہ سب کچھ آج ہی ہونا تھا' وہ بھی تیمور کی موجودگی میں......؟

''آج کچھ زیادہ ہی پُرجوش تھیں محترمہ! شاید اسی لیے سب کچھ گڑبڑ ہوگیا۔'' یہ تبصرہ عمر کی طرف سے تھا' دل جلانے والا طنزیہ! مزے سے ٹرائفل کھاتے ہوئے وہ اس کے فق پڑے چہرے سے حظ اٹھا رہا تھا۔ ٹرائفل میں اس نے کوئی گڑبڑ نہیں کی کیونکہ یہ خود اسے بھی بہت پسند تھا۔ رابعہ نے اس کی بات پر تڑپ کر اس کی طرف دیکھا' اس کی آنکھوں میں ہلکی ہلکی نمی تیر رہی تھی۔ لمحے کے ہزارویں حصے میں وہ بات کی اصل تہ تک پہنچ گئی تھی اور اب آنسو بھری ان ہیزل گرے آنکھوں میں عجیب سا دکھ اور ان کہا شکوہ تھا۔ عمر کے مسکراتے لب یک دم سکڑے تھے دل جو اس کی مدح سرائیوں پر خوشی سے ناچ رہا تھا ایک دم دھڑکنا بھول گیا' حتیٰ کہ ہاتھ میں پکڑا چمچہ بھی فضا میں ٹھہر سا گیا تھا۔ اس کی معمولی سی شرارت اور مذاق نے رابعہ کی کتنی دل آزاری کی تھی' وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ تیمور کھانے سے خاصا بدمزا ہوکر کرسی گھسیٹتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے وہاں سے اٹھتے ہی باقی ماندہ افراد بھی باری باری اٹھنے لگے' اگر کسی نے اپنی نشست نہیں چھوڑی تھی تو وہ عمر تھا' رابعہ چاہتی تو سب کو عمر کے اس گھٹیا مذاق کے بارے میں بتاسکتی تھی مگر وہ چپ چاپ بنا ایک لفظ کہے' آنسو ضبط کرتی اپنے کمرے میں چلی گئی اور عمر

حسن کو زندگی میں پہلی بار اپنے کسی فعل پر ندامت محسوس ہوئی تھی اور وہ نہیں جانتا تھا اس کا یہ مذاق اس کے اور رابعہ کے درمیان کتنے فاصلے لے آئے گا۔

❖......◉......❖

شام کی سبک ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں جب وہ ماہم کے ساتھ اوپر ٹیرس پر چلی آئی۔ پچھلے کچھ دنوں سے وہ غیر معمولی طور پر چپ تھی۔ عمر سے ناراضی بھی ابھی تک برقرار تھی' نہ اس نے اپنی غلطی پر معافی مانگی اور نہ رابعہ کا اسے معاف کرنے کا ارادہ تھا۔ اس نے اس کی چار گھنٹوں کی محنت کو ہی ضائع نہیں کیا تھا بلکہ اسے تیمور کی نظروں سے گرانا چاہا تھا اور اسے اصل دکھ بھی صرف اسی بات کا تھا کہ اس نے ایسا کیوں کیا تھا لیکن ہمیشہ کی طرح کوئی جواب اس کے پاس نہیں تھا۔

''تمہارا موڈ کب ٹھیک ہوگا' بتاؤ گی؟'' ماہم نے بے چارگی سے اس کی طرف دیکھ کر کہا جو دور آسمان پر اڑتے پرندوں کو دیکھنے میں محو تھی۔ اس کی بات پر پھیکی سی ہنسی ہنستے ہوئے بولی۔

''مجھے کیا ہونا ہے؟ ٹھیک ہوں۔''

''خاک ٹھیک ہو؟ جب سے بھائی آئے ہیں' تب سے تمہارا منہ بنا ہوا ہے۔ ان کا آنا اچھا نہیں لگا' یا پھر ان کی کسی بات سے دکھی ہوئی ہو؟'' ماہم اندازہ لگانے میں ہمیشہ سے کوری تھی۔

''دونوں میں سے کوئی بات نہیں اور ویسے بھی میں نے ان کی باتوں پر دکھی ہونا چھوڑ دیا ہے۔''

''یہ تو خیر صاف جھوٹ ہے۔'' ماہم کو قطعاً یقین نہ آیا۔ ''جب بھی بھائی تم پر ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں' اس کے بعد پورا ہفتہ تمہارا یہی ردّعمل ہوتا ہے شاید اسی لیے اب انہوں نے تمہیں کچھ بھی کہنا چھوڑ دیا ہے' مجھ پر دیکھو کتنی نکتہ چینی کرتے ہیں پھر تم سے تو رشتہ بھی دُہرا ہے۔ وہ صرف حق جتاتے ہیں تم پر اور تم مائنڈ کرجاتی ہو۔'' رابعہ کا دل ایک لمحے کے لیے بُری طرح دھڑکا مگر اگلے ہی پل وہ سر جھکاتے ہوئے دلگرفتگی سے بولی۔

''نہیں یار! وہ حق نہیں جتاتے' توہین کرتے ہیں میرا نہیں خیال کہ وہ مجھے پسند کرتے ہیں۔''

''چلو جی' یہ وہم پالا ہوا ہے تم نے ...... اس دن جتنا شاندار کھانا تم نے بنایا' تمہارا کیا خیال ہے انہیں تعریف کے ڈونگرے برسانے چاہیے تھے تم پر......؟'' ماہم نے بھرپور بھائی کی سائیڈ لی جس پر رابعہ بُری طرح جزبز ہوئی۔

''میں اس دن کی بات نہیں کررہی وہ ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہیں۔''

''تو ٹھیک کرتے ہیں نا! تمہاری اصلاح وہ نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا...... اور پھر وہ جو تمہیں ہر تہوار پر وشنگ کارڈ اور پھول بھیجتے ہیں تو وہ کیا یونہی بھیج دیتے ہیں؟ بابا! پسند کرتے ہیں وہ تمہیں تب ہی تو تمہیں کسی موقع پر بھولتے نہیں ہیں۔ تم پتا نہیں کیوں ان کی خاموش محبت کو سمجھنے سے قاصر ہو۔''

''خاموش محبت نظر بھی تو آئے۔ میں نے تو آج تک ان کی نظر میں اپنے لیے محبت نہیں دیکھی۔'' رابعہ اپنی جگہ ٹھیک تھی' ماہم کے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا۔

''دیکھنا چاہتی ہو؟''

''کیا؟'' وہ بے خیالی میں بولی۔

''ان کی نظروں میں اپنے لیے محبت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر......'' ماہم شوخ ہوئی' وہ بھی بُری طرح جھینپ گئی۔

''اب ایسی بھی کوئی بات نہیں...... محبت کے لیے تو ساری عمر پڑی ہے اور پھر یہ سب شادی کے بعد ہی اچھا لگتا ہے۔''

''اوہ گاڈ! تمہاری بات سے یاد آیا۔ صبح فون آیا تھا ماموں کا' کہہ رہے تھے دو چار دن میں شادی کی تاریخ رکھنے آرہے ہیں لیکن اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ مما بھیا کی نیا بھی پار لگانے کا سوچ رہی ہیں' ذرا بس ان کی رائے لے لیں پھر دیکھنا ان کا بینڈ بھی ساتھ ہی بجے گا۔'' ماہم جوش سے بول رہی تھی اور رابعہ کی تو جیسے سٹی ہی گم

ہوگئی تھی۔ وہ حیرانی اور بے یقینی سے ساتھ کھڑی ماہم کو دیکھ رہی تھی جو اس کے فق پڑتے چہرے سے حظ اٹھاتے ہوئے شرارت سے بولی۔

"یقین نہیں آرہا نا! مجھے بھی نہیں آیا تھا مگر مما نے کہا اس دفعہ وہ بھیا کا کوئی بہانہ نہیں چلنے دیں گی' خیر سے تمہاری تعلیم بھی مکمل ہوگئی ہے اور وہ بھی اپنے پاؤں پر کھڑے ہوچکے ہیں۔ دیکھتے ہیں اب کیا نیا جواز گھڑتے ہیں' تم سے بچنے کے لیے...... مگر نہیں! اس دفعہ تو تمہارے دام میں آ ہی جائیں گے۔"

"لیکن یوں اچانک......" وہ ابھی بھی بے یقین تھی' دل یوں خوش نہیں ہوا تھا جیسے ہونا چاہیے تھا۔

"اچانک کہاں یار! تم شاید بھول رہی ہو کہ تم پچھلے دس سال سے ان سے منسوب ہو اور دس سال کوئی اتنا کم عرصہ نہیں ہوتا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر یوں افراتفری میں تو کچھ بھی ڈھنگ سے نہیں ہوسکے گا اور مجھے جو تمہاری شادی کا اتنا ارمان ہے اس کا کیا ہوگا۔" رابعہ نے بے چارگی سے ماہم کی طرف دیکھا جو اس کے چہرے پر پھیلی معصومیت کو محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے پیار سے استفسار کرنے لگی۔

"میں اتنی اہم ہوں تمہارے لیے کہ میرے پیچھے اپنی شادی گول کردو گی؟"

"بالکل! کوئی شک ہے کیا؟"

"نہیں بھئی' میری کیا مجال جو اتنی پیاری لڑکی کے خلوص پر شک کروں۔" ماہم نے شرارت سے اس کی طرف دیکھا جس کے چہرے کی گلابیوں میں مزید اضافہ ہوا تھا۔

"اتنی پیاری لگ رہی ہو کہ دل کررہا ہے آج ہی بھابی بنا کر لے جاؤں۔ ویسے اگر اس دفعہ بھائی مان گئے پھر تو پھنس جاؤ گی تم...... اور میرا خیال ہے وہ مان ہی جائیں گے۔ بہت دن ہوگئے تمہاری محبت کو دل میں چھپاتے ہوئے......"

"آہ! تمہاری خوش فہمیاں!" رابعہ نے طویل ٹھنڈی سانس کھینچی۔ "چند کارڈز بھیجنے اور برتھ ڈے وش کرنے سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ وہ مجھ سے محبت بھی کرتے ہیں' کبھی منہ سے تو انہوں نے ایک لفظ بھی نہیں بولا...... لیکن خیر! ابھی محبت میرا مسئلہ نہیں...... اگر آنٹی نے شادی کا شوشا چھوڑ دیا پھر کیا ہوگا؟"

"پھر کیا ہونا ہے' مزے سے دلہن بن کر آجانا ہمارے پورشن میں...... ویسے بھی میری شادی کے بعد گھر سونا ہوجائے گا۔"

"کس کی شادی ہورہی ہے؟" عمر جو غیر ارادی طور پر رابعہ کو ڈھونڈتا ہوا اوپر آیا تھا' ماہم کی آخری بات سننے کے باوجود انجان بنتے ہوئے ماہم سے پوچھنے لگا۔ نیوی بلیو کلر کی پینٹ اور کیمل کلر کی شرٹ پہنے وہ ہمیشہ کی طرح نکھرا نکھرا لگ رہا تھا۔ Lover کی مدہوش کن خوش بُو اس کے وجود سے پھوٹی پڑ رہی تھی۔ ماہم نے جھینپتے ہوئے ایک چپت اس کے شانے پر لگادی اور پھر اپنی بے ساختہ اُمڈنے والی مسکراہٹ کو دانتوں تلے دبائے' تیزی سے نیچے کی طرف دوڑ لگادی۔ رابعہ' ماہم کے یوں واک آؤٹ کرنے پر ذرا سی بدمزا ہوئی اور پھر جیسے ہی عمر کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے ماہم کی پیروی کرنا چاہی' عمر سرعت سے اس کے راستے میں آکر کھڑا ہوگیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟ راستہ چھوڑو۔" عمر کی طرف دیکھے بغیر وہ بے لچک اور سخت انداز میں بولی تھی مگر اس پر مطلق اثر نہ ہوا بلکہ ہونٹوں پر پھیلی مسکراہٹ مزید گہری ہوگئی۔

"ابھی تک ناراض ہو؟" اسے اپنی نظروں کے حصار میں لیتے ہوئے وہ سینے پر ہاتھ باندھ کر بولا پھر طویل سانس کھینچی۔

"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ تم سے ایسا کوئی مذاق نہیں کروں گا۔ میں سچ میں اتنا شرمندہ ہوں کہ تم سے معافی مانگنے کا بھی حوصلہ نہیں مجھ میں مگر کل میری فلائٹ ہے' سوچا جانے سے پہلے ایکسکیوز کرلوں ورنہ تو وہاں جاکر بھی پچھتاوا ہی رہے گا......"

"تم نے جس مقصد کے لیے وہ گھٹیا مذاق کیا' وہ مقصد تو پورا ہوگیا پھر اب ایکسکیوز کس بات کے لیے......؟" اس کی بات کاٹتے ہوئے وہ ایک دم سے بھپری اور کچھ اتنے دنوں بعد اسے معذرت کا خیال آیا تھا یہ بات بھی اسے تپانے کے لیے کافی تھی۔ "اور تم نے نیا کیا کیا ہے' تم تو ہمیشہ سے ہی ایسا کرتے چلے آرہے ہو' رُلا دیتے ہو اور پھر معافی مانگ لیتے ہو' مگر نہیں عمر! مجھے تم سے اتنا بے تکلف ہونا ہی نہیں چاہیے تھا کہ تم یوں میری ذاتیات میں دخل اندازی کرتے پھرو' مجھے تیمور کی نظروں میں بے عزت کرنے کے لیے ایسی فضول حرکتیں کرو' کیا ملتا ہے تمہیں مجھے ستا کر...... کیوں کرتے ہو تم ایسا......؟"

"اب نہیں کروں گا۔" ہونٹ بھینچتے ہوئے وہ دو قدم پیچھے ہٹا۔ لہجے میں اچانک سنجیدگی در آئی تھی۔ "تم میرے بارے میں اتنا غلط سوچنے لگی ہو' مجھے اندازہ نہیں تھا۔ بس اتنی چھوٹی سی بات پر تم اتنی بدظن ہوگئیں مجھ سے۔ میں تمہیں تیمور کی نظروں سے کیوں گرانا چاہوں گا؟ وہ بھائی ہے میرا...... ہاں اسے ملنے والی اہمیت پر مجھے رشک آتا ہے مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ میں تم دونوں کی خوشیوں کا دشمن ہوں۔"

"میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔" رابعہ نے خفگی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی باتوں کی تردید کی۔ "مگر یہ بات سچ ہے کہ تم ہمیشہ شعوری یا لاشعوری طور پر مجھے ہرٹ کرتے رہے ہو' دوستی یوں نہیں ہوتی عمر! تم سے اچھے تو تیمور ہیں' وہ اگر مجھ سے محبت کا ڈراما نہیں کرتے تو کم از کم میری دل آزاری بھی تو نہیں کرتے۔ انہیں کم از کم میرے احساسات کا کچھ تو خیال ہے مگر تم اس معاملے میں بھی ان سے بہت پیچھے ہو' تم کبھی بھی ان جیسے نہیں بن سکتے۔"

"میں ان جیسا بننا بھی نہیں چاہتا۔" عمر کے لہجے میں واضح ناگواری تھی جسے رابعہ نے بھی شدت سے محسوس کیا تھا۔ "مجھ سے منافقت نہیں ہوتی۔ میں جیسا اندر سے ہوں' ویسا باہر سے ہوں' بھیس نہیں بدلے جاتے مجھ سے...... مگر تمہیں تو کچھ بھی کہنا فضول ہے۔ تمہیں تو وہی نظر آتا ہے جو سامنے ہوتا ہے مگر ایک بات یاد رکھنا رابعہ! سچ ہمیشہ وہی نہیں ہوتا جو ہم دیکھتے ہیں اور پھر چہرے تو یوں بھی دھوکا دیتے ہیں مگر تم کہاں سمجھو گی؟"

"اونہہ! اب اس بے کار کے فلسفے سے تم کیا ثابت کرنا چاہتے ہو؟" رابعہ نے تیکھے چتونوں سے اس کی طرف دیکھا' لہجے میں تاسف کے ساتھ ساتھ استہزا بھی تھا۔ "تم ان کی مخالفت میں اس حد تک چلے جاؤ گے' مجھے یقین نہیں آرہا۔ تم نے کہا تمہیں ان پر رشک آتا ہے مگر نہیں' تم ان سے حسد کرتے ہو۔ اپنی قابلیت کے بل بوتے پر جو مقام انہوں نے سب کی نظروں میں بنایا ہے' وہ کھٹکتا ہے تمہیں...... مگر حسد کسی مسئلے کا حل نہیں ہوتا عمر! اس سے تم صرف اپنا ہی نقصان کرو گے میں جو تمہارے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی رہتی ہوں کہ یہ کرو' یہ مت کرو' اس کا پیچھا چھوڑ دو' اسے دوست بناؤ' تو یہ سب کیوں کرتی ہوں؟ کیونکہ میں دل سے تمہاری خیر خواہ ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ جیسے سب تیمور کو سراہتے ہیں' تمہاری بھی تعریف کریں مگر تم نے کبھی بھی میرے خلوص کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی' الٹا مجھے تیمور جیسے باکردار شخص سے بدگمان کرنے کی کوشش کرتے رہے ہو۔ بہت افسوس کی بات ہے عمر! وہ تم جیسے نہیں ہیں' یہ بات اپنے ذہن میں بٹھالو تم......! میں کبھی بھی ان کے خلاف تمہاری کسی بات کو نہیں مان سکتی۔"

"تو ٹھیک ہے مت مانو' میرا کیا نقصان ہے۔" وہ اچانک ہی بھپر اٹھا تھا اور یہ اس کی اضافی خاصیت تھی کہ غصے کے وقت وہ ہر طرح کا لحاظ بھول جاتا تھا۔ "تم ان کی زندگی میں کہیں بھی نہیں ہو یہ بات اگر ان کے سپاٹ رویے سے تمہاری سمجھ میں نہیں آتی تو جب وہ منہ سے کہہ دیں گے تب سمجھ لینا۔" وہ لفظ چبا چبا کر بول رہا تھا۔ رابعہ کو عمر کی ذہنیت پر افسوس ہوا تبھی اسے ترحم بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"اگر میں ان کی زندگی میں نہیں بھی ہوں' تو بھی یہ تمہارا درِ دسر نہیں ہے۔"

"ہاں' واقعی......!" اس نے پہلی بار رابعہ کے لہجے میں اجنبیت محسوس کی تھی اور اسے حقیقتاً اس کی باتوں سے دکھ بھی پہنچا تھا اور جب وہ بولا تو یہی شکستگی اس کے لہجے سے عیاں تھی۔ "لیکن پھر بھی میں چاہوں گا کہ میری ساری باتیں اور خدشات جھوٹ نکلیں اور تمہارا مان اور خواب سلامت رہیں' تم جانتی ہو کچھ دن پہلے میں کوئی بات بتانے جا رہا تھا مگر نہیں...... جب تمہیں میری بات کا یقین ہی نہیں تو کچھ بھی کہنے سننے کا کیا فائدہ......؟"

اپنی بات مکمل کرنے کے بعد وہ رکا نہیں بلکہ سرعت سے واپس پلٹ گیا جب کہ پیچھے کھڑی گم صم سی رابعہ اس کے لب و لہجے کی گمبھیرتا پر غور کرتی رہ گئی۔ کوئی بوجھ سا تھا جو دل پر گرتا محسوس ہوا تھا۔

❖......◉......❖

عمر شارجہ واپس چلا گیا تھا اور اِدھر ماہم کی شادی کی ڈیٹ بھی فائنل ہوگئی تھی۔ گھر میں شادی کے ہنگامے جاگ اٹھے تھے۔ عائشہ اور فاخرہ بیگم بڑھ چڑھ کر شادی کی تیاریوں میں حصہ لے رہی تھیں' تیمور بھی اپنی ساری مصروفیات ترک کرکے اکلوتی بہن کی شادی کی تیاریوں میں پیش پیش تھا' اندر باہر کی ساری ذمہ داریاں اسی کے سر تھیں' بے شک وہ ماہم سے زیادہ پیار نہیں جتاتا تھا مگر اس وقت وہ اچھا بھائی ہونے کا پورا پورا ثبوت دے رہا تھا۔ رابعہ کے ذہن میں اکثر عمر کی باتیں گردش کرتی تھیں اور وہ الجھ کر رہ جاتی تھی۔ عمر کی عادت تھی فضول ہانکنے اور مذاق کرنے کی مگر جس لہجے میں اس نے وہ سب کہا تھا وہ نظر انداز کرنے کے لائق نہیں تھا۔ وہ خود تو چلا گیا تھا مگر اس کے ذہن میں بے شمار سوالات چھوڑ گیا تھا۔ وہ تیمور کے بارے میں اسے کیا بتانا چاہتا تھا...... اس نے اتنے وثوق سے کیوں کہا تھا کہ وہ تیمور کی زندگی میں کہیں نہیں ہے......؟ اس نے ایسا کیوں کہا تھا کہ چہرے دھوکا دیتے ہیں......؟ عمر ایسی باتیں پہلے تو نہیں کرتا تھا بلکہ وہ تو ہمیشہ اسے تیمور کے حوالے سے چھیڑتا رہا تھا پھر اس دفعہ ایسا کیا ہوا تھا جو وہ اتنا جنونی ہُو رہا تھا۔ وہ اگر اس سے خفا ہو کر نہ گیا ہوتا تو شاید وہ پوچھ ہی لیتی اور ایسا تو کبھی ہوا ہی نہیں تھا کہ اس نے عمر کو منانے میں پہل کی ہو۔ خواہ غلطی اس کی ہوتی یا نہ ہوتی ہمیشہ وہ ہی اسے مناتا تھا اور بڑے سے بڑے جھگڑے کو چند دن بعد بھول بھی جاتا تھا۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ اتنی دور جانے کے بعد اس نے کوئی رابطہ نہیں رکھا تھا۔ کوئی فون' نہ ای میل...... اور اس سے لاکھ خفگی کے باوجود وہ لاشعوری طور پر اس کے فون کی منتظر تھی۔ پتا نہیں کچھ جاننے کا تجسس تھا یا پھر وہ شروع سے ہی عمر حسن کی عادی تھی۔

❖......◉......❖

اور تیمور عظیم جس چہرے کو ڈھونڈتا تھا وہ چہرہ اسے پھر کبھی نظر نہیں آیا۔ اکثر وہ رات کو بے مقصد سڑکیں ناپتا تھا' اس امید پر کہ شاید وہ چہرہ اسے کبھی نظر آجائے وہ چہرہ جسے وہ ڈھنگ سے نہ جانتا تھا اور نہ جیسے پہلے کبھی دیکھا تھا۔ بس ایک بار اسے چہروں کے ہجوم میں دیکھا تھا اور پھر وہ چہرہ ہمیشہ کے لیے اس کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ پتا نہیں وہ لڑکی کون تھی' کیا نام تھا اس کا...... کہاں کی رہنے والی تھی...... کہاں جا رہی تھی......؟ وہ اس کے بارے میں کچھ بھی تو نہیں جانتا تھا مگر اپنے دل کو پہلی بار کسی کے لیے دھڑکتا ضرور پایا تھا اور یہ بھی دل کا پاگل پن ہی تھا جو اب بھی اس کا انتظار کر رہا تھا جیسے وہ اچانک ہی مل جائے گی' بھلا اگر اس نے ملنا ہوتا تو بچھڑتی ہی کیوں...... اسے تو شاید یہ بھی یاد نہیں ہوگا کہ تیمور نامی وہ اجنبی جس نے برستی بارش میں اسے بس اسٹاپ تک ڈراپ کیا تھا' وہ دل میں اس کے لیے شوق کے کتنے جہان سجائے بیٹھا تھا۔ وہ آج بھی اسے چہروں میں کھوجتا تھا اور اپنی اس دیوانگی پر اکثر اسے ہنسی آتی تھی۔ اپنی اس دیوانگی کے ہاتھوں وہ کتنا خوار ہوا تھا۔ ریڈ لائٹ ایریا جیسی بدنام زمانہ جگہ کو بھی اس چہرے کی تلاش نے اسے کھنگالنے پر مجبور کردیا تھا۔ ذرا کسی چہرے پر اسے اس چہرے کا گمان ہوتا اور وہ کسی بھی چیز کی پروا کیے بغیر اس کی تلاش اور جستجو میں نکل کھڑا ہوتا۔ "محبت" انسان کو یوں خوار کرتی ہے' اس کا اس سے پہلے ایسا کوئی تجربہ نہیں تھا اور وہ اتنے سالوں کی لاحاصل تلاش کے باوجود بھی پتا نہیں کیوں پُرامید تھا کہ ایک دن وہ اسے مل جائے گی' پتا نہیں اسے اپنے جذبوں پر یقین تھا یا پھر اس ذات پر جو دلوں کے بھید خوب جانتی ہے۔

❖......◉......❖

ہمیشہ ایسا ہوتا تھا
نگاہوں سے پرے ہوکر
ہمارے دل میں رہتے تھے
مگر اب کے ہوا ہے یوں
نگاہوں سے پرے ہو تم
ہمارا دل بھی خالی ہے!!!

رابعہ بے دلی سے عمر کے کمرے کی صفائی کر رہی تھی جب اچانک اس کی نصابی کتاب سے ایک تصویر پھسل کر اس کے قدموں میں گری۔ وہ اس کی الماری کی سیٹنگ کر رہی تھی' پرانی کتابوں کی جگہ کچھ نئی کتابیں لگا رہی تھی جب اسی افراتفری میں وہ تصویر اس کی توجہ کا مرکز بنی تھی۔ اس نے جھک کر تصویر اٹھائی' تصویر کی پشت پر لکھی یہ خوب صورت سی نظم اسے ایک لمحے کے لیے الجھن میں ڈال گئی۔ اس نے فوراً تصویر کا رخ بدلا۔ ایک ادھیڑ عمر عورت کے گلے میں بازو ڈالے ایک خوب صورت سی لڑکی' پوری زندہ دلی سے کھلکھلا رہی تھی۔ رابعہ نے اپنے ذہن پر زور دیا' اس نے اس لڑکی کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا' جس کا مطلب تھا عمر نے اس لڑکی سے اپنے تعلق کو اس سے دانستہ چھپایا تھا ورنہ یہ تو غیر یقینی سی بات تھی کہ وہ اپنا کوئی بھی افیئر اس سے چھپا کر رکھتا اور شاید افیئر تھا بھی نہیں...... تصویر کی پشت پر عمر کے ہاتھ کی لکھی وہ نظم رابعہ کے ذہن میں ابھرنے والے بہت سے سوالوں کے جواب دے رہی تھی۔ تصویر کے ایک طرف تصویر والی کا نام اور مقام لکھا ہوا تھا اور یہ سب دیکھتے ہوئے اس کے ذہن میں بہت سے جھماکے ہوئے تھے۔

"تو تم محبت کے معاملے میں مجھ سے بھی رازداری برتنے لگے عمر!" اس نے ریک سے ٹیک لگا کر سوچا۔

"ملیحہ احمد فرام شارجہ!" اس نے ایک نظر پھر تصویر اور اس نام پر ڈالی اور اسے اب عمر کی ضد کی وجہ پتا چلی جو اس نے دورانِ تعلیم سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر شارجہ جانے کے بارے میں کی تھی۔ کون سی کشش اسے وہاں کھینچ رہی تھی' یہ ادراک اب ہوا تھا۔ وہ سمجھتی تھی وہ صرف لڑکیوں سے کھیلنا اور انہیں بے وقوف بنانا جانتا ہے مگر کوئی لڑکی اس کی ذات میں اس قدر گہرائی سے اتری ہوئی ہے' یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ وہ تصویر کو دوبارہ کتاب میں رکھنے لگی تھی مگر پھر کچھ سوچ کر اس نے اپنا ہاتھ روک لیا۔

"چہرے دھوکا دیتے ہیں۔" اسے عمر کی بات پر یقین نہیں آیا تھا مگر اب آگیا تھا۔ وہ عمر حسن کو جتنا آسان سمجھتی تھی اتنا آسان وہ تھا نہیں...... بظاہر کھلنڈرا اور شوخ مگر اندر سے اتنا ہی گہرا...... تصویر پر درج تاریخ اس بات کا ثبوت تھی کہ وہ عمر کی زندگی میں بہت پہلے سے تھی اور عمر نے پھر بھی اسے کبھی کچھ نہیں بتایا' یہ اس کی احتیاط ہی تو تھی' تصویر کو مٹھی میں دبائے وہ تیزی سے عمر کے کمرے سے نکلی تھی۔

❖......◉......❖

Carlton Hotel میں ملیحہ کے ساتھ کافی پیتے ہوئے وہ شیشے کے پار دیکھتا ہوا کچھ کھویا کھویا سا لگ رہا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے وہ کافی ہشاش بشاش تھا مگر آنکھیں تب بھی لہجے کا ساتھ دینے سے انکاری تھیں مگر جو ویرانی اب آنکھوں میں اتری تھی اس نے ملیحہ کو بے چین کردیا تھا۔ پتا نہیں باہر دیکھتے دیکھتے کس منظر میں وہ اتنا کھو گیا تھا کہ اسے بھی فراموش کر بیٹھا تھا۔ ملیحہ نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھنے کی کوشش کی مگر اسے ایسا کچھ نظر نہیں آیا جو کسی کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے پر مجبور کردے' تب ہی ٹیبل کے کنارے پر جمے اس کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ کا نرم سا دباؤ ڈالتے ہوئے وہ اسے باہر سے کھینچ کر دوبارہ

اندر لائی۔

"خیریت ہے یہ آج بات بات پر کہاں گم ہو رہے ہو؟ کیا دیکھ رہے ہو باہر......؟"

"کچھ نہیں' بس یونہی......" اپنا ہاتھ پیچھے کھینچتے ہوئے اس نے مصنوعی مسکراہٹ سے اسے ٹالا مگر ملیحہ سے کچھ بھی چھپانا کہاں ممکن تھا وہ تو اس کی رگ رگ سے واقف تھی اور پھر جو لوگ دلوں میں بستے ہوں ان کے بارے میں تو چھٹی حس ویسے بھی غیر معمولی کام کرتی ہے۔ وہ عمر کی زندگی میں پچھلے پانچ سال سے تھی' یہ کوئی اتنا طویل عرصہ تو نہیں تھا مگر وہ اس کے مزاج کے بہت سے موسموں سے آگاہ تھی۔ اس کی پسند ناپسند' خواب' خواہش' محرومیاں...... عمر نے اس سے کچھ چھپایا بھی کب تھا... مگر پھر بھی' بہت کچھ تھا جو اس نے مخفی رکھا ہوا تھا اور جسے جاننے کے لیے وہ بے چین بھی تھی۔

آج سے تین سال پہلے جب ان کی فیملی شارجہ شفٹ ہوئی تو عمر کی جدائی نے اسے کس قدر نڈھال کر دیا تھا وہ اس کی کالج فیلو تھی' اس کی ہم مزاج تھی اور بس......! پھر کب اور کیسے عمر حسن اس کے لیے ہر رشتے سے بڑھ کر اہم ہو گیا تھا' اسے خود بھی اس بات کا احساس نہ ہو سکا۔ شارجہ آنے کے بعد بھی اس نے عمر سے قلمی رابطہ برقرار رکھا تھا' وہ خود بھی کافی فرینڈلی اور زندہ دل تھا سو ہمیشہ اس کی طرف سے بھی بڑے دوستانہ جواب موصول ہوتے تھے۔ مگر وہ اس کے لیے اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ کر شارجہ چلا آئے گا یہ بات تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی۔ زندگی ایک دم سے اس کے لیے بہت حسین ہو گئی تھی۔ عمر کی زندگی میں وہ اہم مقام رکھتی تھی۔ یہ احساس ہی اسے تقویت دینے کے لیے کافی تھا۔

"کیا دیکھ رہے ہو باہر......؟" اسے ایک بار پھر باہر کی طرف دیکھتا پا کر ملیحہ نے بے چینی سے پوچھا اور اس کے لہجے کے تجسس نے عمر کے ہونٹوں پر ایک شرارتی سی مسکان بکھیر دی تھی۔

"مانگنے والی کو دیکھ رہا تھا' اب یہ بھی کوئی بتانے والی بات ہے۔"

"بس یہی کسر رہ گئی تھی۔" ملیحہ نے ناگواری سے ناک سکیڑی۔ "سامنے بیٹھی اتنی حسین لڑکی نظر نہیں آ رہی جو راہ چلتی فقیرنیوں کو تاڑ رہے ہو؟"

"اس میں تم سے زیادہ کشش ہے یار! تم کیا ہو اس کے سامنے......" عمر نے مصنوعی ٹھنڈی سانس بھری' ملیحہ نے کرسی گھسیٹی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تو ٹھیک ہے دیکھتے رہو اسے جی بھر کر...... میں تو چلی...... اور ہاں' اگلی دفعہ کسی فقیرنی' راہ چلتی کو لے کر ہی آؤٹنگ پر نکلنا۔" پرس کندھے پر ڈالتے ہوئے اس نے مصنوعی خفگی دکھائی' حالانکہ جانتی تھی کہ وہ مذاق کر رہا ہے مگر اسے لائن پر لانے کے لیے خفا ہونا ضروری تھا۔ عمر نے ہنستے ہوئے سرعت سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے دوبارہ بٹھایا اور پھر ذرا سا آگے ٹیبل پر جھکتے ہوئے شرارت آمیز سنجیدگی سے بولا۔

"تم کیا کم ہو کسی فقیرنی سے...... ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گئی ہو میرے...... میں تو کسی بھی کام کا نہیں رہا......"

"مگر میرا کشکول تمہاری محبت سے تو پھر بھی خالی ہی ہے۔" ملیحہ نے برا منائے بغیر آزردگی سے عمر کی طرف دیکھا جس کے مسکراتے لب یک دم سمٹے تھے' اس سوال پر وہ یونہی خاموش ہو جاتا تھا۔

"تم میری زندگی میں تو ہو نا!" ایک پل کی خاموشی کے بعد اس نے ملیحہ کی بڑی بڑی بھوری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اسے یقین دلانا چاہا تھا' جس پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیلی تھی۔

"زندگی میں تو تمہارے اور بھی بہت سے لوگ ہیں عمر! پھر ایک میرا اضافہ کیا معنی رکھتا ہے؟ تم نے وہ شعر سنا ہے۔

"مجھے نا ڈھونڈ زمیں و آسماں کی وسعت میں
میں تیرے دل میں نہیں ہوں تو پھر کہیں بھی نہیں ہوں"

سو جب تک میں تمہارے دل میں جگہ نہ پالوں' مجھے اور کہیں بھی ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"یار! محبت کو مانتا نہیں میں ورنہ شاید میرا پہلا اظہار محبت تمہارے ہی نام ہوتا۔" کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے وہ عجیب یاسیت بھرے لہجے میں بولا تھا۔

"اور جتنی مستقل مزاج تم ہو' ہو سکتا ہے مجھے اس جذبے سے روشناس کروا دو ورنہ میں تو اپنی کزن کی اس شاعری پر یقین رکھتا ہوں کہ:

محبت ایک دھوکا ہے
یہ وہ دھوکا ہے
جو ہم خود کو اکثر دیتے رہتے ہیں
کبھی اس کا ہدف وہ شخص ہوتا ہے
جسے ہم خود سے بڑھ کر چاہنے کا
دعویٰ کرتے ہیں

سو میرا بھی خیال یہی ہے ورنہ کیا محبت اور کیا اس کی حقیقت...... اگر یہ کوئی اتنی ہی پاورفل چیز ہوتی تو میری ماں میرے باپ کے مرنے کے بعد اس کی اکلوتی اور آخری نشانی کو یوں دوسروں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر نہ جاتی۔ مانا کوئی مجبوری ہو گی ان کی' مگر وہ بعد میں کبھی تو مجھ سے ملنے آ سکتی تھیں لیکن انہوں نے تو مجھے یوں فراموش کر دیا جیسے عمر نام کا کوئی بچہ ان کا تھا ہی نہیں...... یہ سچ ہے آنٹی لوگوں نے مجھے کبھی کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہونے دی' مگر زندگی میں کمی ہمیشہ چیزوں کی ہی تو نہیں ہوتی' انہوں نے پیار سے میری پرورش کی مگر کسی بھی غلط کام پر مجھے ٹوکا نہیں' مجھ پر سختی نہیں کی۔ میری ہر جائز ناجائز خواہش پوری کی حالانکہ میری شدید خواہش تھی کہ مجھے بھی ڈانٹ یا مار پڑے' بالکل ویسے ہی جیسے تیمور' ماہم اور رابعہ کو ان کی شرارتوں پر پڑتی تھی مگر مجھے ہمیشہ سب سے الگ رکھا گیا۔ میں اگر ان کے بیٹوں جیسا تھا تو انہیں مجھے بھی تیمور کی طرح رکھنا چاہیے تھا پر وہ لوگ مجھے زیادہ اہمیت دیتے گئے' وہ اہمیت جس کا میں بھوکا نہیں تھا۔"

"ریلیکس عمر! بابا تم تو خوش قسمت ہو کہ تمہیں روایتی قسم کے ظالم اور سخت گیر تایا' تائی نہیں ملے' تمہیں اگر اتنی محبت سے انہوں نے پالا ہے تو یہ تو ان کا تمہاری ذات پر احسان ہے۔" ملیحہ نے ہمیشہ کی طرح اسے سمجھانا چاہا' وہ اکثر اسی طرح باتوں ہی باتوں میں اپنی کسی محرومی پر دلگرفتہ ہو جاتا تھا اور پہروں کڑھتا رہتا تب وہی تھی جو اسے ان محرومیوں کے گرداب سے نکالنے کے لیے طرح طرح کے دلائل اکٹھے کرتی تھی۔

"ہاں' مجھے پتا ہے۔" عمر فوراً سنبھلا' خود کو سمیٹنے میں لمحہ ہی تو لگا تھا۔ ملیحہ بہت غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں جو ابھی باہر دیکھ رہا تھا تو سچ میں کسی مانگنے والی کو ہی دیکھ رہا تھا' اس کی گود میں ایک چھوٹا سا بچہ تھا' جسے وہ بار بار چوم رہی تھی شاید بیمار تھا وہ...... اور ایک دوسرا بچہ تھا جس کی اس نے انگلی پکڑ رکھی تھی۔ وہ ان دونوں کو اپنے وجود سے لپٹائے' بھیک بھی مانگ رہی تھی اور بار بار انہیں چومے بھی جا رہی تھی اور جانتی ہو مجھے ان گندے' میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس بچوں پر بے تحاشا رشک آ رہا تھا' اگر میں وہاں سڑک پر ہوتا تو ان بچوں کو غور سے ضرور دیکھتا اور ان کی ماں سے پوچھتا کہ ان میں ایسا کیا ہے جو مجھ میں نہیں...... وہ ان کے لیے اتنی ہراساں کیوں ہو رہی ہے' وہ ان کو کہیں چھوڑ کر کیوں نہیں چلی جاتی......؟"

"بس کرو عمر! کیوں اتنے جذباتی ہو رہے ہو؟" ملیحہ اٹھ کر اس کے پاس چلی آئی اور پھر اس کے شانوں پر دونوں ہاتھوں کا دباؤ ڈالتے ہوئے نرمی سے بولی۔ "چلو گھر چلتے ہیں' آج تمہیں اپنی مما سے ملواتی ہوں' پتا نہیں کبھی کبھی یہ پاگل پن کے دورے تم پر کیوں پڑنا شروع ہو جاتے ہیں اور مجھے تو تم جب سے واپس آئے ہو کافی کھسکے ہوئے لگ رہے ہو' بتاتے بھی نہیں ہو اور ڈھنگ سے کچھ چھپا بھی نہیں پا رہے۔"

"کیا چھپاؤں گا یار! کچھ بھی نہیں ایسا......" ہونٹ کاٹتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم کہتے ہو تو مان لیتی ہوں اور تم ماہم کی شادی کا بھی کہہ رہے تھے' کیا خیال ہے میں بھی چلوں تمہارے ساتھ...... اس بہانے تمہارا گھر بھی دیکھ لوں گی اور گھر

والوں سے بھی مل لوں گی' خاص طور پر رابعہ سے......اس کا ذکر بہت ہوتا ہے تمہاری باتوں میں......ذرا دیکھوں تو سہی موصوفہ کو کیسی ہیں......"

"تم نے دیکھا تو ہے اسے تصویروں میں اور کیسے دیکھو گی؟"

"تصویروں میں ہی دیکھا ہے نا! کبھی روبرو تو نہیں ملی۔ تم نہیں لے جانا چاہتے تو صاف کہو۔"

"نہیں مجھے تو کوئی اعتراض نہیں' تمہاری مما اجازت دے دیں گی؟"

"ان کا کوئی مسئلہ نہیں......پھر پاکستان میں ہمارے رشتہ دار بھی رہتے ہیں' میں ان سے ملنے کے بہانے چلی جاؤں گی اور اگر مما کو میں تمہارے بارے میں بتا دوں تب بھی انہوں نے نہیں روکنا' وہ تمہیں اچھا لڑکا سمجھتی ہیں تو اعتراض نہیں کریں گی۔"

"اور اگر تمہاری جگہ ان کی کوئی سگی بیٹی ہوتی تو کیا تب بھی وہ اتنی ہی بے فکری کا مظاہرہ کرتیں۔" عمر کے لہجے میں عجیب سی چبھن تھی جس نے ملیحہ کو چونکایا تھا۔

"یقیناً! انہیں اپنے سارے بچوں پر بہت اعتماد ہے۔"

"اپنے بچوں پر اعتماد ٹھیک ہے مگر کسی دوسرے کی گارنٹی دینا مشکل ہے آج کل۔"

"پھر چلو' پتا نہیں کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو آج۔"

"آج نہیں' پھر کبھی سہی......ابھی تو بہت تھکا ہوا ہوں' آرام کروں گا۔" ملیحہ نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا مگر اس نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔ "نہیں ملیحہ! موڈ نہیں آج' پھر کبھی سہی......تم اپنی مما کو میرا سلام کہنا۔"

"اوکے!" ملیحہ نے شانے اچکائے اور پھر وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوٹل کی لابی سے باہر نکل آئے۔

❖......◉......❖

"تیمور! بات سنو بیٹا!" وہ جو کوٹ کندھے پر ڈالے اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا' عائشہ بیگم کی پکار پر بے ساختہ رکا' گھوم کر ان کی طرف پلٹا' جو کافی دیر سے اس کے انتظار میں ہی بیٹھی تھیں۔ اس نے ایک نظر رسٹ واچ پر ڈالی جو رات کے گیارہ بجا رہی تھی اور پھر وہ ان کے پاس چلا آیا۔

"جی امی! خیریت......آپ جاگ رہی ہیں اب تک؟" وہ ان کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

"بس تمہارا انتظار کر رہی تھی' دن میں تو ہاتھ لگتے نہیں ہو۔" عائشہ بیگم نے پیار سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ وہ دھیمے سے ہنس پڑا۔

"آپ کے سامنے ہی میری ساری مصروفیات ہیں امی! لیکن آپ یہ بتائیں انتظار کیوں کر رہی تھیں میرا؟"

"تمہاری رائے لینی تھی اس لیے......" عائشہ بیگم نے جان بوجھ کر مبہم انداز اپنایا جس پر دھیان دیے بغیر وہ روانی سے بولا۔

"کس چیز کے بارے میں......؟"

"چیز نہیں' لڑکی کے بارے میں......رابعہ کے حوالے سے کیا سوچا ہے تم نے......دس سال ہو گئے اسے تمہارے نام کی انگوٹھی پہنے......اور فاخرہ بھی منہ سے نہ کہے مگر بچی کی فکر تو اسے بھی لاحق ہے۔ تم نے عجیب تماشا بنایا ہوا ہے' ہر بار کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر ٹال جاتے ہو' تم اس کے ساتھ شادی کے لیے سیریس بھی ہو یا نہیں......؟" عائشہ بیگم کے لہجے کی نرمی تھوڑی سی سختی میں بدلی تھی کیونکہ رابعہ کے حوالے سے تیمور کا خاموش رویہ انہیں الجھا رہا تھا۔ تب ہی تو کوئی لمبی چوڑی تمہید باندھے بغیر انہوں نے ڈائریکٹ اپنے دل کی بات کہہ دی۔ تیمور ان کی بات سن کر پہلے تو بری طرح ٹھٹکا تھا اور پھر کسی گہری سوچ میں گم ہو گیا جب کہ اس کی خاموشی پر عائشہ بیگم کا دل ہولنے لگا جیسے ان کے خدشات درست ثابت ہونے جا رہے ہوں۔

"آپ کو اتنی جلدی کیوں ہے امی! میں کہیں بھاگا تو نہیں جا رہا' پہلے ماہم کے فرض سے تو سبکدوش ہو جائیں۔" وہ جیسے خود بھی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ اقرار

کرے یا انکار......تبھی جز بز ہوتے ہوئے پہلو تہی کرنے لگا۔ ایک طرف دل تھا تو دوسری طرف ماں تھی۔ وہ دونوں کی حق تلفی کرنا نہیں چاہتا تھا اور عائشہ بیگم کے اطمینان کے لیے یہی بہت تھا کہ اس نے صاف انکار نہیں کیا تھا تب ہی اسے پیار سے سمجھاتے ہوئے بولیں۔

"رابعہ بھی کسی کی بیٹی ہے تیمور! اور بیٹیوں کو یوں بلا جواز گھر بٹھانا اچھا نہیں لگتا' اپنی بہن کی شادی کی اتنی فکر ہے اور وہ کیا تمہاری کچھ بھی نہیں لگتی؟ اتنے سالوں سے تمہارے نام پر بیٹھی ہے مگر تم تو پتھر ہو جس سے وہ اپنا سر پھوڑ رہی ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں امی! مگر میں ابھی شادی کے لیے ذہنی طور پر تیار نہیں ہوں۔" وہ بے چارگی سے بولا۔

"نہیں ہو تو ہو جاؤ۔ ہم کون سا کل ہی تمہاری شادی کر رہے ہیں۔ ابھی ایک ماہ ہے تمہارے پاس......عمر کے ایگزیمز کے بعد کی ہی کوئی تاریخ رکھیں گے اور میرا خیال ہے اتنا وقت بہت ہوتا ہے ذہن بنانے کے لیے......رابعہ کوئی غیر نہیں گھر کی بچی ہے اور میرا نہیں خیال اس سے انڈرسٹینڈنگ پیدا کرنے میں تمہیں کوئی مشکل ہو گی۔"

"پتا نہیں......مگر میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ میں اسے زیادہ خوش نہیں رکھ پاؤں گا۔" وہ سر جھٹک کر بے زاری سے بولا۔ "اس کے اور میرے مزاج میں بہت فرق ہے آپ جانتی تو ہیں۔"

"یہ کوئی ایسی انہونی بات نہیں بیٹا! مزاجوں میں فرق تو ہوتا ہی ہے اور پھر زندگی کے سفر میں کسی ایک کو تو سنجیدہ ہونا ہی چاہیے' تمہیں اگر اس کے علاوہ کوئی اعتراض ہے تو بتاؤ۔" انہوں نے نرمی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا اور وہ ایک دم سے چپ ہو گیا تھا۔ اگر وہ اعتراض کی جگہ پسند پوچھتیں تو شاید وہ انہیں کچھ بتا ہی دیتا مگر بتانے لائق اس کے پاس تھا ہی کیا! صرف اک لاحاصل سی تلاش......؟

"مجھے بہت ارمان ہے تمہاری شادی کا' تیمور! تم فضول کے وسوسے ذہن سے نکال دو' ان شاء اللہ تم ایک آسودہ زندگی گزارو گے۔" اس کی خاموشی کو اس کی رضامندی سمجھتے ہوئے وہ پیار سے اس کا ماتھا چوم کر باہر نکل گئیں اور وہ اپنی جگہ پر ساکت سا انہیں جاتا دیکھتا رہا۔

دل نے جو عہد باندھا تھا کہ وہ نہیں تو کوئی نہیں' اس کی خاموشی کی بھینٹ چڑھ گیا تھا اور اب اس نے خاموش رہ کر دھوکا ہی تو دینا تھا' خود کو یا پھر رابعہ سکندر کو......مسکراتی آنکھوں والی وہ لڑکی جو جانے انجانے میں اس سے بہت سی توقعات وابستہ کر بیٹھی تھی مگر وہ اپنے دل کا کیا کرتا جو کبھی اس کے لیے دھڑکا ہی نہیں تھا......مگر ہر تعلق دل کا تو نہیں ہوتا نا! اور وہ ایسا ہی کوئی تعلق رابعہ سکندر سے جوڑنے جا رہا تھا۔

❖......◉......❖

موسم خوش بُو' بادِ صبا' چاند' شفق اور تاروں میں
کون تمہارے جیسا ہے' وقت ملا تو سوچیں گے

تیمور کی جانب سے پچھلے سال سالگرہ پر موصول ہونے والا وشنگ کارڈ اور اس میں رکھا ہوا ڈائری کا یہ ورق جس پر یہ خوب صورت سا شعر لکھا ہوا تھا بے ساختہ اس کا دل دھڑکا۔ ہونٹوں پر بڑی جان دار سی مسکراہٹ بکھری تھی۔ اس نے ریک میں سے شاعری کی وہ کتاب نکالی جو تیمور نے اسے پچھلی بار گفٹ کی تھی۔ وہ ہمیشہ اسے کتابیں ہی تو تحفے میں دیا کرتا تھا۔ کتاب کی شفاف جلد پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ تیمور کے بارے میں سوچنے لگی۔ پہلے سے کتنا بدل گیا تھا وہ......جب سے ان کی شادی کی تاریخ طے ہوئی تھی تب سے اس کے رویے میں واضح بدلاؤ آیا تھا۔ اب نا صرف وہ اس سے ہنس کر بات کرتا تھا بلکہ اکثر اسے شاپنگ پر بھی لے جاتا اور پھر جس جس چیز پر وہ ہاتھ رکھتی' اسے بلا جھجک خرید لیتا۔ رابعہ کو یوں لگتا تھا جیسے وہ اپنے پچھلے رویوں کی تلافی کر رہا ہے مگر جو بھی تھا اسے خوشی تھی کہ تیمور کو آخر اس کا کچھ خیال تو آیا۔ تیمور اس کے لیے ایک الجھی پہیلی تھا' جسے وہ کبھی بھی سمجھ

نہیں سکتی تھی اور اب تو یہ سمجھنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ آج اس کی سالگرہ تھی اور فی الحال کسی بھی طرف سے کوئی وش اسے موصول نہیں ہوئی تھی۔ وہ صبح لاشعوری طور پر منتظر تھی کہ کون اسے سب سے پہلے وش کرتا ہے مگر ماہم کو یاد رہا نہ کوریئر سروس والا تیمور کی طرف سے بھیجا جانے والا بوکے اور وشنگ کارڈ لایا اور نہ ہی عمر کو توفیق ہوئی......اور عمر کا خیال آتے ہی اس کے خیالات کو یک دم بریک لگی تھی۔ زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ عمر نے اسے وش نہیں کیا تھا ورنہ وہ تو گھڑی کی سوئیوں کے ساتھ اسے جنم دن کی مبارک باد دیتا تھا' وہ اس سے لاکھ جھگڑتی کہ یہ ہماری تہذیب نہیں ہے وہ اسے وش نہ کیا کرے مگر وہ عمر ہی کیا جو کوئی بات مان لے اور اب وہ ان باتوں کا اسے کتنا عادی بنا گیا تھا۔ وہ کہتا تیمور بھی تو تمہیں وش کرتا ہے پہلے اسے روکو......اور وہ بے بس سی ہو کر سوچتی کہ وہ بھلا تیمور کو کیسے منع کر سکتی ہے۔ اس کی طرف سے سال بعد ملنے والے چند الفاظ اور پھول ہی تو اس بات کا احساس دلاتے ہیں کہ وہ اس سے اتنا بھی غافل نہیں جتنا وہ سمجھتی تھی اور وہ بھی منع کر دے تو پھر اس کے دامن میں کیا رہ جاتا ہے۔ الماری کا پٹ کھولے وہ ان تینوں لوگوں کے دیئے ہوئے ڈھیروں گفٹس دیکھ رہی تھی۔ ماہم اور تیمور کی مصروفیات کا اندازہ وہ لگا سکتی تھی مگر عمر نے جان بوجھ کر اسے نظر انداز کیا تھا اور کیوں کیا تھا' یہ سوچ کر ہی اسے جلن ہونے لگی۔ اس نے الماری سے ایک تصویر نکالی اور اسے پھاڑ کر وہیں پھینک دیا۔

"اونہہ! سمجھتا کیا ہے خود کو......؟ اس پرکٹی کے پیچھے لگ کر مجھے بھول جائے گا تو کیا میں زندہ نہیں رہوں گی؟ دفع ہو' بھولا رہے' مجھے کیا......!" وقت شاید ہر تعلق کی اہمیت کو یوں ہی ختم کر دیتا ہے۔ زیر لب بڑبڑاتے ہوئے اس نے دھڑام سے الماری کا اوپر والا پٹ کھولا اور پھر نفرت سے اس کے بھیجے ہوئے گفٹس کو نچلے خانے میں ٹھونسنے لگی' اوپر کا ریک خالی کر کے وہ کچھ پل کھڑی دکھ بھری نظروں سے اس ٹیڈی بیئر کو دیکھنے لگی جو عمر نے اسے پچھلی بار شارجہ سے بھیجا تھا اور اس ٹیڈی بیئر کو دیکھتے ہوئے اسے عمر کی باتیں یاد آنے لگیں۔

اس نے کہا تھا وہ تیمور کی زندگی میں کہیں بھی نہیں......مگر اس کا دعویٰ غلط تھا' وہ تو تیمور کی زندگی میں شامل ہونے جا رہی تھی اب تو دن بھی گنتی کے ہی بچے تھے۔

"تم نے مجھے کیوں بدظن کرنا چاہا تھا عمر! تم نے وہ سب کیوں کہا تھا؟" اس نے تصور میں عمر سے شکوہ کیا پھر ٹیڈی بیئر کو اٹھا کر وہ اپنے بیڈ کی طرف چلی آئی جہاں پہلے ہی تیمور کے وشنگ کارڈز کا ڈھیر لگا تھا۔ ٹیڈی بیئر ایک طرف رکھ کر وہ وارڈ روب کھول کر کھڑی ہو گئی۔ آج تیمور کے ساتھ جا کر اس نے اپنی پسند کا برائیڈل ڈریس لانا تھا اور مما تین چار دفعہ اسے تیار ہونے کا کہہ کر جا چکی تھیں مگر وہ یونہی کسلمندی سے بیٹھی رہی' جانتی تھی تیمور اتنی جلدی کہاں تیار ہوگا جانے کے لیے......اور کچھ دھیان اپنی سالگرہ تک گیا تو دل مسوس کر پرانے کارڈز کھنگالنے لگی مگر کچھ دیر میں ہی اکتا کر کارڈز وہیں چھوڑ کر وارڈ روب کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ ابھی وہ سوٹ کا انتخاب ہی کر رہی تھی جب تیمور کی آواز پر بوکھلا کر پیچھے پلٹی۔ وہ کھلے دروازے کے بیچوں بیچ کھڑا اسی کو دیکھ رہا تھا۔ بلیک ٹراؤزر پر ڈھیلی ڈھالی ٹی شرٹ پہنے وہ رف حلیے کے باوجود کافی گریس فل لگ رہا تھا۔ رابعہ نے نظریں چرائیں' دل یک دم انوکھی لے پر دھڑکا تھا۔

"تم تیار نہیں ہوئیں ابھی تک......؟ بازار نہیں چلنا۔" تیمور کے لہجے میں حیرت تھی تبھی وہ سٹپٹائی۔

"نہیں' بس میں ابھی آئی۔ آپ بیٹھیں پلیز!" جلدی میں جو سوٹ ہاتھ لگا وہ کھینچ کر تیزی سے باتھ روم میں گھس گئی اور تیمور اس کی بے پروائیوں پر سر جھٹکتا اندر چلا آیا تھا۔ نہیں جانتا تھا اندر ایک طوفان اس کا منتظر ہے۔ اگر پتا ہوتا تو شاید یہیں سے واپس پلٹ جاتا۔

❖......◉......❖

گاڑی کی بیک سے ٹیک لگائے کوئی دسویں سگریٹ تھی جو اس نے سلگائی تھی۔ ذہن اس قدر منتشر ہو رہا تھا کہ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا اب کیا کرے......رابعہ کی ہنگامی شادی اس کے لیے ایک شاک ثابت ہوئی تھی اور اوپر سے اس کی خود ساختہ ناراضی......اگر اسے وہم بھی ہوتا کہ وہ یوں روٹھ جائے گی' بدگمان ہو جائے گی تو وہ کبھی وہ سب نہ کہتا جو اپنی بے وقوفی اور جذبات کے ہاتھوں کہہ بیٹھا تھا۔ پوری دنیا میں ایک وہی لڑکی تو تھی جس کے لیے وہ کبھی بھی غلط نہیں سوچ سکتا تھا اور پھر یہ تو تصور بھی محال تھا کہ وہ اس کے حق میں برا چاہے' اس کی خوشیوں سے جلے' رابعہ نے کتنا غلط سوچا تھا اس کے لیے......اسے جب بھی اس کی باتیں یاد آتیں' دل میں کسک سی محسوس ہوتی۔ وہ کم از کم اس کے حق میں کبھی بھی برا نہیں ہو سکتا تھا مگر یہ بات اسے کون سمجھاتا۔ پچھلے کچھ دنوں سے اسے ہلکا ہلکا ٹمپریچر تھا اور کچھ اس نے سگریٹ پھونکنے بھی بہت شروع کر دیئے تھے' سو صحت تیزی سے گرتی جا رہی تھی مگر اسے پروا کہاں تھی۔ کل ملیحہ کے ساتھ وہ پاکستان جا رہا تھا۔ دل تو نہیں چاہ رہا تھا مگر انکار کا کوئی جواز بھی اس کے پاس نہیں تھا۔ ایگزامز سے فراغت کے بعد اب تو یوں بھی یہاں رہنے کی کوئی تک نہیں بنتی تھی مگر وہ بھی کیا کرتا' تیمور کی ہاں سے اسے جھٹکا لگا تھا مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ اس سے بھی بڑا جھٹکا وہاں اس کا منتظر ہے۔

❖......◉......❖

"یہ بھائی کہاں غائب ہیں کل سے......؟ مجھے تو نہیں نظر ہی نہیں آ رہے۔" ماہم نے پریشانی سے کوئی چوتھی بار یہی بات دہرائی تھی اور استری کرتی رابعہ ایک دم سے پھٹ پڑی تھی' جانتی تھی اور اسے ہی بار بار سنا رہی ہے۔

"تمہارے بھائی کوئی ننھے بچے نہیں جنہیں کوئی اغوا کر کے لے گیا۔ حد ہوتی ہے بے پروائی کی بھی......کل مجھے تیار ہونے کا کہہ کر چلتے بنے حالانکہ میں نے انہیں زیادہ انتظار بھی نہیں کروایا تھا۔ پتا نہیں کیوں موصوف کا موڈ ایک دم سے آف ہو گیا۔"

"تم نے کہہ دی ہوگی کوئی ایسی ویسی بات" ماہم پریشانی کے باوجود اسے چھیڑنے لگی اور وہ چڑ بھی گئی۔

"ہاں' میں نے ہی انہیں سخت سست سنائی تھی۔ میں جب باتھ روم سے باہر نکلی' مجھے تو غائب ملے۔ پتا نہیں کہاں چلے گئے تھے اور پھر میں نے اتنی کالز کیں' میری کال بھی اٹینڈ نہیں کی۔"

"اچھا تو اس لیے بھری بیٹھی ہو؟" ماہم نے شرارت سے اسے دیکھا۔

"مما سے کہتی ہوں' وہ پتا کریں' تمہارا تو ابھی ڈریس بھی فائنل نہیں ہوا۔"

"تم لے آنا اب' مجھے ان کے ساتھ نہیں جانا۔" ٹملک نکالتے ہوئے وہ قطعیت سے بولی۔ اسے اپنی توہین لگی تھی کہ تیمور اسے تیار ہونے کا کہہ کر چلا گیا اور پھر واپس بھی نہیں آیا مگر اس کی طویل غیر حاضری خفگی کے باوجود اسے پریشان کرنے لگی۔ گھر میں ڈھیروں کام تھے' ایسے میں غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کر کے کہاں جا سکتا تھا......لیکن اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا' اس کا جواب رات کو تیمور کی جانب سے آنے والی فون کال تھا۔ اس نے رابعہ سے شادی سے انکار کر دیا تھا۔

❖......◉......❖

تجھے کیا خبر میرے حال کی
میرے درد میرے ملال کی
یہ میرے خیال کا سلسلہ
کسی یاد سے ہے جڑا ہوا
اسے دیکھنا' اسے سوچنا
میری زندگی کا ہے فیصلہ
یہ اسی کی پلکوں کے سائے ہیں
میری روح میں جو اتر گئے
یہ جنون منزل عشق ہے
جو چلے تو جاں سے گزر گئے!

ڈیپارچر لاؤنج میں کھڑا وہ دور سے اپنی طرف آتی ملیحہ کو دیکھ رہا تھا جو اپنی ماں سے مل کر اسی کی طرف آ رہی

تھی۔ شولڈر بیگ کندھے پر لٹکائے دھان پان سی ملیحہ کے چہرے پر خوشی کے بہت سے جگنو رقص کررہے تھے۔ وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ملیحہ اور اس کی ماں کو آپس میں ملتے دیکھ کر کسی خیال میں الجھا تھا۔ وہ حسرت سے اس عورت کو دیکھ رہا تھا جو ملیحہ کی سگی ماں نہیں تھی مگر سگی ماں سے بڑھ کر محبت کا مظاہرہ کررہی تھی' اسے ائر پورٹ خود چھوڑنے آئی تھی۔ وہ دور سے بھی انہیں ہدایتیں دیتا دیکھ سکتا تھا' جیسے ملیحہ کوئی چھوٹی سی بچی ہو یا پھر وہ پہلی بار جہاز کا سفر کررہی ہو۔ عمر نے اس عورت کو بہت بار قریب سے دیکھا تھا مگر وہ اس سے کبھی روبرو ملا نہیں تھا لیکن وہ اس بات کا معترف تھا کہ جتنی تعریفیں ملیحہ اپنی ماں کی کرتی ہے' اس میں وہ حق بجانب ہے۔ ملیحہ کا ماتھا چومتی ہوئی وہ عورت اسے ماتا کا شاہکار لگی تھی اور وہ بہت مشکل سے اپنی نظروں کا زاویہ بدلنے میں کامیاب ہوا تھا ورنہ دل تو محبت کے اس مظاہرے پر بکھرے جارہا تھا۔ وہ جب بھی اس طرح کا منظر دیکھتا' اپنی محرومی کا شدت سے احساس ہوتا۔

''عمر......!'' ملیحہ پھولی سانسوں سے اس کے پاس آکر رکی' وہ چونک کر سوچوں کے گرداب سے نکلا' آنکھیں شدتِ ضبط سے سرخ ہورہی تھیں' جن پر دھیان دیئے بغیر وہ اپنی ہی رَو میں بولی۔ ''تم آج پھر مما سے نہیں ملے؟ وہ ناراض ہورہی تھیں' تمہارے انکار پر میں انہیں باہر سے ہی الوداع کہہ آئی ہوں اور سچ میں مجھے اتنی شرمندگی ہورہی ہے کہ حد نہیں...... بھلا کیا سوچتی ہوں گی' میرا دوست کیا سائیکی ہے۔'' پرواز کی اناؤنسمنٹ ہونے لگی تھی' تب ہی ایک پھیکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر بکھری۔ اس کا یہ گریز نیا تو نہیں تھا پھر وہ ہر بار کیوں محسوس کرتی تھی۔ وہ سر جھٹکتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھا۔ ملیحہ اس کی خاموشی سے سمجھ گئی کہ ہمیشہ کی طرح اب بھی اس کے پاس اس کے سوال کا جواب نہیں تھا۔

❖......◉......❖

مجھے اس مقام پر چھوڑنا
ہے یہ بے وفائی کی انتہا
یہ قفس ہو جیسے کھلی فضا
نہیں سکھ کا سانس میں بولوں سدا
جنہیں تیری دید کی پیاس تھی
وہ کٹورے نینوں کے بھر گئے
یہ جنون منزل عشق ہے
جو چلے تو جاں سے گزر گئے

تیمور کا اچانک شادی سے انکار سب کے لیے ایک معمہ بن گیا تھا۔ شادی کے کارڈ بٹ چکے تھے' مہمانوں کی آمد شروع ہوچکی تھی اور وہ اپنے فضول موقف پر ڈٹا ہوا تھا کہ اس نے رابعہ سے شادی نہیں کرنی۔ نہ وہ ایسا ضدی تھا نہ خودسر...... پھر پتا نہیں کس بات نے اسے اتنا بدظن کردیا تھا کہ وہ کسی کی کچھ سن ہی نہیں رہا تھا۔ رابعہ تو ایک سکتے کے عالم میں کھڑی تھی۔ اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ تیمور نے اس سے شادی سے انکار کردیا ہے۔ بھلا ایسے اچانک بھی کوئی کسی کے ساتھ یوں کرتا ہے...... چھوڑنا تھا' انکار کرنا تھا' تو بہت پہلے کردیا ہوتا یوں ساحل پر لاکر ڈبونے کی کیا ضرورت تھی۔ پورا گھر تیمور کے اس اقدام پر پریشان تھا۔ عظیم صاحب تیمور کو عاق کرنے کی دھمکی بھی دے چکے تھے جس کا اس پر مطلق اثر نہ ہوا بلکہ وہ کچھ اور بھی ضد میں آگیا تھا۔

اپنے کمرے میں جاکر وہ اپنا ضروری سامان سمیٹ رہا تھا۔ عائشہ اور فاخرہ بیگم کا رو رو کر برا حال تھا اور ماہم مسلسل رابعہ کو چپ کروانے کی کوششوں میں لگی ہوئی تھی۔ اس قدر توہین اور اہانت پر وہ روتی نہ تو اور کیا کرتی......؟ تیمور کے بنا کسی جواز کے انکار نے اس کی ذات کو دو کوڑی کا ہی تو کردیا تھا۔ اس کے خواب ہی نہیں بکھرے تھے ذات بھی بکھر گئی تھی...... اور وہ نوحہ کناں بھی نہ ہوتی تو کیا کرتی۔

عمر حسن کل رات کی فلائٹ سے پاکستان آیا تھا۔ ملیحہ کو فی الحال اس کے ننھیال چھوڑ آیا تھا کیونکہ گھر میں چلنے

والی ٹینشن کا اسے ائر پورٹ پر ہی پتا چل گیا تھا اور اتنی افسردہ صورت حال میں وہ ملیحہ کو گھر والوں سے ملا کر کیا کرتا......؟ اور پھر رابعہ کی حالت کا سوچ کر اسے یوں بھی رہ رہ کر تیمور پر غصہ آرہا تھا' اگر اس نے انکار ہی کرنا تھا تو اقرار کیوں کیا' تبھی وہ تیمور سے دوٹوک بات کرنے اس کے کمرے میں چلا آیا اور اِدھر رابعہ سکندر جو عمر حسن کی آمد کا سن کر کل سے اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی۔ نہیں جانتی تھی کہ جس کا وقتی سامنا کرنے سے وہ ہچکچا رہی ہے' اس سے عمر بھر کا واسطہ پڑ جائے گا۔

❖......◉......❖

''آپ نے کیوں کیا یہ سب...... آپ جانتے ہیں آپ کے فیصلے سے سب کو کتنی تکلیف پہنچی ہے۔'' تیمور بریف کیس میں اپنے ضروری ڈاکومنٹس رکھ رہا تھا جب عمر اس کے سر پر پہنچ کر کسی قدر اونچی آواز میں بولا۔ چہرہ غصے سے دہک رہا تھا مگر لہجہ اس نے کنٹرول میں ہی رکھا' وہ تیمور سے لڑنے نہیں' اسے سمجھانے آیا تھا۔

''یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے' اس میں تمہیں ٹانگ اڑانے کی ضرورت نہیں۔'' سر جھٹکتے ہوئے وہ دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔ لہجہ اتنا روکھا تھا کہ عمر ایک پل کے لیے گنگ رہ گیا۔ اس نے تو جیسے بات ہی ختم کردی تھی مگر اس کے بات ختم کرنے سے بات ختم کہاں ہوئی تھی۔

''ٹھیک ہے' یہ آپ کا ذاتی مسئلہ ہے مگر آپ کی ذات کے ساتھ دوسرے بہت سے لوگ جڑے ہوئے ہیں' جنہیں آپ سے بہت سی توقعات وابستہ ہیں' آپ اپنی ضد کے پیچھے ان سب کی دل آزاری کریں گے؟ جانتے ہیں انکل کی طبیعت کتنی خراب ہے' آنٹی کا رو رو کر برا حال ہے اور رابعہ...... اس بے چاری کا کیا قصور ہے؟ وہ پورے دس سال آپ سے منسوب رہی ہے' اگر وہ آپ کو پسند نہیں تھی تو بہت پہلے انکار کردینا چاہیے تھا اور اگر آپ نے سب کی خوشی کے لیے تب نہیں کیا تو اب کیسے اتنے خودغرض بن گئے؟ آپ تو ایسے نہیں ہیں۔''

''تم یہ ایموشنل بلیک میلنگ کرکے کیا سمجھتے ہو' مجھے قائل کرلو گے؟ دیکھو عمر! میں تم سے کوئی سخت بات نہیں کرنا چاہتا' میں پہلے ہی بہت اپ سیٹ ہوں' تم چلے جاؤ یہاں سے......'' بریف کیس بند کرکے وہ عجب بے لچک انداز میں بولا۔ لہجہ ہر قسم کے احساس سے عاری تھا۔

''آپ صرف مجھے اتنا بتادیں...... آپ نے انکار کیوں کیا ہے؟ میں ابھی چلا جاؤں گا۔'' عمر کا لہجہ بھی سرد ہوا۔

''میں تمہیں بتا بھی دوں تو کیا ہوگا؟'' تیمور کے لہجے میں استہزا تھا۔

''آپ پہلے بتائیں تو سہی' پھر میں بتاؤں گا کہ کیا ہوگا۔''

''دو باتیں ہیں' پہلی بات تو یہ کہ میں اس میں انٹرسٹڈ تھا ہی نہیں اور دوسری بات یہ کہ وہ بھی مجھ میں انٹرسٹڈ نہیں۔ پہلے مجھے اس بات کا پتا نہیں تھا مگر اب پتا چل گیا کہ وہ کہیں اور انوالو ہے' سو پھر ایسی زبردستی کا فائدہ......؟''

''کون......! رابعہ......؟'' عمر کو جیسے یقین نہیں آیا تھا' وہ بے یقینی سے تیمور کے چہرے کو دیکھ رہا تھا جہاں اس وقت گہری سنجیدگی رقم تھی۔

''ہاں' وہی...... اور دیکھو عمر! تم بھی جانتے ہو میں ہمیشہ ہر کام فیئر طریقے سے کرنے کا عادی ہوں' چلو میں اسے پسند نہیں کرتا مگر وہ تو کرتی۔ اس بے چاری کے ساتھ بھی زبردستی ہورہی ہے۔ مجھے ماہم نے بتایا بھی تھا کہ وہ ابھی شادی کے لیے راضی نہیں ہے' مجھے تب سمجھ جانا چاہیے تھا مگر یہاں کسی کی کوئی سنتا ہی کب ہے۔''

''آپ یہ سب اتنے وثوق سے کیسے کہہ سکتے ہیں؟ میں نہیں مانتا وہ آپ کے علاوہ کسی اور کو پسند کرتی ہے۔'' عمر کے لہجے میں اٹل یقین بول رہا تھا اور یہی یقین آنکھوں سے جھلک رہا تھا۔

''تمہیں یقین دلا کر مجھے کیا مل جائے گا......؟ اور ویسے بھی چھوڑو اس بات کو...... تمہیں جواز چاہیے تھا وہ میں نے دے دیا۔''

”مگر مجھے ایسا لولا لنگڑا جواز نہیں چاہیے آپ اگر اس پر اتنی بڑی بات کہہ رہے ہیں تو ثبوت بھی دیں۔“ عمر عجب ضدی لہجے میں پھنکارا۔ تبھی تیمور شانے اچکاتے ہوئے بے نیازی سے بولا۔

”میں نے تمہیں پہلے بھی کہا میں تمہیں یقین دلانے کا پابند نہیں ہوں ویسے ایک بات تم بتاؤ تمہیں اتنی بے چینی کیوں ہو رہی ہے کیوں تم رابعہ کی اتنی حمایت کررہے ہو بہت ہمدردی ہو رہی ہے اس سے......؟“

”بات ہمدردی کی نہیں...... اور نہ ہی میں اس کی حمایت کررہا ہوں۔ میں صرف آپ کو غلط فیصلے سے بچانا چاہتا ہوں کیونکہ میں اس بات کا گواہ ہوں کہ وہ آپ کے سوا کسی اور کو پسند نہیں کرتی۔“ عمر جھنجلا سا گیا جب کہ تیمور بغور اس کی جھنجلاہٹ ملاحظہ کررہا تھا۔ ”آپ اپنی بات کریں رابعہ پر الزام لگانے کی کوئی ضرورت نہیں...... میں جانتا ہوں آپ کی زندگی میں کوئی اور ہے اور معاف کیجیے گا ایک دفعہ غلطی سے آپ کی ڈائری ہاتھ لگی تھی میرے...... آپ کے جذبات کی ترجمان اور پھر لڑکیوں کے پیچھے آپ کو خوار ہوتے تو میں نے خود دیکھا ہے آپ کہاں کہاں جاتے ہیں یہ بھی مجھ سے پوشیدہ نہیں ذرا اپنے گریبان میں تو جھانکیں پھر کسی دوسرے پر انگلی اٹھائیں آپ نے تو ریڈ لائٹ ایریا بھی نہیں چھوڑا۔ وہاں میں نے خود آپ کو دیکھا تھا اور میں نے یہ بات رابعہ کو بتانی بھی چاہی تھی مگر وہ تو آپ کو دودھ کا دھلا سمجھتی ہے اندھا اعتماد کرتی ہے آپ پر اور آپ پتا نہیں کس بات سے بدگمان ہوکر اسے اتنی بڑی سزا سنانے جارہے ہیں۔“

”اگر تمہاری تقریر ختم ہوگئی تو جاؤ یہاں سے...... میں نے اور کچھ نہیں سننا۔“ وہ ایک دم بے زار ہوا۔

”چلا جاؤں گا مگر ایک بات یاد رکھیں سب کا دل دکھا کر خاک میں گے تو سکون آپ کو بھی نہیں ملے گا۔ رابعہ کو یقیناً آپ سے اچھا شخص مل جائے گا مگر آپ کو اس سے اچھی لڑکی کبھی نہیں ملے گی۔“ وہ دکھ سے کہہ کر پلٹنے لگا تھا کہ تیمور کی بات نے اسے وہیں اپنے قدموں پر ساکت کردیا۔

”اور وہ اچھا لڑکا عمر حسن کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا۔“ عمر کے قدموں سے جیسے کسی نے زمین کھینچی تھی۔ اس نے پلٹ کر تیمور کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر مبہم سی مسکراہٹ تھی اور ٹھہراؤ بھی تھا۔ ”اور میں کم از کم اس کا ثبوت ضرور دے سکتا ہوں۔“ عمر کے چہرے کے رنگ بڑی تیزی سے بدلے تھے۔ اس نے کچھ کہنا چاہا مگر قوت گویائی گویا سلب ہوگئی تھی۔ ”اور میں جانتا تھا تم ضرور مجھ سے جھگڑنے آؤ گے اور سچ پوچھو تو میں تمہارا ہی انتظار کررہا تھا۔“ وہ بول رہا تھا اور عمر کوشش کے باوجود اس کی کسی بات کو نہیں جھٹلا پایا۔ وہ جھٹلانے کی پوزیشن میں ہی نہیں تھا۔ ”تم رابعہ کو بہت خوش رکھ سکتے ہو مجھ سے بھی زیادہ...... اور سچ پوچھو تو یہی میرے انکار کا جواز ہے۔ میں یہاں سے جاتے وقت ابو سے کہہ دوں گا کہ وہ رابعہ کی شادی تم سے کردیں آخر تم کو بھی تو بیٹوں کی طرح پالا ہے انہوں نے...... مگر اس کے بدلے میں تمہیں بھی میرے لیے کچھ کرنا ہوگا۔“

”آپ غلط سمجھ رہے ہیں ایسا کچھ نہیں رابعہ میری دوست ہے اور بس......“ عمر نے دل کی دھڑکنوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک بار پھر تیمور کی غلط فہمی رفع کرنی چاہی تب ہی تیمور نے معنی خیز انداز میں ہنستے ہوئے اپنے بیڈ کی دراز سے کچھ وشنگ کارڈ نکال کر اس کے آگے ڈھیر کردیئے اور عمر کو لگا وہ اب واقعی کچھ نہیں بول سکے گا۔

❖......◉......❖

گھر میں شادی کے ہنگامے ایک بار پھر جاگ اٹھے تھے۔ عمر کے فیصلے سے سب کو ہی خوشی ہوئی تھی مگر عظیم صاحب کی خوشی تو دیکھنے کے لائق تھی۔ جس بھتیجے کو بیٹوں کی طرح پالا تھا اس نے مشکل گھڑی میں بیٹا بن کر بھی دکھایا تھا۔ تیمور کے انکار نے انہیں کس قدر دل برداشتہ کیا تھا یہ وہی جانتے تھے مگر پھر یہ عمر ہی تھا جس نے ان کے

ٹوٹتے مان کو بکھرنے سے بچایا تھا۔ اگرچہ عمر میں بہت سی خامیاں تھیں مگر ان کے خیال میں اس طرح کی خامیاں آج کل ہر دوسرے لڑکے میں تھیں پھر انہیں عمر سے زیادہ عزیز کون ہوسکتا تھا اور عمر ہاں کرکے بھی مخمصے میں پھنسا ہوا تھا۔ بے شک وہ اپنے فیصلے سے مطمئن تھا مگر رابعہ کی مسلسل چپ اسے الجھا رہی تھی اور اس کا متوقع ردعمل بھی اس کے ذہن سے مخفی نہیں تھا اور پھر وہ اس سارے قصے میں ملیحہ کو بھی تو نظر انداز نہیں کرسکتا تھا وہ لڑکی جسے وہ گھر والوں سے ملوانے کسی خاص مقصد سے لایا تھا مگر تیمور نے اسے یوں لاجواب کیا کہ وہ نہ تو اسے جھٹلا سکا نہ رابعہ سے شادی کے لیے قائل کرسکا اور نہ ہی خود پیچھے ہٹ سکا۔ اس نے بلا تامل عظیم اور سکندر انکل کے سامنے اپنا آپ پیش کردیا تھا کہ وہ صرف ان چہروں کو خوش دیکھنا چاہتا تھا جنہوں نے ہمیشہ اسے خوش رکھا تھا اور رابعہ سکندر کو اپنا نام دے کر وہ بڑی حد تک اپنی کوشش میں کامیاب بھی ہوگیا تھا۔

❖......◉......❖

ماہم شادی کرکے پیا دیس سدھار گئی اور رابعہ سکندر مسز عمر حسن بن کر اس کے فلیٹ میں چلی آئی۔ وہ فلیٹ ولید حسن کی طرف سے اسے وراثت میں ملا تھا اور جہاں دورانِ تعلیم وہ رہائش پزیر بھی تھا۔ رابعہ کو یہاں لانے کا مقصد صرف اس کا ذہن بٹانا تھا کیونکہ اسی گھر میں دلہن بن کر کسی اور حیثیت سے رہنا یقیناً اس کے لیے اذیت ناک تھا اگرچہ اب عمر کی رہائش بھی ”حیات ولا“ میں تھی مگر وہ رابعہ کو ابھی وہاں لے جانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا اور رابعہ کے لیے تو عمر حسن سے شادی ہی ایک ایسا بڑا شاک تھی جس سے نکلنے کے لیے اسے پتا نہیں کتنی مدت درکار تھی اس کے سارے احساسات برف ہوتے جارہے تھے اور خاموشی کا اک قفل تھا جو ہونٹوں پر لگ چکا تھا۔ عمر کے فلیٹ کو برقی قمقموں سے سجایا گیا تھا۔ راہداریاں جھلملاہٹ وخوش بُو سے مہک رہی تھیں ہر سو روشنیوں کا اجالا بکھرا ہوا تھا۔ مگر وہ ہر احساس سے لاتعلق کسی بُت کی طرح سر جھکائے ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی تھی۔ عمر کے کمرے کی دہلیز پر قدم رکھتے ہوئے اس کے پاؤں ایک پل کے لیے ڈگمگائے تھے اور خشک آنکھوں میں اچانک ہی سمندر اتر آئے تھے مگر یہ صرف ایک لمحے کی بات تھی اگلے ہی پل بے دردی سے ہونٹوں کو کچلتے ہوئے وہ اندر چلی آئی۔ جب پُل صراط پر قدم رکھ ہی دیا تھا تو ڈگمگانا کیسا......؟ مگر جو بھی ہوا اسے سمجھنے اور قبول کرنے میں ابھی بہت وقت درکار تھا۔

اسے عمر کی سعادت مندی پر غصہ آیا تھا مگر اب ترس آرہا تھا۔ اس نے بھی تو اپنی محبت قربان کی تھی گھر والوں نے اس کو پالنے کا کیا خراج مانگا تھا۔ تیمور کو عاق کرکے گھر بدر کردیا گیا مگر اسے اس بات سے بھلا کیا فائدہ پہنچنا تھا۔ وہ شخص جب اس کی زندگی کے دائرے سے ہی نکل گیا تو پھر کہیں بھی ہوتا کیا فرق پڑتا تھا...... اور اب حجلۂ عروسی میں بوجھل دل اور سرخ آنکھیں لیے وہ اس شخص کا انتظار کررہی تھی جس کے انتظار سے اسے ہمیشہ کوفت ہوتی تھی مگر اب اس کا انتظار کرنا قسمت میں لکھ دیا گیا تھا۔ وہ بیٹھے بیٹھے تھک سی گئی تبھی پاؤں سیدھے کرتے ہوئے اس نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگالی۔ ایک بوجھل سی نظر عمر حسن کے کمرے پر ڈالی جہاں وہ پہلے بھی اکثر آتی رہتی تھی اور ہمیشہ کی طرح آج بھی اس کا کمرہ نفاست کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ آرٹسٹک انداز میں سجا ہوا یہ کمرہ تازہ پھولوں کی خوش بُو سے مہک رہا تھا۔ صوفے پردے کشن کارپٹ ہر شے نیلی سیاہی میں ڈوبی معلوم ہورہی تھی۔ اسے ہلکا سا جھٹکا لگا۔ عمر کا تو یہ پسندیدہ رنگ نہیں تھا یہ رنگ تو خود اسے پسند تھا اور پھر یہی نہیں دیواروں پر لٹکی ایکٹرز کی فضول تصویریں بھی غائب تھیں۔ یقیناً عمر نے انہیں وہاں سے ہٹا دیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا اسے یہ سب پسند نہیں اور وہ جب بھی یہاں آتی تھی ان کا پہلا جھگڑا اسی بات پر ہوتا تھا۔ خالی دیواروں کو دیکھتے ہوئے اس کا ذہن کسی یاد کی پرچھائیں میں کھونے لگا۔

”بس! میں نے اب فیصلہ کرلیا ہے کہ آئندہ

تمہارے فلیٹ میں قدم بھی نہیں رکھوں گی۔" وہ جارحانہ انداز میں عمر سے مخاطب تھی اور وہ کمینگی سے مسکراتے ہوئے چلغوزے چھیل رہا تھا۔

"موسٹ ویلکم! مجھے اور کیا چاہیے۔" مسکراہٹ کے ساتھ ساتھ آنکھوں میں بھی شرارت چمک رہی تھی اور اگلے ہی پل مزے سے بولا۔ "میں تمہیں اٹھا کر لے آؤں گا' تم کون سی بہت ہیوی ہو چیونٹی جتنی تو جان ہے تم میں......"

"بکواس بند کرو' یہ اول فول لگانے سے کیا ملتا ہے تمہیں...... پتا ہے نماز بھی نہیں ہوتی اگر کمرے میں ایک بھی تصویر لگی ہو تو...... اور تم نے تو پوری فلم انڈسٹری کمرے میں لٹکائی ہوئی ہے۔"

"تو میں کون سی نماز پڑھتا ہوں اور ویسے بھی نماز تو مسجد میں پڑھی جاتی ہے' یہاں کمرے میں تھوڑی پڑھوں گا میں۔" بے پروائی سے کہتا وہ اسے سرتا پیر سلگا گیا تبھی وہ سرخ چہرہ لیے جارحیت سے بولی۔

"بہت فخر ہے تمہیں اس بات پر کہ تم نماز نہیں پڑھتے' ڈوب مرو شرم سے...... اگر تم میں ہے تو...... عمر! تم واقعی کبھی بھی نہیں سدھر سکتے...... اور سچ بات ہے جسے اللہ ہدایت نہ دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔"

"تو پھر اتنا چیخ کیوں رہی ہو' اللہ سے میری ہدایت کی دعا مانگو نا!" چلغوزے ایک سائیڈ پر کھسکا کر وہ سکون سے ہاتھ باندھ کر بولا اور رابعہ کو اس کا اتنا مطمئن انداز مشتعل کر گیا تبھی وہ چڑ کر بولی۔

"اونہہ! یوں کہہ دینے سے ہدایت نہیں ملتی' دل جھکانے پڑتے ہیں' بدلنا پڑتا ہے خود کو...... جانتے ہو لفظ بے کار ہو جاتے ہیں وہاں جہاں عمل کھوٹے ہوں اور تم تو سرتا پا ہو ہی خام...... تم میں کھوٹ ہی کھوٹ ہے اور اللہ کھوٹوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

"اور اگر اس نے مجھ کو دے دی تو......؟" مذاق کرتے کرتے وہ یک دم سنجیدہ ہو جاتا تھا اور رابعہ اس کو سنجیدہ دیکھ کر نرمی سے بولی۔

"تو پھر سمجھ لینا کہ اللہ نے تم پر رحم کیا ہے۔"

"یقیناً وہ مجھ پر رحم کرتا ہے تو مجھے ان تمام چیزوں سے نوازتا ہے' جنہیں میں اپنی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔"

"غلط عمر! پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ تم پر مہربان ہے اور وہ مہربان اپنے سارے بندوں پر ہوتا ہے۔ ان پر بھی جو اسے مانتے ہیں اور ان پر بھی جو اسے نہیں مانتے اگر وہ مہربان نہ ہوتا تو کسی کافر کو روئے زمین پر زندہ نہ رکھتا۔ انہیں عیش و عشرت اور آرام نہ دیتا۔ ان کی دلی مرادیں پوری نہ کرتا' انہیں صحت نہ دیتا' انہیں دنیا نہ دیتا مگر وہ مہربان ہے عمر! اور اس کی یہ صفت بلا امتیاز ہر ذی نفس کے لیے ہے مگر رحم وہ ان پر کرتا ہے جو اس کے لیے دائرے میں ہوتے ہیں' جن کو پسند کرتا ہے' جن سے وہ محبت کرتا ہے اور جن کو وہ بھٹکنے سے بچانا چاہتا ہے۔ تمہارے پاس ہر طرح کا عیش ہے تو یہ مت سمجھو کہ اللہ تم سے راضی ہے تو تب تمہیں ان سب سے نوازا ہے' اگر تمہیں ہدایت مل جاتی ہے تب اگر تمہارے پاس کچھ بھی نہ ہو تو تم سمجھو وہ تم سے راضی ہے اور اگر تم اس کی رضا حاصل کر لیتے ہو تو سمجھو تم دنیا کے سب سے امیر شخص ہو۔" وہ بولی تو بولتی چلی گئی اور عمر چپ چاپ اسے سنتا گیا۔ وہ اسے سمجھاتے سمجھاتے یونہی جذباتی ہو جاتی تھی اگرچہ خود بھی بہت مذہبی نہیں تھی مگر وہ ان کاموں سے ضرور بچتی تھی جنہیں وہ گناہ کے زمرے میں شمار کرتی تھی اور وہ عمر جو کبھی اس کے سمجھانے سے نہیں سمجھا تھا' اب پتا نہیں کیوں اچھا بننے کا ڈھونگ رچا رہا تھا۔

"تم یہ سب نہ بھی کرتے عمر! تب بھی کیا فرق پڑتا تھا اور مجھے تو اب کسی بات سے فرق نہیں پڑتا۔" خالی خالی آنکھوں سے ہر چیز کو دیکھتے ہوئے اس نے اذیت سے سوچا۔

کل رات وہ شدتوں سے روئی تھی۔ تیمور کا ٹھکرایا جانا اپنی جگہ مگر اس شخص کی زندگی میں زبردستی شامل ہونا جس کی زندگی میں پہلے ہی کوئی اور لڑکی طمطراق سے براجمان تھی' اسے اپنی ذات کی توہین ہی لگی تھی اور پھر وہ عمر کا احسان کیوں لیتی' وہ اس سے ہمدردی کے مارے شادی کر رہا تھا لیکن اس کو تو عمر حسن کی ہمدردی نہیں چاہیے تھی اور نہ ہی اس کا احسان قبول تھا۔ اس نے بہت بار ارادہ کیا کہ عمر کو صاف انکار کر آئے' اسے کہہ آئے زندگی صرف تیمور اور تم پر ہی ختم نہیں ہو جاتی' دنیا بھری پڑی ہے لڑکوں سے...... وہ اس پر احسان مت کرے اپنا نام دے کر...... مگر کوشش کے باوجود وہ اپنے ارادے کو پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا پائی۔ ہر بار ماں باپ کا چہرہ اس کے سامنے آ جاتا اور ہر بار وہ ہار جاتی...... اور ویسے بھی ہمیشہ زندگی میں وہ تو نہیں ہوتا جو ہم چاہتے ہیں اور اس کی زندگی میں بھی وہ نہیں ہوا تھا جو اس نے چاہا تھا۔

اس نے ایک بوجھل سی نظر وال کلاک پر ڈالی جو رات کے دو بجا رہا تھا۔ اسے نیند ہی آنے لگی' وہ پچھلے ایک ہفتے سے مسلسل راتوں کو جاگ رہی تھی' نیند تو آنکھوں سے جیسے روٹھ گئی تھی اور آج تو روح کی تھکن کے ساتھ ساتھ جسم بھی تھکاوٹ کا شکار تھا۔ مگر اس سب کے باوجود وہ عمر حسن کا انتظار کر رہی تھی۔ اس لیے نہیں کہ وہ اس کی دلہن تھی بلکہ اس لیے کہ ایک بار اس کا گریبان پکڑ کر جھنجوڑنا چاہتی تھی۔ اس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ وہ اب بھی خوش ہے یا نہیں۔ اب تو وہ شخص اس کی زندگی سے بہت دور چلا گیا ہے جس سے وہ حسد کرتا تھا۔ اگرچہ اسے تیمور سے محبت نہیں تھی مگر جتنا عرصہ وہ اس سے منسوب رہی تھی دل میں خود ہی اس کے لیے ایک جگہ بن گئی تھی' اب اس کی جگہ کسی اور کو دینا اس کے لیے مشکل ہی نہیں بلکہ مشکل ترین تھا۔ آنسو بڑی تیزی سے خمار آلود آنکھوں میں پھیلنے لگے۔ وہ جس کی ہوگئی تھی اسی سے جھگڑنا چاہتی تھی...... مگر جھگڑنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ جب تک وہ عمر کا انتظار کرتی رہی وہ آیا ہی نہیں تھا اور جب وہ آیا تب تک وہ نیند سے جنگ کرتی ہار چکی تھی۔

❖......◉......❖

عمر مبہوت سا رابعہ کو دیکھ رہا تھا' اس کے سوگوار حسن نے واقعی اس پر سحر طاری کر دیا تھا۔ سرخ پشواز پہنے' قیمتی

زیور اور سلیقے سے کیے گئے میک اپ میں وہ واقعی بہت حسین لگ رہی تھی۔ اس نے آج سے پہلے اسے اتنی تیاری میں دیکھا ہی کب تھا...... آنکھیں موندے تکیے سے ٹیک لگائے وہ اس کا انتظار کرتے کرتے سوگئی تھی۔ عمر کو خوش گوار سی حیرت ہوئی' اس کا خیال تھا وہ چینج کرکے سوچکی ہوگی یا پھر بیٹھی رو رہی ہوگی مگر ایسا کچھ نہیں ہوا۔ وہ اس کا انتظار کرتی رہی تھی یہ خیال ہی اس کی دھڑکنیں منتشر کرگیا۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی جاندار سی مسکراہٹ بکھری' اگرچہ وہ آج خود بھی بہت حسین لگ رہا تھا مگر وہ جانتا تھا رابعہ کو نہ اس کی وجاہت سے مطلب ہے اور شاید نہ ہی اس کی ذات سے...... مگر اس کا خیال غلط تھا' وہ اس کے نزدیک کچھ اہمیت تو رکھتا ہی تھا اور اس کا ثبوت اس وقت خود رابعہ کا وجود تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے واش روم میں گھسا' ذہن سے ایک بوجھ تھا جو سرکا تھا۔ فریش ہونے کے بعد وہ باہر آیا تو نظریں پھر بھٹک کر رابعہ پر مرکوز ہوگئیں' جو بھاری بھر کم لباس میں بے آرامی کے باوجود سکون سے سو رہی تھی۔ اس کے معصوم سے چہرے پر زردیاں کھنڈی ہوئی تھیں اور چہرے پر آنسوؤں کی خشک لکیریں قدرے واضح تھیں' وہ جو جھک کر اس پر کمبل ڈالنے لگا تھا' اس کے چہرے کو قریب سے دیکھنے پر اس کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں بھینچا تھا' اسے کمبل اوڑھا کر وہ سرعت سے پیچھے ہٹا۔ وہ روتی رہی تھی' یہ خیال اسے افسردہ کرگیا۔ دل کی ساری خوش گمانیاں ہوا ہوئی تھیں' بالوں میں انگلیاں پھنساتے ہوئے وہ کچھ پل کسی گہری سوچ میں گم رہا اور پھر نائٹ بلب روشن کرکے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

❖......◉......❖

صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے عمر کو ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا پایا۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑا اپنے بال سنوار رہا تھا غالباً نہا کر آرہا تھا' بھی تو پانی کے قطرے اس کے بالوں سے ٹپک رہے تھے اور یہ اس کی اضافی خامی تھی کہ کبھی بھی وہ بالوں کو تولیے سے خشک نہیں کرتا تھا۔ رات وہ کس وقت آیا' وہ کوئی اندازہ لگانے سے قاصر تھی کیونکہ تھکاوٹ کی وجہ سے وہ یوں نڈھال ہوکر سوئی کہ اب اٹھی تھی۔ آنکھیں شدت گریہ سے سرخ ہو رہی تھیں جب کہ جسم ہلکے ہلکے بخار کی لپیٹ میں تھا۔ عمر نے اسے آئینے میں اپنی طرف متوجہ دیکھا تو گلا کھنکھارتے ہوئے مسکرا کر اس کی طرف پلٹا۔

"گڈ مارننگ! ہوگئی صبح جناب؟" وہ بے تکلفی سے یوں مخاطب تھا جیسے وہ اس سے کبھی ناراض ہی نہیں تھا۔ رابعہ اس کے اچانک پلٹنے پر ٹپٹا گئی اور پھر جونہی نظر اپنے عروسی لباس پر پڑی' اسے جی بھر کر شرمندگی محسوس ہوئی۔

"کیا سوچا ہوگا عمر نے...... اگر سونا ہی تھا تو لباس چینج کرکے سوسکتی تھی۔" خود کو سرزنش کرتے ہوئے وہ کمبل پرے ہٹا کر اٹھی۔ عمر کے "گڈ مارننگ" کو اس نے یکسر نظر انداز کردیا تھا۔

"میرے بغیر نیند آگئی تھی تمہیں......؟" برش ہاتھ میں پکڑے اس کے قریب آکر رکا۔ گمبھیر لہجہ پُرشوق آنکھیں! رابعہ اچانک پزل سی ہوئی۔ عمر نے آج سے پہلے اتنے استحقاق سے اسے دیکھا جو نہیں تھا۔

"پلیز عمر!" اس نے بمشکل اپنا لہجہ سخت ہونے سے روکا' اس کی قربت فی الحال اس کے زخموں پر نمک چھڑکنے کا کام کررہی تھی۔ "میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں' پرے ہٹو!" اس نے ہاتھ سے عمر کو پیچھے دھکیلنا چاہا مگر وہ تو ایک انچ اپنی جگہ سے نہ سرکا' البتہ چوڑیوں کی کھنکھناہٹ پورے کمرے میں جلترنگ بکھیر گئی تھی' جس سے اردگرد کا ماحول کچھ اور بھی جاندار ہوا اور عمر کے ہونٹوں پر بھی ایسی ہی جاندار مسکراہٹ بکھری تھی۔

"رات تم میرا انتظار کرتے کرتے سوگئی تھیں؟ ناقابلِ یقین! قسم سے اگر مجھے پتا ہوتا......" ابھی وہ مزید کچھ کہتا کہ رابعہ نے درشتگی سے اس کی بات بیچ میں ہی کاٹ دی تھی۔

"تمہارا شکریہ بولنا تھا اس لیے جاگ رہی تھی' تم نے احسان بھی تو بہت بڑا کیا ہے مگر افسوس کے ساتھ عمر! اتنا کچھ کرنے کے باوجود بھی تمہارے ہاتھ کچھ نہیں آیا' میری طرح تم بھی خالی ہاتھ ہی ہو۔"

"کیا مطلب؟" اس کی مسکراہٹ فوراً سمٹی تھی' وہ الجھن بھری نظروں سے اس کے صبیح تمتماتے چہرے کو دیکھنے لگا جو بخار اور جذبات کی حدت سے دہک رہا تھا۔

"کیا کروگے مطلب سمجھ کر؟ تم نے کہا میں تیمور کی زندگی میں کہیں بھی نہیں ہوں تو دیکھو وہ میری زندگی سے کتنی دور چلا گیا ہے...... میں نے تمہیں دل سے قبول ضرور کیا ہے مگر تم کبھی بھی تیمور کی جگہ نہیں لے سکتے اور کوئی بھی شخص کسی دوسرے شخص کا نعم البدل کبھی نہیں ہوسکتا' ہر ایک کی اپنی اہمیت ہوتی ہے' میں چاہ کر بھی تمہارے لیے وہ احساسات جگا نہیں سکتی جو اس رشتے کا تقاضا ہیں مگر میں کوشش کروں گی کہ تمہیں کبھی شکایت کا موقع نہ دوں۔" ہیزل گرے آنکھوں میں چمکتی نمی' عمر سے پوشیدہ نہیں رہ سکی تھی اور اس کے لیے ان آنکھوں کو کسی اور کے لیے روتا دیکھنا بہت اذیت ناک تھا' رابعہ کا یوں سفاکی سے حالات کا تجزیہ کرنا اسے کانٹوں پر گھسیٹ گیا تھا' تبھی وہ تلخ ہوا۔

"وہ تم سے محبت نہیں کرتا تھا رابعہ! اس لیے اس نے انکار کیا تھا' اس کی زندگی میں پہلے ہی کوئی اور لڑکی تھی' جو اس کے دل پر حکومت کرتی تھی اور جانتی ہو' دل کی سلطنت پر کسی ایک کی ہی حکومت اچھی لگتی ہے پھر تمہاری اس کی زندگی میں گنجائش ہی کہاں نکلتی تھی۔"

"تمہاری زندگی میں بھی تو کوئی اور لڑکی ہے پھر تم نے کیوں کی مجھ سے شادی......؟" رابعہ نے استہزائیہ ہنستے ہوئے عمر کو لاجواب کرنا چاہا اور وہ ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگا۔

"مگر محبت میرا مسئلہ نہیں ہے عمر! محبت تو مجھے تیمور سے بھی نہیں تھی' میں نے اپنی زندگی میں فیئر بندہ چاہا تھا' جسے میرے احساسات اور جذبات کی قدر ہو' میں نے تم جیسے ہم سفر کا تو سوچا بھی نہیں تھا۔" عمر ایک لمحے کے لیے جیسے برف ہوگیا۔ رابعہ نے کیسا طمانچہ مارا تھا' اس کے منہ پر......

"ٹھیک ہے میں کسی اور سے محبت کرتا ہوں مگر مجھے یقین ہے کہ میری اس سے محبت کبھی ہمارے رشتے کے بیچ میں نہیں آئے گی۔" اگلے ہی پل سنبھلتے ہوئے وہ کچھ سوچ کر بولا تھا اور رابعہ کے چہرے کی زردی میں کچھ اور اضافہ ہوا تھا۔

"مجھے تمہاری بھیک میں دی ہوئی محبت چاہیے بھی نہیں عمر! تم نے مجھے جگ ہنسائی سے بچایا' یہی بہت ہے۔ محبت کا جھوٹا ناٹک نہ بھی رچاؤ تو خیر ہے۔" رابعہ نے سرد سے لہجے میں کہتے ہوئے اس کے پاس سے گزر کر آگے جانا چاہا لیکن عمر نے اتنی ہی سرعت سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکا تھا' اس کی گرفت میں سختی تھی مگر لہجہ نرم ہی رہا تھا۔

"محبت اور سمجھوتے میں بہت فرق ہوتا ہے رابعہ اور میں کوئی ایکٹر نہیں ہوں جو تم سے محبت کا جھوٹا ناٹک رچاؤں اور میں رچاؤں گا بھی کیوں......؟ جب تمہیں اس کی ضرورت ہی نہیں...... لیکن خیر' محبت کے بغیر بھی میں نے بہت سارے لوگوں کو خوش گوار زندگی گزارتے دیکھا ہے اور پھر ہم دونوں کے مزاج میں تو یوں بھی زمین آسمان کا فرق ہے۔ ہمیں خوش گوار زندگی گزارنے کے لیے بہت سمجھوتا کرنا پڑے گا۔" اس کی کلائی چھوڑتے ہوئے وہ یاسیت سے مسکرایا اور پھر خود بھی پلٹ کر دوبارہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ "اور مجھے تو تم ویسے بھی پسند نہیں کرتی ہو' سو تمہیں تو کچھ زیادہ ہی برداشت کا مظاہرہ کرنا پڑے گا۔" رابعہ نے تائید کی نہ تردید' وہ خاموشی سے وارڈ روب کے سامنے جاکر کھڑی ہوگئی مگر آنکھوں میں آنسو تھے کہ امڈتے چلے آرہے تھے' وہ اتنی حساس کیوں ہوگئی تھی' وہ خود بھی سمجھنے سے قاصر تھی۔

"سوری! میں کل رات جلدی نہ آسکا' تم نے جیسے بھی سہی میرا انتظار تو کیا تھا مگر ملیحہ بہت اپ سیٹ تھی۔ کچھ اس کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی' میں بہت پریشان تھا اس کے لیے مگر مجھے تمہارا خیال بھی آتا رہا۔ پھر سوچا تم بھلا کب میری منتظر ہوگی اور میں ٹھیک ہی تھا۔" پرفیوم کا بے

تحاشا چھیڑ کاؤ کرتے ہوئے وہ اسے دیکھے بغیر اس سے مخاطب تھا۔ رابعہ کے ہاتھ ایک پل تو ہینگر تھامتے ہوئے ٹھٹکے مگر اگلے ہی پل وہ کسی بھی قسم کا کوئی تاثر دیئے بغیر الماری کا پٹ بند کرنے لگی۔ ''میں جانتا ہوں تمہیں ملیحہ یا کسی بھی ایکس وائی زیڈ سے کوئی فرق نہیں پڑتا مگر اس کو تم سے ضرور پڑا ہے' ایک ہی دن میں صدیوں کی بیمار لگنے لگی ہے لیکن خیر یہ تمہارا دردسر تو نہیں ہے۔'' رابعہ کے رنگ بدلتے چہرے سے حظ اٹھاتے ہوئے وہ کمینگی سے مسکرایا۔ ''اور یہ رہا تمہاری رونمائی کا تحفہ..... امید ہے پسند آئے گا.....'' اسے مزید تنگ کرنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے اس نے ایک نازک سا مخملیں کیس سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور پھر ٹشو باکس سے چند ٹشو نکال کر اس نے رابعہ کی طرف پھینکے۔ ''اگر یہ آنسو تیمور کے لیے ہیں تو تم ناحق انہیں بہا رہی ہو اور اگر میری کسی بات نے تمہیں دکھی کیا ہے تو میں تمہیں اس طرح نہیں دیکھ سکتا' اور آئندہ میں تمہیں روتا نہ دیکھوں۔'' رابعہ کے آنسو اس سے پوشیدہ نہیں رہ سکے تھے وہ سنجیدگی سے کہتا کمرے سے باہر نکل گیا تھا اور رابعہ کی زندگی میں آنے والا یہ دوسرا شخص تھا جس کا مزاج وہ کبھی بھی نہیں سمجھ سکتی تھی۔

❖.....◉.....❖

اور پھر زندگی اپنی مخصوص ڈگر پر چل نکلی۔ وہ دونوں بظاہر تو بہت خوش تھے مگر درحقیقت اندر سے اتنے ہی خالی تھے۔ لوگ ان کی جوڑی کو سراہتے تو ایسے میں وہ دونوں ایک دوسرے سے نظریں چرا کر رہ جاتے۔ کیونکہ چار ماہ گزرنے کے باوجود وہ دونوں ایک دوسرے سے صدیوں کی مسافت پر کھڑے تھے۔ نہ عمر نے آگے قدم بڑھائے اور نہ ہی رابعہ کے رویے میں لچک آئی۔ عمر کو تو خیر رابعہ کا یہی جملہ کانٹے کی طرح چبھتا تھا کہ میں نے فیئر ہم سفر چاہا تھا تم جیسا نہیں اور جہاں تک رابعہ کا تعلق تھا اسے عمر کی سرگرمیاں بری طرح ناپسند تھیں۔ مگر اب وہ پہلے کی طرح دھونس جما کر اس پر روک ٹوک نہیں کر سکتی تھی' تعلق کیا بدلا تھا' وہ تو سرتاپا بدل گئی تھی اور اب عمر بھی تو کہاں پہلے جیسا رہا تھا' شادی کے ابتدائی دنوں کے بعد وہ اچانک ہی اپنے خول میں سمٹتا چلا گیا تھا۔ رات کو اکثر اٹھ کر اسٹڈی روم میں چلا جاتا اور پھر گھنٹوں وہیں بیٹھا رہتا۔ پتا نہیں وہ وہاں کیا کرتا تھا۔ صبح جب وہ اسٹڈی روم کی صفائی کرتی تو ڈھیروں سگریٹ کے ان جلے ٹکڑے اسے ایش ٹرے میں مسلے ہوئے ملتے' کئی دفعہ تو اس کا دل چاہتا کہ وہ عمر سے بیٹھ کر پوچھے اسے مسئلہ کیا ہے' کون سی ٹینشن اسے لاحق ہے جس کا اظہار وہ یوں سگریٹ پھونک کر کرتا ہے مگر پھر بے پروائی کا چولا پہن لیتی۔ اب عمر سے اتنی بے تکلفی رہی ہی کہاں تھی کہ اس سے کچھ پوچھ سکتی اور پھر کچھ حد تک تو وہ اندازہ لگا ہی چکی تھی کہ اس کی فرسٹریشن کا سبب کیا ہے پھر اس سے پوچھ کر کیا کرتی۔

''محبت کی قربانی دینا اتنا آسان نہیں ہوتا عمر! تمہیں پتا نہیں کیوں حاتم طائی بننے کا جنون سوار ہوا تھا۔'' اس کے کپڑے پریس کرتے ہوئے وہ اس پر ترس کھا رہی تھی۔ آج ماہم کی طرف دعوت تھی اور وہ ابھی تک گھر سے باہر تھا اور یہ تو اس کا معمول بن گیا تھا' روز رات کو دیر سے آتا' آتے ہی کمپیوٹر پر بیٹھ جاتا' اس سے ہلکی پھلکی گپ شپ لگاتا اور پھر سونے کے لیے لیٹ جاتا۔ جب کہیں جانا ہوتا تب تو وہ ضرور معمول سے زیادہ تاخیر سے آتا تھا' اسے اپنا انتظار کروا کر پتا نہیں اس کی کون سی حس کی تسکین ہوتی تھی۔ عمر کو بدلنے کے لیے وہ کتنا بدل گئی تھی۔ مگر وہ پھر بھی نہیں بدلا تھا' سنجیدہ ضرور ہوا تھا مگر اس کی بے پرواہیاں ہنوز جوں کی توں تھیں۔ اس کے وجود سے غافل ہوتا تو ہفتوں اس کی خبر نہ لیتا تھا اور اگر مائل ہونے پر آتا تو اسے ایک منٹ اپنی نظروں سے اوجھل نہ کرتا۔ اس سے ہنسی مذاق کرتا' فرمائشیں کر کے کھانا پکواتا' زبردستی تفریح پر لے جاتا اور کبھی کبھی تو بالکل بچہ بن جاتا' اس سے یوں ضد کرتا' ناز اٹھواتا جیسے بچے اپنی ماؤں سے اٹھواتے ہیں اور درحقیقت وہ توجہ کی کمی کا شکار ایک ترسا ہوا بچہ ہی تو تھا' جو آج بھی ماں کی گود کے لیے بلکتا تھا۔ وہ سمجھتی کہ تھی وہ صرف اس کی توجہ حاصل کرنے کے لیے اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتا ہے تبھی تو اس نے کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا تھا مگر اگلے ہی دن اس کی خوش فہمی ہوا ہوگئی جب عمر زبردستی اسے آئس کریم کھلانے آئس کریم پارلر لایا تھا۔

''عمر! پلیز میرا موڈ نہیں' تم اکیلے چلے جاؤ نا!'' وہ پورا راستہ احتجاج کرتی آئی تھی مگر عمر کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی تھی' وہ مزے سے مسکراتا' بڑے دنوں بعد اپنی پرانی جون میں لوٹا تھا۔ اسٹیئرنگ پر دونوں ہاتھ مضبوطی سے جمائے کن انکھیوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''موڈ تو میرا بھی نہیں مگر تمہیں اس موسم میں آئس کریم کھانی اچھی لگتی ہے نا!''

''اب نہیں لگتی۔'' وہ پہلے تو ٹھٹکی تھی پھر اگلے ہی پل صاف مکر گئی۔ عمر اس کے حوالے سے چھوٹی سے چھوٹی بات یاد رکھتا تھا' وہ پہلے تو حیران ہوتی تھی مگر اب اس نے حیران ہونا بھی چھوڑ دیا تھا۔ وہ بہت عرصہ اس کے قریب رہی تھی' وہ اسے اتنا تو جانتا ہی تھا۔ مگر وہ اس کے حوالے سے ہر بات یاد رکھے ہوئے تھا اس خیال سے وہ دانستہ نظریں چرائی تھی۔

''اب کیوں نہیں لگتی؟'' وہ دلچسپی سے ونڈ اسکرین پر نظریں مرکوز رکھتے ہوئے شرارت سے بولا' جس کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا' وہ ہونٹ بھینچ کر کھڑکی کے پار دیکھنے لگی۔ اب تو بہت کچھ اسے اچھا نہیں لگتا تھا' وہ کس کس چیز کی وضاحت دیتی۔

''کل تیمور ملا تھا مجھے' ایک لاء کمپنی میں جاب کرتا ہے آج کل.....'' عمر نے دانستہ موضوع بدلا اور رابعہ بے ساختہ ٹھٹک کر اس کی طرف دیکھنے پر مجبور ہوئی۔ ''پوچھ رہا تھا تمہارا' میں نے جھوٹ بول دیا کہ بہت خوش ہو' وہ بھی مطمئن ہوگیا۔''

''میں واقعی خوش ہوں' اس میں جھوٹ کیا ہے۔'' وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولی تھی۔ عمر اس کے درمیان میں ہی ٹوکنے پر ذرا سا مسکرا کر اس کی طرف پلٹا۔

''لگتی تو نہیں ہو اور ویسے بھی تم تو سمجھوتا کر رہی ہو میرے ساتھ.....''

''وہ تو تم بھی کر رہے ہو۔'' وہ دوبدو بولی۔ عمر اس کی حاضر جوابی پر ایک ستائشی نظر اس پر ڈال کر ذومعنی لہجے میں بولا۔

''میری تو مجبوری ہے تم سے سمجھوتا کرنا' تمہاری کیا ہے؟''

''وہی جو تمہاری ہے۔''

''میں تو محبت کرتا ہوں تم سے.....'' عمر نے آہستہ سے کہتے ہوئے جیسے اسے کچھ کہنے کے قابل ہی نہیں چھوڑا تھا اور کتنا عجیب لگا تھا اسے عمر کے منہ سے اپنے لیے یہ لفظ سننا..... اور شاید اچھا بھی لگا تھا۔ وہ سر جھٹک کر اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگی جس پر اس شخص کے نام کی مہندی لگی تھی۔ گزرے وقت نے جہاں تیمور کے نقش کو ذہن سے مٹایا تھا وہاں کسی اور نقش کو بھی ابھارا تھا' یہ الگ بات کہ وہ نقش ابھی دھندلا تھا اور وہ نقش جس سے وہ دانستہ نظریں چرائی تھی.....

''میں مذاق کر رہا ہوں یار! تمہیں بھلا کہاں ضرورت ہے میری محبت کی.....؟'' وہ سفاکی سے بولا' وہ کچھ بھی تو نہیں بھولا تھا' رابعہ کو لگا اس نے شادی کے پہلے ہی دن عمر سے وہ سب کہہ کر ٹھیک نہیں کیا تھا' اب شاید ساری عمر اس نے یونہی طعنے سننے تھے..... حالانکہ وہ عمر کو قسمت کا لکھا سمجھ کر قبول کر چکی تھی مگر وہ بھی کہاں پورا اس کا ہوا تھا۔ ڈیش بورڈ پر پڑا عمر کا موبائل اچانک ہی تھرتھرایا۔ رابعہ ہنوز رخ موڑے بیٹھی تھی' اس نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ گھماتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے موبائل پکڑا۔

''کیسی ہو ملیحہ.....!'' کال پک کرتے ہی وہ بے قراری سے بولا اور رابعہ اس کے پرشوق لہجے پر ساکت رہ گئی تھی۔

❖.....◉.....❖

''تم اتنی بجھی بجھی سی کیوں ہو بیٹا! عمر ٹھیک تو ہے تمہارے ساتھ.....؟'' آج وہ بڑے دنوں بعد'' حیات

ولا' آئی تھی۔ عمر کی طرف سے تو خیر کوئی پابندی نہیں تھی مگر اسے ٹائم ہی نہیں ملتا تھا' اب بھی عمر آفس جاتے وقت اسے ڈراپ کر گیا تھا۔ فاخرہ بیگم نے اس کا کملایا چہرہ دیکھا تو جھٹ اسے سینے سے لگاتے ہوئے تفکر سے بولیں۔

''میں ٹھیک ہوں امی! بس ذمہ داری بڑھ گئی ہے نا! عمر نخرے بھی تو بہت کرتا ہے ہر بات میں...... بالکل بچہ بن جاتا ہے۔'' ماں کی گود میں سر رکھتے ہوئے اس نے آدھے جھوٹے آدھے سچ سے کام چلایا۔ وہ اس اعتراف کا حوصلہ نہیں کر پائی تھی کہ عمر بھی اس کا نہیں ہوا' اس کے دل پر بھی کسی اور کا بسیرا ہے۔ وہ خود کو جھوٹی تسلی دیتی تھی کہ وہ کچھ بھی کرے اسے فرق نہیں پڑتا۔ مگر وہ رات گئے تک جب موبائل سے چمٹا رہتا تو اسے فرق پڑتا تھا' وہ اس کے ہوتے ہوئے کسی غیر عورت کی طرف متوجہ ہو' اس سے یہ بات برداشت نہیں ہوتی تھی اور شاید یہ بات کسی بھی باوفا عورت سے برداشت نہیں ہوتی۔

''عمر آئے تو کان کھینچوں گی اس کے...... کتنی کمزور ہوگئی ہو تم......؟ غضب خدا کا! بہت ہاتھ سے نکل گیا ہے یہ لڑکا۔'' اس کے گھنے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے وہ مصنوعی خفگی سے بولیں' لہجے میں عمر کے لیے بھی مٹھاس ہی تھی۔

''امی! تیمور کا کیا بنا......؟ میں نے سنا تھا وہ معافی مانگنے آیا تھا آپ لوگوں کے پاس......؟'' اسے اچانک یاد آیا تو اٹھ بیٹھی۔ فاخرہ بیگم کے چہرے کے تاثرات یک دم افسردگی میں بدلے تھے۔

''بیٹا! ہم نے تو معاف کردیا' مگر عظیم بھائی نہیں مان رہے حالانکہ تمہارے بابا نے بھی اتنا سمجھایا مگر وہ کہتے ہیں' اسے اس کے کیے کی سزا ملنی چاہیے۔ در در دھکے کھائے گا تو عقل ٹھکانے آئے گی۔''

''نہیں امی! جو بھی ہوا اب اس پر کڑھنے کا کیا فائدہ ہے بلکہ جو بھی ہوا اس میں اللہ کی کوئی حکمت ہی ہوگی میں شاید تیمور کے ساتھ ایک خوش گوار ازدواجی زندگی نہ گزار سکتی۔ عمر جیسا بھی ہے وہ میرا خیال رکھتا ہے اور پھر میرا ہم مزاج ہے' سو مجھے تو اب کوئی شکوہ نہیں۔''

''ہاں بیٹا! اللہ کا شکر ہے کہ تم اپنے گھر میں خوش ہو' تیمور تو کسی اور لڑکی کے چکر میں تھا۔ تھا کیا بلکہ اب بھی ہے۔ شکل سے کیسا شریف دکھتا ہے' خیر عمر ہے اس کی بھی ایسے کاموں کی...... کیا کہہ سکتے ہیں۔'' اسے فاخرہ بیگم کی بات پر ہنسی سی آئی۔

''یہ عمر صرف ایسے کاموں کے لیے ہی تو نہیں ہے امی! یہی تو وہ عمر ہے' جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ بندوں سے سوال کرے گا کہ اپنی یہ عمر کن کاموں میں گزاری' مگر افسوس سارے اندھا دھند زن اور زر کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ جواب دہی کا تو کسی کو کوئی خوف ہی نہیں ہے۔''

''بس بیٹا! اولاد ماں باپ کے ہاتھوں سے نکلی ہوئی ہے' کہاں سمجھتی ہے ایسی باتیں......'' انہوں نے ٹھنڈی سانس بھر کر افسوس میں سر ہلایا۔

''اچھا چھوڑیں' ماہم کیسی ہے' اسے کہیں کبھی ملنے آجائے مجھ سے۔''

''ایک دو روز میں اِدھر آنے والی ہے تب کہوں گی اسے...... اور یہ عمر نے بھی فضول ضد لگا رکھی ہے تمہیں وہاں رکھنے کی...... بھلا اکیلی جان کا کیا دل لگتا ہوگا وہاں......؟'' پھر ان کا دھیان بھٹکا تو پریشانی سے گویا ہوئیں اور رابعہ نے ان کے شفیق چہرے کو نظروں کے ہالے میں لیتے ہوئے ایک بار پھر ان کی گود میں سر ٹکا دیا۔

❖......☪......❖

''دیکھو ملیحہ! تم یوں مجھ سے ناراض ہو کر جاؤ گی تو مجھے بالکل بھی اچھا نہیں لگے گا۔'' کیفے ٹیریا میں وہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے تھے' ملیحہ خاموش تھی اور عمر آزردگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''میں تم سے ناراض نہیں ہوں عمر! تم نے ایک اچھا فیصلہ کیا ہے' بس وقتی شاک ہے نا! آہستہ آہستہ سنبھل ہی جاؤں گی۔'' کپ کے کنارے انگلی پھیرتے ہوئے وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبتے ہوئے بولی' عمر یاسیت سے بولا۔

''تو پھر اتنی جلدی جا کیوں رہی ہو؟ پہلے بھی مجھے بتائے بغیر چلی گئی تھیں' میں اتنا اپ سیٹ ہوا تھا تمہارے بارے میں سوچ کر...... اور اب تم اسپیشلی رابعہ سے ملنے میری فرمائش پر آئی ہو تو اس سے ملے بغیر ہی جا رہی ہو؟''

''شاید وہ یہ سب اچھا نہ سمجھے عمر! تم کہتے ہو نا' تم مجھ سے بات کرتے ہو تو اسے بُرا لگتا ہے۔''

''مگر اس نے کبھی مجھ سے کہا نہیں۔ آئی مین' یہ صرف میرے محسوسات ہیں۔ ہوسکتا ہے اسے بُرا نہ لگتا ہو۔ اگر لگتا ہوتا تو وہ دل میں رکھنے والوں میں سے نہیں ہے...... اور ویسے بھی اب تو اس نے کچھ بھی کہنا چھوڑ دیا ہے۔ بہت چپ چپ سی رہنے لگی ہے۔''

''تم اس کا خیال رکھا کرو نا! وہ پہلے ہی بڑے مشکل دور سے گزر رہی ہے' تمہارے کزن نے جو کچھ اس کے ساتھ کیا ہے وہ اتنی جلدی یہ سب فراموش نہیں کرسکتی۔'' ملیحہ اداسی سے بول رہی تھی اور عمر جو بڑی توجہ سے اسے دیکھ رہا تھا اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔ ملیحہ سے بات کرنے کا اس سے اچھا موقع اور کیا ہوسکتا تھا۔

''تمہیں یاد ہے ملیحہ! میں نے تم سے ایک بار ایک سوال پوچھا تھا؟'' عمر نے بات کی تمہید بھی بڑے عجیب سے انداز میں باندھی تھی' وہ ناسمجھی کی کیفیت میں اسے دیکھنے لگی۔ ''یاد ہے تم نے ایک بار وہ کشتی والا میسج بھیج کر مجھ سے میری رائے جاننا چاہی تھی کہ اگر کشتی میں دو لوگ ڈوبتے ہوں تو میں کسے بچاؤں گا' اسے جس سے میں محبت کرتا ہوں یا اسے جو مجھ سے محبت کرتا ہو اور تمہیں یاد ہے اس وقت میں نے کیا جواب دیا تھا......؟'' عمر جو کچھ اسے یاد دلانا چاہ رہا تھا وہ اسے یاد آ گیا تھا مگر وہ الجھن میں تھی کہ اس بات کا ان کی گفتگو سے کیا تعلق ہوسکتا تھا۔

''مجھے اپنا سوال اور تمہارا جواب اچھی طرح یاد ہے۔'' وہ سنجیدگی سے اس کی طرف متوجہ تھی۔

ملے ہر قدم پہ رفاقت تمہاری
کہاں ہم' کہاں پہ عنایت تمہاری
ہمیں چاہیے بس تعلق تمہارا
محبت ملے یا عداوت تمہاری
کسی سے بھی ملنا اسے جیت لینا
بڑی دلنشیں ہے یہ عادت تمہاری
نا دیکھا جہاں میں کوئی اور تم سا
بڑی منفرد ہے طبیعت تمہاری
ہمیں زندگی کے کٹھن راستوں میں
ہمیشہ رہے گی ضرورت تمہاری
کرن حسنین کی پسند...... پیر بخاری' ملتان

''اور تمہیں یاد ہے یہی میسج میں نے بھی تمہیں بھیجا تھا اور تم نے جو جواب دیا تھا اس پر ہماری کتنی بحث ہوئی تھی؟'' عمر نے اس کی آنکھوں میں جھانکا' اس کی الجھن اور بڑھی تھی۔

''ہاں مجھے یاد ہے سب...... مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو؟''

''بس یونہی ایک بار میں نے اپنی محبت کو ڈوبنے سے بچایا تھا اور اب تمہاری باری ہے تم اس کو بچاؤ جو تم سے محبت کرتا ہے۔'' عمر بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔

''مجھ سے محبت......!'' ملیحہ ٹھٹک کر رہ گئی۔

''ہاں! تم نے کہا تھا نا' تم اس کو بچاؤ گی جو تم سے محبت کرتا ہوگا اور مجھے تمہارا یہ جواب بہت غیر فطری لگا تھا۔ کیونکہ ہم انہیں ڈوبتا اور مرتا نہیں دیکھ سکتے جن سے ہم محبت کرتے ہیں مگر تم نے کہا تھا محبت کرنے والے شخص کا ہاتھ تھامنا اس شخص کا ہاتھ تھامنے سے بہتر ہے جس کی زندگی میں آپ کہیں بھی نہیں ہیں' ایک شخص کی غلطی اگر تمہاری ہاں سے سدھر سکتی ہے تو کیا مضائقہ ہے۔''

''عمر پلیز! کام کی بات کرو۔'' وہ اچھی خاصی جھنجلا گئی تھی۔

''تمہارے لیے ایک پرپوزل ہے مگر میں چاہتا ہوں آنٹی ایک دفعہ یہاں پاکستان آئیں...... میں نے کسی اسپیشل بندے سے انہیں ملوانا ہے۔'' عمر ہنوز سنجیدہ تھا اور ملیحہ نے بے ساختہ طویل سانس کھینچی تھی۔

''اتنی فضول بات کے لیے اتنی لمبی تمہید باندھنے کی کیا ضرورت تھی؟ میں اتنی جلدی کسی بکھیڑے میں نہیں پڑنا چاہتی۔'' ملیحہ نے دوٹوک انکار کیا۔ پھر بات بدلتے ہوئے بولی۔ ''اچھا چھوڑو اس بحث کو...... شارجہ کب آؤ گے......؟ میں انتظار کروں گی۔''

''ان شاء اللہ بہت جلد...... تمہارا ہاتھ مانگنے آنا ہے...... اور تم نے انکار نہیں کرنا......'' وہ ابھی بھی اپنی بات پر ڈٹا ہوا تھا۔

''عمر! میں ابھی......''

''ملیحہ پلیز! تم خوش رہو گی مجھے پورا یقین ہے۔'' وہ اس قدر لجاجت سے بولا کہ پھر وہ کچھ لمحوں کے لیے کچھ بول ہی نہ سکی۔

''تم جانتے ہو میرے اور ممی کے علاوہ گھر میں کوئی اور نہیں ہے میں پہلے ہی یہاں ہوں' ممی کے لیے سب کچھ چھوڑ کر آنا مشکل ہے۔''

''یہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے ملیحہ! وہ آجائیں گی بلکہ وہ آئیں گی تو بہت سے مسئلے حل ہو جائیں گے اور میری بھی بڑی خواہش ہے انہیں اپنے گھر میں دیکھنے کی...... اگر وہ راضی ہوئیں تو میں انہیں مستقل یہیں لے آؤں گا۔'' وہ روانی میں جو کچھ کہہ رہا تھا وہ ملیحہ کے سر سے گزر گیا۔ اس کے چہرے کے حیران کن تاثرات سے حظ اٹھاتے ہوئے وہ نرمی سے بولا۔ ''میں نے اتنی مشکل بات تو نہیں کی ملیحہ! جس عورت سے میں محبت کرتا ہوں' اسے اپنے پاس رکھنے کی خواہش تو فطری ہے۔''

''کیا مطلب......؟'' کوئی کوندا سا ذہن میں لپکا تھا وہ شدید بے یقینی کی کیفیت میں تھی۔

''میں جس محبت کے پیچھے اپنی تعلیم' کیریئر' ملک' رشتے سب قربان کر سکتا ہوں' وہ محبت اگر میرا مقدر بن جائے تو مجھ سے بڑھ کر خوش قسمت کون ہو سکتا ہے۔'' وہ ایک جذب کے عالم میں بول رہا تھا اور ملیحہ پر دھڑا دھڑ ساتوں آسمان جیسے ایک ساتھ ہی گر پڑے تھے۔ اس کی ماں کا عمر سے کیا رشتہ تھا' اب یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں رہی تھی اور اسے تو ابھی اپنی خوش گمانیوں کی راکھ بھی اکٹھی کرنی تھی۔ وہ عمر حسن کی زندگی میں کہاں تھی' یہ بات وہ بڑی اچھی طرح جان گئی تھی۔

❖......◉......❖

''ہیلو رابعہ! کیسی ہو؟'' ماہم کی خلاف معمول سنجیدہ سی آواز ماؤتھ پیس سے ابھری تو وہ مسکرا دی۔ آج بڑے دنوں بعد اس کا فون آیا تھا۔

''ٹھیک ہوں تم سناؤ...... سب خیریت ہے؟''

''الحمدللہ! بس تمہارے لیے کچھ ٹینس تھی۔''

''میرے لیے کیوں...... مجھے کیا ہوا ہے......؟'' وہ حیران ہو کر بولی۔

''تم سے ایک بات معلوم کرنی ہے' پلیز سچ بتانا۔'' وہ فوراً اصل بات پر آئی تھی۔ پتا نہیں وہ اس سے کون سی پہیلیاں بجھوا رہی تھی وہ الجھ کر بے چینی سے بولی۔

''پوچھو' کیا ہے؟''

''عمر کے حوالے سے بات کرنی تھی۔'' ماہم نے محتاط سی ہو کر جیسے اس کا ذہن بنانا چاہا۔

''عمر کے حوالے سے...... مگر کیا......؟''

''دیکھو رابعہ! ہے تو یہ خاصا ذاتی سا سوال...... مگر تم چونکہ میری سب سے اچھی دوست بھی ہو تو میں نہیں چاہتی کہ تمہیں اندھیرے میں رکھوں۔ ہو سکتا ہے میرا آنکھوں دیکھا جھوٹ ہو مگر اس منظر میں چھپا کچھ سچائی تو بہرحال ہے۔''

''پلیز ماہم! صاف' صاف کہو' کیا ہوا۔ الجھا کیوں رہی ہو؟''

''میں نے کل عمر کو ایک لڑکی کے ساتھ دیکھا تھا کیفے ٹیریا میں...... دونوں چائے پی رہے تھے اور ان کے انداز سے بھی لگ رہا تھا جیسے ان میں کافی آشنائی ہو۔ مانا عمر تھوڑا فلرٹ ٹائپ لڑکا ہے مگر شادی کے بعد اس طرح کی حرکتیں زیب نہیں دیتیں۔ تم جانتی ہو اس لڑکی کو......؟''

رابعہ ایک لمحے کے لیے کچھ بھی کہنے کے قابل نہیں رہی تھی' عمر کی حرکتوں نے اسے ایک بار پھر اپنی نگاہوں میں گرایا تھا۔

''مجھے نہیں پتا یار! وہ کون ہے' ہو گی کوئی اس کی سابقہ دوست!'' رابعہ نے بے پروا بننے کی کوشش کرتے ہوئے استہزائیہ کہا جس پر ماہم قدرے خفا ہو کر بولی۔

''پتا نہیں تو ہونا چاہیے یار! وہ تمہارے ہوتے ہوئے غیر عورتوں پر اپنا وقت اور پیسہ ضائع کرے' یہ کہاں کا انصاف ہے؟ تم نکیل ڈالو ناں اسے......''

''مردوں کو نکیل نہیں ڈالی جاتی ماہم!'' رابعہ نے آہستگی سے کہا۔ وہ کسی اور کا تھا یہ اعتراف مشکل تھا۔ پہلے تیمور اور اب عمر......! اس کی قسمت میں محبت سے کھوکھلے مرد ہی لکھے تھے شاید...... ماہم کیا کہہ رہی تھی اس نے غور نہیں کیا کیونکہ وہ فیصلے کی صلیب پر چڑھی تھی۔ آر یا پار کچھ تو کرنا ہی تھا۔

❖......◉......❖

''ایک کپ چائے مل سکتی ہے؟'' وہ کچن میں کھڑی رات کا کھانا بنا رہی تھی جب عمر کی مسرور سی آواز پر ایک پل کو ٹھٹکی۔ بلیک پینٹ شرٹ میں ملبوس وہ نکھرا نکھرا کہیں جانے کی تیاریوں میں تھا۔ وہ کب گھر آیا اسے پتا ہی نہیں چل سکا اور اب کہاں جا رہا تھا' اس کا تو خیر وہ اندازہ بھی نہیں لگا سکتی تھی۔ اس نے ایک سرد اور کاٹ دار سی نظر دروازے میں استادہ وجود پر ڈالی اور پھر پلٹ کر خاموشی سے اپنا کام کرنے لگی' آج وہ اس کی شکل دیکھنے کی بھی روادار نہیں تھی۔ ''تمہیں کہہ رہا ہوں' سنائی نہیں دے رہا......؟'' وہ عجب دھونس اور استحقاق سے بولا تھا۔ بالکل اسی لب و لہجے میں ایک بار اس نے پہلے بھی فرمائش کی تھی۔ وہ جب اس کی کچھ نہیں تھی وہ تب بھی اس پر اپنا حق جتاتا تھا اور اب تو خیر سے وہ اس کی ملکیت تھی۔ عمر کو اس کی بے نیازی اور خاموشی بری طرح کھلی تھی تبھی وہ دندناتا

ہوااس کے پاس آ کر رک گیا۔رابعہ بے ساختہ دوقدم پیچھے ہٹی اورسر جھٹکتے ہوئے ناگواری سے بولی۔

”نوکرانی نہیں ہوں تمہاری...... اپنی یہ فضول فرمائشیں اسی سے کیا کرو‘ جسے دل میں بسائے پھرتے ہو۔“

”اسی سے تو کررہا ہوں۔“ وہ ایک دم ہنسا تھااور رابعہ کواس کی ہنسی پرتاؤ آیا تھا۔

”میں نے تمہیں بہت برداشت کرلیا عمر! اب یاتو تم اپنی فضول حرکتیں چھوڑ دو یا پھر مجھے......“

”کیا ہوگیا ہے یار! کس بار پر بی پی ہائی ہوا ہے تمہارا......؟“ اسے گرجتا برستا دیکھ کراسے گونا گوں خوشی ہوئی تھی۔

”مجھے کیا ضرورت ہے بی پی ہائی کرنے کی...... مجھے بس اپنے سوال کا جواب چاہیے‘ کسے لے کر بیٹھے تھے تم کیفے ٹیریا میں؟“

”اونہہ جیلسی...... وہ تو ملیحہ تھی میری بہترین دوست‘ تمہیں اس سے حسد ہورہا ہے؟“ اس نے جان بوجھ کر ملیحہ کا نام لیا۔ جانتا تھاوہ اس نام سے چڑتی تھی اور واقعی وہ چڑ بھی گئی......

”بھاڑ میں جائے وہ مجھے پروانہیں...... تم صرف یہ بتاؤ‘ تم چاہتے کیا ہو؟ اگر وہ عورت تمہارے حواسوں پر اتنی ہی سوار ہے تو یوں چھپ چھپ کر ملنے کی کیا تک بنتی ہے‘ لے آؤ اسے نکاح پڑھوا کر۔ کم ازکم میری جان چھوٹے تمہاری چاکری سے......“

”اتنی جلدی اکتا گئی ہو مجھ سے......؟“ اس کے لال پڑتے چہرے سے حظ اٹھاتے ہوئے وہ گمبھیر سے لہجے میں بولا۔ ”خیر‘ لے آؤں گا بہت جلد اس عورت کو...... جس سے میں محبت بھی کرتا ہوں اور یقیناً وہ کرے گی میرے تمام کام اور تمہاری طرح احسان بھی نہیں جتلائے گی اور تم سے حسد بھی نہیں کرے گی۔ ویسے سچ پوچھو تو تم اس عورت کے پاؤں کی دھول کے بھی برابر نہیں ہو۔“ عمر نے سچ بولتے ہوئے سفاکی کی انتہا کردی تھی۔ کوئی عکس تھا جو ذہن کے پردوں پر لہرایا تھا اور رابعہ یہ ہونٹ بھینچے قدرے پھٹی پھٹی نگاہوں سے عمر کا سچ سن رہی تھی۔ اس کے آخری جملے نے اسے عرش سے فرش پر لا پٹخا تھا۔ وہ عموماً ایسی باتیں مذاق میں کرتا تھا‘ مگر اس وقت اس کی آنکھوں سے چھلکتی سنجیدگی اس بات کی گواہی دے رہی تھی کہ وہ سچ بول رہا تھا۔

”تو پھر میں کہاں ہوں تمہاری زندگی میں......؟“ بڑی مشکل سے لفظ اس کے حلق سے برآمد ہوئے تھے۔ غم کا پھندا سا تھا جو کہیں سینے میں اٹک گیا تھا۔ زندگی میں دوسری بار اسے اپنا وجود بے مایہ ہوتا محسوس ہوا۔ چائے کا پانی اُبل اُبل کر جوش کھا رہا تھا مگر اس کو ہوش ہی کہاں تھا چائے پر دھیان دینے کا۔ اس کے اندر تو خود ایک جنگ چھڑی ہوئی تھی۔

”ہر ایک کی اپنی اہمیت ہوتی ہے رابعہ! یہ تم نے ہی تو کہا تھا‘ جو مقام اس کا میری زندگی میں ہے وہ تم کبھی بھی نہیں لے سکتیں۔ تم کیا‘ دنیا کی کوئی دوسری لڑکی نہیں لے سکتی۔“ وہ اسی کے الفاظ اسی کو لوٹا رہا تھا اور وہ ایک بار پھر لفظوں کی جنگ ہار گئی تھی۔ اس نے شکستگی سے رخ موڑا۔

”تو ٹھیک ہے‘ اسے اپنی زندگی میں لے آؤ میں چلی جاتی ہوں۔“ اس نے یک دم فیصلہ کیا تھا۔ یقین تھا‘ عمر اتنی آسانی سے اسے کہاں جانے دے گا مگر وہ تو جیسے تیار بیٹھا تھا۔

”مرضی ہے تمہاری...... اگر جارہی ہو تو واپس بھی خود ہی آنا میں منانے نہیں آؤں گا۔“

”میں اب واپس آؤں گی تب نا!“ عمر کے رویے نے اسے بہت دل برداشتہ کیا تھا تبھی وہ زہر خند انداز میں کہتے ہوئے پلٹی۔

”تم جو چاہو کرو‘ مگر اس خیال کو دل سے نکال دو کہ میں لوٹ کر تمہارے پاس آؤں گی‘ میں نے جتنا عرصہ سمجھوتا کرنا تھا‘ کرلیا اب مزید نہیں۔“ عمر کو سلگا کر وہ کچن سے باہر نکلی تھی۔ وہ بھی اس کے پیچھے لپکا۔

”فضول ضد کروگی تو نقصان بھی اٹھاؤ گی رابعہ! میں سچ مچ ملیحہ سے شادی کرلوں گا۔“

”تو شوق سے کرو‘ منع کس نے کیا ہے۔“ بریف کیس میں کپڑے ٹھونستے ہوئے وہ ازلی ضدی لہجے میں بولی۔

”مگر وہ میری زندگی میں یوں نہیں آئے گی‘ پہلے فارغ کرنا پڑے گا تمہیں۔“ عمر نے ایک اور وار کیا اور وہ بلبلا کر رہ گئی مگر اس کے سامنے ہار ماننا بھی اسے اپنی توہین لگی تھی تبھی بے پروا نظر آنے کی کوشش کرتے ہوئے استہزائیہ ہنسی۔

”تم جو چاہو کرو‘ مجھے اب فرق نہیں پڑے گا۔“

”یہ تو آنے والا وقت بتائے گا۔“ سنجیدگی سے کہتے ہوئے راستے میں آنے والی ہر چیز کو ٹھوکر مارتا ہوا باہر نکل گیا...... اور رابعہ بھی اس کے بعد وہاں رکی نہیں تھی۔ عمر سے جھگڑ کر وہ ہمیشہ کے لیے وہاں سے چلی آئی تھی مگر عمر حسن کی زندگی سے نکلنا اتنا آسان کہاں تھا۔

❖......◉......❖

چلو تم کہہ رہے ہو تو
میں واپس لوٹ جاتی ہوں
تمہیں منزل مبارک ہو
نیا ساتھی مبارک ہو
مگر اے ہم دم دیرینہ!
مجھے اتنا تو بتلا دو
کہ واپس کس طرف جاؤں
کہاں سے ساتھ لائے تھے
مجھے اتنا تو سمجھا دو
اگر ایسا نہیں ممکن
تو مجھ کو اس طرح توڑ دو
کہ میں یکسر بکھر جاؤں
بھٹکنے سے تو بہتر ہے
تمہارے پاس مر جاؤں

ٹھنڈے شیشے سے پیشانی اٹھاتے ہوئے اس نے ایک بار پھر گلاس ڈور کے پار دیکھنا چاہا تھا جہاں اس وقت گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اسے ایسی ہی سیاہی اپنے نصیب پر پھرتی محسوس ہوئی۔ وہ جو بڑے یقین سے عمر کو کہہ آئی تھی کہ وہ کچھ بھی کرے‘ اسے فرق نہیں پڑتا مگر اس نے بڑا بول بولا تھا اور بڑے بول پر تو اکثر جان تک دینی پڑ جاتی ہے۔ اسے فرق پڑا تھا اور بہت زیادہ فرق پڑا تھا۔ وہ کیسے اندازہ لگاتی‘ دھیان ایک بار پھر بھٹک کر اس سفید لفافے پر مرکوز ہوا جو صبح سے اس کا دل دہلا رہا تھا۔ یقیناً عمر نے اسے پہلی تحریری طلاق بھجوائی تھی کیونکہ کل فون پر وہ یہی دھمکی اسے دے رہا تھا اگر اسے گمان بھی ہوتا کہ وہ ایسا کر گزرے گا تو اسے کبھی بھی ایسا قدم اٹھانے نہ دیتی۔

”اور اب وہ گھر والوں کا کس منہ سے سامنا کرے گی؟“ یہ خیال ہی اس کے حوصلے پست کرنے کے لیے کافی تھا‘ اگرچہ گھر والوں نے ان دونوں کو اپنے حال پر چھوڑا ہوا تھا مگر اتنا بڑا دھچکا تو یقیناً انہیں بھی چونکانے پر مجبور کردے گا۔ اس نے گھر والوں کو ہر بات سے لاعلم رکھا تھا مگر اب وہ اس بات کو کب تک پوشیدہ رکھتی۔ اذیت سے لب کچلتے ہوئے وہ کھڑکی سے پرے ہٹی تھی۔ اس نے میز پر دھرا وہ سفید لفافہ اٹھایا اور سرعت سے کمرے سے باہر نکل گئی‘ وہ یہاں رہ کر کب تک اپنی مات کا سوگ منا سکتی تھی۔ آفس کے گرم ماحول سے نکلتے ہی

سوچ کے سارے در بند ہیں
اب نہ تیرا خیال ہے
نہ تیری یاد ہے
غم دوراں میں الجھی ہے
کچھ اس طرح زندگی
نہ پہلے سے جذبات ہیں
نہ وہ پہلی سی بات ہے
خاموشی میں ڈوبے ہوئے
لفظ سارے زہر خند ہیں
سوچ کے سارے در بند ہیں

روحان دانش کی پسند

وہ ایک بار پھر سردی کے شدید لپیٹے میں آئی۔ باہر رم جھم بارش ہو رہی تھی سرما کی آخری بارش اس دن کو یادگار بنا رہی تھی اور یہ دن واقعی اس کے لیے یادگار بن گیا تھا۔ پارکنگ تک آتے آتے وہ اچھی خاصی بھیگ گئی تھی مگر آج اسے اپنی پروا تھی ہی کہاں......!

❖......☪......❖

"تم بہت غلط کر رہے ہو عمر! تمہیں اسے یوں پریشان نہیں کرنا چاہیے تھا۔" وہ دونوں ٹیرس پر کھڑے رم جھم بارش انجوائے کر رہے تھے جب تیمور سرزنش کرنے والے انداز میں عمر سے مخاطب ہوا۔ عمر کے چہرے پر بڑی دلفریب مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔ ذومعنی مسکراہٹ جسے وہ بڑی مشکل سے دانتوں تلے دبانے میں کامیاب ہوا تھا۔

"آپ جانتے نہیں بھائی وہ بہت ضدی ہے اکڑ وہے پوری۔ اس نے ساری زندگی اعتراف نہیں کرنا تھا کہ میں اس کے نزدیک کیا ہوں...... اور پھر اتنا حق تو میرا بنتا ہی ہے کہ جس لڑکی پر مجھے دنیا ختم ہوتی محسوس ہوتی ہے اس کے بارے میں جان سکوں کہ وہ میرے بارے میں کیا سوچتی ہے؟ اسے اپنی زندگی میں فیئر بندہ چاہیے تھا اور مجھے اس کے اپنے لیے فیئر جذبات...... اور اب اسے اپنے ہجر میں نڈھال دیکھ کر یقین جانیے مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے۔" وہ بڑی خود غرضی سے بولا تھا۔ محبت کے معاملے میں شاید ہر بندہ ہی خود غرض ہو جاتا ہے تبھی تیمور نے ایک بار پھر اسے ٹوکا۔

"اتنا مت آزماؤ اسے کہ وہ تم سے بدظن ہو جائے اور پلیز ملیحہ کا ہوا صاف کرو اس کے دماغ سے...... وہ بے چاری مفت میں نظروں سے گر گئی ہے اس کی۔"

"آپ کو بڑا خیال ہے ملیحہ کا......؟" عمر نے شوخی سے اسے چھیڑا۔ "ویسے ملیحہ سے تو میرے دو دو رشتے ہیں۔ بہترین دوست بھی ہے اور اچھی بھابی بھی ہے اس کا خیال مجھے آپ سے زیادہ ہے آپ فکر مت کریں۔"

"اور وہ جو میری شادی کے کارڈ کے ساتھ اپنے نام کا کارڈ چھپوایا تھا وہ......؟" تیمور کو اچانک یاد آیا اور عمر ہنس پڑا۔

"وہ تو رابعہ کو تنگ کرنے کے لیے یونہی ایک پرنٹ کروایا تھا تاکہ اسے یقین ہو جائے کہ میں سچ مچ شادی کر رہا ہوں۔"

"تو کیا ملا اسے تنگ کر کے...... وہ جھکی تو پھر بھی نہیں......؟" تیمور نے شرم دلانی چاہی۔

"ہاں مجھے جو عادت ہے اسے منانے کی...... پھر وہ کیوں جھکے گی؟" بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے وہ زندہ دلی سے مسکرایا۔ چھم سے اس کا خفا خفا روٹھا روٹھا چہرہ نظروں کے سامنے لہرایا تھا اور اسی پل اس کی گاڑی کھلے گیٹ سے پورچ میں آ کر رکی تھی۔ عمر سرعت سے پیچھے ہٹا تاکہ غلطی سے بھی رابعہ کی اس پر نظر نہ پڑ جائے۔ ورنہ حیات ولا تو روز آتا تھا اس کی غیر موجودگی کا وہ خوب فائدہ اٹھاتا تھا۔ سب گھر والوں کو اپنا ہمنوا کیا ہوا تھا سو سب ہی خاموش تھے۔

"ایک بات کہوں عمر!" تیمور اسے یوں پیچھے ہٹتا دیکھ کر مبہم سے انداز میں گویا ہوا۔ عمر اسی کی طرف متوجہ تھا۔ "محبت میں بدگمانی نہیں آنی چاہیے یار! پھر یہ روٹھ جاتی ہے تم پلیز میرے نام سے جو وشنگ کارڈ اسے خوش کرنے کے لیے بھیجتے رہتے تھے اس بات کو بھی کلیئر کر لینا اس کے ساتھ ورنہ پتا نہیں وہ کب تک مجھ سے بدگمان رہے گی اور ایک بات اور! آئندہ اسے خوش دیکھنا ہو یا رکھنا ہو تو براہِ مہربانی اس طرح کے الٹے سیدھے ہتھکنڈے آزمانے کی ضرورت نہیں۔"

"اوکے باس! اور کچھ......؟ آپ نے میری خاطر اتنا بڑا اسٹینڈ لیا آپ کا ہر حکم ماننا اب فرض ہے مجھ پر۔" وہ کورنش بجا لاتا ہوا سعادت مندی سے بولا۔ تیمور بے ساختہ ہنس پڑا۔ "حیات ولا" میں خوشیاں ایک بار پھر لوٹ آئی تھیں۔ تیمور اور ملیحہ کی بات طے ہو گئی تھی۔ تیمور کو عمر کی سفارش پر معاف کر دیا گیا تھا اور ویسے بھی تیمور عمر کا راستہ ہموار کرنے کے لیے ہی تو منظر سے ہٹا تھا اور پھر عمر

اس عورت کو بھی اپنی زندگی میں لے آیا جس کے بغیر اسے ہر شے پھیکی اور غیر دلچسپ محسوس ہوتی تھی۔

وہ "سارا ولید" جو اس کی سگی ماں تھی اور وہ عورت جس سے وہ عقیدت کی حد تک محبت کرتا تھا اور وہ عورت جس کے پاؤں کی دھول اس کے لیے سرمایہ حیات تھی۔ وہ ملیحہ کی سوتیلی ماں تھی مگر سگی ماں سے بڑھ کر...... شوہر کی وفات پر بھی اس نے اس کی بیٹی نہیں چھوڑی بلکہ اس کی پرورش اور دیکھ بھال کے لیے اپنی پوری زندگی تج دی۔ وہ عمر سے ملنے بھی کئی بار آئی تھیں مگر عظیم اور سکندر نے ہمیشہ عمر سے انہیں ایک فاصلے سے ہی ملنے دیا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ عمر کو ماں کی حرص پڑ جائے اور پھر وہ ان کے پاس رہنے کی ضد کرے کیونکہ اپنے بھائی کی اکلوتی نشانی کو وہ نظروں سے اوجھل نہیں دیکھ سکتے تھے۔ عمر جو پہلے ماں کی بے حسی پر کڑھتا تھا بعد میں ان پر فخر کرنے لگا۔ اس نے ملیحہ کے پاس اپنی ماں کی تصویر پہلی بار کب دیکھی تھی اسے ٹھیک سے یاد نہیں تھا مگر یہ ضرور تھا کہ اس کے بعد اس نے ملیحہ کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا وہ شارجہ چلی گئی تو وہ بھی مائیگریٹ ہو کر وہیں چلا گیا۔ وہ اکثر چھپ کر اس عورت کو دیکھتا تھا جس کی کوکھ سے اس نے جنم لیا تھا اور جو کسی اور پر دیوانہ وار اپنی ممتا لٹا رہی تھی مگر اسے کبھی ملیحہ سے حسد محسوس نہیں ہوا۔ اس کے لیے یہی بات بہت تھی کہ ملیحہ کی بدولت وہ اس ہستی کو دیکھتا تھا جس کو پیار سے ایک نظر دیکھنے پر ایک مقبول حج کا ثواب ملتا ہے اور وہ ہر روز کتنے حج کرتا تھا اسے خود بھی کوئی اندازہ نہیں تھا مگر وہ کبھی بھی خود میں اتنی ہمت نہیں پاتا تھا کہ ان کے سامنے چلا آئے۔ وہ ملیحہ کے لیے لڑکا دیکھنے پاکستان آئی تھیں۔ مگر عمر کا ارادہ ملیحہ کی شادی کے بعد انہیں ہمیشہ اپنے پاس اپنی نظروں کے سامنے رکھنے کا تھا۔

❖......☪......❖

باہر رم جھم بارش ہنوز جاری تھی۔ وہ بڑی مشکل سے ڈرائیونگ کر کے گھر پہنچی تھی۔ کچھ تو بارش کا بے حساب پانی تھا کچھ نیو ائیر منانے والوں کا رش اور پھر خود اس کا

حافظہ ثناء قادریہ عطاریہ

آنچل اسٹاف قارئین اور رائٹرز کو میرا پیار بھرا سلام (قبول کیجیے)۔ ارے ارے آرام سے ذرا پیار سے دیکھیے آپ کو اپنا تعارف کرواتی ہوں مابدولت کو ثناء کہتے ہیں تو جناب ہم 10 دسمبر 1993ء کو اس دنیا میں خوشیاں بکھیرنے کے لیے تشریف لائے میرا اسٹار قوس ہے اسٹار کی بہت سی خوبیاں اور خامیاں مجھ میں پائی جاتی ہیں۔ میں پنجاب کے شہر سمندری میں رہتی ہوں ہم سات بہن بھائی ہیں چار بہنیں اور تین بھائی۔ میرا نمبر پانچواں ہے مڈل کے بعد میں نے مدرسے میں داخلہ لیا اب قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد (شرماتے ہوئے) شادی کی تیاریوں میں لگی ہوئی ہوں۔ اب آتی ہوں خامیوں اور خوبیوں کی طرف۔ خامیاں تو بے شمار ہیں لیکن خوبیاں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملیں (ہاہاہا)۔ غصہ بہت جلد آ جاتا ہے کام کوئی آتا نہیں ہے بس کھانا آتا ہے منہ پھٹ بہت زیادہ ہوں جو منہ میں آتا ہے کہہ دیتی ہوں بعد میں پچھتاتی ہوں کہ کیوں ایسا کیا۔ اب آتے ہیں جناب خوبیوں کی طرف! تو حساس بہت زیادہ ہوں اور سب کہتے ہیں کہ نعت میں تمہاری آواز بہت اچھی ہے۔ مہندی بہت اچھی لگاتی ہوں کھانے میں مجھے کڑی چاول میٹھے میں کسٹرڈ آئسکریم اور ونیلا چاکلیٹ بہت پسند ہے۔ کلرز میں بے بی پنک اور وائٹ کلر اچھا لگتا ہے۔ لباس میں سادہ شلوار قمیص اور لمبا دوپٹہ اچھا لگتا ہے۔ دوستیں بہت ہیں مگر سب سے بیسٹ دوست صباء قادریہ اور عظمیٰ قادریہ جو کہ میری سسٹرز ہیں۔ بھانجے سب ہی پیارے ہیں لیکن ایک بھانجا زین بہت ہی پسند ہے۔ بھانجی ایک ہی ہے جس کا نام حریم اشتیاق ہے۔ آنچل کے ذریعے حریم اور زین کو بہت سا پیار۔ آپ بور نہ ہوں بس میں جا ہی رہی ہوں۔ اگر کوئی دوستی کرنا چاہتی ہے تو آنچل کے ذریعے کر سکتی ہے انتظار کروں گی۔

بھی ذہنی توازن کہاں ٹھیک تھا۔ وہ کئی بار گاڑی پر سے کنٹرول کھو بیٹھی تھی مگر پھر بھی بچتی بچاتی گھر تک آ ہی گئی تھی۔ جسم ہلکا ہلکا بخار کی لپیٹ میں تھا اور سر بُری طرح چکرا رہا تھا۔ شولڈر بیگ کندھے پر لٹکائے وہ فرنٹ ڈور کھول کر باہر نکلی۔ طویل راہداری بارش سے بھیگی ہوئی تھی۔ وہ شکستہ قدموں سے چلتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔ لاؤنج سے باتوں اور آوازوں کا شور آ رہا تھا مگر وہ کوئی بھی دھیان دیئے بغیر سیدھی اپنے کمرے میں چلی آئی۔ گھر والوں نے تو یوں بھی اس کی خاموشی کا نوٹس لینا چھوڑ دیا تھا' وہ جب سے عمر سے ناراض ہو کر آئی تھی تب سے قدرے بجھی بجھی اور اداس رہنے لگی تھی۔ اپنا دھیان بٹانے کے لیے اس نے بابا کے دوست کا آفس بھی جوائن کر لیا تھا مگر لاکھ کوشش کے باوجود وہ عمر کو ذہن سے جھٹک نہیں پائی۔ وہ لاشعوری طور پر اس کے شعور میں بسنے لگا تھا۔ اسے اعتراف تھا وہ عمر حسن کی محبت میں بڑی بُری طرح گرفتار ہو گئی ہے مگر اس بات کا اب احساس ہوا تھا جب وہ شخص ہی ہاتھ سے پھسل گیا تھا۔ پرس سائیڈ ٹیبل پر پٹختے ہوئے وہ نڈھال سے انداز میں سوفے پر گر گئی۔ اس پرس میں اپنی قسمت کا پروانہ وہ ساتھ لائی تھی مگر کھول کر دیکھنے کا نہ ارادہ تھا نہ ہمت...... کیا کچھ نہیں تھا جو اسے یاد آ رہا تھا۔

عمر! اس کی باتیں...... اس کے قہقہے...... اس کی شرارتیں...... وہ کچھ بھی تو نہیں بھولی تھی۔ وہ سمجھتی تھی عمر کبھی تیمور کی جگہ نہیں لے سکتا مگر تیمور تو اس کی زندگی میں کہیں تھا ہی نہیں۔ آنسو بڑی تیزی سے گالوں پر پھسلنے لگے جنہیں صاف کرنے کی بھی اس نے ضرورت محسوس نہیں کی۔ کھلی کھڑکیوں سے آنے والی یخ بستہ ہوائیں کمرے کو برف کر رہی تھیں۔ وہ آہستگی سے اٹھی اور کھڑکی کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ ملیحہ عمر حسن کی ہونے جا رہی تھی اور وہ چپ چاپ تماشا دیکھ رہی تھی۔

دفعتاً کمرے میں شناسا قدموں کی چاپ ابھری' وہی چاپ جو اس کا گمان بن گئی تھی۔ وہ اپنا وہم جان کر بے حس و حرکت کھڑی رہی مگر اگلے ہی پل جب کسی نے ہولے سے اسے پکارا تو وہ فوراً کرنٹ کھا کر پلٹی۔ سماعت کے ساتھ ساتھ اسے اپنی بصارت پر بھی دھوکے کا گمان ہو رہا تھا۔ تازہ پھولوں کا گلدستہ تھامے' مخصوص وشنگ کارڈز کے ہمراہ' روشن اور جگمگاتی آنکھوں والا وہ ساحر سا مرد عمر حسن ہی تھا۔ کمرے کے وسط میں کھڑا امید کے ڈھیروں جگنو لیے' وہ اسے منانے آخر آ ہی گیا تھا۔

رابعہ ایک لمحے کے لیے جیسے اپنی جگہ سے ہلنے کے قابل بھی نہیں رہی تھی۔ عمر سچ مچ اس کے سامنے تھا' اسے یقین نہیں آ رہا تھا...... اور عمر کے مسکراتے لب اس روئی روئی' بکھری بکھری سی لڑکی کو اتنے دنوں بعد اپنے روبرو دیکھ کر بے ساختہ سمٹے تھے۔ وہ اسے اپنے لیے پریشان دیکھنا چاہتا تھا مگر یوں ٹوٹا ہوا نہیں...... اس کا ہجر اسے اس قدر نڈھال کر دے گا یہ اس کے گمان میں بھی نہ تھا۔

وہ لپک کر اس کی طرف بڑھا' پھول اور کارڈ راستے میں ہی ہاتھ سے پھسل کر نیچے گر گئے تھے۔ رابعہ کا انہماک اسے قریب دیکھ کر بھی نہیں ٹوٹا' وہ ابھی تک پتھرائی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی' اس کا چھوٹا سا مذاق اس کی یہ حالت کر دے گا وہ کہاں جانتا تھا' بھی نظریں چراتا ہوا وہ ایک قدم آگے بڑھا سر اٹھانے کا حوصلہ ہی کہاں تھا۔

''عمر!'' رابعہ نے اس کا بازو دبوچا' جیسے اس کی وہاں موجودگی کا خود کو یقین دلا رہی ہو اور عمر کو ایک بار پھر اپنی شرارت پر شرمندگی محسوس ہوئی تھی۔ ''اب کیوں آئے ہو یہاں...... اب کیا رکھا ہے ادھر......؟'' اس کے بازو کو جھنجوڑتے ہوئے وہ ایک دم ہذیانی ہو کر چلائی تھی۔ ''تم بہت بُرے ہو عمر! تم میرے ساتھ ایسا کرو گے' میں تو یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ تم تو تیمور سے بھی زیادہ گھٹیا اور کمینے ہو تمہیں ہمیشہ مجھے رلا کر سکون ملتا ہے' دیکھو تم نے میری آنکھوں میں کتنے سمندر بھر دیئے ہیں۔ جشن مناؤ اپنی فتح کا...... تم اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئے ہو۔'' عجیب جنونی انداز تھا اس کا...... بپھرا ہوا! عمر نے اس کی دونوں کلائیوں کو مضبوطی سے اپنے ہاتھ میں جکڑا اور پھر دوسرے ہاتھ سے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے ندامت سے بولا۔

''آئی ایم سوری رابعہ! مجھے اعتراف ہے میں بُرا ہوں مگر پتا نہیں کیوں تمہیں اپنے لیے فکر مند دیکھ کر مجھے عجیب سی طمانیت اور اہمیت کا احساس ہوتا ہے۔ ہاں' میں جان بوجھ کر تمہیں ستا رہا تھا مگر یہ بھی سچ ہے کہ جب تم ناراض ہو جاتی ہو تو پھر مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔ میں صرف مذاق کر رہا تھا تمہارے ساتھ...... میرا ارادہ تمہاری دل آزاری کا نہیں تھا۔'' اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں لیے وہ کس قدر لجاجت سے بولا تو رابعہ ایک دم ٹھٹک کر بے یقین نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ باہر سے آنے والی ہواؤں سے زیادہ برفیلا عمر کا یہ جملہ تھا۔ ''میں نے صرف مذاق کیا تھا۔'' وہ بُری طرح برف ہوئی تھی۔ وہ شادی کارڈ مذاق تھا' وہ سفید لفافہ مذاق تھا یا پھر کل جو دھمکی آمیز فون کال اس نے کی وہ مذاق تھا...... اگر یہ سب مذاق تھا تو کتنا گھٹیا اور بے ہودہ مذاق تھا اس کا دل چاہا وہ عمر کا منہ نوچ لے یا پھر اس کے منہ پر اتنی زور سے تھپڑ مارے کہ آئندہ وہ اس طرح کا مذاق بھول جائے۔ وہ کون ہوتا تھا اسے آزمانے والا...... اس کے جذبات سے کھیلنے والا......

مگر عجیب بات تھی کہ بجائے اس پر چیخنے اور چلانے کے وہ بے آواز رونے لگی۔ آنسو قطار در قطار چلے آ رہے تھے۔ عمر کو خالی خالی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے وہ اس کے سامنے یکسر بکھر گئی۔ ان آنکھوں میں اپنے لیے آنسو دیکھنا اس کی کتنی بڑی خواہش تھی اور آج جب وہ اس کے لیے رو رہی تھی تو اسے دکھ ہو رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر رابعہ کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں تھامنا چاہا مگر اس نے نخوت سے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھوں کو جھٹک دیا اور خود بھی بے ساختہ دو قدم پیچھے ہٹی۔

''زندگی تمہارے لیے مذاق ہو گی عمر! مگر میرے لیے نہیں چلے جاؤ یہاں سے...... پلیز گیٹ آؤٹ فرام ہیئر......'' وہ اچانک حلق کے بل چلائی تھی' اندر کی برف آہستہ آہستہ پگھلنے لگی تھی عمر نے بے بسی سے ہونٹ کچلے۔ اس کی اس قدر ناراضی کا تصور تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

''رابعہ پلیز! مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ تم کس بات پر ناراض ہو' واضح تو کرو۔''

''مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی عمر! تم اس وقت یہاں سے چلے جاؤ پلیز......!'' وہ عجیب ضدی انداز میں بولی۔

''اچھا...... چلا جاؤں گا مگر پہلے تمہیں میری بات سننا ہو گی۔'' وہ اس کے سامنے ڈٹ کر کھڑا رہا۔ وہ بھی کون سا کم ضدی تھا۔ ''میں نے کل جو بھی کہا وہ یونہی تمہیں ستانے کے لیے کہا تھا۔ ملیحہ نے مجھے سمجھایا بھی تھا کہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے مگر میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس

اے ہوا اسے کہنا

اے ہَوا! اسے کہنا!
ہم بالکل بھی نہیں بدلے
ہمیں آج بھی تیری راہ تکنے کی عادت ہے
ہم آج بھی خود کو تیری امانت سمجھتے ہیں
اے ہَوا اسے کہنا!
یہ دل آج بھی تیرے نام پہ
بے حساب دھڑکتا ہے
تیری یاد میں روتا ہے تڑپتا ہے
اے ہَوا اسے کہنا!
مجھے آج بھی اس سے محبت ہے
بڑی شدت کے ساتھ
زندگی کی پہلی سانس سے
آخری سانس تک
صبح سے شام تک
مجھے آج بھی تم سے محبت ہے
اے ہَوا اسے کہنا!

شمائلہ رباب کی پسند...... چوآ خالصہ

بار تمہیں جھکنا ہوگا' تمہیں اعتراف کرنا ہوگا کہ میری اہمیت کتنی ہے تمہاری نظروں میں؟ اور سوری! اس سلسلے میں میں نے ملیحہ کو بھی گھسیٹا' جب کہ سچ تو یہ ہے کہ میری زندگی میں اہمیت تو صرف دو لوگوں کی ہے۔ ایک تم اور دوسری وہ ہستی جس کے آگے تمہاری اہمیت بھی ماند پڑ جاتی ہے۔" وہ عجیب شکستہ سے انداز میں بول رہا تھا اور رابعہ ساکت سی اسے دیکھے جارہی تھی۔

"اور وہ دوسری ہستی میری ماں ہے رابعہ! وہ عورت جس سے مجھے جنون کی حد تک محبت ہے اور وہ عورت جس کے بغیر مجھے اپنی زندگی ادھوری محسوس ہوتی ہے۔ مجھے ساری زندگی اس عورت سے شکوے رہے مگر جب جب میں ان کو دیکھتا ہوں' سارے شکوے فضا میں تحلیل ہوجاتے ہیں اور یہ سچ ہے کہ جن سے محبت ہو ان کے لیے دل کشادہ کرنے ہی پڑتے ہیں...... کیا تم اپنے دل کو میرے لیے کشادہ نہیں کرسکتیں؟" ماں کا ذکر کرتے کرتے وہ اچانک اس کی طرف پلٹا تھا اور رابعہ جو انہماک سے اس کی ماں کے لیے والہانہ محبت دیکھ رہی تھی' اس کی خاموشی کے ساتھ ہی اس کا سکتہ ٹوٹا اور وہ زیادہ ہی غلط سمجھے بیٹھی تھی۔

عمر کا یہ روپ اس کے لیے انوکھا بھی تھا اور نیا بھی......! جس بات کو بنیاد بنا کر وہ عمر سے جھگڑ کر آئی تھی۔ اس بات کی تو کوئی حقیقت ہی نہیں تھی۔ وہ اپنی ماں کو گھر لانے کی بات کررہا تھا اور وہ کچھ اور سمجھی تھی مگر غلط وہ بھی کہاں تھی' عمر نے جان بوجھ کر اسے پردے میں رکھا تھا' اگر وہ چاہتا تو اسی وقت اس کی غلط فہمی دور کرسکتا تھا مگر اس نے جان بوجھ کر اسے اذیت کی سولی پر لٹکائے رکھا...... کوئی بوجھ تھا جو دل سے سرکا تھا۔

مگر عمر سے تو اب بھی بہرحال بہت سے شکوے تھے۔ عمر کی بات کا کوئی جواب دیے بغیر وہ اس کے پہلو سے نکل کر سائیڈ ٹیبل تک آئی تھی' جس پر پڑا پرس اس نے لرزتے کانپتے ہاتھوں سے کھولا تھا۔ وہ سفید لفافہ سارا دن اس کے لیے ہوا بنا رہا' اس میں تو شاید ایسی کوئی بات تھی ہی نہیں۔ بے دردی سے لفافہ چاک کرتے ہوئے وہ بے آواز رو رہی تھی۔

دو ٹکٹ اور ایک پھٹی ہوئی تصویر جسے سولوشن ٹیپ سے جوڑا گیا تھا اس لفافے سے برآمد ہوئی تھی۔ تصویر پر ایک سرسری سی نظر ڈال کر اس نے ٹکٹ اٹھائے' یہ عمرے کی فلائٹ کے ٹکٹ تھے۔ حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات نے اچانک اس پر دھاوا بولا تھا اور اگلے ہی پل وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ بعض اوقات بہت زیادہ خوشی بھی تو بندے کو بے تحاشا رلاتی ہے اور اس وقت یہی کیفیت اس کی تھی۔ جس چیز سے وہ ڈر رہی تھی' اس میں کتنا مقدس تحفہ چھپا ہوا تھا اس کے لیے ...... اور یہ رابعہ کو منانے کے لیے عمر کی پہلی کوشش تھی۔ اسے یوں بُری طرح روتے دیکھ کر وہ تیزی سے اس کے قریب آیا تھا۔ اس کے لرزتے کانپتے وجود پر ایک ترحم بھری نظر ڈالتے ہوئے اس نے اپنی جیکٹ اتاری تھی۔ اتنی سردی میں وہ بغیر کسی گرم کپڑے کے پتا نہیں اتنا وقت کیسے باہر گزار آئی تھی۔ آہستگی سے اپنی جیکٹ اس کے کندھوں پر ڈالتے ہوئے اس نے نرمی سے اسے اپنے ساتھ لگایا۔

"تم مجھ سے ناراض ہو' ٹھیک ہے مگر خود سے کون سا بدلہ لے رہی ہو' مرنے کا ارادہ ہے تمہارا...؟" اسے اپنے حصار میں لیتے ہوئے وہ پہلی بار خفگی سے بولا تھا۔ رابعہ کے رونے کی رفتار میں اور بھی تیزی آئی۔ اس نے عمر کے حصار کو توڑنا چاہا مگر وہ حصار ٹوٹنے کے لیے قائم نہیں ہوا تھا۔

"مرجاؤں تو تمہیں کون سا فرق پڑے گا؟ تمہاری زندگی میں تو بہت ہیں۔" شکستگی سے کہتے ہوئے اس نے تھک کر عمر کے سینے پر سر ٹکا دیا' آنسو بڑی تیزی سے اس کی شرٹ بھگونے لگے۔

"تم ہمیشہ مجھ سے بدگمان ہی رہنا یار! مگر قصور تمہارا بھی نہیں' میں نے خود کو اتنا بُرا بنا کر تمہارے سامنے پیش کیا ہے کہ میری ذات کی اچھائیاں ہمیشہ تمہاری نظروں سے اوجھل ہی رہیں۔ خیر مجھے سمجھنے کے لیے ایک عمر پڑی

ہے۔ بس اتنا یقین کرلو کہ تمہارے سوا میری زندگی میں کوئی دوسری ہے نہ ہوگی۔ میں صرف تم سے محبت ہی نہیں کرتا بلکہ کبھی کبھی پاگل پن کی حدوں کو بھی چھو آتا ہوں۔" عجب لو دیتا لہجہ تھا اس کا۔ پُرشوق' جذبات کی حدت سے دہکتا ہوا...... وہ اپنی دیوانگی میں خود ہی ہنس رہا تھا۔

"تمہاری محبت میں' ہمیشہ میں نے ہر وہ کام کیا جس کا انجام میری توقع سے بھی بُرا ہوسکتا تھا مگر تمہاری خوشی کے آگے مجھے میری ہر کوشش' ہر فعل ہیچ لگا۔ وہ وشنگ کارڈز جو تمہیں تیمور کے نام سے موصول ہوتے تھے' وہ باقاعدگی سے میں بھیجتا تھا۔ تیمور بھلا تمہاری پسند سے اتنا واقف ہی کب تھا۔ تمہیں اس کی طرف سے وش کا منتظر پاکر مجھے یہی ایک طریقہ سوجھا تھا' تمہیں خوش کرنے کے لیے...... مگر میں نے تم سے دھوکا کیا تھا رابعہ! میں بھول گیا تھا کہ جھوٹ کی بنیاد پر ہم محبتوں کے تاج محل تعمیر نہیں کرسکتے۔ میں نے تمہیں اس شخص کے خواب دکھائے تھے جن آنکھوں میں تمہاری کبھی شبعیہ بھی نہیں لہرائی۔ مگر میں تمہاری محبت کے ہاتھوں مجبور تھا اور تیمور کی تم سے شادی نہ کرنے کی ضد بھی اسی سلسلے کی کڑی تھی۔ اس کے ہاتھ یہی کارڈز لگ گئے تھے جو میں اس کے نام سے بھیجتا رہا تھا۔"

عمر شرمندگی سے اعتراف کررہا تھا اور رابعہ حیرتوں میں گھری کھڑی تھی۔ عمر کے انکشاف نے جہاں اسے اذیت دی تھی' وہیں کوئی پھانس بھی تھی جو سینے سے نکلی تھی۔ ہیزل گرے آنکھوں میں آنسو موتیوں کی طرح چمک رہے تھے۔ وہ واقعی عمر حسن کی محبت کو کبھی نہیں سمجھ سکی تھی' جو اسے مارتا بھی تھا اور اس کی آنکھوں میں آنسو بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس کی بچکانہ حرکت نے اس کے احساسات مجروح کیے تھے وہ اب اسے کیا احساس دلاتی۔

"تم بہت بڑے دھوکے باز ہو عمر! میں تمہیں کبھی بھی نہیں سمجھ سکتی۔" اس کی شرٹ کو مٹھیوں میں بھینچے وہ گلوگیر

امید رضوان

السلام علیکم! میرا نام امید رضوان ہے میرا نام پتا نہیں کس نے رکھا۔ 9 ستمبر کے سلگتے ہوئے دن اس دنیا میں ٹھنڈک کا احساس بن کر تشریف لائی۔ تعلیم کی بات کی جائے تو میٹرک پاس ہوں اور ایف اے کررہی ہوں۔ میں ریڈیو بہت شوق سے سنتی ہوں۔ سید اقرار عباس میرے فیورٹ ہیں اور دل FM کے عتیق خان بہت زیادہ فیورٹ ہیں' ان کی آواز بہت پیاری ہے۔ بات اگر دوستوں کی جائے تو دوستیں بہت کم بناتی ہوں' میری دوستوں میں سدرہ' فاطمہ' اقراء' صفا' سلمٰی' رمشا' عروسہ' صنم میری کالج کی دوستیں ہیں۔ میری بیسٹ فرینڈ سدرہ ہے' اس کی آنکھیں مجھے بہت پسند ہیں۔

شاعروں کی بات کی جائے تو مجھے علامہ اقبال بہت پسند ہے ان کا ایک شعر جو مجھے بے حد پسند ہے۔

اگر ہوتی خون کے رشتوں میں وفا
تو نہ بکتے یوسف مصر کے بازاروں میں

میں ڈائجسٹ بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ آنچل کی بہت دیوانی ہوں' ہر ماہ کی 28' 29 کو آنچل خرید لیتی ہوں۔ ناولوں میں "جان" ناول بہت پسند ہے اس کے بعد "ہم سفر جو چلے جان سے گئے' تم میری زیست کا حاصل ہو' یہ چاہتیں یہ شدتیں" میرے فیورٹ ناول ہیں۔ اب میرا تعارف میری کزنز کے نام! میری کزنز ہیں آپی سمیرا' مبینہ' فاریہ' عائشہ' انعم' سدرہ وغیرہ کو سلام اور آپی سمیرا کے شہریار کو بہت زیادہ پیار۔ آخرت میں آنچل قارئین کو بہت سلام۔

آواز میں بولی تھی۔ وہ سفید لفافہ اس کے سامنے پڑا تھا' جسے اگر وہ صبح ہی چاک کرکے دیکھ لیتی تو اتنی اذیت برداشت نہ کرنی پڑتی جو صبح سے کررہی تھی۔ کچھ غلطی تو اپنی بھی تھی۔

''میں اتنا مشکل نہیں ہوں یار! یقین کرو۔'' تھوڑی اس کے سر پر ٹکاتے ہوئے اس نے طمانیت کا سانس بھرا' پھر اچانک کچھ یاد آنے پر بولا۔ ''ملیحہ سے ملوگی تم......؟ وہ تم سے ملنا چاہتی ہے۔''

''مجھے اس لڑکی سے کوئی مطلب نہیں۔'' عمر کے حصار سے نکلتے ہوئے وہ ناراضی سے بولی تھی۔ ''میں جانتی ہوں وہ تمہاری زندگی سے کبھی بھی نہیں نکل سکتی اور یہ تصویر...... اس سے کیا ثابت کرنا چاہتے ہو تم......؟'' وہ بیویوں والے مخصوص لڑاکا انداز میں اس سے الجھی تھی اور وہ اس کا خفا خفا انداز دیکھ کر ہنس پڑا تھا۔

''یہ ملیحہ اور اس کی مما جانی ہیں یعنی ایک تیمور کی محبت اور ایک میری...... میں نے سوچا ایک تیر سے دو شکار کرلوں مگر مجھے کیا پتا تم لفافہ چاک کرکے دیکھو گی ہی نہیں۔''

''کیا مطلب......؟'' وہ خوش گوار سی حیرت میں گھر کر اسے دیکھنے لگی۔

''تیمور جس لڑکی میں انٹرسٹڈ تھا وہ میری فرینڈ ملیحہ احمد ہی تو تھی۔ ہاں' ملیحہ میرے لیے پسندیدگی کے جذبات رکھتی تھی مگر میری اس میں دلچسپی صرف اس حد تک تھی کہ وہ میری اچھی دوست تھی۔ اگر تم سے میری ہنگامی شادی نہ ہوتی تو پھر یقیناً ملیحہ سے بہتر اور کوئی نہیں تھا مگر وہ تیمور کے ساتھ مجھ سے بھی زیادہ خوش رہ سکتی ہے۔'' اس کا لہجہ پُر یقین تھا۔

''تیمور کو یہ تصویر تمہارے کمرے سے ملی تھی۔ پھٹی ہوئی حالت میں...... ویسے یہ تصویر تمہارے کمرے میں آئی کیسے...... اور سچ بتاؤ' تم نے اسے پھاڑا کیوں تھا؟'' ذو معنی انداز میں کہتے ہوئے اس نے خاموش کھڑی رابعہ کو چھیڑا جو سر جھکا کر پہلی بار دھیرے سے مسکرائی تھی۔ یہ اعتراف مشکل تھا کہ اسے تب بھی عمر کی دوست سے حسد محسوس ہوا تھا۔ ''اچھا! اب سنبھال کر رکھنا اسے...... مما سے ملوگی؟ ملیحہ کی شادی کے سلسلے میں پاکستان آئی ہوئی ہیں۔'' جس عورت سے وہ خود ایک بار بھی نہیں ملا تھا' اس سے ملنے کی رابعہ کو آفر کررہا تھا اور بھلا اسے کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ وہ شانے اچکاتے ہوئے دھیرے سے ہنس کر بولی۔

''یہ تو میرے لیے خوشی کی بات ہے......''

''اچھا! پھر تو ملیحہ کو بھی لگے ہاتھوں مل آؤ' شادی کی سب تیاریاں مکمل ہیں صرف رخصتی شارجہ سے ہوگی اور وہ دونوں آج رات کی فلائٹ سے واپس جارہے ہیں۔''

''او کے جناب اور جو اپنی شادی کا کارڈ بھیجا تھا وہ......'' اسے کچھ یاد آیا تو تنک کر بولی۔ وہ کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

''ہاں تو ٹھیک ہی بھیجا تھا' شادی کی ساری رسومات دوبارہ سے دہرائیں گے' کیا ہوا جو نکاح نہیں ہوگا۔ باقی سب مما کے ہاتھوں ہی ہوگا۔ بیٹی کے ساتھ بیٹے کو بھی دلہا بنا دیکھ لیں گی۔''

''تمہارا بچپنا کبھی رخصت نہیں ہوگا۔'' رابعہ کو اس کی پلاننگ پر ہنسی آئی۔

''تو رخصت کرنا بھی کیوں ہے یار! ابھی عمر پڑی ہے بوڑھا ہونے میں......'' اس کی سرخ ناک کو زور سے دباتے ہوئے وہ زندہ دلی سے بولا تو وہ اس کا ہاتھ پیچھے جھٹکتے ہوئے اپنی نازک ناک سہلاتے ہوئے خفگی سے بولی۔

''ملیحہ کو سی آف کرنے جانا ہے یا نہیں...... باہر ویسے ہی نئے سال کا جشن منانے والوں نے اودھم مچا رکھا ہے۔ اب نکلیں تو وقت پر پہنچیں گے۔''

''ضرور' کیوں نہیں! جلدی سے تیار ہوجاؤ۔ اس فضول سے حلیے میں تو میں تمہیں لے جانے سے رہا۔''

''اونہہ! خود تم کہاں کے پرنس ہو؟'' اسے مصنوعی خفگی سے ڈانٹتے ہوئے وہ وارڈ روب کھول کر کھڑی ہوگئی۔

''میں نے سنا تھا تیمور نے شادی کے دنوں میں تمہیں بہت شاپنگ کروائی تھی؟'' کیمل کلر کا دیدہ زیب سوٹ نکالتے ہوئے رابعہ کے ہاتھ بُری طرح ٹھٹکے۔ وہ الجھ کر پلٹی۔

''تو......؟''

''کچھ نہیں...... بس آج ایک حساب چکا دیا۔'' دلچسپی سے اسے دیکھتے ہوئے وہ بات گول کرگیا۔ رابعہ نے بے نیازی سے شانے اچکائے۔ ''تم تیار ہوجاؤ میں ملیحہ کو ایک کال کرکے آتا ہوں۔'' شریری نظروں سے اسے دیکھتا وہ سیل فون ہاتھ میں لیے ٹیرس کی طرف پلٹا اور رابعہ سر جھٹک کر دھیرے سے ہنس دی۔ ''پوچھو گی نہیں کال کرکے اسے کیا کہوں گا؟'' تھوڑی دور جاکر وہ ایڑیوں کے بل پلٹا۔ رابعہ نے دھیرے سے نفی میں سر ہلادیا۔ ''وہ مجھ سے ناراض ہے نا! اسے منانا ہے۔'' وہ خود ہی ڈھیٹ بن کر بتانے لگا۔

''ناراض کیوں ہے؟''

''وہ کہتی ہے محبتوں میں جھک جانا' رشتوں کو ناراض کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ کیا سچ ہے یہ؟'' وہ شریری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا اور وہ سمجھ کر مسکرادی۔

''بالکل!''

''تم بہت عزیز ہو اسے اور میں نے جس طریقے سے تمہیں ستایا' اس پر بہت غصہ ہے اسے...... لیکن اب ہم دونوں کو اکٹھا دیکھے گی تو ساری شکایتیں دور ہوجائیں گی۔''

''پھر فون مت کرو' اسے اچانک سرپرائز دیں گے۔'' اس انجانی لڑکی کی اپنے لیے محبت اُسے ایک پل کے لیے شرمندہ کرگئی تھی تبھی سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے وہ بھی محبت سے بولی تھی۔ عمر اپنے گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے دھیرے سے ہنس پڑا تھا۔

''تو چلو اسے منانے اور رخصت کرنے چلتے ہیں۔'' وہ پلٹ کر اس کی طرف آیا تھا۔

''صبر کرو' چینج تو کرلوں۔'' وہ مسکراتی ہوئی اس کے سامنے سے ہٹنے لگی تھی کہ اچانک وہ سامنے آیا۔

''پھر میری پسند کا ڈریس پہنو۔'' ڈنگر اس کے ہاتھ سے چھینتے ہوئے وہ پیار بھری دھونس سے بولا تھا اور وہ اس کی زبردستی پر کھول کر رہ گئی۔

''عمر!'' وہ دبی دبی آواز میں احتجاجاً چلائی تھی۔

''کیا ہے؟'' دوسری طرف اس کی آنکھوں میں ہنوز شرارت رقص کررہی تھی۔

''تم کبھی نہیں سدھر سکتے۔'' خفگی کے باوجود وہ ہنس پڑی تھی اور اگلے ہی پل عمر حسن کا جان دار قہقہہ پورے کمرے میں گونجا تھا۔

محبت اس پر ابر بن کر برسی تھی اور اسے بھی اس بارش میں کتنا بھیگنا تھا وہ خود نہیں جانتا تھا اور ابھی تو سارا ولید کی محبت سے بھی اپنا حصہ وصول کرنا تھا۔ کچھ دیر بعد رابعہ کے سنگ گھر سے نکلتے ہوئے وہ اپنے دل کی دھڑکنوں کو شمار کررہا تھا۔ ایک محبت اس کی مٹھی میں تھی اور دوسری کو ابھی مٹھیوں میں قید کرنا تھا۔ دل جس نام پر رکتا اور دھڑکتا تھا' اس سے ملنے کا تصور ہی بڑا دلنشین تھا۔ رابعہ کن انکھیوں سے اسے ڈرائیونگ کرتا دیکھ رہی تھی۔ خوشی اس کے چہرے سے پھوٹی پڑ رہی تھی جو اس کے چہرے کو اور بھی دلکش بنارہی تھی۔ اس نے سرعت سے نظریں چرائیں مبادا اس کی نظر ہی نہ لگ جائے اور پھر کھڑکی کے پار دیکھنے لگی۔ باہر رم جھم بارش جاری تھی۔ رات کی تاریکی بھی ہر سو پھیلی ہوئی تھی۔ مگر اب باہر کا ہر منظر اسے دلکش لگ رہا تھا۔ واقعی دل کے موسم اچھے ہوں تو سارے موسم اچھے ہیں اور رابعہ عمر کے دل کا موسم بھی بدل گیا تھا' اب وہاں بہار تھی اور عمر حسن کی محبتوں کی بارش......!

صبحِ نو

راحت وفا

کبھی کسی کو مکمل جہاں نہیں ملتا
کہیں زمیں تو کہیں آسماں نہیں ملتا
بجھا سکا ہے بھلا کون وقت کے شعلے
یہ ایسی آگ ہے جس میں دھواں نہیں ملتا

ٹریفک کے اژدھام میں گاڑی کا پھنسنا اسے سخت ناگوار لگتا تھا۔ کوفت اور غصے سے اسٹیئرنگ پر مکا مار کے خود کو تسکین دینے کی کوشش کی۔ بھوک سے پیٹ میں چوہے کشتی لڑ رہے تھے۔ کوشش تھی کہ دس منٹ میں گھر پہنچ کر کھانا کھائے گا۔ لیکن پورے دس منٹ ہو گئے تھے۔ مین چوراہے پر رکے ہوئے بے ترتیب گاڑیاں، رکشا، ویگنیں، موٹر سائیکلیں، سائیکلیں کھڑی تھیں۔ دور دور تک صرف ٹریفک تھا۔ بہت آگے انسانی سروں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلا اور معاملہ جاننے کے لیے آگے گاڑی والوں سے پوچھنے کے بعد پتا چلا کہ کلرکوں کی احتجاجی ریلی ہے۔ انہوں نے راستا بند کر رکھا ہے۔ لہٰذا یہاں سے واپسی کے لیے واپس مڑنا ضروری تھا۔ سب اپنی اپنی سواریاں ریورس کر رہے تھے اس نے بھی گاڑی کی طرف قدم بڑھائے لیکن قریب پہنچنے پر وہ بری طرح ٹھٹکا اور فرنٹ ڈور کھول کر جلدی سے بیٹھا۔

''اے کون ہو تم اور میری گاڑی میں کیسے بیٹھیں۔'' اپنی جانب دیکھتی بڑی بڑی آنکھوں والی لڑکی سے بولا۔

''میں لڑکی ہوں اور یہ دروازہ کھول کے بیٹھی ہوں۔'' بڑی معصومیت سے بتایا گیا تو اسے کرنٹ چھو گیا۔

''یہ تو میں بھی دیکھ رہا ہوں کہ لڑکی ہو، دروازہ کھول کے کیسے بیٹھ گئیں۔''

''اب دوبارہ بیٹھ کر دکھاؤں۔'' مزید معصومیت سے پوچھا گیا۔

''شٹ اپ اتریں میری گاڑی سے۔'' وہ لوگوں کے خیال سے خاصی مدہم مگر غصیلی آواز میں بولا۔

''پلیز مجھے غلط نہ سمجھیں میں بہت مشکل میں ہوں۔'' وہ بڑی بڑی آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔

''سو واٹ۔'' اسے تعجب ہوا۔

''پلیز یہاں سے چلیں میں بتاتی ہوں۔'' اس نے منت کی۔

''لیکن......!'' وہ چاروں طرف سے لوگوں کو اپنی جانب دیکھتا پا کر گاڑی اسٹارٹ کرنے پر مجبور ہو گیا۔ دھیرے دھیرے گاڑی ریورس کرتے ہوئے سیدھی کرنے میں کامیابی ملی پرسکون جگہ پر گاڑی روک کر

اس سے مخاطب ہوا۔ مگر وہ باہر مکئی کے دانے بھوننے والے ایک سرخ وسپید پٹھان بچے کو تک رہی تھی۔

"اے چلو اترو گاڑی سے۔" اس نے کہا۔

"مجھے مکئی کے دانے لے دو۔" وہ بے پروائی سے بولی۔

"وہاٹ اے محترمہ کیا پرابلم ہے تمہارا۔" اذان ترمذی پھٹ پڑا۔

"مجھے بھوک لگی ہے۔" سہمی سہمی سی بولی تو اسے مزید پتنگے لگ گئے۔

"میں نے پرابلم پوچھا ہے۔"

"تو بتایا ہے نا بھوک لگی ہے۔" اس نے دہرایا۔

"اوہ گاڈ اترو نکلو۔" وہ فرنٹ ڈور کھول کر باہر نکلا اور اس کی طرف آ کر اس کا دروازہ کھولتے ہوئے چلایا۔

"مجھے بھوک لگی ہے۔" وہ دھیرے سے بولی۔

"تو زہر کھاؤ میری جان چھوڑو تم تو کوئی چور اچکی لگتی ہو، پولیس کے حوالے کردیا تو عمر بھر جیل میں چکی پیسو گی۔" اذان کا پرابلم یہ تھا کہ وہ سڑک پر کوئی تماشا نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے دانت کچکچاتے ہوئے بولا۔

"نہیں، میں چور نہیں ہوں۔" پہلا موقع تھا کہ وہ زور سے بولی جیسے اسے یہ بات بہت بری لگی تھی۔

"تو اور کیا ہو۔"

"میں صبح ہوں۔" اس نے بتایا۔

"صبح ہو یا شام پلیز گاڑی سے اترو۔" وہ جھنجلایا۔

"میرا نام صبح ہے مجھے یوں تنہا نہ چھوڑیں۔"

"یا خدا تمہارا دماغ چل گیا ہے کیوں میرے پیچھے پڑی ہو؟" وہ بہت مشتعل ہو کر چلایا۔ مگر عین اسی وقت ڈیش بورڈ پر رکھا موبائل فون بجنے لگا تو اسے واپس ڈرائیونگ سیٹ پر آنا پڑا۔

"ہاں ہیلو۔"

"کیا؟ مگر بی جان میں فوراً نہیں آسکتا۔" اذان ترمذی نے گھور کر اسے دیکھا اور فون پر کہا۔ مگر دوسری طرف شاید آرڈر سخت تھا۔

"اوکے میں آتا ہوں۔ جی ابھی آتا ہوں۔" اس کا لہجہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ فون آف کر کے طویل سرد آہ بھری اور اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

"اے محترمہ چلو اترو مجھے اپنے گھر جانا ہے۔ سنا تم نے۔" وہ غصے سے چلایا۔ تو وہ ڈری سی سفید فلیٹ چپل میں مضطرب اپنے نرم ونازک پیروں کو دیکھنے لگی۔

"بولتی کیوں نہیں ہو۔"

"مجھے کھانا کھلادو کچھ بھی، پھر میں چلی جاؤں گی۔" وہ بڑے اطمینان سے بولی۔

تو اذان ترمذی نے بے بسی سے اپنا ماتھا پیٹ لیا۔ کچھ دیر سوچا پھر یہی مناسب سمجھا کہ جس گھر میں نوکروں کی فوج کھانا کھاتی ہے وہاں اس کے لیے بھی کھانا مل جائے گا۔ یہی سوچ کر اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور دوڑانے لگا۔

☆☆......❀......☆☆

"زبیدہ احمد بخش، مراد کہاں مر گئے سب لوگ۔"

گاڑی بند کر کے اندر کے داخلی دروازے سے وہ ملازمین کو آوازیں دیتا ہوا اندر داخل ہوا تھا۔ بی جان کے ذہن کو حیرت کا جھٹکا لگا۔ انہیں پکارنے والا لاڈلا پوتا ملازمین کے نام لیتا ہوا آرہا ہے۔

"اذان۔"

"بی جان یہ سب ملازم......!"

"سب مصروف ہیں مگر آپ کو ان کی کیا ضرورت پڑ گئی۔"

"وہ باہر ایک بھوکی بلائے جان بیٹھی ہے اسے کچھ کھانا بھجوادیں۔" وہ بے پروائی سے کہتا ہوا آگے بڑھنے لگا تو وہ بولیں۔

"کون، کس کی بات کر رہے ہو؟"

"اوہو بی جان ایک لڑکی باہر ہے اسے کھانا چاہیے اور بس بھیج دیں۔"

"مگر بھتیجے کون لڑکی ہے؟ کیا آپ نے لڑکیوں کی خدمت سروسز شروع کردی ہیں۔" حنان ترمذی نے شرارت بھرا لقمہ لگایا تو وہ چلا پڑا۔

"جی ہاں آپ کا بھتیجا ہوں ایسے کام تو کروں گا۔"

"بھئی ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا ہم باہر جاکر دیکھتے ہیں۔" بی جان ان دونوں کو چھوڑ کر باہر کی طرف چلی گئیں۔

"اب بتاؤ بھتیجے کیا چکر ہے؟" حنان ترمذی نے خاصی رازداری سے پوچھا تو اسے غصہ آگیا۔

"حنی چاچو یار آپ بھی بس......!"

"کون ہے؟" حنان ترمذی نے اپنے روایتی بے پروا انداز میں پوچھا۔

"یار چاچو! ایک بھوکی لڑکی ہے بس کھانا کھانے آئی ہے۔" وہ جھنجلا کر بولا۔

"واہ! کیا انٹری ہے وہ بھی سجل کی آمد کے ساتھ۔" حنان ترمذی نے شرارت بھرا لقمہ لگایا۔

"چاچو! آپ جاکر مل لیں۔ میرے لیے سجل ہی کافی ہے۔" وہ کہتا ہوا اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تو حنان ترمذی مسکرا دیے۔ آٹھ سال بڑے حنان ترمذی اور اکلوتے بھتیجے میں ہر طرح کی بے تکلفی تھی، بہت محبت تھی۔ بڑے بھائی کے انتقال کے بعد اذان ان کی اور بی جان کی آنکھوں کا تارا تھا۔ یونیورسٹی میں حنان ترمذی کو اپنی کلاس فیلو دانیہ سے محبت ہوئی مگر بی جان کو غریب گھرانے کی دانیہ پسند نہ آئی یوں ان کے سخت فیصلے کے باعث حنان ترمذی کی محبت حسرت میں بدل گئی۔ انہوں نے پھر ہر لڑکی کو مسترد کرنا اور شادی نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ بی جان تھک ہار کے چپ ہوگئیں۔ اذان انگلینڈ سے پڑھائی مکمل کر کے لوٹا تو بی جان نے سجل کی فوٹو اس کے سامنے رکھ دی اور سوچنے کو ایک رات دی۔ اذان کے دل ودماغ کی سلیٹ بالکل صاف تھی اس لیے خوب صورت سجل کا نام لکھ کر اس نے اوکے کردیا۔

بی جان کی دور کی رشتے دار نگہت بیگ کی پوتی سجل اذان کے لیے منتخب ہوئی۔ سجل اپنی تعلیم مکمل کر کے پاکستان لوٹی تھی۔ اذان اور اس کے درمیان ایک خاموش رشتا تھا مگر باقاعدہ تعارف اور جان پہچان کے لیے سجل کو پہلی بار لاہور بھیجا گیا تھا تاکہ دونوں ایک دوسرے کو اچھی طرح جان لیں۔ اس نے تین بجے کی فلائٹ سے پہنچنا تھا۔ اذان نے اسے ایئر پورٹ سے لینا تھا۔ دوپہر کے کھانے کی پرتکلف تیاری ہورہی تھی۔ تمام ملازمین روبوٹ کی مانند حرکت میں تھے۔ مگر اذان کے آنے پر جو صورت حال سامنے آئی تھی وہ غیر متوقع تھی۔ کسی اجنبی لڑکی کو ہمراہ لانا۔

"اللہ خیر کرے۔" حنان ترمذی نے دھیرے سے دعا کی۔ اور خود بھی باہر آگئے مگر باہر عالم ہی کچھ اور تھا۔

تیزی سے کھانا کھانے میں مصروف لڑکی نے سر اٹھا کر حنان ترمذی کی طرف دیکھا اور مسکرا کر بولی۔

"کھانا بہت مزے کا ہے، مگر یہ پھلکا اچھا نہیں۔ یہاں کسی کو پھلکا بنانا نہیں آتا۔" اتنی سادگی اور بے تکلفی سے کہا گیا کہ حنان ترمزی کو شدید جھٹکا سا تعجب نے لگایا۔ وہ کچھ بول بھی نہیں پائے تھے کہ اس نے جلدی سے کھانا کھا کر منہ ہی منہ میں اللہ کا شکر ادا کیا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپ مجھے وہ جگہ دکھادیں جہاں گندے برتن جمع ہوتے ہیں میں دھودیتی ہوں۔"

"ارے نہیں، ملازم ہیں وہ دھو لیتے ہیں۔" حنان ترمذی بولے۔

"پھر میں کھانے کے بدلے کیا کروں؟" بڑی

معصومیت سے اس نے پوچھا۔

"کیوں شرمندہ کرتی ہو، کھانے کا بدلہ کیا ہوتا ہے؟"

"اچھا لیکن مجھے تو یہی پتا ہے کہ ایک کھانے کے بدلے میں بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔" ایک دم ہی اس کے حسین چہرے کے گلاب مرجھا گئے۔ حنان ترمذی نے واضح طور پر دیکھا۔

"مطلب؟"

"مطلب میں نے آج تک بنا بدلے کے بھوک نہیں مٹائی۔"

"اوہ پھر ایسا کرو مجھے ایک گلاس پانی لاکر پلا دو۔ پورا ہو جائے گا۔" وہ اطمینان سے بولے۔

"بس پانی سے۔" اس نے غیر یقینی نظروں سے انہیں دیکھا۔

"حنان یہ کیا ہو رہا ہے۔" بی جان اسی طرف آتے ہوئے بولیں۔ تو وہ ذرا سے دور ہو کر کھڑے ہو گئے۔

"میں پانی لے کر آتی ہوں۔" وہ بی جان کی پروا کیے بغیر بڑی بے باکی سے اندر چلی گئی۔

"یہ یہ کیا تماشا ہے حنان؟" بی جان نے لتاڑا۔

"وہ میرے لیے پانی لینے گئی ہے۔" بڑے تحمل سے وہ بولے۔

"کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے۔"

"پاگل ہے بی جان بس نکال باہر کریں۔" اذان نے تیار ہو کر آتے ہوئے کہا۔

"مگر آپ کیوں ساتھ لائے؟"

"زبردستی مسلط ہو گئی۔" اذان نے کہا اور گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

"مجبور سی لگتی ہے اچھی نیچر کی ہے۔" حنان نے ڈرتے ڈرتے وکالت کی تو وہ بھڑک اٹھیں۔

"تو گھر میں رکھ لیں۔"

"اس سے پوچھ لیں۔"

"جاؤ اپنا کام کرو، ہم خود دیکھ لیں گے۔"

بی جان نے انہیں چلتا کیا اور خود اس کا بازو پکڑ کر اپنے کمرے میں لے آئیں اس سے اتنی محبت اور اپنائیت سے پوچھا کہ اس نے اپنے بارے میں صاف صاف بتا دیا۔ بی جان رنجیدہ سی ہو گئیں پھر اسے گلے سے لگا کر ایک جملہ کہا۔

"صبح بیٹی! تمہارے سوتیلے چچا اتنے ظالم ہو سکتے ہیں کہ تمہیں بھوکا پیاسا گھر سے نکال دیں۔ ہمارے دل گھر سے بڑے ہیں کسی دارالامان کی ضرورت نہیں آرام سے یہاں رہو۔"

"میں سب کام کروں گی۔" وہ پھول کی طرح کھل اٹھی۔

اس نے جیسا کہا ویسا ہی کر کے دکھایا۔ بے تکلفی سے بڑی تندہی سے وہ گھر کے کاموں میں مصروف ہو گئی۔ اذان کو بی جان کی ذہنی حالت پر شک ہوا۔ اس نے سجل کے سامنے مصلحتاً زبان بند رکھی۔ البتہ حنان کے لبوں پر دھیمی دھیمی مسکان تھی۔ سجل کو اپنی ذات کے سوا شاید کسی میں دلچسپی نہیں تھی۔ اپنی لٹ سے کھیلنے اور موبائل میں منسلک رہنے کے علاوہ کچھ ضروری نہیں تھا۔ بی جان نے کھانے کی میز پر بڑھ بڑھ کر اسے چیزیں پیش کیں۔ مگر وہ ادا سے نو نو کہہ کر انکار کرتی رہی۔

"سجل مجھے فش کباب بہت پسند ہیں یہ لو۔" اذان نے کہا تو وہ قطعاً انجان بن کر بولی۔

"تو آپ کھائیں۔"

عین پیچھے کھڑی صبح نے بے تکلفی سے کہا۔

"مجھے بھی بہت پسند ہیں۔" بی جان، حنان اور اذان نے حیرت سے اس کے سادہ سے چہرے کو دیکھا۔ سجل نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔ ایکسکیوزمی کہہ کر ٹیبل سے اٹھ گئی۔ اذان نے ناگوار نظروں سے بی

جان کو دیکھا۔
"صبح یہ کباب کھاؤ' بلکہ آؤ سب کچھ کھاؤ۔" بی جان نے بہت پیار سے کہا تو اذان پھٹ پڑا۔
"حد ہوتی ہے بی جان' نہ جان نہ پہچان جس پر چاہیں مہربان ہو جائیں' کیا جانتی ہیں آپ اس کے بارے میں۔"
"جو بھی اس نے بتایا۔" وہ بولیں۔
"اور آپ نے اعتبار کرلیا۔" وہ چڑ گیا۔
"ہاں یار' جیسے سجل پر اعتبار کیا کہ وہ کس عادت کی ہے کس انداز کی ہے؟ اب یہ الگ بات ہے کہ وہ ویسی نہیں جیسا ہمیں بتایا گیا۔" حنان ترمذی نے چبھتا ہوا لہجہ شکر میں ڈپ کرلیا۔
"جو دل چاہے کریں' مجھے کچھ نہ کہیے گا پھر۔" وہ صبح کی طرف سے باخبر کرکے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔
"کاشانہ ترمذی" میں ایک ناقابل یقین تبدیل آئی تھی۔ دو متضاد مزاج کے باعث کچھ عجیب سے حالات و واقعات رونما ہو رہے تھے۔ اذان کی ہر ممکنہ کوشش تھی کہ صبح اپنے گھر جائے۔ اس کا خیال کسی حد تک ٹھیک بھی تھا۔ مگر بی جان نے خود ڈرائیور کے ساتھ جاکر تحقیق کی تھی۔ وہ اپنے سوتیلے چچا کے گھر ایک ملازمہ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ اس کی روٹی گھر کے ہر کام کے بعد بھی اس پر بھاری تھی۔ بی جان کا دل رشتوں کی اس سفاکی پر بھر آیا۔ انہیں خوشی ہوئی کہ صبح نے جو بتایا وہ سچ تھا۔ ان کے گھر میں نوکروں کی کمی نہیں تھی۔ اس لیے انہیں صبح کی صورت میں شاید پیاری سی بیٹی مل گئی تھی۔ جو ہشاش بشاش سب کی خدمت کے لیے گھر میں بھاگتی دوڑتی نظر آتی۔
اس وقت بھی سب لان میں موجود تھے۔ اذان اور سجل کچھ دیر بعد وہاں آئے حسب معمول سجل کی کسی میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ صبح ٹرے میں چاکلیٹ آئس کریم کا بڑا سائز پیک اور شیشے کی نازک پیالیاں چمچ لیے آگئی۔
"یہ لیں آئس کریم آپ کی پسند کی۔" اس نے براہ راست اذان کی آنکھوں کے سامنے ٹرے نچائی تو اسے اچھا نہیں لگا۔
"آپ سے کس نے کہا کہ مجھے یہ فلیور پسند ہے۔"
"میرے ذہن نے۔" وہ سادگی بولی۔
"اس میں غلط کیا ہے یار آپ کو پسند تو ہے۔" حنان نے مسکرا کر مزا لیا۔
"نہیں پسند تو پھینک دیں۔" سجل نے بے پروائی سے گفتگو میں حصہ لیا۔
"اور ان سب کی پسند۔" اذان نے دوسرا طریقہ اختیار کیا۔
"ہم تو آپ کی پسند کی ہر چیز کھا لیتے ہیں۔ بلکہ آپ کی پسند کو جی جان سے لگا لیتے ہیں۔" حنان نے ترچھی آنکھ سے سرد مزاج سجل کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"پلیز چاچو! ان محترمہ کو سمجھا دیں انہیں الہام ہوتا ہے کہ مجھے کیا پسند ہے اور کیا چاہیے؟" وہ یہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔
"سجل! بیٹا جاؤ تو اذان کو لے کر آؤ۔" بی جان نے موبائل سے کھیلتی سجل کو مخاطب کیا۔
"جی چھوڑیں آنٹی خود ہی آجائے گا۔" وہ بے زاری سے جواب دے کر خاموش ہوگئی مگر صبح چھلاوے کی مانند اس کے کمرے میں پہنچ گئی۔
"یہ یہ رات کے ڈنر کے لیے تم نے سوٹ نکالا ہے اور یہ شرٹ' ٹائی۔" اسے دیکھ کر بیڈ کے کنارے پر رکھے سموک گرے ٹو پیس سوٹ سافٹ کلر شرٹ اور ریڈ میرون ٹائی دیکھ کر پوچھ بیٹھا۔
"اور یہ جوتے اور جرابیں بھی۔" وہ بڑے پر اطمینان انداز میں بولی۔
"دیکھ رہا ہوں مگر......!" وہ دبے دبے غصے کے ساتھ بولا۔
"مگر کیا' یہ آپ کا پسندیدہ سوٹ نہیں کیا؟"
"ہے لیکن۔" وہ گڑبڑایا۔
"پھر لیکن چھوڑیں اور چلیں باہر۔"
"مجھے نہیں جانا۔"
"بی جان بلا رہی ہیں۔" اس نے اس طرح کہا کہ اسے آنا پڑا۔ مگر سجل وہاں سے اٹھ کر جا رہی تھی' اذان کی آمد اس کے لیے غیر اہم تھی۔ اذان نے محسوس کیا۔
"کھاؤ یار' ساری آئس کریم کا مزا خراب کردیا۔" حنان ترمذی بولے۔
"صبح بیٹا آپ حنان کے ساتھ جاؤ اپنے لیے کپڑے وغیرہ لے آؤ۔"
"نہیں بس آپ نے دیے تو ہیں مجھے پیٹ بھر روٹی چاہیے تھی اور کچھ نہیں۔" وہ بہت نرمی سے بولی۔
"یہ روٹی روٹی کی تکرار کب بند ہوگی۔ جانے کیا عزائم ہیں تمہارے۔" اذان نے یکدم تلخ لہجہ اختیار کیا۔
"اذان! ایسے نہیں بولتے۔" بی جان کو برا لگا۔
"چلو صبح آپ میرے ساتھ چلو۔" حنان ترمذی نے انتہائی محبت سے کہا۔ تو وہ مسکرا دی۔
"یہ لڑکی کچھ اور ہے آپ ٹھیک نہیں کر رہیں۔" اذان نے ان دونوں کے جانے کے بعد متنبہ کیا۔
"شاید ٹھیک تو ہم سجل کے لیے بھی نہیں کر رہے۔" بی جان نے متفکر سا ذومعنی انداز اختیار کیا۔
سپر اسٹور کی بھیڑ میں حنان ترمذی اس کی حرکات و سکنات دیکھ دیکھ کر متحیر تھے۔ وہ کسی کے بچے کو پیار کرتی تو کسی کے فرش کو چھوتے پلو کو اٹھا کر ہاتھ میں تھما دیتی کسی کو کاؤنٹر پر اپنا موبائل فون نہیں مل رہا تھا تو وہ مددگار بن گئی۔ حنان نے کچھ دیر کے بعد نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما اور ایک طرف لے جاتے ہوئے بولے۔
"اب اپنے لیے بھی وقت نکال لو' جو خریدنا ہے وہ دیکھو۔"
"آپ کچھ بھی لے دیں بس مجھے کیا پتا۔"
"ہیں لیکن لوگوں کو تو آپ بڑھ بڑھ کر مشورے دے رہی تھیں۔"
"سب کے ساتھ تو اچھے طریقے سے پیش آنا چاہیے اپنا کیا ہے' ویسے بھی میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد کسی کے دیے کپڑے ہی پہنے ہیں۔" ڈھیر ساری نمی اس کی مسکراتی آنکھوں میں سما گئی۔ حنان کا دل دکھی ہوگیا۔ پھر انہوں نے اس کو مجبور کرکے ڈھیر ساری شاپنگ کرادی۔
واپسی پر سارے راستے وہ بہت خوش تھی۔ ہزارہا باتیں کرتی رہی حنان کو یہ دھان پان سی صبح لمحہ بہ لمحہ متاثر کرتی رہی۔ رات بستر پر لیٹے وہ کافی دیر اس کے بارے میں سوچتے رہے۔ ٹھیک بارہ بجے جب اذان کچھ مضطرب سا ان کے کمرے میں آیا تو وہ چونک اٹھے۔
"چاچو یہ سجل کیا ہے؟"
"لڑکی ہے اور کیا ہے۔" وہ تکیے سے ٹیک لگاتے ہوئے بولے۔
"بات کرتی ہے' نا اسے کوئی انٹرسٹ ہے صرف اپنی ذات میں مگن۔" وہ جھنجلایا۔
"تو کیا ہوا؟"
"میں نے بھینس کے ساتھ شادی نہیں کرنی وہ کوئی رسپانس نہیں کرتی۔"
"تمہیں کیا لگتا ہے کہ وہ تمہیں ویسے پسند ہے۔"

حنان نے گویا اس کے دل پر ہاتھ رکھ دیا۔
"شاید ہاں کتنی حسین تو ہے؟"
"تو ٹھیک ہے پھر شادی کرلو۔"
"وہ کچھ بولے تو' نہ کوئی بات کرتی ہے نہ آنکھ اٹھا کر دیکھتی ہے۔"
"وہ اس کا مزاج ہے۔"
"مگر میں اسے کیسے سمجھوں' جبکہ دو دن بعد اس کی واپسی ہے۔"
"اس سے کھل کر بات کرو۔"
"میں بات کرنے ہی گیا تھا۔ باہر لان میں کتنا خوب صورت موسم ہے چاندنی رات ہے۔ مگر اس نے بڑے سرسری انداز میں کہا۔
"اذان! صبح سے کہہ دو مجھے جلدی نہ اٹھائے۔" اس نے نقل اتاری۔
"ہا' ہا' ہا۔" حنان ہنستے ہوئے بولے۔
"تو پھر صبح کو کہہ دیا۔"
"وہ تو جیسے میرے تعاقب میں رہتی ہے لان میں خود بخود آ گئی۔"
"اس کو کہتے ہیں دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔" حنان بولے۔
"ہنہ' مذاق نہ اڑائیں' اسے آپ نے اور بی جان نے سر چڑھا رکھا ہے ہاتھ دکھا کر جائے گی۔" وہ بھنا اٹھا۔
"کبھی تم نے اسے غور سے دیکھا ہے وہ منفرد سا حسن رکھتی ہے جو سجل میں دیکھنا چاہتے ہو وہ سب اس میں موجود ہے۔" حنان نے کہا۔
"اب سو جائیں بس۔" وہ چڑ کر چلا گیا۔ تو صبح چھپاک کر کے ان کے دماغ کے نہاں خانوں میں مسکرانے لگی۔
پھر اگلی صبح ناشتے کی میز پر حنان نے دلچسپ نظروں سے اذان کی طرف دیکھا وہ گم سم سا تھا۔ پلیٹ میں ٹوسٹ رکھے جانے کیا سوچ رہا تھا۔ صبح نے چائے بنا کر سامنے رکھی اور بولی۔
"آج آپ نے ورزش نہیں کی اس لیے تر و تازہ نہیں ہیں۔" وہ چونکا' بی جان نے بھی محسوس کیا۔
"تم مجھے اتنا نوٹس کیوں کرتی ہو' اپنے کمنٹس اپنے پاس رکھا کرو۔" وہ کرسی پیچھے دھکیل کر اٹھا اور آفس کے لیے چلا گیا۔ صبح شرمندہ سی ہوگئی۔
"اذان کو کیا ہوگیا ہے؟" بی جان پریشان ہوگئیں۔
"میں ابھی آتی ہوں۔" صبح کچھ سوچ کر باہر کی طرف بھاگی اس کا خیال درست تھا وہ ابھی گاڑی تک پہنچا ہی تھا کہ اس نے جالیا۔
"بی جان آپ کی وجہ سے فکر مند ہیں۔"
"اپنا کام کرو۔"
"اچھا آپ اپنا کام تو ٹھیک سے کرلیں۔" اس نے اس کے پیروں کی طرف دیکھا تو اس نے بھی نگاہوں کا تعاقب کیا اور کچھ سمجھ میں نہ آیا۔
"کیا مطلب ہے؟"
"اپنی جراب بدل لیں ایک کالی ہے اور ایک نیلی۔" وہ یہ کہہ کر اندر چلی گئی۔ تو اس کی جھنجلاہٹ شرمندگی میں بدل گئی۔ اندر آنا پڑا حنان ترمذی اور بی جان کو سخت حیرت ہوئی اذان جھینپا جھینپا سا کمرے کی طرف کیوں جا رہا ہے؟ تھوڑی دیر بعد واپس آیا تو نظریں چرا کر چلا گیا۔
"بی جان سجل میری فہم کے مطابق اذان کو سوٹ نہیں کرتی۔" حنان بولے۔
"مزاج کی بہت مختلف نکلی ہے' بچپن میں تو ایسی نہیں تھی۔ آپ اذان سے پوچھو۔" وہ بولیں۔
"کیا پوچھنا اس کے تیور بتا رہے ہیں۔"

"مطلب اس نے ذکر کیا ہے۔"
"ہاں' آپ سجل سے بات کریں اس کی ذرا سی بھی اذان میں دلچسپی نہیں ہے۔"
"تو آپ سجل سے بات کرو۔"
"نہیں' میں اذان کو سمجھتا ہوں وہ خود پوچھے۔" وہ یہ کہہ کر ان کے پاس سے اٹھ گئے۔

☆☆......❀......☆☆

آفس میں حنان ترمذی نے اذان کو اچھی طرح سمجھا دیا کہ اسے سجل سے کیا بات کرنی چاہیے۔ اذان نے واپسی پر ویسا ہی ارادہ کر کے سجل کے کمرے کا رخ کیا وہ میوزک سے لطف اندوز ہو رہی تھی اور نیل کلر لگانے میں محو تھی کہ اس کی غیر متوقع آمد پر ہلکا سا سر اٹھا کر دیکھا۔ اذان نے میوزک پلیئر آف کیا اور مسکرا کر اس کے بیڈ کے قریب کرسی پر بیٹھ گیا۔
"سجل باہر چلیں۔"
"کہاں باہر؟"
"باہر لانگ ڈرائیو پر یا......!"
"اذان میری فلائٹ کا ٹائم تو کنفرم کرا دیا۔" اس نے اس کی بات نظر انداز کردی۔
"حد ہے یار' میں آپ سے کیا کہہ رہا ہوں اور آپ کیا کہہ رہی ہیں۔" وہ بھنا اٹھا۔
"کوئی اتنی غلط بات تو نہیں کی میں نے۔"
"نہیں' میں نے غلط پوچھ لیا۔"
"کوئی ضروری تو نہیں کہ ایک ہی بات دونوں کریں۔"
"کوئی ضروری نہیں' بلکہ کچھ بھی ضروری نہیں۔" وہ طیش میں بولا۔
"مطلب؟"
"کوئی ضروری نہیں کہ آپ اور ہم شریک سفر ہیں۔" اس کے جملے میں طنز تھا۔
"ہاں' میں نے تو ابھی یہ سوچا بھی نہیں۔" وہ بڑی سادگی سے بولی۔
"اچھا تو پھر یہاں کیا کرنے آئی ہیں؟"
"کم آن اذان کتنا بچکانہ سوال ہے؟" وہ بڑی ادا سے مسکرائی تو وہ ضبط نہ کرسکا۔
"او کے' میرا سوال بچکانہ ہے تو میرا جواب بڑوں والا ہے۔" وہ یہ کہہ کر جانے لگا تو وہ بولی۔
"اذان آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟"
"آپ مجھے بے وقوف بنانے آئی تھیں' یونو ہمارا رشتہ بڑوں نے تقریباً طے کردیا ہے۔" وہ پلٹ کر بولا۔
"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"
"آپ کو تو کسی بات سے نہیں پڑتا پتا نہیں کیا چیز ہیں آپ۔" وہ کمرے سے باہر نکل آیا۔
رات کھانے کی میز پر حنان کو اندازہ ہوگیا کہ ان کے درمیان ہونے والی بات کا نتیجہ صفر ہے۔ اذان کا موڈ سخت آف تھا دو چار لقمے زہر مار کر کے اٹھ کر جانے لگا تو صبح نے ٹوکا۔
"اس طرح تو آپ کی صحت تباہ ہوجائے گی۔"
"تم سے مطلب۔" وہ کھا جانے کو دوڑا۔
"ٹھیک کہہ رہی ہے صبح۔" بی جان نے تائید کی۔
"اسے اوقات میں رکھیں بلکہ چلتا کریں۔" وہ تڑخ کر بولا۔ صبح ایک دم بجھ سی گئی۔ بڑی بڑی آنکھوں میں نمی آ گئی۔
"اذان کچھ تو خیال کرو۔" بی جان نے ڈانٹا۔
"اچھی طرح سن لیں یہاں اب یہ محترمہ رہیں گی یا میں۔" وہ سجل کا غصہ اس پر نکال کر چلا گیا۔
"صبح آپ اپنے گھر چلی جاؤ۔" سجل نے لاابالی پن کا مظاہرہ کیا تو صبح ڈبڈباتی آنکھوں سے دیکھتی ہوئی اندر کی طرف بھاگ گئی۔ حنان کو سخت دکھ ہوا۔ وہ

سجل سے الجھ پڑے۔

''سجل! آپ کو ضروری معاملات میں اگر دلچسپی نہیں تو پلیز ہمارے ذاتی عام سے معاملات میں مداخلت کی بھی ضرورت نہیں۔'' حنان وہاں سے اٹھ گئے۔ اذان نے اپنے کمرے کا رخ کیا۔ اور بی جان صبح کی دلجوئی کے لیے اس کے پاس پہنچ گئیں۔

''نہ، نہ بچے روتے نہیں۔'' انہوں نے آنسو بہاتی صبح کو سینے سے لگالیا۔

''بی جان مجھے جانا ہے واپس جانا ہے۔''

''کیوں! وہ لوگ تمہیں اب نہیں رکھیں گے۔''

''رکھ لیں گے ان کو نوکرانی کی ضرورت ہوگی۔'' وہ ان سے الگ ہوکر اپنے کپڑے جمع کرنے لگی مگر انہوں نے کپڑے چھین کر رکھ دیے اور سمجھایا۔

''اس کے لیے سوچ لو، ہم خود ان کے پاس چھوڑ آئیں گے۔ صرف چند روز سوچ لو۔''

''اذان نہیں پسند کرتے۔'' وہ بولی۔

''وہ بے چارا تو خود الجھن کا شکار ہے۔'' بی جان کا چہرہ افسردہ سا ہوگیا۔ تو وہ ان سے متفق ہو کر چپ ہوگئی۔

وہ پریشان سی ہوکر باہر نکلیں تو سجل اپنے کمرے سے باہر آرہی تھی۔

''سجل بیٹا مجھے کچھ پوچھنا تھا تم سے......!'' بی جان نے ابھی فقط اتنا ہی کہا تھا کہ سجل نے اپنی بات کہہ دی۔

''پھپولی مجھے بازار جانا ہے کیونکہ کل فلائٹ ہے۔''

''آپ کو لے چلتی ہوں۔ لیکن بیٹا یہ بتاؤ اذان پسند آیا'' بی جان نے جلدی سے دل کی بات کہہ دی۔ وہیں راستے میں کھڑے کھڑے۔

''اذان، اذان کو تو صبح پسند کرتی ہے۔'' سجل نے انتہائی سپاٹ سے لہجے میں کہا تو بی جان کے چہرے کا رنگ متغیر سا ہوگیا۔ وہ آگے بڑھ گئی۔ جبکہ بی جان کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ سیدھی اذان کے کمرے میں پہنچ گئیں۔ سجل کا کہا اسے سنایا تو وہ اچھل پڑا۔

''وہ گلے پڑی بلا جسے آپ نے جانے کیوں گھر میں رکھ لیا وہ ہی رہ گئی ہے میرے لیے۔''

''تو کیوں لائے تھے اسے گاڑی میں۔''

''وہ خود چالاکی سے آکر بیٹھی تھی۔ بھوکی تھی مگر آپ نے اسے گھر میں ہی رکھ لیا۔''

''یعنی اس مجبور بے بس لڑکی کو ہم گھر سے نکال دیتے ہیں۔'' وہ بولیں۔

''سب ڈراما ہے اس کا فلموں میں ہوتا ہے ایسا۔'' وہ چیخ پڑا۔

''اچھا اچھا ہم اسے چھوڑ آئیں گے۔ سجل کے بارے میں کیا فیصلہ کیا؟''

''پتا نہیں وہ کچھ کہتی ہے نہ سنتی ہے جانے دیں۔'' اس نے کہا اور پرسکون ہوگیا گویا جواب میں انکار تھا۔

اگلی صبح، سجل چلی گئی تو بی جان نے نگہت بیگ کو فون کر کے اصل حقیقت بتادی اور کچھ سوچ کر حنان سے بات کی۔ حنان نے اذان اور اپنے لیے کافی کا آرڈر دیا اور اس کے پاس آگئے۔

''یار! صبح اچھی لڑکی ہے اس کو تمہارا کتنا خیال ہے وہ تمہاری ہم مزاج ہے۔''

''پلیز چاچو فی الحال میں بہت ڈسٹرب ہوں۔'' وہ بے زاری سے بولا تو حنان مزید کچھ نہ بولے۔ صبح کافی لے کر آرہی تھی راستے میں ملی تو انہوں نے اسے اپنے کمرے میں آنے کو کہا وہ آگئی۔

''صبح! آپ بہت اچھی ہو، اذان آپ سے تلخی سے پیش آتا ہے مگر وہ برا نہیں ہے۔''

''بہت اچھے ہیں مگر آپ سے زیادہ نہیں۔'' وہ

سادگی سے کہہ گئی۔ حنان تعجب سے دیکھنے لگے۔

''سجل نے کہا ہے کہ صبح اذان کو پسند کرتی ہے مگر اذان تو......!''

''اف توبہ سجل کو الہام ہوتا ہے۔'' اس نے ان کا جملہ اچک کر صاف انکار کردیا۔

''مطلب تمہیں اذان سے دلچسپی نہیں۔''

''میں اور میری اوقات کیا سوتیلے چچا کے گھر سے بھاگی تو جیسے تیسے اذان صاحب کی گاڑی میں بیٹھ گئی۔ یہاں بی جان نے اچھا برتاؤ کیا رکھ لیا۔ میں چلی جاتی ہوں، یہ تو میں سوچ بھی نہیں سکتی۔'' وہ رودی۔

''اوہ ہو، ایسے نہیں کرتے کسی کو پسند کرنا کوئی جرم نہیں، اذان ہے ہی بہت اچھا۔'' وہ گھبرا گئے۔

''پسند تو اچھوں کو کیا جاتا ہے اگر میں یہ حق رکھتی تو پھر بھی......!'' اس نے کچھ سوچ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''جملہ مکمل کرو اذان کو میں سمجھاؤں گا۔''

''نہیں، میں اذان صاحب کا ویسے ہی خیال رکھتی ہوں مگر سجل نے پتنگڑ بنادیا میں ایسا کیسے کرسکتی ہوں، مگر......!'' وہ پھر اٹکی۔

''ہاں بولو۔'' انہوں نے نرمی سے کہا مگر وہ نفی میں گردن ہلا کر چلی گئی۔

سجل کا جانا اذان کی جھنجلاہٹ دونوں ملنے کی صورت اس پر گر گئیں۔ اس نے رنجیدہ خاطر ہوکر اپنے چند جوڑے باندھ لیے۔ بی جان نے مصلحت پسندی سے کام لیتے ہوئے حنان کو اسے چھوڑ آنے کا کہا وہ، جس وقت ان سے ملنے آئی تو آب دیدہ تھی بی جان نے پیار کیا اور اپنے بٹوے سے کچھ روپے نکال کر اس کی طرف بڑھائے۔

''یہ کیا؟ میری محبت کا مذاق نہ اڑائیں۔''

''کاش! ہم تمہارا خیال رکھ سکتے رکھ لو کام آئیں گے۔''

''نہیں یہ پیسے لینے میں نہیں آئی تھی۔''

''ہمیں معلوم ہے لیکن......!'' وہ ان کی بات پوری سنے بنا ہی باہر پورچ کی طرف چلی گئی۔ حنان گاڑی کی چابی لے کر پہنچے تو وہ روتے ہوئے بولی۔

''میں اذان صاحب کے ساتھ آئی ضرور تھی مگر آپ کی وجہ سے یہاں رہنا چاہتی تھی۔''

گاڑی کا فرنٹ ڈور کھولتے حنان ترمذی کا دل زور سے دھڑکا۔ گلابی لباس میں رونے کے باعث گلابی گلابی آنکھوں والی صبح کو انہوں نے غور سے دیکھا۔

''اگر سجل آپ کا کہتی تو سچ تو ہوتا مگر اس نے خود اذان صاحب کو چھوڑنے کے لیے جھوٹ بول دیا۔'' وہ پھر سے معصومیت سے بولی۔

''کیا مطلب۔'' حنان بے قرار ہوگئے۔

''بس وہ کچھ نہیں آپ اچھے ہیں۔ میں ہمیشہ یاد رکھوں گی۔'' پھولپن سے کہہ کر وہ خود فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ گئی۔

''صبح! باہر آؤ۔'' انہوں نے اس کی طرف آکر کہا۔

''کیوں؟''

''تاکہ اس اچھے آدمی کی زندگی میں روشن چمکیلی صبح لوٹ آئے۔'' انہوں نے مخمور مگر پختہ لہجے میں دھیرے سے کہا اور دروازہ کھول کر اسے ہاتھ پکڑ کر باہر آنے میں مدد دی۔

وہ کچھ نہ سمجھی بس ان کی مسکراہٹ کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کرتی رہی۔

آنکھ

اُم مریم

آنکھوں کی طرح راز ہے کھلتا بھی نہیں وہ
سیلاب بھی بن جاتا ہے دریا بھی نہیں وہ
اس شخص کے پہلو میں سکوں کتنا ہے جب کہ
گرجا نہیں، مندر نہیں، کعبہ بھی نہیں وہ

''زویا! کل ٹائم پر تیار ہو جانا۔'' سالار نے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر بال بناتے ہوئے تاکید کی تو زویا جو اسد کا لباس تبدیل کر رہی تھی، ذرا چونکی۔

''خیریت! کہیں جانا ہے کیا؟''

''افوہ! ایک تو تم بھول بہت جلدی جاتی ہو۔ بتایا تو تھا اکبر کا ولیمہ ہے، ساری فیملی کو مدعو کیا ہے۔'' سالار کے جھنجلا کر کہنے پر وہ بدک اٹھی تھی۔

''تو آپ فیملی کے ساتھ جائیں گے؟ یاد رکھیے میں ہمیشہ سے ایسی بھلکڑ نہیں تھی، آپ نے اور آپ کی اولاد نے مل کر مجھے بھلکڑ بنا دیا ہے، سمجھے آپ؟'' پہلا سوال ماتھے پہ شکن ڈال کر کہا تھا جب کہ وضاحت دیتے ہوئے لہجہ بالکل جل بھن گیا تھا۔ سالار ہمیشہ کی طرح ہنس کر ٹال گیا۔

''ظاہر ہے بھئی! بچے خوش ہو جائیں گے۔''

''تو پھر آپ ہی اپنے بچوں کے ساتھ تشریف لے جایئے گا۔ میں نہیں جا رہی پلٹن کے ساتھ۔'' اس کے ناک چڑھا کر نخوت سے کہنے پر سالار نے بے اختیار گہرا سانس لیا۔ اب اسے قائل کرنے کو کم از کم دو تین گھنٹے مغز ماری کرنا پڑتی جب کہ اکبر کی امی نے کتنے پیار بھرے انداز میں اصرار کیا تھا زویا کو ساتھ لانے پر۔

''یار! کیا ہو گیا ہے تمہیں زویا، بچے بے چارے کیا کہتے ہوں گے تمہیں؟ میں انہیں خود دیکھ لوں گا۔'' اس نے گویا اس محاذ کو سر کرنے کی ابتدا کی۔

''اونہہ، دیکھ لیں گے۔ کیا کیا کریں گے؟ واش روم لے جائیں گے یا پھر ان کے گندے ہو جانے کی صورت میں کپڑے بدلیں گے؟'' وہ طنز سے ہنکارا بھر کے بولی پھر مزید کلس کر اضافہ کیا تھا۔ ''اوپر سے اس پلٹن کو دیکھ کر مجھ پر اٹھتی لوگوں کی ترحمانہ نظریں...... مجھے تو سچ میں رونا آنے لگتا ہے۔'' زچ ہو کر کہتی وہ آخر میں روہانسی بھی ہو گئی تو سالار کو ہونٹ بھینچنے پڑ گئے جب کہ اس کا غصہ گویا آسمان کو چھو رہا تھا۔ ''پتا ہے لوگ کتنا مذاق اڑاتے ہیں؟ آفاق بھائی کی شادی پر جب میں آپ کے تین تین سپوتوں کے ساتھ بارات کے ساتھ گئی تو ان کی ریں ریں اور شرارتوں سے عاجز آ کر ایک خاتون نے کیا کہا تھا مجھ سے......؟ کہنے لگیں بیٹا! انہیں ان کی ماں کے حوالے کرو۔ ماما ماسی کا بھی حق ہوتا ہے بھانجے

بھانجیوں پر مگر ایسی بھی ماں کی بے پروائی کیا کہ ساری ذمہ داری ہی تم پر ڈال دی اور میں تو مانو زمین میں ہی گڑ گئی تھی۔ کیا جواب دیتی مگر وہ سمعیہ بھابی تھیں نا گھنی مسینی، بڑا مسکرا کر بولی۔ "اماں جی! یہ سارے بچے اسی کے ہیں، لگتی نہیں ہے ان کی اماں؟ دراصل چھوٹی عمر میں شادی ہوگئی اور بچے بھی جلدی جلدی ہوگئے اس وجہ سے......" ان کی ہمدردی کی آڑ میں بھی جو طنز بھرا مضحکہ چھپا تھا نا، بہت اچھی طرح سمجھتی ہوں میں۔" سالار نے دیکھا اس کی موٹی موٹی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ بے اختیار مسکرا دیا۔

"بہت دقوف ہو تم۔ شرمندگی بھلا کس بات کی؟ بچے خدا کی نعمت ہیں۔ ان لوگوں کو دیکھو ذرا جو اولاد کو ترستے ہیں۔" اس نے مخصوص دھیمے انداز میں سمجھایا مگر زویا کی سمجھ دانی خاصی تنگ دتاریک تھی۔ عقل کی بات کم ہی سماتی تھی۔

"مگر سالار ہماری شادی کو صرف چار سال ہوئے ہیں۔ ان چار سالوں میں پانچ بچے...... مذاق کی بات تو ہے نا!"

"لاحول ولا قوۃ الا باللہ! زویا خدا کا خوف کرو کچھ، حد ہے جہالت کی۔" وہ اس پوری بحث میں پہلی مرتبہ غصے میں آیا تو زویا بھی بھڑک اٹھی۔

"میں تو آپ سے محبت کی شادی کر کے پچھتا رہی ہوں۔ دیا کیا ہے آپ نے مجھے سوائے ان ڈھیر سارے بچوں کے...... جن کے کام کرتے اور انہیں سنبھالنے میں پاگل ہو رہی ہوں۔" اس کے بھڑک اٹھنے پہ ہی ان کی لڑائی ہوتی تھی، حالانکہ کئی مرتبہ سالار نے اسے سمجھایا تھا۔

"لوگ تمہاری اسمارٹنس اور خوب صورتی سے جلتے ہیں بس۔ اس لیے تم سے اس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ دھیان مت دیا کرو۔" وہ وقتی طور پر سمجھ جاتی، وعدہ بھی کرتی آئندہ لوگوں کی باتوں میں آکر اس سے جھگڑا نہیں کرے گی مگر جب کوئی نیا واقعہ ہوتا وہ پھر سے بھڑک جاتی۔ اس مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا تھا اور یہ پہلا موقع تھا کہ سالار کو بھی غصہ آیا تھا۔

❀......❀......❀

"بچے کدھر ہیں؟" سالار گھر آیا تو خاموشی اور سناٹے کو محسوس کر کے سوال کیا تھا۔

"امی کے گھر! صبح ذیشان کو فون کیا تھا آکر لے جائے۔" ریڈ بنارسی ساڑھی میں بنی سنوری وہ آئینے میں اپنا تنقیدی جائزہ لینے میں مصروف تھی۔

"مگر کیوں؟ تمہیں پتا بھی ہے وہ ممانی جان کو کتنا تنگ کرتے ہیں؟" وہ سراپا احتجاج بن گیا۔

"آپ نے مجھے ساتھ لے کے جانا ہے یا نہیں؟ اطلاعاً عرض ہے کہ وہ مجھے بھی اتنا ہی تنگ کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ آپ کے پاس بائیک ہے گاڑی نہیں کہ اس پر سات افراد لاد کر ایک ساتھ سفر کر لیں۔" اس کے لہجے میں تلخی وطنز بے حد گہرا تھا۔ سالار نے ہونٹ بھینچ کر اسے دیکھا، کبھی وہ یونہی بدلحاظ ہو جایا کرتی تھی۔ ولیمہ کی تقریب میں وہ جتنا خاموش تھا۔ زویا اسی قدر مطمئن اور سرشار نظر آرہی تھی۔ صرف چھوٹی لینہ ہی اس کے پاس تھی۔ جسے اس نے زیادہ تر سالار کو ہی پکڑائے رکھا۔ خود یہاں وہاں ہنستی مسکراتی پھرتی رہی۔ سالار کو اس کی خود غائبی یہ گراں گزر رہی تھی مگر خاموشی اور ضبط کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

"ہم کہاں جارہے ہیں؟" واپسی پر سالار نے جب بائیک کا رُخ زویا کی امی کے گھر کی جانب موڑا تب زویا نے کسی قدر ناگواری سے سوال کیا۔

"بچوں کو بھی لینا ہے کہ نہیں؟"

تمام تر ضبط کے باوجود وہ تپ گئی تھی۔

"میں ذیشان سے کہہ دوں گی فون پر، رات کو گھر چھوڑ جائے گا خود ہی۔ ابھی بہت تھکی ہوئی ہوں گھر جا کے ذرا سکھ کا سانس لینا چاہتی ہوں۔ آپ کے بچوں کی موجودگی کے باعث سکون خواب وخیال ہی ہوتا ہے۔" اس کے بے زار انداز میں تلخی کا عنصر بے حد نمایاں تھا۔ سالار کا کھولتا ہوا خون گویا اُبل پڑا۔

"اچھا! کس بات پہ تھکن ہوگئی ہے میڈم! کیا کیا ہے آپ نے وہاں، سوائے باتوں اور شیخیاں بھگارنے کے......؟"

"دیکھا نا جل گئے آپ فوراً۔ مرد ہوتے ہی تنگ نظر ہیں۔ جیسے ہی اپنی بیوی کو ستائشی نگاہوں کا مرکز بنے دیکھا، جل کر کباب ہوگئے۔" وہ حظ لیتے ہوئے بھی اس کے لتے لینے سے باز نہیں آئی۔

"بکواس مت کرو۔" سالار نے بے دریغ جھاڑ دیا۔ بائیک کالونی میں داخل ہوگئی تھی۔ گلابی پھولوں سے ڈھکی دیوار والے گھر کے آگے سالار نے بائیک روکی اور عجلت بھرے انداز میں اُتر کر اندر چلا گیا۔ ممانی جان کچن کی ڈائننگ ٹیبل پر اسد اور اسامہ کو ساتھ بٹھائے کھانا کھلا رہی تھیں جب کہ حذیفہ اور فاطمہ سو چکے تھے۔

"السلام علیکم ممانی جان! کیسی ہیں آپ......؟ بچوں نے تنگ تو نہیں کیا؟" وہ ان کے پاس آبیٹھا۔ انہوں نے تپاک سے سلام کا جواب دیا۔ سر پہ ہاتھ پھیرا پھر شفقت سے مسکرائیں۔

"یہ ننھی جانیں کیا کہتی ہیں بھلا کسی کو؟ بلکہ ان کے آنے سے تو گھر میں رونق ہو جاتی ہے۔ بہت بہت فرماں بردار بچے ہیں۔" ممانی جان کی بات پر سالار کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

"اچھا...... لیکن ان کی والدہ ماجدہ کا تو خیال ہے یہ دنیا کے بدتہذیب اور بدتمیز بچے ہیں۔" حالانکہ اس کا انداز شکایتی نہیں تھا۔ اس کے باوجود اندر داخل ہوتی زویا کو آتش فشاں کی طرح پھٹنے پر مجبور کر گیا۔

"ہاں ہاں کر لو میری غیبتیں میری ماں سے...... شرم تو آتی نہیں ہے نا!"

"اُف!" سالار کو ایک دم خفت نے سرخ کر ڈالا۔ شرمندہ تو ممانی جان بھی ہوئی تھیں، داماد سے بیٹی کی بدکلامی کے مظاہرے پہ جبھی اسے ڈانٹ ڈالا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے زویا! شوہر سے اس طرح بات کرتے ہیں۔"

"ہونہہ شوہر!" وہ سر جھٹک کر حقارت سے بولی پھر اسامہ اور اسد کو خوامخواہ ایک ایک ہاتھ جڑ دیا اور جا کر کمرے میں حذیفہ اور فاطمہ کو جھنجوڑ کر جگانے لگی۔ سالار نے سوتے ہوئے بچوں کو ساتھ لگا کر تھپکا جب کہ ممانی جان اس کے پیچھے آئی تھیں۔ وہ فاطمہ کو گھسیٹ کر بستر سے نیچے کھینچ چکی تھی۔

"افوہ زویا! کیا کر رہی ہو، اس طرح جگاتے ہیں بچوں کو؟"

"پھر اور کس طرح جگاؤں، لوری سنا کر......؟" وہ بُری طرح تڑخی اور حذیفہ کے ساتھ فاطمہ کو بھی ہانکتی ہوئی باہر نکل گئی۔

"بیٹا! یہ کچھ بے وقوف ہے ہم شرمندہ ہیں کہ......"

"کوئی بات نہیں، ممانی جان! پلیز ایسا مت کہیں۔ اس میں آپ کا سرے سے کوئی قصور نہیں ہے۔ ویسے بھی یہ شادی سے پہلے ایسی تو نہیں تھی، بس بچوں میں پڑ کر کچھ جھنجلا سی جاتی ہے، دعا کیا کریں۔" سالار سے ان کی خفت برداشت نہ ہوئی تو نزدیک آکر کندھے پر ہاتھ رکھ کر رسانیت سے بولا۔

"بہت دعا کرتی ہوں بیٹا کہ یہ سدھر جائے۔ اس

کا رویہ ہمارے لیے اتنا تکلیف دہ ہے۔ تم تو ہر وقت سہتے ہو۔" ممانی جان ملول تھیں، وہ محض ان کی رنجیدگی دور کرنے کے خیال سے مسکرایا۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔ ہر وقت ایسا موڈ نہیں ہوتا۔ بس کبھی کبھار......!" اس نے ڈھارس بندھائی، ممانی جان گہرا سانس بھر کر رہ گئیں۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

"زویا...... زویا! کیا کر رہی ہو آخر، لینہ رو رو کر ہلکان ہو رہی ہے، اسے تو پکڑو۔" سالار باتھ لے کر واش روم سے باہر آیا تو بیڈ پہ بُری طرح روتی ہوئی لینہ کو اٹھا کر سینے سے لگاتے ہوئے اسے زور سے پکارا۔

"فارغ تھوڑا ہی ہوں، بچوں کو اسکول کے لیے تیار کر رہی ہوں۔ ان کی وین آنے والی ہے۔" وہ باہر سے ہی جواباً چیخی، سالار کو خاموش ہونا پڑا۔ جب تک بچے تیار ہو کر اسکول نہیں گئے وہ لینہ کو اٹھائے پھرتا رہا۔

"اب پکڑ لو اسے بھی، مجھے آفس جانا ہے۔"

"یہ ابھی تک جاگ رہی ہے؟ اگر آپ نے اسے جھولے میں ڈال کر جھلایا ہوتا تو سو چکی ہوتی۔" لینہ کو لیتے وہ کسی قدر خفگی سے بولی۔

"تم اگر یہ ترکیب مجھے پہلے بتاتیں تو لازماً ایسا ہی کرتا۔" وہ جھلا کر کہتا اپنی شرٹ اٹھا کر پہننے لگا۔

"ناشتا تیار ہے میرا؟" مکمل تیاری کے بعد وہ اس کے پاس آیا تو لینہ سو چکی تھی۔

"اتنا ٹائم ہی کہاں ملا۔ اب بناتی ہوں۔" لینہ کو کاٹ میں لٹاتے ہوئے اس نے سکون سے جواب دیا تو سالار نے سرد نظروں سے اسے دیکھا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے اس زحمت کی، جا رہا ہوں میں۔" کسی قدر غصے سے کہتے وہ اپنی بائیک لے کر نکل گیا۔

شام کو تھکا ہارا لوٹا تو زویا موڈ خراب کیے بیٹھی تھی۔

"پپا بھوک لگی ہے اور مما کھانا نہیں دے رہیں۔" اسامہ نے اس کی ٹانگوں سے لپٹ کر منہ بسورتے ہوئے گویا شکایت کی وہ متحیر ہو کر رہ گیا۔

"بچوں کو کھانا بھی نہیں کھلا سکتی تھیں تم؟" وہ اس کے پاس آیا تو موڈ بے حد خراب تھا۔

"جہاں سے والد محترم کھاتے ہیں وہاں سے یہ بھی کھالیں۔ میں نوکرانی نہیں ہوں کہ نخرے بھی سہوں اور کام بھی کروں۔" جواباً وہ نروٹھے پن سے بولی۔ سالار نے ہونٹ بھینچ لیے پھر مفاہمت بھرے لہجے میں بولا۔ "چلو اٹھو! میں کھانا نکال کر لا رہا ہوں۔" اس نے ہاتھ پکڑ کر باقاعدہ اٹھانا چاہا مگر وہ کچھ اور تلخ ہو گئی۔

"آج میں نے کچھ نہیں پکایا۔"

"کیا مطلب؟" وہ ٹھٹکا۔

"آپ صبح ناشتا کر کے کیوں نہیں گئے تھے؟"

"تم نے کچھ بنایا ہوتا تو کھاتا نا۔" وہ زچ ہونے لگا۔

"میں بنا رہی تھی مگر آپ...... کس کے لیے کر رہی ہوں یہ سب؟ آپ کے بچوں نے میری نیندیں اور سکون حرام کر ڈالا ہے۔ رات کو بارہ بجے سو کر صبح اذان کی پکار کے ساتھ اٹھتی ہوں، تب بھی کام ہے کہ ختم نہیں ہوتا۔ مشین بنا کر رکھ دیا ہے آپ نے مجھے۔ کام...... کام...... کام اور بچوں کی تعداد...... اللہ بچائے۔ اس پر محترم کا موڈ پھر بھی خراب۔" وہ منہ پھلا کر کہتے ہوئے رونے کو تیار تھی۔ سالار کو بہ یک وقت ہنسی بھی آئی اور اس پر ترس بھی۔ بے چاری مرجھا کر رہ گئی تھی۔ شادی سے پہلے نازک اندام، دلکش سی لڑکی تھی۔ سالار جاب کے سلسلے میں کچھ عرصہ

ان کے گھر میں مقیم ہوا تھا، مگر اس کے دل کا بھی مکین ٹھہرا کہ زویا اس کی دلکش شخصیت سے از حد متاثر ہو گئی تھی۔ کالج میں تھرڈ ائیر کی طالبہ تھی۔ شوخ و شنگ اور الہڑ سی، جس کی عمر ہی خواب دیکھنے کی تھی۔ سالار کو بھی وہ بے حد اچھی لگی تھی۔ پتا ہی نہ چلا کب دونوں محبت کے راستے پہ چل پڑے اور جب ایک سال بعد اس کے دفتر کی جانب سے رہائش کی سہولت دی گئی تو زویا کی جیسے جان پر بن آئی تھی۔

"میرا کیا ہو گا سالار! میں آپ کو دیکھوں نہ تو کیسے دن گزرے گا؟" وہ واقعی رو پڑی تھی۔

"میں نے اماں سے بات کر لی ہے۔ عنقریب وہ تمہارا رشتہ مانگیں گی ممانی جان سے، تم پریشان نہ ہو۔"

"پھوپو انکار تو نہ کریں گی سالار! کیا پتا انہوں نے آپ کے لیے کوئی اور لڑکی پسند کر رکھی ہو۔" کئی خدشوں میں مبتلا تھی وہ...... مگر یہ سارے خدشے بے بنیاد ثابت ہوئے اور اگلے چند مہینوں میں وہ انیس سال کی عمر میں دلہن کا دلکش روپ دھارے اس کے آنگن میں اُتر آئی تھی اس کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانا ہی نہ رہا مگر جب ایک ماہ بعد ہی وہ امید سے ہو گئی تو اس کی خوشی پر اوس پڑ گئی۔ وہ اتنی جلدی ان جھمیلوں میں پڑنا نہیں چاہتی تھی مگر سالار بہت خوش تھا۔ پہلی بار ہی جب ان کے ہاں دو جڑواں بچوں نے جنم لیا تو زویا بجھ کر رہ گئی۔ جب تک پھوپو زندہ رہیں زویا کو بچوں کی طرف سے بے فکری ہی رہی۔ اس پر ایک سال کے اندر اندر جب وہ دوبارہ امید سے ہو گئی تو اس کی بوکھلاہٹ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی مگر پھوپو کی توجہ اور محبت نے اسے سنبھالا دیے رکھا۔ پھوپو کا چالیسواں تھا، جب اس نے فاطمہ کو جنم دیا۔ دو سالوں میں تین بچے...... وہ بوکھلا کر رہ جاتی تھی۔ زندگی جیسے گھن چکر بن کر رہ گئی تھی۔ اس کی وہ دوستیں جو ابھی زیر تعلیم تھیں، اکثر اس کا مذاق اُڑاتیں، جسے ہمیشہ زویا نے دل پہ لیا اور بچوں سے بے زار رہنے لگی۔ فاطمہ ابھی ایک سال کی تھی، جب ایک بار پھر وہ ماں بننے والی تھی۔ تب تو اس کا سالار سے پہلا زوردار جھگڑا ہوا تھا۔ وہ کسی صورت بھی اتنی جلدی مزید بچے کی آمد پر آمادہ نہیں تھی۔ سالار نے کہہ سُن کر اسے سمجھایا منایا کتنے جتن کر کے اس کے غصے کو ٹھنڈا کیا۔ یہ وہی جانتا تھا مگر اس بار لینہ اور حذیفہ کی ساتھی پیدائش پر اس کی بچوں سے بے زاری اور کوفت کچھ اور بڑھ چکی تھی کہ خاندان کی دیگر خواتین نے باقاعدہ اسے آڑے ہاتھوں لیا تھا اور اس ضمن میں نادر مشوروں سے بڑے خلوص سے نوازا مگر سالار آڑے آ رہا تھا۔

"پاگل ہو گئی ہو...... خدائی کاموں میں دخل اندازی کی جرأت کرو گی؟"

"پھر کیا کروں؟ اب لوگ جہالت کے طعنے دینے لگے ہیں۔ کام کا بوجھ پھر میری صحت کا سوال ہے۔ جان سے گزر جاؤں گی تب سکون ملے گا آپ کو......" وہ رونے لگی تھی۔

"بے وقوف! تم کیا سمجھتی ہو مجھے تمہاری پروا نہیں ہے؟" وہ زچ ہونے کے باوجود بھی بڑی رسانیت و تحمل سے سمجھانے لگا۔ "خدا کی مرضی نہ ہو تو ایک پتا بھی خشکی یا تری میں نہیں گر سکتا، یہ تو پھر بچے کی پیدائش ہے۔"

"میں نے کہہ دیا مجھے اور بچے نہیں چاہئیں۔" اس کی سوئی ایک جگہ پہ اٹکی تھی۔

"جس روح کو جس انداز میں خدا نے دنیا میں بھیجنا ہے اور جس وقت پہ بھیجنا ہے وہ بھیج کر رہتا ہے، انسان اس کے سامنے مکمل طور پر بے بس ہے۔ لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔ تم بھی

انہی کی طرح کمزور عقیدہ ظاہر کررہی ہو۔ اللہ جب کسی کام کا ارادہ فرماتا ہے تو انسان کی کمزور تدبیریں اس کا راستہ نہیں روک سکتیں۔ اگر تمہیں مزید اولاد کی خواہش نہیں ہے تو تم خدا سے دعا کرو۔" سالار نے غصہ وتلخی کی بجائے نرمی و محبت سے سمجھایا، وہ جانتا تھا تلخی سے بات نہیں بنے گی اور واقعی زویا کے دماغ میں دیر سے سہی مگر بات سما گئی تھی، جس پر سب سے زیادہ مطمئن سالار تھا۔

"بولیں ناچپ کیوں ہوگئے ہیں، جھوٹے ہیں نا اس لیے۔" زویا کی تلخ آواز اسے ماضی کی یادوں سے کھینچ لائی۔ اس نے ٹھنڈا سانس بھر کے بے بسی سے اسے دیکھا۔

"کیا کہہ رہی تھیں تم؟"

"ہاں ہاں میں تو جو بولتی ہوں وہ فضول اور بکواس ہے، آپ کیوں کان دھریں گے اس پر۔" زویا کا پارہ چڑھ گیا تھا، سالار گڑبڑایا اور ذہن پر زور ڈال کر ماضی میں گم ہونے سے قبل کی اس کی بات سوچی اور صد شکر کہ کامیابی ہوئی تھی۔

"اچھا تو آپ رات کو بارہ بجے سوتی ہیں؟"

"تو کیا جھوٹ ہے اس میں؟" وہ جی بھر کے تلخ ہوئی۔

"کون سا کام کرتی ہیں بارہ بجے تک جاگ کر میرا یا بچوں کا؟ آٹھ بجے ہم کھانا کھا لیتے ہیں، ٹھیک۔ بچوں کو سلانے اور ہوم ورک کرانے کی ذمہ داری میری...... یہ بھی ٹھیک۔ آپ بس ٹیبل سمیٹتی ہیں اور دھونے والے گندے برتن سنک میں پھینک آتی ہیں، پھر ٹی وی ہوتا ہے اور آپ ہوتی ہیں...... تب وہاں سے اٹھتی ہیں جب نیند آپ کی مت ماردیتی ہے۔ میں غلط تو نہیں کہہ رہا نا؟" اسے اپنی جانب گھورتے پاکر سالار نے تصدیق چاہی۔ وہ جواب دیجے بنا بس سلگتی نظروں سے اسے دیکھے گئی۔ سالار پروا کیے بغیر پھر شروع ہوا۔ آج وہ اسے اچھی طرح آئینہ دکھانا چاہتا تھا۔

"کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر آپ رات کو برتن دھو کر بچوں کے اور میرے کپڑے پریس کر کے، آٹا گوندھ کر بچوں کے بیگ تیار کر کے سوئیں تو صبح آپ کو یہ کام نہ کرنے پڑیں۔ صرف ناشتا بنانے کا کام رہ جائے۔ آپ بہت سہولت سے بچوں کو نا صرف تیار کریں بلکہ ناشتا بھی بنالیں، مگر آپ کو چار سال گزر جانے کے باوجود بھی گھر سنبھالنا نہیں آیا۔" ٹھنڈے ٹھنڈے انداز میں ہونے والی اس بے عزتی نے زویا کو نا صرف خفت زدہ بلکہ چراغ پا بھی کردیا۔

"ہاں ہوں میں بدسلیقہ پھوہڑ، آج تک کچھ نہیں کیا میں نے آپ کے لیے۔ بس جھک مارتی رہی ہوں۔" وہ رونے بیٹھ گئی تھی۔

"نہ...... نہ...... میں نے یہ کب کہا، میں تو......؟" وہ بوکھلا گیا۔ اس لینے کے دینے پر اسے ساتھ لگا کر چپ کرانا چاہا مگر وہ بدک کر پیچھے ہٹی تھی۔

"خبردار جو ہاتھ لگایا ہو مجھے...... میری خدمتوں کا یہ صلہ دیا گیا ہے مجھے۔" اس کے آنسوؤں کی شدت میں اضافہ ہوگیا۔ سالار بوکھلا کر سر پہ ہاتھ پھیر کے رہ گیا۔ ایک بار پھر وہ اپنی غلطی تسلیم کرنے کی بجائے الٹا اسے موردِ الزام ٹھہرا رہی تھی۔ وہ بے بس سی نظروں سے اسے دیکھتا، جیسے اپنی قسمت پہ شاکی ہونے لگا۔

☆......❁......☆

"سالار! دودھ لے لیں۔" رات کے دس بج رہے تھے۔ جب وہ کچن کے کام نپٹا کر اندر آئی تو ہاتھ میں دودھ کا گلاس تھا۔ ٹی وی پر چینل سرچ کرتے سالار نے ریموٹ رکھ کر اس کی جانب

دیکھا۔ آتشی گلابی لان کے خوب صورت سے سوٹ میں سلیقے سے بال سمیٹے وہ نکھری نکھری سی نگاہوں کے رستے دل میں سما رہی تھی۔ وہ گلاس تھامتے گھونٹ بھرتے اس کا بھرپور نظروں سے جائزہ لیتا رہا۔ زویا جھک کر سوتے ہوئے بچوں کو تھپک رہی تھی، اس کی نظروں کے ارتکاز پہ لحظہ بھر کو متوجہ ہوئی تھی۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہیں؟ کچھ نیا ہے مجھ میں؟" اس کا چہرہ لو دینے لگا تھا۔ لانبی پلکیں پرلرزتی تھیں، وہ شادی کے اوّلین دنوں کی طرح دل موہ رہی تھی۔

"سب کچھ نیا ہے تم میں...... یہ بتاؤ یہ چینج کیسے آیا، خیر ہے؟" سالار نے گلاس رکھ کے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ جھینپ کر مسکرادی۔

"آپ کو کیسا لگا......؟"

"بہت بہت زبردست یار! میں تو صبر کر کے بیٹھ گیا تھا۔ ویسے بھی تم مجھے ہر طرح سے پیاری لگتی ہو۔" سالار نے مسکراہٹ دبائی تھی زویا اسے مصنوعی غصے سے گھورنے لگی۔

"اب بہانے نہ بنائیں۔ ہر وقت تو ڈانٹتے رہتے ہیں۔"

"محبت بھی تو کرتا ہوں۔" وہ شوخ ہوا۔

"ہاں اسی محبت کا نتیجہ تھا کہ......" اس نے ایک دم زبان دبالی جب کہ سالار کا قہقہہ چھوٹ گیا تھا۔

"ہاں فقرہ تو مکمل کرو یار!" وہ یونہی ہنستے ہوئے بولا۔ زویا کی رنگت خفت کی سرخی سے دہک گئی۔

"آہستہ ہنسیں، بچے اٹھ جائیں گے کہ ولدِ محترم کس خوشی میں چھت پھاڑ قہقہے لگا رہے ہیں۔"

"تم مجھے اصل بات تو بتاؤ...... اتنی بڑی تبدیلی اس قدر اچانک......؟ یہ تو معجزہ ہی ہوگیا یار!" اس کی الجھنیں ہنوز برقرار تھیں۔ لہجے میں اصرار اور تجسس تھا۔

"آپ بس آم کھائیں پیڑ مت گنیں۔ ایسا نہ ہو میں غصے میں پھر سے آجاؤں۔" وہ بے نیازی سے بولی تھی۔ سالار نے فوراً کانوں کا ہاتھ لگالیے۔

"نہ نہ میری جان، غصے میں مت آنا۔ میرا کباڑا ہوجائے گا۔" وہ اس کی گھبراہٹ سے حظ لے کر ہنسنے لگی تو سالار نے اسے تھام لیا۔

ماہوش ضمیر

آنچل کی ریڈرز اینڈ اسٹاف کو میری جانب سے السلام علیکم! میرا نام ماہ وش ضمیر ہے میں 26 مئی 1992 کو پیدا ہوئی اور لاہور جیسے کول شہر کو رونق بخشی۔ ہم چھ بہن بھائی ہیں۔ بہن بھائیوں میں سب سے بڑی ہوں۔ I Com کے ایگزام دیئے ہیں آگے کا نہیں معلوم کہ BCom کر پاؤں گی یا نہیں۔ پیا دیس بھی تو سدھارنا ہے ہاہاہا۔ میں ایک مکمل گھریلو لڑکی ہوں۔ خواب بہت دیکھتی ہوں اب یہ مت سمجھنا کہ سوتی رہتی ہوں (یہ وہ والے خواب نہیں)۔ کتابی کیڑا ہوں، آنچل بہت شوق سے پڑھتی ہوں، بہترین رائٹرز اقراء صغیر احمد، عفت سحر طاہر ہیں۔ مجھے چائنیز بہت پسند ہیں۔ شمع ناز شکیل، مہوش غزل اور سدرہ میری بیسٹ فرینڈز ہیں (دیکھ لو تمہیں یہاں بھی نہیں بھولی)۔ میں دوستیں بہت جلدی بنالیتی ہوں۔ ملائکہ چوہدری! آپ سے بھی دوستی کی پیشکش کرتی ہوں، جہاں تک میری نیچر کا تعلق ہے تو بقول شمع ناز کے میں بہت بے وقوف لگتی ہوں پر ہوں نہیں۔ ہر کسی پر بہت جلدی اعتبار کرلیتی ہوں۔ بہت حساس ہوں، چھوٹی چھوٹی باتوں کی ٹینشن لے لیتی ہوں۔ شاعری سے بے حد لگاؤ ہے (وہ الگ بات ہے کہ سمجھ نہیں آتی)۔ اب اجازت چاہوں گی بتائیے گا ضرور کہ آپ سب کو میرا تعارف کیسا لگا؟

"کتنے دن ہوگئے ہیں مجھے آہیں بھرتے محترمہ کا موڈ ہی اتنا خراب ہوتا تھا۔" حسب معمول احتجاج یا جھگڑا نہیں ہوا تو سالار کے دل میں ایک اور خوش گوار احساس جاگا۔

"بہت بدتمیز ہیں۔"

"بدتمیز نہیں صابر وشاکر اور ڈرپوک۔ تمہارے مزاج سے ڈرتا ہوں۔ تمہیں اور بچے جو نہیں چاہئیں۔" وہ اس کی باتیں ایک ایک کر کے اس کے سامنے رکھنے لگا۔ زویا خفیف سی ہوگئی۔

"وہ واقعی میری حماقت تھی سالار! خدا اگر چاہے تب ہی کچھ ہوسکتا ہے۔ مجھے اگر مزید بچے نہیں چاہئیں تو مجھے خدا سے دعا کرنی چاہئے ناکہ آپ کے حقوق غصب کرلوں۔" سالار نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا۔

"اتنی مثبت تبدیلیاں اور وہ بھی ایک ساتھ...... میں بے ہوش نہ ہوجاؤں کہیں۔ کون جادو کی چھڑی گھما گیا؟" زویا نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"اب آپ کتنی فضول بات کررہے ہیں...... اندازہ ہے؟ خدا کی ہدایت کو جادو سے تعبیر کررہے ہیں؟"

"اللہ مجھے معاف کرے۔ غلطی سے زبان سے پھسل گیا۔" سالار نے کان پکڑ لیے وہ ہنسنے لگی تھی اور جب سالار سوگیا تو زویا نے آہستگی سے کروٹ بدل لی تھی۔

اتنی بڑی تبدیلی واقعی حیرت کا باعث تھی۔ سالار تو کیا جو بھی اسے دیکھتا حیران ہوجایا کرتا تھا، یہاں تک کہ اس کی والدہ بھی۔ اگر کوئی سمجھتا تھا تو بس ذیشان جو اس کا ماں جایا تھا اور اس راز میں شامل تھا، جس کی ہوا بھی سالار اور اس کی امی کو نہیں لگنے دی تھی۔

ایک ہفتہ پہلے کی بات تھی۔ بچوں کو اسکول بھیجنے کے بعد کام کاج سے فراغت حاصل کیے بغیر اس کا لمبی تان کر سونے کا ارادہ تھا کہ رات لینہ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی، ساری رات اس نے جاگ کر گزاری تھی مگر اس وقت غصے سے بلبلا اٹھی، جب اس کی ابھی آنکھ لگی ہی تھی کہ لینہ کی ریں ریں پھر سے شروع ہوئی اور یہ طیش کا ہی عالم تھا کہ اس نے وہ افیم جو کل ہی ساتھ والی خالہ نسرین اسے تھما کے گئی تھیں کہ رات کو بچوں کو تھوڑی مقدار میں دودھ میں ملا کر دیا کرو، آرام سے سوجائیں گے تمہاری بھی نیند خراب نہیں ہوگی۔ وہ اس قسم کے نادر مشورے اکثر اسے دیا کرتی تھیں، مگر سالار نے اسے ان کے مشوروں پہ عمل نہیں کرنے دیا تھا مگر اس وقت وہ اتنی عاجز آئی ہوئی تھی کہ سالار کی ساری نصیحتیں بھلا کر لینہ کے لیے فیڈر تیار کی اور اس میں افیم ملادی۔ جسے پیتے ہی لینہ کی طبیعت ایک دم بگڑ گئی تھی۔ اس کی نیلی رنگت اور منہ سے جھاگ بہتا دیکھ کر اس کی نیند تو اڑی ہی اڑی، اوسان بھی خطا ہوگئے شاید وہ افیم کی مقدار زیادہ ڈال گئی تھی، صحیح معنوں میں اس کے ہاتھ پیر پھول گئے تھے۔ اسی گھبراہٹ کے عالم میں اس نے ذیشان کو کال کی جو فوراً ہی وہاں پہنچ گیا مگر تب تک لینہ کی طبیعت اتنی خراب ہوچکی تھی کہ وہ رونا ترک کر کے اس کے بازوؤں میں بے سدھ ہوگئی تھی۔ ساری صورت حال دیکھ کر ذیشان نے اس سے کسی قسم کا سوال نہیں کیا تھا بس لینہ کو لے کر بھاگم بھاگ اسپتال پہنچا جس پل زویا حذیفہ کے ہمراہ بدحواس سی وہاں پہنچی تو لینہ کو طبی امداد دی جاچکی تھی مگر اس کی حالت خطرے سے باہر نہیں تھی۔ ذیشان نے اس کے بہتے ہوئے آنسوؤں کو سرد نظروں سے دیکھا تھا۔

"کیوں رو رہی ہو......؟ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ ایک مصیبت سے تمہاری جان چھوٹنے والی ہے۔ کرو نا دعا کہ وہ ٹھیک نہ ہوجائے کہیں۔" ذیشان کا لہجہ انداز اتنا سخت تھا کہ وہ اضطراب میں رونا بھی بھول گئی۔ وہ جانتی تھی ذیشان تک اس کے سارے کارنامے امی کے ذریعے پہنچتے رہتے تھے اور وہ سخت عاجز تھا اس کی بے پروائی کی وجہ سے۔

"سالار کو پتا چلے گا تو گولی ماردے گا تمہیں اور تمہاری بے پروائی کے بدلے یہ بہت معمولی سزا ہوگی۔" ذیشان کا غصہ کسی طرح ٹھنڈا نہیں ہورہا تھا۔ زویا کے آنسوؤں میں روانی آگئی۔

"مجھ سے غلطی ہوگئی۔ مم...... میں......"

"تم اقدام قتل کی مرتکب ہوئی ہو اور اس کی معافی تو تمہیں رب سے بھی شاید ہی ملے۔"

ذیشان کا طیش تھا کہ بڑھتا جارہا تھا۔ وہ زور زور سے رونے لگی اور پھر یہ اس کے خوف اور وحشت سے منجمد ہوتے دل سے نکلی التجاؤں کا ہی اثر تھا کہ خدا کو اس پر رحم آگیا تھا اور وہ خطرہ ٹل گیا۔ جس نے اس کے سر پہ گویا تلوار لٹکا دی تھی۔ ڈاکٹر نے بچی کی طبیعت سنبھلنے کا بتایا تو زویا کا دل خدا کے حضور سجدہ ریز ہوگیا تھا مگر ندامت تھی کہ ڈھلتی نہ تھی جبھی شاید ذیشان کو بھی اس پر ترس آگیا تھا۔

"اگر تم سمجھو تو یہ تمہارے لیے ایک موقع ہے عقل استعمال کرنے کا...... بہت برت چکیں بے پروائی۔ اب سدھر جاؤ، سالار بھلا آدمی ہے۔ اس کی جگہ اگر میں ہوتا تو کب کا کوئی فیصلہ کرچکا ہوتا۔"

"بھائی پلیز، آپ سالار کو کچھ نہ بتایئے گا۔" اس نے لینہ کو بے تحاشا چومتے ہوئے ایک خوف کی کیفیت میں ذیشان کو مخاطب کیا۔

"سالار کو کیا میں کسی کو بھی نہیں بتاؤں گا۔ مگر شرط وہی ہے تمہیں خود کو سدھارنا ہوگا۔" ذیشان نے اس مرتبہ پہلے کی نسبت رسان سے بات کی تھی۔

"میں آئندہ آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔" اس نے جلدی سے کہا گویا عہد باندھا۔

"مجھے نہیں سالار کو......" ذیشان نے تصیح کی پھر گویا ہوا۔

"عقل مند وہی ہوتا ہے جو غلطی سے سیکھتا ہے، اب تمہیں ثابت کرنا ہے کہ تم عقل مند ہو۔" اور اس نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا۔

یہ واقعہ معمولی نہیں تھا۔ پھر ان لمحات کا دہشت کے حصار میں جکڑ لینے کا احساس۔ اتنی نادان تو وہ بھی نہیں تھی کہ جان نہ پاتی، خدا نے اس پر رحم کیا ہے اس کی غلطی پر پردہ ڈالا ہے اور بار بار غلطی کرنے والے کے عیب ڈھکے نہیں جاتے۔ سب سے بڑھ کر وہ ایک ماں تھی اور اب جاکے اسے احساس ہوا تھا کہ بچے اس کے نزدیک کتنی اہمیت رکھتے ہیں۔ آگہی اور ہدایت نہ ملے تو عمر بیت جائے اور ملنے پر آئے تو ایک لمحہ بھی کافی ہوتا ہے۔ صد شکر اس کی زندگی میں یہ لمحہ بہت تاخیر سے نہیں آیا تھا۔

وہ ٹھوکر کھا کر گرنے والوں کی بجائے سنبھل جانے والوں میں شامل ہوگئی تھی۔

۞

مدح مصطفی ﷺ لکھوں
سو جب لکھوں جہاں لکھوں
محبوب جان جہاں لکھوں
محمد ﷺ کو حبیب خدا لکھوں
زیڈ این پاکیزہ سحر کی پسند...... سحر

قسط نمبر 37

[illegible]

نازیہ کنول نازی

سبز جنگل میں پرندوں کے ٹھکانوں میں کہیں
وقت لے آیا ہمیں گزرے زمانوں میں کہیں
گم بھی ہوسکتے ہیں تاریخ کے اوراق میں ہم
مل بھی سکتے ہیں مگر تازہ فسانوں میں کہیں

ہم تو وہ لوگ ہیں جو
نہ کسی کے دست شمار میں ہیں
نہ کسی کی نگاہ کے حصار میں ہیں
یوں جیسے ہو کوئی صدیوں کا بے انت سفر
صحرا صحرا پھرتا' کوئی خاک بسر
کیا پوچھتے ہو ہم سے کہ کون ہیں ہم
ہم تو جگنو بھی نہیں جو کسی کی آنکھ میں چمکتے
کسی کو سنوارتے
ہم تو آنسو کی طرح ہیں
آنکھ سے ٹپکے اور ڈوب گئے
محبت کی آس میں گھر سے نکلے اور بے سمت مسافت میں
دربدر پھرتے ہوئے
بے نام شام کی نذر ہوئے

"سائیڈ پر ہو کے بیٹھو بی بی' تین لوگوں کی سیٹ ہے یہ۔"
گم حواس کے ساتھ اپنے خیالوں میں ڈوبی وہ بس کی کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی جب کنڈیکٹر کی کڑک دار آواز نے اسے چونکا دیا۔
مسافروں سے کھچا کھچ بھری اس بس میں ضرورت سے زیادہ لوگ ٹھونسے جاچکے تھے انوشہ کی ٹانگیں ساتھ بیٹھے ایک نامحرم مرد کی ٹانگوں سے مس ہو رہی تھیں۔ ہزار سکڑنے اور سمٹنے کے باوجود وہ اپنے وجود کو

ساتھ بیٹھے نامحرم مرد کے وجود سے محفوظ نہیں رکھ پارہی تھی۔ مارے بے بسی کے اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھرآئیں۔

کتنی مشکل سے کراچی جانے والی بس میں جگہ ملی تھی۔ مردوں سے کھچا کھچ بھری اس بس میں بیٹھنے کے بعد اسے اپنی حقارت کا اور بھی شدت سے احساس ہورہا تھا۔

ایک عورت کی زندگی میں عزت اور محرم مرد کی کیا اہمیت ہوتی ہے بہت اچھی طرح سے معلوم ہورہا تھا اسے وہ پھر حالات کی نذر ہونے کی خواہاں نہیں تھی مگر اس کے اندر کا جوالا دُ تھا وہ اسے چین لینے نہیں دے رہا تھا۔ اس وقت وہاں گاڑی میں مردوں کی اکثریت تھی۔ جن کی بھوکی نگاہیں' دوپٹا اچھی طرح لپٹا ہونے کے باوجود اس کے وجود کو نوچ رہی تھیں۔

اس نے کبھی یوں بسوں میں طویل سفر نہیں کیا تھا مگر اب وہ خود جان بوجھ کر اس صلیب پر ٹنگ گئی تھی۔

کراچی صباء احمد کی شادی ہوئی تھی۔ اسی صباء احمد کی جو یونیورسٹی میں اس کی واحد عزیز ترین دوست تھی۔ جس سے ہمیشہ اس نے اپنا ہر دکھ سکھ بلا جھجک شیئر کیا تھا۔

اس وقت بھی جب وہ خود سے بھاگ رہی تھی۔ بھری دنیا میں اسے کوئی ایسا دکھائی نہیں دے رہا تھا جس سے وہ دل کی بات کرسکتی۔ تب اسے صباء احمد یاد آئی تھی۔ جو اپنی شادی کے بعد بھی کبھی اس کی ذات سے یکسر غافل نہیں ہوئی تھی۔

تخت ہوئی کمر کے ساتھ رات کے جانے کس پہر اچانک اس کی آنکھ کھل تھی۔

اسے لگا جیسے اس کے بدن پر چیونٹیاں سی رینگ رہی ہوں۔ کرنٹ کھا کر وہ سیدھی ہوئی تو اس نے دیکھا بس میں برابر والی سیٹ پر بیٹھا وہ ادھیڑ عمر مرد اس کے وجود کو اپنے ناپاک ہاتھوں سے جانچ رہا تھا۔ انوشہ کا دل چاہا وہ اسے زوردار تھپڑ لگا کر بس سے اتر جائے۔ مگر منزل ابھی بہت دور تھی اور رات کے اس پہر کسی اور گاڑی کا اس ویرانے میں ملنا قطعی ممکن نہیں تھا۔

زندگی میں پہلی بار کسی کی غلط حرکت پر وہ چپ رہی تھی۔

زندگی میں پہلی بار اسے یقین آیا تھا کہ مرد اپنے نفس کی بھوک کے لیے کچھ بھی کرسکتا ہے۔

پنڈی سے کراچی کا وہ سفر اس پر زندگی کی بہت سی تکلیف دہ حقیقتیں آشکار کرنے کے لیے یادگار ثابت ہوا تھا۔

اگلے روز دوپہر کے قریب جب وہ کراچی بس اسٹاپ پر اتری اسے لگا اس کے اندر کی خوددار اور مضبوط عورت مرچکی ہو۔ صباء احمد اسے اپنے دروازے پر دیکھ کر حیرت سے گنگ رہ گئی تھی۔ کتنے سالوں کے بعد وہ انوشہ رحمان کو دیکھ رہی تھی۔

''کیا ہوا نوش...... مجھے تو سچ میں یقین نہیں آرہا کہ میں تمہیں دیکھ رہی ہوں۔''

''ٹھیک ہوں مگر بہت تھک چکی ہوں۔ کیا اندر آنے کے لیے نہیں کہو گی۔''

''ارے یہ کیا بات ہوئی۔ میری عزیز از جان دوست سالوں بعد چل کر میری دہلیز تک آئی ہے اور میں اسے اندر آنے کو نہ کہوں ایسا ہوسکتا ہے کیا؟''

خوشی سے بے حال وہ اسے بازو سے تھام کر گھر کے اندر لائی تھی۔ تھوڑے سے ریسٹ کے بعد انوشہ فریش ہوکر لاؤنج میں آئی تو صباء اس کے لیے کھانا لگا چکی تھی۔

''مجھے پتا ہے تم لمبا سفر کرکے آئی ہو اس لیے بھوک لگی ہوگی۔ چلو بلاتکلف شروع ہوجاؤ۔'' چھوٹے موٹے کاموں میں مصروف وہ اسے ہدایت دے رہی تھی۔ انوشہ دل نہ چاہنے کے باوجود نوالے توڑنے لگی گو بھی گوشت بنا تھا اور صباء کے ہاتھ میں بہت ذائقہ تھا۔

کھانا کھلانے کے بعد وہ اسے گیسٹ روم میں لے آئی تاکہ وہ آرام کرلے۔

شام میں پرسکون نیند کے بعد وہ بیدار ہوئی تو صباء اس کے پاس چلی آئی۔

''جی جناب کہیے کیسے مزاج ہیں آپ کے تھکن کچھ کم ہوئی کہ نہیں۔''

''کس تھکن کی بات کررہی ہو' زندگی کی تھکن یا سفر کی......؟'' کہنیوں کے بل اٹھتے ہوئے اس نے پیچھے دھرے تکیے سے ٹیک لگالی تھی۔ صباء مسکرادی۔

''فی الحال تو سفر کی بات کررہی ہوں ٹرین سے آئی تھیں یا جہاز سے۔''

''نہ ٹرین نہ جہاز۔ بس سے آئی تھی۔''

''کیوں شاہ زر بھائی نے اعتراض نہیں کیا؟''

''وہ اعتراض کرنے کا حق کھوچکا ہے صباء' اس شخص نے مجھے اپنی زندگی سے نکال پھینکا ہے۔''

''کیا مطلب تم کہنا چاہتی ہو کہ تمہاری شاہ زر بھائی سے علیحدگی ہوچکی ہے۔''

''ہاں۔''

''مگر کیوں اور کیسے۔''

''کیا ضروری ہے کہ ہم صرف اسی موضوع پر بات کریں۔''

''ہاں کیونکہ یہ میری دوست کی زندگی کا معاملہ ہے۔''

''زندگی' زندگی' زندگی...... کون سی زندگی صباء کیا وہ زندگی تھی جب ماں اور باپ دونوں کے ہوتے ہوئے میں کسی لاوارث کی طرح اپنے ننھیال کی دہلیز پر پڑی ان کی دل شکن باتیں سنتی تھی اور پل پل مجھے اپنے زندہ رہنے پر افسوس ہوتا تھا۔ کیا وہ زندگی تھی جب اپنے ہی باپ کے گھر ہوتے ہوئے میری حیثیت ایک ملازمہ سے بڑھ کر نہیں تھی۔ گھر میں جس کا جو دل چاہتا تھا میرے ساتھ سلوک کرتا تھا مگر کوئی ان سے بازپرس کرنے والا نہیں تھا۔ کیا ہوتی ہے زندگی؟ ایک ان چاہے ناپسندیدہ ترین شخص کے ساتھ اس کے احسانوں کے بوجھ تلے دب کر رہنا؟ کب تک صباء جس کہانی کا کوئی اختتام نہ ہو میں زندگی کی آخری سانس تک اس کہانی کا کردار بن کر نہیں رہنا چاہتی اگر یہ زندگی ہے' اسی کو زندگی کہتے ہیں تو مجھے یہ زندگی نہیں چاہیے۔'' وہ رو پڑی تھی صباء نے لپک کر اسے گلے سے لگالیا۔

''ایسے نہیں کہتے انوشہ زندگی تو خدا کی آزمائش ہے ایک امتحان ہے جو اللہ نے صرف ہمیں ہمارے اعمال جانچنے کے لیے دی ہے۔ خدا کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہوتے۔''

''میں اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہوں صباء' بس مجھے یوں لگتا ہے جیسے خدا مجھ سے راضی نہیں ہے۔''

''استغفار! ایسے نہیں سوچتے خدا کے بارے میں برا گمان رکھنا بھی گناہ ہے' اللہ نہ کرے کہ وہ پاک ذات کبھی خفا ہو تم سے تمہیں پتا ہے وہ جن سے خفا ہوتا ہے انہیں نیست و نابود کر دیتا ہے باقی رہ جانے والے لوگوں کے لیے عبرت بنا دیتا ہے۔ تم پریشان نہ ہو' میں کرتی ہوں تمہارے لیے کچھ نہ کچھ۔'' وہ اسے خود سے لگائے تسلی دے رہی تھی۔

انوشہ اپنے آنسو پیتے ہوئے اس کے گلے سے لگی رہی۔

اگلے دو روز کے بعد وہ لان میں بیٹھی تھی جب صباء نے اسے اس کی جاب کی خوشخبری سنائی۔ انوشہ نے اس کا ہاتھ تھام کر چوم لیا۔

''تم واقعی ایک عظیم دوست ہو صباء' میں زندگی کے ہر موڑ پر تمہاری مقروض رہوں گی۔''

''بس بس زیادہ مکھن لگانے کی ضرورت نہیں ہے' میں نے ناشتا بنا لیا ہے جلدی سے آ جاؤ۔'' اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے اس کا گال تھپتھپا کر وہ واپس مڑ گئی تھی۔

ناشتے کے دوران انوشہ نے اس سے پوچھا تھا۔

''صباء اگر تم محسوس نہ کرو تو میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔''

''ہوں پوچھو۔'' وہ چائے بنانے میں مصروف تھی۔

انوشہ نے ہاتھ میں پکڑا کپ دوبارہ میز پر رکھ دیا۔

''تین دن ہو گئے مجھے تمہارے گھر آئے ہوئے مگر ان تین دنوں میں' میں نے تمہارے شوہر کو ایک بار بھی نہیں دیکھا کیا تم اکیلی رہتی ہو یہاں؟''

''نہیں...... رات آئے تھے...... تم سو رہی تھیں...... میں نے جگانا مناسب نہیں سمجھا۔''

''اور اب کہاں ہیں وہ کیا سو رہے ہیں؟''

''ہاں رات دیر سے سوئے تھے تو اب دیر سے ہی اٹھیں گے۔''

''ہوں' ویسے تمہارا خیال تو رکھتے ہیں ناں مطلب پیار ویار کرتے ہیں۔''

''ہوں' کرتے ہیں۔''

''بچوں' وچوں کے بارے میں کیا سوچا ہے تم لوگوں نے؟''

''فی الحال تو کچھ بھی نہیں سوچا۔ مستقبل میں شاید کچھ ہو جائے۔''

''کیا مطلب تین سال ہو گئے تمہاری شادی کو اور ابھی تک کچھ بھی نہیں سوچا۔ پاگل لڑکی ہو تم تمہیں پتا ہے کسی بھی مرد کو صرف بچوں کی ڈوری سے ہی قابو میں رکھا جا سکتا ہے۔ میاں بیوی کے درمیان بچے پل کا کام کرتے ہیں۔''

''اچھا تم ناشتا کرو' میں ذرا کچن دیکھ لوں۔''

پل میں ڈسٹرب ہوتے ہوئے وہ اپنی سیٹ سے اٹھی تھی۔ انوشہ حیرانی سے اسے دیکھتی رہ گئی۔ دوپہر میں جب وہ اپنے کمرے میں مقید بانو قدسیہ کی ''راجہ گدھ'' کا مطالعہ کر رہی تھی تو اچانک لاؤنج سے کسی مرد کے چنگھاڑنے کی آواز آئی تھی۔

''گھٹیا عورت کسی بات کا سلیقہ ہے تم میں کہ نہیں۔'' وہ بھاگ کر کھڑکی کے قریب آئی تھی۔ باہر لاؤنج کا منظر اسے برف کر دینے کے لیے کافی تھا۔ صباء احمد کپکپاتے وجود کے ساتھ رو رہی تھی۔ جبکہ اس کا ہم سفر سر کا تاج کہلانے والا وہ مرد ایک اور حسینہ کے کپڑوں پر گری چائے اپنے رومال سے صاف کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے اس مرد نے صباء کو دھکا دے کر سائیڈ پر گرایا اور خود اس ابھی حسینہ کا ہاتھ تھام کر لاؤنج سے نکل گیا۔ انوشہ کی آنکھیں جیسے پتھر ہو گئی تھیں۔

جانے کیوں اس لمحے اسے عبدالصمد یاد آیا تھا اور اس کے ساتھ ہی وہ تمام بدترین دن اور راتیں بھی جو اس نے اس کی رفاقت میں بسر کی تھیں۔ مرد کا یہ روپ کتنا بھیانک اور ان مٹ تھا۔ جس وقت وہ کمرے سے نکل کر لاؤنج میں آئی صباء دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

''صباء۔'' اس کے مقابل بیٹھ کر جونہی اس نے اس کے ہاتھ تھامے وہ جیسے ٹوٹ گئی۔

انوشہ کو لگتا تھا جیسے دنیا میں اس سے زیادہ دکھی لڑکی دوسری کوئی نہیں ہے مگر اس وقت صباء احمد کو ٹوٹ کر روتے ہوئے دیکھنے کے بعد اس نے جانا تھا کہ صباء احمد بھی بہت دکھی لڑکی ہے۔ مگر اس نے اس طرح اپنے غموں کو اشتہار بنا کر گلے میں نہیں لٹکایا ہوا تھا۔

رات کھانے کی ٹیبل پر وہ دونوں خاموش بیٹھی تھیں۔ تبھی انوشہ نے پوچھا تھا۔

''کب سے چل رہا ہے یہ سب۔''

''پچھلے تین سال سے۔''

''کیا مطلب تم تین سال سے اس گھٹیا مرد کے ہاتھوں ذلیل ہو رہی ہو۔''

''ہاں۔''

''مگر کیوں' تم پڑھی لکھی ہو' خوب صورت ہو' اچھے گھرانے سے تعلق رکھتی ہو پھر یہ سب کیوں؟''

''کیا فرق پڑتا ہے پڑھا لکھا خوب صورت اور امیر کبیر ہونے سے تم کیا سمجھتی ہو انوشہ' دکھ صرف انہی لڑکیوں کو ملتے ہیں جن کا کوئی نہیں ہوتا؟''

''نہیں مگر تم اپنے لیے بہتر فیصلہ کر سکتی ہو' چھوڑ سکتی ہو اس شخص کو جو تم جیسی پیاری لڑکی کے قابل نہیں ہے۔''

''سو وہاٹ کیا ہوگا اسے چھوڑ دینے سے یہی نا کہ بھائیوں کے کندھوں پر پھر سے بوجھ بن کر لد جاؤں گی۔ بھابیوں کی راتوں کی نیندیں میرا بوجھ پھر سے ہلکا کرنے کی فکر میں اڑ جائیں گی۔ روز وہ میرا وجود اپنے لفظوں کے نشتر سے چھلنی کریں گی اور میں روز سر جھکا کر اپنے مرنے کی دعا مانگوں گی۔ تمہیں پتا ہے انوشہ' ایک عورت کی زندگی میں اس کے اپنے گھر کی کیا اہمیت ہوتی ہے۔ میں پچھلے تین سالوں سے یہ عذاب سہہ رہی ہوں مگر آج تک میرے بھائیوں کو اس بات کا پتا نہیں چلا اور میری اللہ سے دعا ہے کہ میری زندگی تک انہیں کبھی پتا بھی نہ چلے کیونکہ میں جانتی ہوں جس دن انہیں اس بات کا پتا چلا وہ بھی کچھ نہیں کر سکیں گے مگر...... میری ذات اور حقیر ہو کر رہ جائے گی۔ اب چلو میکے میں تو عزت ہے نا۔'' اپنے میکے میں ذرا سی عزت کے لیے پھول سی لڑکی کتنی اذیتیں اٹھا رہی تھی۔

انوشہ سن بیٹھی اسے دیکھتی رہی۔

"کون ہے وہ لڑکی جس کے لیے وہ تمہیں ذلیل کررہا ہے۔" بہت دیر کے بعد اس نے پوچھا تھا۔ صباء نے جواب میں سر جھکالیا۔

"بیوی ہے اس کی یونیورسٹی میں دونوں کا افیئر چلا اور دونوں نے گھر والوں کی مرضی کے خلاف کورٹ میرج کرلی۔"

"تمہیں پتا تھا شادی سے پہلے اس بات کا۔"

"نہیں کسی کو بھی نہیں پتا تھا شادی کی پہلی رات بتایا تھا ارسلان نے مجھے۔"

"اور بچے نہ ہونے کی بھی یہی وجہ ہے؟"

"ہاں اس لڑکی کو میرے بطن سے ارسلان کا بچہ گوارہ نہیں ہے۔ اسی لیے وہ نہیں چاہتے کہ میں ماں بنوں' دو بیٹیاں ہیں ویسے ان کے پاس۔"

"مگر یہ ظلم ہے وہ شخص تمہیں تمہارے بنیادی حق سے محروم نہیں رکھ سکتا۔"

"رکھ رہا ہے ماں باپ کے دباؤ میں اس نے شادی کی ہے مگر خود کو میرا پابند نہیں کیا۔"

"ماں باپ کہاں ہیں اب اس کے؟"

"وفات ہوگئی ہے ان کی' دو سال پہلے باپ اور ابھی تین ماہ پہلے ماں اسی لیے تو وہ اس لڑکی کو یہاں گھر لانے لگے ہیں۔ جب وہ یہاں آتی ہے تو ارسلان مجھے اس کی ملازمہ بنادیتے ہیں۔ آج بھی اس لڑکی کی کہنی لگنے سے چائے چھلکی' میرا پاؤں اور پیٹ جلا مگر تھپڑ بھی مجھے ہی پڑا۔ کیا شاہ زر بھی تمہارے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتا تھا؟" بات کرتے کرتے اچانک اس نے پوچھ لیا تھا انوشہ گنگ رہ گئی۔ بے ساختہ اسے شاہ زر آفندی کا لہجہ اور الفاظ یاد آئے تھے۔

"بکواس کی تھی میں نے تم سے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ یوں کرتے ہیں محبت کرنے والے؟ نہیں...... میں تم سے محبت نہیں کرتی مگر اس کے باوجود تم دھڑکن بن کر میرے سینے میں دھڑکتی ہو' تمہاری آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں تو میرا جگر کٹتا ہے' تم نفرت سے منہ پھیرتی ہو تو میرے سینے میں سانس الجھنے لگتی ہے میں تم سے محبت نہیں کرتا انوشہ' پھر بھی تکلیف ہوتی ہے تو میں تڑپ اٹھتا ہوں۔ پاگل کردیا ہے تم نے مجھے' میں تمہیں دیکھنا نہیں چاہتا سوچنا نہیں چاہتا۔ پھر بھی تم ایک پل کے لیے نگاہ سے اوجھل ہوتی ہو تو میں مرنے لگتا ہوں۔ حالانکہ میں جانتا ہوں تم پتھر ہو' مر جاؤں گا تم سے سر ٹکراتے ٹکراتے مگر پھر بھی میں باز نہیں آرہا۔ کتنی سنگدل ہو تم۔"

"ہاں۔" بے خیالی میں اس نے سر ہلا دیا تھا۔

"او ویری سیڈ۔ کیا اس کی زندگی میں بھی کوئی لڑکی تھی۔"

"ہاں۔"

"پتا نہیں یہ مرد ایسے کیوں ہوتے ہیں اور پتا نہیں ہم عورتیں ایسی کیوں ہوتی ہیں؟" قدرے شکستہ سی صباء برتن سمیٹنے لگی تھی۔ انوشہ گم سم سی بیٹھی جانے کیا کیا سوچتی رہی۔

♥......□......♥

وہ ابھی تھک کر آفس سے واپس گھر آیا تھا۔ جب چاند سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے اس کے قریب چلا آیا۔

"السلام علیکم پاپا۔"

"وعلیکم السلام بگ باس۔ کیسے ہو؟"

"ناٹ ہیپی پاپا۔"

شاہ زر جوتے اتار رہا تھا اس کے جواب میں ایک دم سے سیدھا ہو بیٹھا۔

"کیوں؟"

"مما نہیں ہیں گھر پر۔"

"تو آفس گئی ہوں گی بیٹا۔ اس میں ناخوش ہونے والی کون سی بات ہے۔"

"وہ آج آفس نہیں گئیں۔ آنٹی بتارہی تھیں ان کے آفس سے فون آیا تھا وہ بھی ان کا پوچھ رہے تھے مجھے لگتا ہے پاپا مما ہمیں چھوڑ کر چلی گئی ہیں۔ میں نے کہا تھا نا وہ ہمیں چھوڑ کر چلی جائیں گی۔"

اس بار چاند کے الفاظ پر اس کا دل دھڑکا تھا۔ واقعی وہ صبح بہت ڈسٹرب تھی۔ شاہ زر نے ایک نظر چاند کو دیکھا پھر اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے فوراً اٹھ کر انوشہ کے کمرے کی طرف چلا آیا۔ جہاں بیڈ کے پاس پڑا کاغذ کا وہ ٹکڑا جو وہ پیسوں کے نیچے دبا کر رکھ گئی تھی جیسے شدت سے اس کا منتظر تھا۔ کمرے کا لاک بھی شاہ زر نے ہی کھولا تھا۔

قطعی سن دماغ کے ساتھ' پیسوں کے نیچے دبا وہ کاغذ اٹھاتے ہوئے اس کی انگلیاں کپکپائی تھیں۔ لکھا تھا۔

"میں جارہی ہوں شاہ زر' کہاں...... یہ ابھی میں خود بھی نہیں جانتی مگر میں اتنا ضرور جانتی ہوں کہ اب واقعی آپ کے گھر میں میری کوئی ضرورت نہیں ہے چاند آپ کا بیٹا ہے اسے قدم قدم پر آپ کے نام اور آپ کے سہارے کی ضرورت ہے۔ میں نہ کبھی اچھی بیٹی بن سکی' نہ اچھی بہن' نہ اچھی بیوی اور نہ ہی اچھی ماں۔ اسی لیے میں نے اس گھر سے جانے کا فیصلہ کرلیا ہے کیونکہ میں مزید آپ کے احسانوں کے بوجھ تلے دب کر جینا نہیں چاہتی۔ جو دن میں نے آپ کے گھر کی چھت تلے گزارے ان کا معاوضہ ساتھ رکھ کر جارہی ہوں۔ میں جانتی ہوں یہ پیسے کم ہیں مگر میرے پاس فی الحال یہی ہیں۔ میں نے اپنی جاب سے بھی ریزائن دے دیا ہے۔ ریزائن لیٹر اسی خط کے ساتھ چھوڑے جارہی ہوں۔ کمپنی تک پہنچادیجیے گا اور ہاں چاند کا بہت خیال رکھیے گا۔ اسے اس بری ماں کی کمی محسوس مت ہونے دیجیے گا میں آپ کے گھر سے سوائے اپنی ذات کے اور کچھ بھی لے کر نہیں جارہی ہو سکے تو مجھے معاف کردیجیے گا۔"

فقط انوشہ

خط کیا تھا موت کا پیغام تھا اس کے لیے۔ شاہ زر کو لگا جیسے اس کے قدموں سے جان نکل گئی ہو۔ اگر اسے اس کے ارادوں کی ذرا سی بھی خبر ہوتی تو وہ ہرگز اسے یہ قدم نہ اٹھانے دیتا مگر اب کیا ہو سکتا تھا؟

دونوں آنکھوں کے گوشے انگوٹھے سے دباتے ہوئے وہ سر جھکا کر بیڈ پر بیٹھ گیا تھا جب چاند بے قرار سا وہیں چلا آیا۔
''پاپا مما کا پتا چلا؟''
کیسی کسک و بے تابی تھی اس کے لہجے میں شاہ زر نے ہاتھ بڑھا کر اسے خود سے لگا لیا۔
''میں مگر آپ پریشان نہ ہوں جیسے آپ پاپا کو مل گئے تھے ویسے ہی مما بھی مل جائیں گی۔ ہم دونوں مل کر انہیں ڈھونڈ لیں گے رائٹ۔''
''جی پاپا۔''
''گڈ چلو اب آپ کھانا کھاؤ پھر ہوم ورک کر کے کارٹون دیکھنا میں ذرا ریسٹ کرلوں۔''
اس کے اعصاب اس وقت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہے تھے۔ چاند کے کمرے سے جانے کے بعد وہ کمرا بند کر کے انوشہ کے کمرے میں ہی بیڈ پر لیٹ گیا تھا۔ دونوں آنکھوں پر بازو رکھ کر اس نے لائٹ بھی آف کر دی۔
کہاں جا سکتی تھی وہ اور وہ بھی خالی ہاتھ؟ شاہ زر کو اس سے قطعی اس حماقت کی توقع نہیں تھی۔
اب وہ کرتا بھی تو کیا اگر کسی سے شیئر کرتا تو یقیناً انوشہ کی رسوائی ہوتی جبکہ وہ پہلے ہی دنیا کی نظر میں معتبر نہیں تھی۔ ایک عجب دوراہے پر لا کھڑا کیا تھا۔ اس نے اسے کہ جہاں نہ وہ سکون سے جی سکتا تھا نہ مر سکتا تھا۔

♥......□......♥
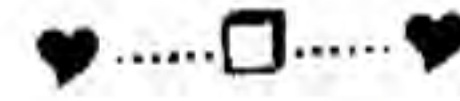
بارش خوب تیز ہو رہی تھی۔
وقفے وقفے سے بجلی کی گرج چمک نے اسے اچھا خاصا سہما دیا تھا۔ مگر شجاع ابھی تک گھر واپس نہیں آیا تھا۔ نجانے وہ کہاں تھا اتنی دیر تو اس نے کبھی نہیں کی تھی۔
امامہ گڑیا کو کھانا کھلا کر سلانے کے بعد گلاس ونڈو میں آ کھڑی ہوئی۔ باہر روڈ کے اس پار گھمبیر اندھیرا تھا۔ بالکل ویسا ہی اندھیرا جیسا وہ اپنی زندگی میں محسوس کر رہی تھی۔ ارسلان ابھی جیل سے رہا نہیں ہوا تھا۔ مگر اسے اب جیسے اس کی پروا بھی نہیں تھی بہت توڑ چکا تھا وہ شخص اسے اور اس میں اب مزید ٹوٹنے کی ہمت نہیں تھی۔
ایک عورت کے لیے عزت اور محبت سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ مگر ارسلان حیدر کے دل میں اس کے لیے نہ عزت تھی نہ محبت۔ اس شخص کو جو اس سے محبت کا دعوے دار تھا اس بات سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ وہ اوباش لوگوں کے ہاتھوں اپنی عزت گنوا بیٹھے۔ اس کے برعکس شجاع نے کبھی محبت کے بلند و بانگ دعوے نہیں کیے تھے پھر بھی اسے برا لگا تھا۔ ایک اجنبی محفل میں کسی اجنبی شخص کا اسے چھونا اور اتنا برا لگا تھا کہ پچھلے تین ہفتوں میں اس نے ضرورت کے تحت بھی اس کی طرف دیکھنا گوارہ نہیں کیا تھا۔
وہ شخص اپنی محبت اور نفرت دونوں میں بہت ایماندار تھا۔
امامہ چپ چاپ اسے سوچے گئی۔

بجلی پھر چمکی تھی اور شاید کڑک کر قریب کے کسی ایریا میں گری بھی تھی۔ امامہ دہل کر رہ گئی۔
مختلف آیات کا ورد کرتے ہوئے وہ شدت سے شجاع کی واپسی کی منتظر تھی۔ جب وہ دعا کی قبولیت کی صورت تھکا تھکا سا گھر واپس چلا آیا۔ امامہ نے اسے دیکھا اور سکون و اطمینان کی ایک لہر اس کے اندر تک سرایت کر گئی۔
آج دوپہر میں اس کی فائزہ آپا سے بات ہوئی تھی اور انہی سے اسے بہت سی وہ باتیں پتا چلی تھیں جو اس کے علم میں نہیں تھیں۔ وہ ابھی سونے کے لیے بیڈ پر آئی تھی کہ وہ اس کے کمرے میں چلا آیا۔
''مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے اسٹڈی میں آؤ۔''
ٹراؤزر کی پاکٹس میں ہاتھ گھسائے سرد مہری سے کہہ کر وہ واپس پلٹ گیا تھا۔ امامہ حیران و پریشان سی ہزار خدشوں کے ساتھ اس کے پیچھے اسٹڈی میں چلی آئی۔
''جی کہیے۔''
''صبح اپنا سامان پیک کر لینا اب مزید تم اس گھر میں نہیں رہو گی۔''
بنا اس کی طرف دیکھے اس نے فوراً سے پیشتر اپنا مدعا بیان کر دیا تھا امامہ سن رہ گئی۔
''یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ کیا گڑیا کے اسکول کا بندوبست ہو گیا ہے؟''
''نہیں۔''
''پھر پھر کیوں دیس نکالا دے رہے ہیں آپ مجھے؟ میں نے مانا کہ میں خطا کار ہوں گنہگار ہوں اپنے رب کی مگر...... میں نے معافی بھی تو مانگی ہے آپ سے آپ نے کہا تھا میں آپ کے سامنے نہ آؤں میں نہیں آئی۔ ایک حرف شکایت تک زبان پر نہیں لائی میں پھر بھی پھر بھی آپ چاہتے ہیں میں یہاں سے چلی جاؤں۔''
''ہاں۔''
''مگر کیوں؟'' وہ دکھ سے چلا اٹھی تھی جب وہ رخ پھیرتے ہوئے بولا۔
''اس لیے کیونکہ تم کسی کی زندگی کا اثاثہ ہو۔''
''نہیں ہوں میں کسی کی زندگی کا اثاثہ وہ سب جھوٹ تھا۔ فریب تھا میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں شجاع میں گڑیا کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔''
''پاگل پن کی باتیں مت کرو تم جانتی ہو میں تمہیں کن سے ملوانا چاہتا ہوں۔'' اس بار وہ برہم ہوا تھا۔
امامہ گم صم سی اسے دیکھے گئی۔
''نہیں کن سے ملوانا چاہتے ہیں۔''
''تمہارے ماں باپ سے ان ماں باپ سے جنہوں نے پانچ سال کی عمر میں تمہیں کھو دیا تھا۔ وہ زینب بی اور اس کا شوہر تمہارے ماں باپ نہیں تھے۔ تمہارے ماں باپ حسن انکل اور طاہرہ آنٹی ہیں۔ جن سے تمہیں چھین لیا گیا تھا۔ پڑھو یہ سارے حقائق اور جان لو کہ تمہاری زندگی کی کہانی کیا ہے۔''
قطعی درشتی سے کہتے ہوئے اس نے ڈی ایس حزام کی تیار کردہ فائل اور چند فوٹو اسٹڈی ٹیبل پر پٹخ

دیے تھے۔امامہ جیسے برف ہوگئی۔

”تم چاہوگی تو میں تمہیں ڈائیورس دے دوں گا۔مگر یہ طے ہے امامہ حسن کہ ہمارے راستے اب کبھی ایک نہیں ہوسکتے۔“

قطعی سنگدلی سے اپنا فیصلہ سنانے کے بعد وہ وہاں ٹھہرا نہیں تھا مگر امامہ ضرور بھونچکاں رہ گئی تھی۔ کیا وہ شخص اپنی نفرت میں اس حد تک بھی جاسکتا تھا؟

♥......□......♥
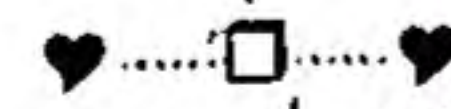
اس نے وہ رپورٹ پڑھ لی تھی اور اب پچھلے چالیس منٹ سے خوب رونے کے بعد وہ شجاع حسن کے کمرے میں چلی آئی تھی۔اس شخص نے اس پر ایک اور احسان کیا تھا کہ اسے اس کی پہچان لوٹا دی تھی۔وہ جو بھری دنیا میں خود کو بے آسرا سمجھ رہی تھی یہ حقیقت جاننے کے بعد کہ وہ ایک رئیس آدمی کی چہیتی اولاد ہے کتنی پرسکون ہوگئی تھی۔

اسے یاد آرہا تھا حفصہ بیگم جب بھی زینت بی سے ملتی تھیں ان کی باتوں میں کسی حسن رضا اور حیدر عباس کا ذکر ہوتا تھا۔امامہ نے کئی بار زینب بی سے ان دونوں ناموں کے بارے میں پوچھا تھا اور جواب میں ہمیشہ انہوں نے اسے فرضی کہانی سنا کر ٹال دیا تھا۔

اسے یاد آرہا تھا کہ جب زینب بی کی وفات ہوئی تھی تو وہ بہت بے چین تھیں۔ بار بار اسے کچھ کہنا چاہتی تھیں مگر زبان بندی کی وجہ سے محض ہکلا کر رہ جاتیں۔ارسلان حیدر کے بقول حفصہ بیگم نے بھی مرنے سے پہلے اسے اپنے پاس بلانا چاہا تھا بہت ممکن تھا کہ شاید انہوں نے ارسلان حیدر کو ساری سچائی بھی بتادی ہو۔

وہ سوچتی رہی اور آنسو بہاتی رہی۔

شجاع نیند میں تھا جب اسے اپنے پیروں پر کسی کے نرم ہاتھوں کا لمس محسوس ہوا‘ ادھ کھلی آنکھوں سے اس نے سر اٹھا کر امامہ حسن کو دیکھا اور پھر فوراً اٹھ کر بیٹھ گیا۔

”تم یہاں؟“

مگر امامہ نے اس کا سوال نہیں سنا‘ وہ آگے بڑھ کر شجاع کے گلے لگ کر زار و قطار رو پڑی تھی۔

شجاع اس قطعی غیر متوقع صورت حال کے لیے تیار نہیں تھا۔اسے لگا جیسے اس کا وجود طوفانوں کی زد میں آگیا ہو‘ خوش گوار زندگی کی طرح گلے لگے وہ لڑکی اس وقت اس کے لیے کسی کڑے امتحان سے کم نہیں تھی۔

مگر اس سے پہلے کہ وہ جذباتی لمحوں کی گرفت میں آتا۔امامہ نے اپنا سر اس کے کندھے سے اٹھا لیا۔

”بہت شکریہ شجاع‘ ایک اور احسان کے لیے۔“

”اٹس او کے اب جاؤ۔“

فوراً سے پیشتر خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے رخ پھیرا تھا اور پھر امامہ کے بیڈ سے اٹھتے ہی کروٹ بدل کر لیٹ گیا۔اس کی دھڑکنیں ابھی تک معمول پر نہیں آئی تھیں۔دل الگ بغاوت کے لیے آمادہ ہو رہا تھا تبھی اسے اپنے بازو پر امامہ کا ہاتھ پھسلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔وہ جیسے ساکت رہ گیا۔

''آپ چاہتے ہیں نا میں ہمیشہ کے لیے یہاں سے چلی جاؤں۔ آپ زندگی میں دوبارہ کبھی میری شکل نہ دیکھیں۔ ہے نا؟ میں چلی جاؤں گی آپ زندگی میں دوبارہ کبھی میری شکل نہیں دیکھیں گے۔ مگر پلیز شجاع مجھے ڈائیورس مت دیجیے گا۔ میں آپ کے نام آپ کے حوالے کی پہچان کے ساتھ جینا چاہتی ہوں۔ میرا یقین کیجیے۔ میں خطا کار ہوں مگر بدکار نہیں ہوں۔''

بھیگے لہجے میں کہتی ہوئی وہ اس کے پہلو میں ٹکی تھی اور اس کا ہاتھ اب شجاع کے بازو سے ہوتا ہوا سینے پر آرکا تھا۔ شجاع کو لگا جیسے اس سرد نازک ہاتھ میں پوشیدہ حدت سے اس کی سانس جل جائے گی۔ یقیناً آج وہ اسے بخشنے کے موڈ میں نہیں تھی۔

''مجھے اپنی دہلیز سے خالی ہاتھ مت کریں شجاع' کوئی تعلق کوئی زنجیر تو ہونی چاہیے ہمارے درمیان تاکہ زندگی کا سفر اگر اکیلے بھی کاٹنا پڑے تو دشوار نہ لگے۔''

دھیمے لہجے میں بھی وہ اسے مسمار کرنے کی پوری پوری کوشش کررہی تھی۔ وہ جیسے ڈھ گیا۔

پلٹ کر ایک نظر امامہ حسن کو دیکھنے کے بعد اس نے اپنے لب اس کی سرد پیشانی پر دھر دیے تھے۔ وہ لڑکی اس کی دہلیز سے خالی ہاتھ جانے کی خواہاں نہیں تھی اور ادھر اس کا اپنا دل تھا کہ نوازنے کو مچل رہا تھا ساری بدگمانیاں' ساری انا اس لمحے جیسے منہ لپیٹ کر سوگئی تھی۔ اسے یاد رہا تو محض اتنا کہ امامہ حسن اس کے نام سے منسوب ہے۔ اور ایک ایسی سرزمین کی مانند ہے جو اس کی دسترس میں ہوتے ہوئے بھی سیراب ہونے سے محروم رہی ہو۔

ٹپکا ٹپکا اوس کی صورت موتی برساتی رات ایسے بیت گئی تھی جیسے کوئی حسین خواب ہو۔ صبح دن کا اجالا پھیلنے کے بعد شجاع کی آنکھ پہلے کھلی تھی۔ ایک لمحے کے لیے تو اسے سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ رات کیا ہوا تھا۔ مگر اگلے ہی لمحے جب اسے اپنے سینے پر بے خبر سوئی امامہ حسن کے وجود کا احساس ہوا تو رات کے تمام پرکیف لمحات کسی فلم کے یادگار سین کی مانند اس کے ذہن کی اسکرین پر ایک کے بعد دیگرے چھاتے چلے گئے۔

امامہ حسن نے خود کو پارسا ثابت کردیا تھا۔ بے شک اس نے اس کی امانت میں خیانت نہیں کی تھی مگر اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ اسے اپنے دل میں کوئی مقام دیتا۔ ایس ایچ او کے ذہن میں گونجنے والے الفاظ نے اسے جیسے منجمد کردیا۔

''جناب کل رات یہ لڑکی کسی لڑکے کے ساتھ رنگ رلیاں مناتے ہوئے پکڑی گئی ہے۔''

اور لڑکا کون تھا ارسلان حیدر۔

وہ ارسلان حیدر جس کے لیے اس نے اسے زہر دیا تھا۔ وہ ارسلان حیدر جس کے لیے وہ اس کے گھر میں بچی کی آیا بن کر گھسی تھی۔ بچپن سے جوانی تک جس کے نام اس نے اپنا ہر لمحہ کیا تھا۔ شجاع کے ذہن میں وہ سارے ایڈ' سارے کمرشل گھومنے لگے تھے۔ جن میں اس نے ارسلان حیدر کے لیے کام کیا تھا۔ کس کس نے نہیں دیکھا ہوگا اس کمرشلز میں اسے۔ کوئی جگہ ایسی تھی ہی نہیں جہاں اس نے اس کی عزت نہ اچھالی ہو۔

کیا اب وہ محفلوں میں' یار دوستوں کے سامنے اسے اپنی بیوی کی حیثیت سے متعارف کرواسکتا تھا؟

صرف ایک محبت کے الاؤ میں اس لڑکی نے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا تھا۔

شجاع کو لگا جیسے امامہ حسن کی جگہ اس کے سینے سے آگ لپٹی ہو۔ تبھی قطعی درشتگی سے اس نے اسے خود سے الگ کرتے ہوئے پرے دھکیل دیا تھا۔ امامہ اس اچانک بھونچال پر ہڑبڑا کر بیدار ہوئی تھی۔

''صبح ہوگئی ہے اب جاؤ اپنے کمرے میں۔''

رات خوش بو اور موتی لٹانے والے لب' اب ایک دم سے دن کے اجالے میں آگ برسانے لگے تھے۔

وہ شاکڈ ہی تو رہ گئی۔

''رات جو کچھ میں نے تمہیں دان کیا' اسے اس گھر میں اپنی خدمتوں کا معاوضہ سمجھ لینا اب جاؤ۔'' کتنی حقارت تھی اس شخص کے لہجے میں۔ ایک لمحے میں وہ عرش سے فرش پر لے آیا تھا۔ امامہ کا دماغ جیسے ماؤف ہوگیا تھا۔

پھٹی پھٹی سی نگاہوں سے کتنی ہی دیر اسے دیکھنے کے بعد وہ روتی ہوئی اس کے کمرے سے نکلی تھی۔ کیسی بدنصیبی تھی کہ اپنا آپ اس کے قدموں میں بچھا کر بھی اپنی پاکیزگی ثابت کرکے وہ بھی وہ اس شخص کی نفرت کے گراف سے باہر نہیں نکل سکی تھی۔

گڑیا اٹھ چکی تھی اور اب اسے ڈھونڈ رہی تھی مگر وہ کمرا بند کرکے روتی رہی۔

دوپہر میں فریش ہوکر وہ کمرے سے باہر نکلی تو اس کا چہرہ خوب سرخ ہورہا تھا۔ شجاع نے اپنی بیٹی کو اب تک اس کی ناسازیٔ طبع کا بتاکر بہلایا ہوا تھا۔ مگر اب امامہ کو دیکھتے ہی وہ اس کی طرف لپک آئی تھی۔

''مما آپ کہاں تھیں۔ میں نے اتنا مس کیا آپ کو۔''

امامہ نے جھک کر اسے پیار کیا پھر بنا اس کے سوال کا کوئی جواب دیے وہ اس کا ہاتھ تھام کر شجاع کی طرف چلی آئی۔

''آپ مصروف نہ ہوں تو چلیں؟'' سپاٹ لہجے میں عجیب سا درد تھا۔ وہ نظریں چرا گیا۔

''ہاں تم اپنا سامان لے آؤ میں گاڑی نکلواتا ہوں۔''

''مما آپ کہاں جارہی ہیں۔''

شجاع کے وہاں سے اٹھتے ہی گڑیا نے مچل کر اس سے پوچھا تھا جواب میں اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

''اسپتال۔'' مرے مرے سے لہجے میں اس نے جواب دیا تھا۔

''میرے لیے بھیا لینے۔''

''ہاں۔'' جانے کیوں وہ اس بچی کو تکلیف پہنچانا نہیں چاہتی تھی۔ گڑیا بے طرح خوش ہوگئی۔

شام کے دھندلکے ہلکے ہلکے گہرے ہورہے تھے۔ جب وہ ''حسن پیلس'' پہنچی تھی۔ گھر سے اب تک شجاع حسن نے اس سے کوئی بھی بات نہیں کی تھی۔

حسن رضا صاحب کو شدت سے اس کی آمد کا انتظار تھا۔ حیدر عباس صاحب اور ان کی بیگم بھی وہیں موجود تھیں مگر ان دونوں کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ کون آرہا ہے۔ گیٹ کے اس پار جس وقت شجاع کی گاڑی رکی۔ حسن صاحب فوراً اٹھ کر گیٹ کی طرف لپکے تھے۔ امامہ گاڑی سے نکلنے کے بعد گیٹ کے قریب آئی تو چوکیدار نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"میرال بی بی آپ......؟"

جواب میں امامہ نے حیران ہو کر سوالیہ نگاہوں سے شجاع کی طرف دیکھا تھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"نیا ملازم ہے ابھی اسے میرال اور امامہ کی کہانی کا علم نہیں ہے چلو۔" اس کی وضاحت پر وہ خاموشی سے آگے بڑھ گئی تھی۔

جس وقت وہ گیٹ کے قریب پہنچی عین اسی لمحے حسن رضا صاحب گیٹ سے باہر آئے تھے۔ امامہ پر نگاہ پڑتے ہی ان کے ضبط کا پارہ ریزہ ریزہ ہو گیا تھا۔ وہ بالکل میرال حسن کا عکس تھی۔ حسن رضا صاحب کو لگا وہ گر پڑیں گے۔ جسم کا بوجھ سہارنا اس لمحے سے پہلے کبھی انہیں اتنا مشکل نہیں لگا تھا۔

امامہ کے قدم بھی انہیں دیکھ کر ذرا سا لڑکھڑائے تھے۔ شجاع اس کے پیچھے ہی آ رہا تھا۔ اس نے بے ساختہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے تحفظ اور تسلی دی تھی۔ طاہرہ بیگم کو صورت حال کا علم نہیں تھا وہ گیٹ پر آئیں تو حسن صاحب امامہ کو گلے سے لگائے زار و قطار رو رہے تھے۔ وہ شاکڈ رہ گئیں۔

"مم...... میرال......!"

"نہیں طاہرہ' یہ امامہ ہے ہماری گمشدہ بچی۔"

"کیا؟" طاہرہ بیگم کی بصارتیں جیسے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ حسن صاحب اب امامہ کو چوم رہے تھے۔

"ہاں طاہرہ' یہ امامہ ہے' پندرہ سال پہلے اسے حفصہ اور اس کی بہن نے اسکول سے اغوا کروالیا تھا۔ مجھے اس ڈرائیور نے چند روز پہلے سب کچھ بتا دیا ہے۔ یہ قدرت کے کھیل ہیں طاہرہ۔ جب وہ انسان سے کچھ لیتا ہے تو بہت کچھ نواز بھی دیتا ہے۔"

طاہرہ بیگم کا جسم کانپ رہا تھا۔ امامہ کو بے یقینی سے دیکھتے ہوئے وہ اس کی طرف لپکی تھیں اور پھر اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے بری طرح رو پڑی تھیں۔

امامہ کا دل کٹ کر رہ گیا۔ ایک عرصے کے بعد "حسن پیلس" کے مکینوں کے بے حس جسموں میں زندگی کا احساس جاگا تھا۔ شجاع خاموشی سے سب دیکھتا رہا۔

امامہ کے گلے لگ کر روتے ہوئے طاہرہ بیگم بے ہوش ہو گئی تھیں۔ ملازمین میں ہلچل مچ گئی۔ میرال کی غیر متوقع موت کے بعد وہاں حسن پیلس میں روز اک نئی کہانی جنم لے رہی تھی۔ شجاع طاہرہ بیگم کو اپنے مضبوط بازوؤں کا سہارا دیتے ہوئے ان کے کمرے میں لے آیا تھا۔ حسن پیلس میں اس رات اس کی بہت خاطر مدارت ہوئی تھی مگر...... وہ لوٹ آیا تھا۔

اسی ہفتے گڑیا کو بورڈنگ بجھوانے کے بعد وہ خود اپنی فیلڈ کی طرف سے وزٹ پر ملائیشیا چلا گیا۔ تاہم جانے سے قبل اس نے ارسلان حیدر کو جیل کی سلاخوں سے نکال کر حیدر عباس صاحب اور ان کی بیوی کے سپرد کر دیا تھا۔

♥......□......♥

تجھ کو نہیں احساس کہ اے دل تیری خاطر
اک شخص بڑے کام کا بیکار ہوا ہے

صاعقہ احمد سے ٹکراؤ کے بعد وہ جیسے پھر سے اپنا چین و قرار کھو بیٹھا تھا۔ صاعقہ اس کی طرف دیکھنے کی بھی روادار نہیں تھی مگر...... وہ اس سے ملنا چاہتا تھا۔ صرف ایک بار اس سے اس کی بے وفائی کی وجہ جاننا چاہتا تھا۔

اذلان حیدر کے ساتھ بھری برسات میں اس کی تنہائی نے اس کے اندر جیسے آگ لگا چھوڑی تھی۔ اس روز وہ آفس نہیں آئی تھی عباد کسی بے قرار روح کی مانند وقفے وقفے سے اس کے کیبن کا چکر لگاتا رہا۔ اگلے دو روز کے بعد وہ اسے پھر روڈ پر ملی تھی۔

عباد ضروری کام سے جا رہا تھا مگر پھر بھی اس نے گاڑی صاعقہ کے قریب جا کر روکی تھی۔

"بیٹھو۔"

فرنٹ ڈور کھول کر قطعی سپاٹ چہرے کے ساتھ اس نے جیسے حکم جاری کیا تھا۔ وہ رخ پھیر گئی۔

"میں چلی جاؤں گی۔ آپ جائیے۔"

"صاعقہ میں اس وقت تم سے بحث کے موڈ میں نہیں ہوں پلیز بیٹھ جاؤ۔" بمشکل وہ خود پر ضبط رکھے ہوئے تھا۔ صاعقہ اس کے سرخ چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے لب بھینچتی چپ چاپ گاڑی میں بیٹھ گئی۔

اگلے تیس منٹ کے بعد وہ شہر کے سب سے مہنگے ریسٹورنٹ میں عباد یاور کے مقابل بیٹھی تھی۔

"تو یہ وجہ تھی میری زندگی سے تمہارے یوں چپ چاپ چلے آنے کی۔" بہت دیر کی خاموشی کے بعد وہ ہاف فولڈ کہنیاں ٹیبل پر ٹکاتے ہوئے اسے دیکھ پایا تھا۔ صاعقہ کی آنکھوں میں تیزی سے آنسو جمع ہونے لگے۔

"ہاں۔"

کیوں؟ محض اس لیے کہ اس کے پاس مجھ سے زیادہ دولت ہے۔"

"ہاں۔" وہ دبے دبے لہجے میں چلا رہا تھا اور وہ رخ پھیرے رو رہی تھی۔

"نہیں' نہیں صاعقہ احمد' میری محبت اتنی سستی نہیں ہو سکتی۔ لوگ کہتے ہیں مڈل کلاس لڑکیوں کو دولت کی بھوک ہوتی ہے۔ وہ امیر کبیر لڑکوں کے دل کو نہیں جیب کو دیکھتی ہیں۔ کہہ دو کہ لوگ غلط کہتے ہیں پلیز۔"

بے خودی میں بکھرتے ہوئے اس نے صاعقہ احمد کے سرد ہاتھ تھام لیے تھے۔ تبھی شاید وہ ہوش میں آ گئی تھی۔ آنکھ سے انگارا بن کر ٹوٹنے والے آنسوؤں کو بے دردی سے رگڑتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ عباد کی گرفت سے نکالا تھا۔

"نہیں' لوگ جو کہتے ہیں ٹھیک کہتے ہیں۔ محبت مڈل کلاس لڑکیوں کا دردسر نہیں ہے۔ نہیں جانتیں مڈل کلاس لڑکیاں محبت کی سچائی کو۔ میں نے بھی تم سے تمہاری دولت کے لیے تعلق رکھا تھا لیکن جب مجھے پتا چلا کہ تم سڈنی چلے گئے تو یہ کہ تمہاری شادی تمہاری کزن سے طے ہے تو مجھے لگا میں زیادہ عرصہ تک تمہیں بے وقوف نہیں بنا سکتی۔ اسی لیے میں تمہاری زندگی سے نکل آئی۔ تم میری منزل نہیں تھے۔ عباد یاور' مگر اذلان حیدر میری منزل ہے' کیونکہ میں اب اس سے پیار کرتی ہوں۔ بے حد پیار میرے اور اس کے بیچ آنے کی کوشش مت کرو ورنہ......!" اس کے لہجے میں سرد مہری تھی عباد یاور کو لگا وہ ملبے تلے دب گیا ہو۔

"ورنہ......؟"

"ورنہ جو لڑکی تمہیں بے وقوف بنا کر چھوڑ سکتی ہے وہ تمہاری جان بھی لے سکتی ہے۔"

عباد یاور کے پتھر ہوئے وجود کو اس نے ایک لمحے میں جیسے پاش پاش کر دیا تھا۔ ریستوران کے باہر ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی مگر عباد کے لیے اندر باہر چاروں طرف ان دیکھی سی آگ جل رہی پڑی تھی جس میں دیکھتے ہی دیکھتے اس کے دل سمیت سارا وجود مسمار ہو گیا تھا۔

♥......□......♥
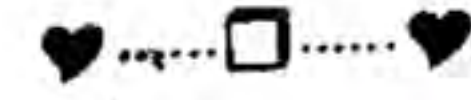
اس نے سونا بنا' کے مٹی سے
مجھ کو مٹی کے بھاؤ بیچ دیا

ہمدانی پیلس سے دربدری کے بعد وہ اسے اپنے ایک دوست کے فلیٹ پر لے آیا تھا۔ اس کی طرح اس کا دوست بھی ایک امیر کبیر باپ کا بگڑا ہوا سپوت تھا۔ آج کل زاویہ اس سے کنارہ کش ہو کر اسی کے ساتھ رہ رہی تھی۔ اس روز زاویہ نے نائٹ کلب میں پارٹی رکھی تھی۔ وہ اسی پارٹی میں شرکت کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ جب وہ چپ چاپ ہی اٹھ کر اس کے قریب چلی آئی۔

"عدی۔ میں یہاں اس فلیٹ میں خود کو محفوظ محسوس نہیں کر رہی۔ کیا ہم کہیں اور نہیں رہ سکتے۔"

وہ پلٹا تھا اور پھر ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالتے ہوئے ہنس پڑا تھا۔

"کیوں یہاں کیا ہے تم تو بڑی بہادر بنتی تھیں۔ اب کیا ہوا؟ کیا اب اپنے خدا پر بھروسا نہیں رہا تمہیں۔"

ہنس کر استہزائیہ لہجے میں کہتے ہوئے وہ پرفیوم کا اسپرے کرنے لگا تھا۔ وہ سر جھکا گئی۔

"صاف کیوں نہیں کہتیں کہ تمہیں محلوں میں رہنے کی عادت پڑی ہوئی ہے۔ محبت اور فرمانبرداری کی مالا گلے میں لٹکا کر کسی فلیٹ میں نہیں رہ سکتیں تم۔"

وہ شخص چوٹ پہنچانے اور دل جلانے میں ماہر تھا۔ گوری ایک نظر اس کے شاندار سراپا پر ڈالتی واپس پلٹ گئی۔

شام کے دھندلکے گہرے ہونے لگے تھے۔ باہر تیز بارش کے ساتھ آندھی طوفان نے نے گوری کو سہما دیا تھا وہ شدت دل سے عدنان کی گھر واپسی کی دعا کر رہی تھی۔ تبھی دروازہ بجا تھا۔ وہ دوپٹا اچھی طرح اپنے گرد لپیٹنے کے بعد بارش میں بھیگتی دروازے تک آئی تھی۔

"کون؟"

"عاطف۔"

اس کے سوال کے جواب میں عدنان کے اسی دوست کی آواز آئی تھی جو اس فلیٹ کا مالک تھا۔ گوری کا ہاتھ دروازے کی کنڈی تک جاتے جاتے رک گیا۔

"بھائی عدی ابھی گھر پر نہیں ہیں۔"

"مجھے پتا ہے' بھابی عدی میرے ساتھ ہی ہے' ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے اس کا بری طرح زخمی اور بے ہوش ہے۔"

عاطف کی آواز میں اسے کرب محسوس ہوا تھا۔ تبھی جیسے اس کا دل ڈوب گیا۔ وہ اس شخص سے متعلق ایسے

خدشات کا شکار تو رہتی تھی اس کے اندر کی کوئی چیز اسے دروازے کی چٹخنی گرانے سے روک رہی تھی مگر باہر اپنے شوہر کے زخمی اور بے ہوش ہونے کی اطلاع پا کر وہ دماغ کے بجائے دل کو برتری دے گئی۔ کپکپاتے ہاتھوں سے جیسے ہی اس نے چٹخنی گرائی عاطف دروازے کو اندر کی طرف دھکیلتا گھر کے اندر گھس آیا۔

گھر میں داخل ہوتے ہی فوراً اس نے چٹخنی لگائی تھی۔

گوری اس اچانک افتاد پر جہاں کی تہاں کھڑی رہ گئی۔

"کیا بھابی اتنی دیر سے بارش میں کھڑا بھیگ رہا ہوں مگر آپ کو کوئی احساس ہی نہیں شوہر کا دوست نہ سہی اس گھر کا مالک سمجھ کر ہی دروازہ کھول دیتیں۔"

اپنے فریب پر کمینگی سے مسکراتے ہوئے وہ گوری سے بھیگے سراپا کو خوب توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ جب وہ اچانک حواس میں واپس پلٹتے ہوئے اندر کمرے کی طرف بھاگی' بے جان وجود میں صرف دل کے ہزاروں کی رفتار میں دھڑکنے کا احساس ہو رہا تھا۔ تاہم مکاری اور عیاشی میں ماہر عاطف سبزواری نے اس کی یہ کوشش فوراً اس پر جھپٹتے ہوئے ناکام بنا دی۔

"ارے کہاں بھاگ رہی ہیں مہمان ہوں آپ کا کوئی خاطر تواضع نہیں کریں گے۔" اس شخص کے منہ سے شراب کے بھبکے اٹھ رہے تھے۔ گوری کی روح بلبلا اٹھی۔ اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ شوہر کو ہدایت کے رستے پر لانے کی کوشش میں وہ اپنی عزت کی اجلی چادر کو ایک عیاش کے ہاتھ میں دے بیٹھے گی۔

"چھوڑو مجھے۔"

"چھوڑ کے ہی جاؤں گے۔ میں نے کوئی اچار تھوڑی ڈالنا ہے آپ کا۔"

اس کے خوب صورت وجود کو اپنے حصار میں کستے ہوئے اس نے پھر کمینگی دکھائی تھی۔ گوری کی روح بلبلا اٹھی۔

"نہیں تم ایسا نہیں کر سکتے' خدا کا واسطہ ہے تمہیں میرے ساتھ ایسا مت کرو' تمہاری بہنوں جیسی ہوں میں۔"

"میری کوئی بہن نہیں ہے۔ ہوتی بھی تو اتنی خوب صورت نہیں ہو سکتی تھی۔ کیوں بندھی ہوئی ہو عدی سے وہ بے وقوف شخص کیا دے سکتا ہے تمہیں میری طرف دیکھو۔ دنیا کی ہر خوشی تمہارے قدموں میں ڈھیر کر سکتا ہوں میں۔"

گرجتے بادلوں اور کڑکتی بجلی کی پروا کیے بغیر وہ شیطان اپنی پلاننگ پر عمل کر رہا تھا۔ زاویہ نے اس سے عدنان ہمدانی کی بربادی مانگی تھی اور وہ اس سے کیے عہد کے مطابق اس کی عزت کو نیلام کرنے چلا آ رہا تھا۔

گوری اب چلا رہی تھی۔

"چھوڑو مجھے نہیں تو خدا کا قہر نازل ہوگا۔"

"ہاہاہا بچہ سمجھ کر ڈرا رہی ہیں مجھے' سوری میں ڈرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ ویسے بھی اس ملک میں سوائے خدا کا قہر نازل ہونے کے اور کچھ بھی نہیں ہو رہا۔ دیکھیے نا' کتنا اچھا ڈریس پہنا ہوا ہے آپ نے۔"

وہ اپنی حدود کراس کر رہا تھا۔ گوری نے خود کو اس عیاش شخص کے فولادی پنجے میں قطعی بے بس محسوس

کرتے ہوئے ایک نظر اوپر برستے آسمان کی طرف دیکھا اور بلک کر رو پڑی۔

"نہیں' اب اور ذلت در رسوائی نہیں میرے مالک مجھے اس آزمائش میں مت ڈال' جو میری دنیا و آخرت تباہ کر کے رکھ دے۔ میری عزت کی چادر تیرے ہاتھ ہے مالک اسے داغ دار ہونے سے بچالے۔"

اپنے بچاؤ کی ہر کوشش کرتی وہ دل ہی دل ہی دل میں سسک پڑی تھی۔ جب عاطف کے سیل پر زاویہ کی کال آگئی۔ اس نے سیل پاکٹ سے نکال کر چیک کیے بغیر گوری کو گھسیٹ کر برآمدے کے ستون سے باندھا اور پھر اطمینان سے سیل نکال کر وہاں زاویہ کی کئی مس کالز دیکھ کر اسے کال بیک کر دی۔

"اسٹوپڈ کال کیوں نہیں اٹھا رہے تھے؟"

پہلی بیل پر ہی کال پک کرتے وہ بھنائی تھی۔ وہ مسکرا دیا۔

"مصروف تھا بھابی جی کے ساتھ اس لیے تمہیں کیا مصیبت پڑ گئی؟"

"مصیبت کے بچے' وہ گھر کے لیے نکل پڑا ہے اب تک تو پہنچ بھی گیا ہوگا' اگر اس نے تمہیں وہاں دیکھ لیا تو تمہاری خیر نہیں۔"

"میری خیر کی فکر چھوڑ دو تم' عاطف نام ہے میرا' کچے کھیل نہیں کھیلتا میں کل تک تمہیں مطلوبہ نتائج نہ ملیں تو نام بدل دینا میرا۔" لب دبا کر مسکراتے ہوئے وہ کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔ زاویہ لائن ڈراپ کر گئی۔

اگلے پانچ منٹ میں وہ باہر مرکزی دروازہ ان لاک کرنے کے بعد گوری کو ستون سے کھینچ کر بیڈ روم میں لے آیا۔

"لیجیے بھابی جی آ گئے آپ کے شوہر نامدار کتنی پاک باز ہیں آپ...... وہ کیا کہتے ہیں اللہ اللہ کرنے والی مگر...... ہوگا کیا...... آپ کا عقل کا اندھا شوہر آپ کے اس حسین اور خوب صورت وجود کو میری بانہوں میں دیکھ کر غصے سے پاگل ہو جائے گا۔ آپ رو رو کر اپنی پارسائی ثابت کرنے کی کوشش کریں گی۔ مگر وہ یقین نہیں کرے گا۔ وہ اسی پر یقین کرے گا جو اسے میں بتاؤں گا۔"

وہ صدمے سے گنگ تھی اور وہ شخص اسے مزید مسمار کر رہا تھا۔ عدنان جس وقت دروازہ کھلا پا کر قدرے غصے میں بیڈ روم کی طرف آیا۔ عاطف گوری پر جھکا ہوا تھا اور وہ جیسے بے جان ہو گئی تھی۔

وہی گوری جس کی دہاڑ پر گاؤں کے مرد بھی دہل جایا کرتے تھے۔ کتنی آسانی سے ایک شیطان شخص کی مکروہ پلاننگ میں مسمار ہو گئی تھی۔ عدنان کو یقین ہی نہ آیا کہ وہ کیا دیکھ رہا ہے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے جیسے اندھیرا چھا گیا تھا۔

وہ جانتا تھا کہ گوری غلط کردار کی لڑکی نہیں ہے۔ مگر بند گھر میں اس کا دوست اندر کیسے آیا۔ یہ سوال طوفان بن کر خون کی صورت اس کی شریانوں سے ٹکرا رہا تھا۔

عاطف نے عدنان کو دیکھ کر گوری کو چھوڑ دیا تھا۔ وہ بے حس و حرکت پڑی تھی۔ عصمت پر آنچ آئے بغیر بھی اسے لگ رہا تھا اس نے جیسے سب کچھ کھو دیا ہو۔ مگر عدنان بے حس و حرکت نہیں رہ سکا تھا۔ گوری کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے وہ عاطف پر پل پڑا تھا۔ عاطف جانتا تھا کہ وہ جذباتی ہوگا مگر اتنا بھاری پڑے گا۔ یہ اس کے علم میں نہیں تھا۔

عظمیٰ خان

السلام علیکم! شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ آنچل قارئین اور اسٹاف کو عظمیٰ خان کی طرف سے پُرخلوص سلام۔ میرا نام عظمیٰ خان ہے اور میں پیارے سے گاؤں ڈھیر مونڈ میں پیدا ہوئی۔ میری تاریخ پیدائش 11 فروری ہے۔ میرے تین بھائی اور میں اکلوتی بہن ہوں۔ جی ہاں بالکل لاڈلی بھی ہوں' امی سے بہت اٹیچڈ ہوں۔

میں ایف اے کی اسٹوڈنٹ ہوں' ابھی سکینڈ پارٹ کے پیپرز دینے ہیں۔ میں زیادہ اچھی اسٹوڈنٹ نہیں رہی' مجھے ٹیچرز سے بہت لگاؤ ہے۔ آنچل سے وابستگی بہت پرانی ہے پہلے پہل تو چھپ کر پڑھتی تھی کہ ابو غصہ نہ ہوں لیکن اس میں اچھی اچھی کہانی ابو کو سناتی ہوں جو کہ وہ پسند کرتے ہیں اور وہ منع نہیں کرتے۔

میرا پسندیدہ مشغلہ ڈائجسٹ اور میگزین پڑھنا ہے میری پسندیدہ رائٹرز نازیہ کنول نازی اور سمیرا شریف ہیں۔ نازیہ جی! آپ کے تو کیا کہنے یو آر سو سویٹ۔ میرا بڑا دل کرتا ہے آپ سے ملنے کو۔ پسندیدہ کہانی "پتھروں کی پلکوں پر" اور "اور کچھ خواب" ہے۔ پھول مجھے سارے ہی بہت اچھے لگتے ہیں۔ مجھے سیاحت کا تو بے حد ہی شوق ہے۔ پوری دنیا گھوم لوں لیکن تھکنے کا نام نہ لوں۔ کھانے میں چکن پلاؤ اور قیمہ پسند ہے میٹھے میں سب کچھ ہی اچھا لگتا ہے پھلوں میں آم پسند ہے جی۔ میرا دل کرتا ہے میں اللہ کے گھر جاؤں اور وہیں رہ جاؤں' اللہ سب کو گھر کی زیارت کروائے' آمین۔ مجھے پُرخلوص اور سچے لوگوں سے بے حد محبت ہے۔ میں کسی سے کبھی ناراض نہیں رہ سکتی چاہے غلطی اگلے بندے کی ہو منا لیتی ہوں۔

خوب صورت چیزیں اور لوگ بہت اٹریکٹ کرتے ہیں خوب صورت جگہوں کی دیوانی ہوں۔ ہر کسی پر جلد اعتبار کر لیتی ہوں جو ٹھیک نہیں' کئی بار اس کا خمیازہ بھی بھگتنا پڑا۔ میری بہت سی دوستیں تھیں اور ہیں بھی۔ تھیں کا مطلب ہاسٹل کی دوستیں کچھ سے رابطہ ہے اور امید اب کچھ سے ہو جائے گا۔ میری قریبی دوست سمانہ بہت ہی اچھی دوست ہے اور میری کزن بھی عظمیٰ اینڈ سمانہ کی طرف سے ثناء حسن' نصرت' ماریہ' سائرہ' شائستہ اور ثمینہ کو ڈھیر سارا سلام۔

ریڈیو میں کام کرنے کا بھی بے حد شوق ہے اگر کبھی موقع ملا تو ان شاء اللہ ضرور کروں۔ مجھے پڑھانا بھی اچھا لگتا ہے ارے کمپیوٹر میں تو میری جان ہے' دس دس گھنٹے بیٹھی رہوں وقت کا پتا ہی نہیں چلتا۔

مجھے اپنے وطن سے تو بہت محبت ہے۔ اگر ہم سب مل کر اپنے وطن کے لیے خلوصِ نیت سے کام کریں تو ہمارا ملک جنت کا گہوارہ بن جائے گا۔ میں اب بھی اپنے پیارے ملک پاکستان کو جنت سے کم نہیں سمجھتی۔ واہ جی! کیا بات ہے اپنے گھر کی۔

اس روز عاطف سبزواری کو مار مار کر بے ہوش کرنے کے بعد اس نے اتنی شراب پی تھی کہ خود اس کی اپنی زندگی خطرے میں پڑ گئی تھی۔

♥ ....□ ♥

دیکھو دسمبر اب مت آنا
میرے اندر کتنے صحرا پھیل چکے ہیں
تنہائی کی ریت نے میرے

سارے دریا پاٹ لیے ہیں
اب میں ہوں اور میرے بنجر پن کی بوجھل تہہ ہے
دیکھ دسمبر تیری ان برفاب شبوں میں
تیری ان بے خواب شبوں میں
خواب موئیسٹر کون بنے گا؟
روح کے اندر گرتی برفیں
کون چنے گا؟
دیکھ دسمبر اب مت آنا

''مما، ہم پاکستان کب چلیں گے۔''

شدید سرد موسم میں بیڈ پر بیٹھی وہ مستنصر حسین تارڑ کی 'قربت مرگ میں محبت' کا مطالعہ کر رہی تھی جب اس کی چار سالہ بیٹی نے اس کا دھیان بٹاتے ہوئے پوچھا۔ انزلہ شاہ کے اندر جیسے سناٹا پھیل گیا۔

از حد حیرانی کے ساتھ اس نے چونک کر اپنی بیٹی کی طرف دیکھا تھا۔

''پاکستان...... کبھی نہیں۔''

''مگر کیوں میری فرینڈ اپنی مما کے ساتھ پاکستان گئی تھی۔ وہ بہت تعریفیں کرتی ہے پاکستان کی۔ سارے دن اسکول میں پاکستان کی باتیں سناتی ہے۔ مما مجھے پاکستان دیکھنا ہے پلیز۔''

اس کی بیٹی امل اب بیڈ پر چڑھ آئی تھی۔ وہ ضد کر رہی تھی۔

انزلہ کے اندر پھر سے طوفان اٹھنے لگے۔

''نہیں، کبھی نہیں دوبارہ پاکستان کا نام لیا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ سمجھی تم؟'' سرخ چہرے کے ساتھ اس کا تنفس بھی تیز ہوگیا تھا۔ چھوٹی سی بچی سہم کر رہ گئی۔ یک لخت جیسے سب کچھ بدل گیا تھا۔ اس کی آنکھیں پھر سے جلنے لگیں۔ ٹوٹ کر رونے کی خواہش میں اعصاب چٹخنے لگے تھے۔ بچی روتے ہوئے کمرا چھوڑ گئی تھی مگر وہ اب بھی رو رہی تھی گھٹنوں کے گرد دونوں بازو لپیٹے زار و قطار رو رہی تھی۔

چار سال قبل جب وہ پاکستان سے انگلینڈ آئی تھی تو بہت پر جوش تھی۔ سانول شاہ اسے گاؤں سے شہر چھوڑنے آیا تھا۔ بہت سے عہد تھے جو اس نے ایئرپورٹ پر سانول شاہ سے کیے تھے۔ وہ خاموش تھا اس کے چہرے پر آنے والے وقت کی جدائی کے خدشات صاف رقم تھے۔ از حد سنجیدہ چہرے پر سرخ ڈوروں والی آنکھوں کا کرب، پہلی بار انزلہ شاہ پر سانول کی شدید محبت کا راز کھل گیا تھا۔ دادی ماں اس کے ساتھ آئی تھیں اور بہزاد علی مراد پہلے سے یہیں تھا۔ وہ انگلینڈ آنے کے بعد دو تین ہفتوں تک سخت بے قرار تھی مگر پھر جیسے ہی پاکستان سے سانول شاہ کے خطوط کے آنے کا سلسلہ شروع ہوا وہ بہل گئی۔

اپنے ہر خط میں سانول اسے گاؤں کے حالات اور اپنے دل کی بے قراری کے قصے لکھ کر بھجواتا تھا صرف انزلہ کی محبت میں اس نے گاؤں کی سڑکیں پکی کروالی تھیں۔ کنویں کے علاوہ وہاں میٹھے پانی کا انتظام بھی ہوگیا تھا۔ گاؤں کی غریب خواتین کے لیے زیر تعمیر اسپتال میں لیڈی ڈاکٹر اور دیگر عملے کا انتظام بھی کروالیا

تھا۔ ہر نئے خط میں، ہر نئی کامیابی کی خبر وہ اسے بہت خوشی کے ساتھ لکھ کر بھجواتا تھا چھنو کے بیٹی ہوئی تھی اور وہ اسے بہت پیار کررہی تھی۔

سانول کے ڈرائیور کی فیملی وہ گاؤں چھوڑ کر چلی گئی تھی میران شاہ کے بارے میں پتا چلا تھا کہ وہ ملک سے باہر چلا گیا تھا ہر روز وہ اسے اپنے ڈیرے کے قریب پیپل کی چھاؤں کے تلے بیٹھ کر خط لکھتا تھا اور یاد کرتا تھا۔ پچھلے تین ہفتوں سے اس نے شیو نہیں کی تھی جس پر اس کی پھوپو نے جنہیں وہ آپا کہتا تھا اسے موالی کہنا شروع کردیا تھا۔

اکثر خطوط میں وہ اسے اپنے خواب لکھ کر بھیجتا تھا۔ بے حد خوب صورت اور روشن خواب جس میں وہ دونوں ہوتے تھے اور ان کے بچے۔

انزلہ اس کے خط پڑھ کر دیر تک ہنستی اور فریش رہتی۔ ان دنوں کنیز بیگم دادی ماں اور بہزاد کے ساتھ خفیہ میٹنگز کرتی دکھائی دیتی تھی۔ مگر انزلہ سانول کو خط لکھنے اور سوچنے میں اتنی مگن ہوتی کہ اسے ان کی میٹنگز کا احساس ہی نہ ہوتا۔

اس روز وہ بہت خوش تھی۔ سانول نے شہر میں اپنا گھر خرید لیا تھا۔ کنیز بیگم کا موڈ بھی اچھا تھا۔ لہٰذا دادی ماں کی موجودگی میں ہی اس نے بات چھیڑ دی تھی۔

''مما مجھے آپ سے کچھ شیئر کرنا تھا۔''

کنیز بیگم کے لب اس کی بات پر سمٹے تھے۔ جبکہ دادی ماں نے رخ پھیر لیا تھا۔ جیسے وہ جانتی ہوں کہ وہ کیا شیئر کرنے جارہی ہے۔

''ہوں، کہو۔''

''مما ایک لڑکا ہے سانول۔'' نظریں جھکا کر قدرے جھجکتے ہوئے اس نے بتایا تھا۔

''یونیورسٹی پریڈ میں میرا کلاس فیلو تھا بہت اچھا ہے۔ بہت محبت کرتا ہے مجھ سے، شادی بھی کرنا چاہتا ہے۔ میں چاہتی ہوں آپ اس سے مل لیں۔ وہ اگلے ہفتے یہاں انگلینڈ آرہا ہے۔''

''اچھا مگر تمہاری شادی تو طے ہوچکی ہے۔'' بہت ٹھہرے ہوئے سرد لہجے میں کنیز بیگم کی یہ اطلاع اسے شاکڈ کرگئی تھی۔

''وہاٹ مجھ سے پوچھے بغیر رائے لیے بغیر؟''

''ہوں کیونکہ تم ابھی اتنی بڑی نہیں ہوئیں کہ اپنے فیصلے خود کرسکو۔''

''مگر یہ میری زندگی ہے مما...... مجھے کس کے ساتھ چلنا ہے۔ کس کے ساتھ جینا ہے۔ یہ سوچنے کا حق آپ مجھ سے کیسے چھین سکتی ہیں۔''

وہ صدمے سے گنگ ہوگئی تھی مگر کنیز بیگم نے اس کے حال کی پروا نہیں کی۔

''کچھ نہیں چھینا جارہا تم سے۔ بہزاد اچھا لڑکا ہے بچپن کی منگ ہو تم اس کی چار دن کسی کے ساتھ گھوم پھر لینے کا مطلب یہ نہیں کہ تمہاری اس کے ساتھ شادی ہوجائے۔''

''مگر میں اس کے بغیر نہیں جی سکتی مما، میں نے وعدہ کیا ہے اس سے، ہمیشہ ساتھ نبھانے کا، ہر سکھ، ہر دکھ میں قدم سے قدم ملا کر چلنے کا۔ وہ مرجائے گا مما میں نے وعدہ وفا نہ کیا تو وہ پاگل ہوجائے گا۔ بھٹک جائے گا پھر سے۔'' تڑپ کر کہتے ہوئے وہ رو پڑی تھی۔ تبھی دادی ماں نے اسے ڈانٹ دیا تھا۔

''چپ کرو لڑکی مت بھولو کہ تم نے مجھ سے کیا وعدہ کیا تھا۔ وہ غنڈہ موالی تمہارے قابل نہیں ہے۔ برائی جس کی گھٹی میں پڑی ہو وہ لاکھ اچھائی کا ڈھونگ کرلے انسان نہیں بن سکتا۔ اپنی ماں کی بات مان اور بھول جا اسے۔''

''تمہاری دادی ٹھیک کہہ رہی ہیں انزلہ تم جانتی ہو تمہارے بابا کے بعد میں نے کبھی تمہیں ان کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔ تم نے جو چاہا میں نے وہی کیا۔ اب تمہاری باری ہے اگر تم اپنی ماں کو کھو کر اس لڑکے کو اپنانا چاہتی ہو تو جاؤ میں تمہیں نہیں روکوں گی مگر یاد رکھنا اگر تم نے میرا مان توڑا تو میں نہ کبھی تمہاری شکل دیکھوں گی نہ تمہیں اپنا دودھ معاف کروں گی۔''

ساری عمر انگلینڈ جیسے ایڈوانس ملک میں گزارنے کے باوجود کنیز بیگم کے اندر کی عورت اپنی روایت سے باہر نہیں نکل سکی تھی۔ انزلہ گم صم سی انہیں دیکھے گئی۔

اسی ہفتے ان لوگوں نے وہ گھر تبدیل کرلیا تھا۔ انزلہ لاکھ نا چاہنے کے باوجود پتھر کی مورت بنی، بہزاد علی مراد کے نام سے منسوب ہوگئی تھی۔ کنیز بیگم اور دادی ماں نے اپنی ضد پوری کرلی تھی مگر اس ضد نے ایک ہنستی مسکراتی، زندہ دل لڑکی کے لبوں پر مستقل چپ کا قفل لگا دیا تھا۔

بہزاد علی مراد بہت اچھا شوہر اور بہت اچھا باپ ثابت ہوا تھا۔ کنیز بیگم اسے داماد کے روپ میں دیکھ کر بہت خوش تھیں مگر اس کی زندگی زیادہ دیر تک وفا نہیں کرسکی تھی۔ اس کی بیٹی تین سال کی تھی جب پاکستان میں ہی وہ ایک حادثے کی نذر ہوگیا تھا۔ اس کی وفات کے تین ماہ بعد ہی دادی ماں بھی ملک عدم سدھار گئیں۔ ایک کے بعد ایک زخم انزلہ کی برہنہ روح پر لگتا چلا گیا تھا مگر وہ بے حس ہوچکی تھی۔

کنیز بیگم اب اسے دیکھتی تھیں تو چھپ چھپ کر روتی تھیں مگر...... اس نے شدت ہوئی رونا چھوڑ دیا تھا۔

اس کی بیٹی اب چار سال کی تھی۔ وہ بالکل انزلہ کی کاپی تھی۔ اسی کی طرح اپنی سرزمین، اپنی مٹی، اپنے آباؤ اجداد سے محبت کرنے والی اپنے دادی دادا، چاچو کی باتوں پر نثار ہونے والی اپنے بابا کی طرح ضدی اور خود سر......!

پچھلے چار پانچ سالوں میں اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔

سانول شاہ کا کیا ہوا۔ اس کی غیر متوقع بے وفائی کے بعد اس نے کیا کیا وہ کچھ نہیں جانتی تھی۔

مگر اب اپنی بیٹی کے منہ سے پاکستان کا نام سن کر وہ پھر لہولہان ہوگئی تھی۔

(ان شاءاللہ باقی آئندہ ماہ)

انسان بندہ اور کیڑا

عقیلہ حق

عجیب رنگ بدلتا ہے عصر کا سورج
یہ شام خفا ہے اور رات بھی بہیں ہوتی
میں اس کی ذات کا حصہ بھی بن نہیں سکتا
اور جدا اس سے میری ذات بھی نہیں ہوتی

یوں لگ رہا تھا، کچھ کھنچا جا رہا ہے، اس کا وجود گھسیٹا جا رہا ہے، کچھ چرچرا رہا ہے اور پھر تڑاخ کی آواز آئی جیسے شیشہ ٹوٹا ہو، آس پاس کی آوازیں خاموش ہو رہی تھیں، مدہم پڑ رہی تھیں۔ اس کا وجود زمین کی کشش سے باہر تھا۔ وہ کشش جو پیر جکڑ لیتی ہے، کسی سہارے کی تلاش میں وہ ہاتھ پاؤں مار رہا تھا، پھر اس کی ہمت جیسے جواب دے گئی، ہر حرکت آہستہ ہوتی چلی گئی۔ وہ گہرے کنوئیں میں قلابازیاں کھانے لگا، کوئی کشش اسے کھینچ رہی تھی۔ شاید وہ کوئی سرنگ تھی، جس کا سرمئی اندھیرا سیاہ ہوتا جا رہا تھا۔

سیاہ بہت سیاہ...... گہرا بہت گہرا وہ تقریباً بے جان ہو گیا، اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ پتا نہیں کتنی مدت گزر گئی، شاید صدیاں......؟

وہ مر گیا تھا یا بے ہوش تھا...... پتا نہیں، کسی کو نہیں پتا......

وہ شاید قرنوں اس سرنگ کی تہہ میں پڑا رہا، زندہ یا مردہ...... پھر آہستہ آہستہ اس کے اردگرد حرارت بڑھی، زندگی سے بھرپور حرارت اور وہ کسمسایا، اس کے اردگرد بہت گہری دھند تھی، دھند کا اک گولا تھا جس کے اندر وہ مڑا تڑا پڑا تھا، اس کی آنکھیں کھلیں اور ہاتھوں نے سہارے کی تلاش میں حرکت کی اور انسانی جبلت کے تحت اس نے آس پاس نظریں دوڑائیں۔ اب دھند چھٹ چکی تھی، منظر واضح تھا۔ کوئی قلعہ تھا، اونچے اونچے مینار اور ستونوں والا قلعہ، جس کے فرش پر وہ پڑا تھا۔ وہ اٹھنے سے قاصر تھا، پھر جیسے اس کے اندر زندگی دوڑی اور وہ زندہ ہو گیا یا ہوش میں آ گیا......!

سنہرے لباس میں ملبوس، ایک خوب صورت مسکراہٹ والے حسین نوجوان نے اس کو ہاتھ پکڑ کر کھڑا کیا گویا زندگی کی نوید دی پھر تیز ہوائیں چلنے لگیں اور ایک تیز ہوا کے جھونکے نے اس کو ایک کٹہرے میں لا کھڑا کیا لیکن کٹہرے میں کیوں......

کیا وہ مجرم تھا؟ مگر اس کا جرم کیا تھا؟ یہ کون سی جگہ تھی اور یہ کس کی عدالت تھی؟

وہ سوچوں میں غرق ان ہزاروں افراد کی طرف دیکھ رہا تھا جو اس عدالت میں خاک آلود لباسوں، بکھرے بالوں، پریشان حالوں، ہاتھوں میں پرچے

تھامے کھڑے تھے، جو اس کو مسرت سے دیکھ رہے تھے کہ وہ کتنا خوش نصیب ہے کم از کم اس کا مقدمہ قابل سماعت تو ٹھہرا...... وہ ہنوز انتظار میں کھڑے، ان میں اک کرب اور بے چینی تھی جو اس مجمع میں موجود مرد و زن کے چہروں پر تھی۔

''یہ کون لوگ ہیں، یہاں کیسے آ گئے؟'' اس نے اپنے آپ سے سوال کیا۔

''یہاں کوئی اپنی مرضی سے نہیں آتا، لایا جاتا ہے اور گھسیٹ کر لایا جاتا ہے، جواب طلبی کے لیے...... اور جب آ جاتا ہے تو بغیر جواب دیئے یہاں سے ہل نہیں سکتا۔'' اس سپاہی نے، جس نے اس کے ہاتھوں میں آہنی کڑیاں ڈالی تھیں۔ اس کے بغیر پوچھے، اس کے دل میں آئے سوال کا جواب دیا۔

''لیکن کس بات کا جواب...... کیسی جواب طلبی......؟''

''خاموش......!'' میناروں پر تعینات باوردی سپاہی نے کڑک دار آواز لگائی۔ سب خاموش ہو گئے اور وہ ڈر گیا۔

اسے بہت ڈر لگ رہا تھا، کچھ تھا جو ہونے والا تھا، اس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی، کہیں کوئی ایسا نظر نہ آیا، جس کے ہاتھ پر وہ اپنی ساری زندگی کی کمائی رکھ کر یہاں سے بھاگ جاتا، سب کے ہاتھ بندھے تھے، سب سپاہی خونخوار آنکھوں سے مجمع کو گھور رہے تھے جیسے کچا چبا جائیں گے۔ لوگ لرز رہے تھے، کپکپا رہے تھے اور وہ ننگی تلواریں اور سخت چہرے لیے گھوم رہے تھے۔

''عبداللہ ولد عبدالرحمن!'' چاروں طرف سے اس نام کی آواز آنے لگی اور وہ چونک گیا۔ مجمع میں کھلبلی مچ گئی، یہ اس کا نام تھا، اس کو پکارا گیا تھا لیکن کیوں......

آواز کی گونج بڑھتی جا رہی تھی پھر وہ گونج وحشت میں تبدیل ہو گئی اور وہ چکرا کر گر گیا۔ جب ہوش آیا تو ماحول اور چکر دونوں بدل گئے تھے۔

''یہ کون سی جگہ ہے، شاید دوسرا جہاں تو......؟'' وہ سوچ کر رہ گیا۔ سارا میدان خالی تھا لیکن ایک عجیب سی بدبو تھی جو سارے ماحول میں پھیلی ہوئی تھی اس نے بے ساختہ ناک پر ہاتھ رکھنا چاہا اور کسی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''کیوں! تم نے میرا ہاتھ کیوں پکڑا؟'' اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

''کیونکہ تم بھی اس تعفن کا حصہ ہو، تم کو کوئی حق نہیں کہ ناک پر ہاتھ رکھو۔''

''تم...... تم کون ہو؟'' اس نے سیاہ لباس میں ملبوس تقریباً سات فٹ لمبے اس دیوہیکل شخص سے سوال کیا۔ جس کے ہاتھ میں ایک فائل تھی اور فائل پر لکھا تھا۔ عبداللہ ولد عبدالرحمن۔

''میں!'' وہ تلخی سے مسکرایا۔ ''میں سرکاری وکیل ہوں اور تم ملزم......''

''نا میں ملزم ہوں اور نا مجرم......! میں نے کبھی کوئی جرم نہیں کیا، نا چوری کی، نا کسی کو قتل کیا، نا رشوت لی، نا کسی کا دل دکھایا۔ میں نے ہمیشہ نماز پڑھی، روزہ رکھا، صدقہ خیرات کیا۔ میں ایک نیک انسان ہوں۔'' اس نے اپنی صفائی میں کہا کہ وہ سمجھ چکا تھا کہ یہ دوسرا جہان ہے اور اس کا نامۂ اعمال کھلنے والا ہے۔ ''میں دنیا میں بہت نیک تھا، بہت شریف، نمازی، پرہیزگار۔ مجھے اس طرح بیڑیاں ڈال کر کیوں گھسیٹا جا رہا ہے؟ تم اکیلے کیوں ہو، یہاں کوئی اور کیوں نہیں ہے، کیا قیامت صرف میرے لیے آئی ہے؟'' اس نے احتجاجاً پوچھا۔

”تم لوگ قیامت کا انتظار کیوں کرتے ہو۔ کیا تم کو نہیں معلوم دنیا میں قیامت روز آتی ہے؟ جو مر گیا اس کا نامۂ اعمال بند ہو جاتا ہے اور حساب کھل جاتا ہے تو اس کی قیامت آ ہی جاتی ہے۔ اس کی آخرت کی منزلیں شروع ہو جاتی ہیں اور وہ اپنی منزل یعنی قبر کی طرف تمہارے کندھوں پر جاتا ہے تم کس قیامت کا انتظار کرتے ہو؟“

”لیکن یہاں کوئی اور کیوں نہیں ہے۔“ وہ لاجواب سا ہو گیا تھا پھر اس نے کراہتے ہوئے اپنا سوال دہرایا۔

”تم اندھے ہو کیا، یہ میدان بھرا پڑا ہے؟“ سرکاری وکیل دہاڑا۔

اس نے بظاہر اس خالی میدان میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا شروع کیا' ہاں بالکل ننھے ننھے' تعفن زدہ کیڑے فرش پر بکھرے ہوئے تھے' وہ رینگ رہے تھے' اس کی نظر پڑتے ہی وہ بڑے ہونے لگے۔ اتنے بڑے...... اتنے بڑے...... کہ اس کی خوف سے چیخ نکل گئی۔ اس کے چیختے ہی وہ دوبارہ ننھے ننھے کیڑے بن کر زمین پر رینگنے لگے۔ اس کا سانس بحال ہوا۔

”یہ کیسی عدالت ہے' جج کہاں ہے؟“

”اس عدالت کے جج بھی تم ہو' وکیلِ صفائی بھی تم...... مجرم بھی تم اور گواہ بھی تم......“ کوئی پیچھے سے بولا۔

”لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے؟“ وہ گھبرا گیا۔

”خاموش! یہاں سب کچھ ہو سکتا ہے۔“ مینار پر تعینات سپاہی گرجا۔

وہ خاموش ہو گیا۔ اس کے لب ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے۔ اس کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں پھر ایسا لگا کہ کوئی آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کی طرف آ رہا ہے۔ اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا وہ میلے لباس میں' تھکی تھکی سی' سنہرے بالوں' نیلی آنکھوں والی دوشیزہ تھی' جس کے پیر کپکپا رہے تھے۔ اس کا اپنے پیروں پر کھڑا ہونا مشکل ہو رہا تھا' اس کو فوراً کرسی پیش کی گئی اور وہ بیٹھ گئی۔

”تم کون ہو؟ اور میری طرف اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو؟“

”میں...... میں تمہاری نماز ہوں' جس کی تم نے حفاظت نہ کی اور مجھے ان حالوں کو پہنچا دیا۔“ وہ دوشیزہ جو سنورتی تو حسین تر ہوتی سسکتی ہوئی آواز میں گویا ہوئی۔

”دیکھا! تم نے اس کا کیا حال کیا ہے۔“ کوئی سرعت سے اس کے اندر سے نکل کر نماز کے دائیں ہاتھ پر کھڑا ہو گیا۔

”اور تم...... تم کون ہو؟ ارے تم تو میرے ہم شکل ہو۔“ وہ حیرت سے چیخا۔

”ہاں ہاں میں تمہارے اندر موجود وہ روح ہوں جس کے ساتھ تمہیں زمین پر اُتارا گیا۔ جس کو تم لوگ ضمیر کہتے ہو' جس کو تم نے ہمیشہ کچلا۔ میں تمہارے اندر کا وہ سچ ہوں' جس کو تم نے اپنے آپ سے بھی چھپایا۔“

”اوہ میری نماز! میری محبت' میں نے ہمیشہ اس کی حفاظت کی' وقت پر اسے ادا کیا' اس کا گواہ وہ نشان ہے جو میرے ماتھے پر موجود ہے۔“ اس نے وکیل صفائی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”بہت خوب! تم نے مجھ سے محبت کی؟ تم اور تمہاری محبت......!“ نماز حقارت سے بولی۔ ”تم نے جب بھی مجھے ادا کیا اک جلدی تم پر سوار رہی' کبھی نفل کھا گئے اور کبھی سنتیں چھوڑ دیں' دنیا بھر کے خیال دل میں لیے' دنیاداروں کی سوچیں سوار' تم نے

مجھے ادا کیا' نا حقوق ادا کیے نا فرض پورا کیا۔ کیا میں اس لائق تھی کہ میرے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا؟ میں تو اللہ اور بندے کے درمیان تعلق کا ذریعہ تھی۔ تم نے اس تعلق کی اہمیت کو بھی نہ سمجھا۔“ اس نے گھبرا کر گواہ سے کہا جو اس کے وجود کا حصہ تھا۔

”ہاں تُو نے ہمیشہ نماز پڑھی تا کہ لوگ تیرا اعتبار کریں' تجھے نمازی پرہیزگار سمجھیں تُو نے عادتاً نماز پڑھی' جیسے رات کے کھانے کے بعد چائے کی عادت...... تُو نے دنیا مانگی' تجھے دنیا ملی۔ تجھے لوگوں نے عابد سمجھا' متقی کہا۔ تُو نے دنیا میں اپنی نمازوں کا اجر پا لیا' آج کے لیے بول کیا بچایا؟“

”تُو نے اللہ سے سودا کب کیا تھا جو آج اجر کے بارے میں پوچھ رہا ہے' میں نے تم کو ہمیشہ ہوشیار کرنا چاہا لیکن تم میری آواز دباتے رہے۔“ ضمیر دہاڑ رہا تھا اور شرمندگی سے اس کا بُرا حال ہو گیا۔ کبھی سوچا نہ تھا یوں سرِعام رسوائی ہو گی۔ اس کو ایسا لگا کہ فرش پر رینگتے بدبودار کیڑے بڑے ہو رہے ہیں۔ سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھ رہے ہیں اور سرگوشیوں میں کہہ رہے ہیں ”کیڑا' کیڑا... ہمارے جیسا کیڑا......“ اس نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔

”تمہارے آگے اے میری نماز! میں ایک معمولی سا کیڑا ہوں' تعفن زدہ' بدبودار' زمین پر رینگتا ہوا کیڑا!“ اس نے آنکھیں بند کیے اپنے آپ سے کہا۔ زمین پر رینگتے کیڑے خوشی سے جیسے ناچنے لگے۔ ”ہمارا ساتھی' ہمارے جیسا کیڑا......“ اور پھر اس کے اردگرد جیسے چہل پہل سی ہو گئی اور اس نے بند آنکھوں سے ماحول کی تبدیلی محسوس کرتے ہوئے جلدی سے آنکھیں کھول دیں۔

منظر تبدیل ہو چکا تھا۔ نماز شانِ بے نیازی سے واپس جا رہی تھی۔ اس کی بوسیدہ عبا کو میرے منہ پر مار دیا گیا تھا اور اب وہ زرق برق لباس میں آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی۔ اس کے دل میں ملال اٹھا' کاش کوئی جان سکے یہ کس شان کی مستحق ہے' یہ کتنی خوب صورت ہے۔ اس کا رخ دوسری طرف کر دیا گیا۔ وہاں چند نوجوان کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں بڑے بڑے بینر تھے۔ صدقہ' زکوٰۃ' روزہ کے بینر اور درمیان میں ایک ادھیڑ عمر مرد بیٹھا تھا' ہاتھ میں حج کا بینر اٹھائے ....

”اوہ!“ ان کو دیکھتے ہی اس کے اندر ایک برق دوڑی اور وہ ایک دم جذباتی ہو گیا۔ ”یہ...... یہ دیکھو' میرے اعمال! میرا روزہ' میرا صدقہ' زکوٰۃ اور میرا حجِ اکبر......“ اس نے سرکاری وکیل اور گواہ کی طرف فخر سے دیکھتے ہوئے کہا۔

سرکاری وکیل نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں پھر طنزیہ مسکرایا۔ اک طرف کھڑے سپاہی نے غصے سے ہاتھ میں پکڑا گرز زمین پر دے مارا' مینار پر کھڑے سپاہی نے بگل بجا دی اور پھر کارروائی شروع ہو گئی۔

”ہاں میں تمہاری زکوٰۃ ہوں' دنیا دکھاوے کے لیے' اپنی بڑائی جتانے کے لیے' غیروں اور غیر مستحق میں بانٹی گئی زکوٰۃ!“ زکوٰۃ نے زمین پر تھوک دیا۔ اس کو ایسا لگا جیسے اس نے اس کے منہ پر تھوک دیا۔

”نہیں' میں نے ہمیشہ اچھی چیز خیرات کی۔ میں نے اللہ کی رضا کے لیے' زکوٰۃ دی مستحق کو دی۔“ اس نے اپنا دفاع کیا۔ وہ جیسے ہی رکا' سرکاری وکیل نے گواہ کو بولنے کا اشارہ کیا جو بہت بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔

”تم...... تم جھوٹ پر جھوٹ بولے چلے جا رہے ہو۔ تم اس کے سامنے جھوٹ بول رہے ہو جو ساری

زندگی تمہاری سوچ بن کر تمہارے جسم میں دوڑتا رہا۔
تم اتنے جھوٹے اور فریبی کیوں ہو؟'' گواہ نے حقارت سے پوچھا۔

''ہاں ہاں تم نے زکوٰۃ دی۔ ہمیشہ وہ مال زکوٰۃ کی مد میں نکالا جس کا تمہارے پاس کوئی مصرف نہیں تھا۔ اپنے دروازے پر گھنٹوں لوگوں کی قطاریں لگوائیں تاکہ دنیا کے علم میں آجائے تمہارا گھر مشہور ہوجائے۔ لوگ تمہیں دیالو اور سخی پکاریں اور لوگوں نے تم کو سخی پکارا۔ تم نے ان لوگوں میں صدقہ و زکوٰۃ تقسیم کی جو تمہارے خوشامدی تھے۔ تم نے اپنے آس پاس، اپنے رشتہ داروں میں نہ بانٹی کیونکہ اس طرح کسی کو پتا نہ چلتا۔ وہ تمہیں ماتھے پر ہاتھ لے جاکر سلام نہ کرتے۔ تم نے ان کو کیوں نہ ڈھونڈا جن کی آنکھیں سوال کرتی ہیں۔ جو کسی کا دامن نہیں پکڑتے؟ کیونکہ تمہارا مقصد اللہ کی رضا نہیں، دنیا تھی۔ تم کو دنیا ملی، تم سخی مشہور ہوئے، تمہیں خوشامدیوں نے دیالو پکارا۔'' وہ جو ساری زندگی اس کے اندر پلتا رہا، سینہ تانے اس سے جرح کررہا تھا۔

''لیکن......!'' اس نے کچھ بولنا چاہا۔

''خاموش! میری بات ختم نہیں ہوئی۔ یہ حج، یہ صدقہ، یہ روزہ، یہ سب بہانہ تھا۔ پردہ تھا تمہارے سیاہ باطن پر......

آج اس قدر تنگ ہوکر میری طرف کیوں دیکھ رہی ہے؟ تم نے ساری زندگی مجھے بولنے نہیں دیا۔ اس لیے کہ سچ کا سامنا کرنے کی تم میں ہمت ہی نہ تھی۔ تم نے خود کو رنگین فریبوں میں مبتلا رکھا، تم اللہ کے نہیں اپنے نفس کے بندے تھے۔ تم نے کبھی اپنے آپ کو ایسے نہیں دیکھا جیسے تم ہو بلکہ ہمیشہ ایسے دیکھا جیسا تم دیکھنا چاہتے ہو......'' گواہ سانس لینے کے لیے رکا۔

''اے بندۂ نفس! تیرے سارے اعمال تیرے سامنے ہیں، کیا تیرے کاسہ میں کوئی نیک عمل نہیں......؟'' سرکاری وکیل نے اس سے نرمی سے پوچھا۔

''ہاں ہے، اس ایک نیکی باقی ہے۔'' میں نے ایک یتیم کی پرورش کی۔ اس میں خلوص تھا، وفاداری تھی۔ ایک دم اس کی نگاہ حسنہ پر پڑی جو دور سے آرہی تھی، اس کی یتیم بھتیجی، جس کو اس نے بہت محبت سے پالا تھا، ساری دنیا گواہ ہے کہ اس طرح لوگ اپنی اولاد کا خیال نہیں رکھتے جیسے میں نے اس بچی کا رکھا۔'' اس کو حسنہ کو دیکھ کر اطمینان ہوا کہ اس کا اعمال نامہ اتنا ہلکا نہیں کہ بیڑیاں تنگ کی جائیں۔

''چچا جان! میرے پیارے چچا جان! ہاں واقعی آپ نے مجھ سے بہت محبت کی، مجھے اولاد کی طرح پالا میں اعتراف کرتی ہوں۔'' حسنہ کی بات پر سرکاری وکیل حیران ہوا۔ چوبارے پر کھڑا سپاہی چونکا، اس نے اطمینان بھرا سانس لیا اور ضمیر مسکرانے لگا۔

اس نے سرکاری وکیل سے کچھ اور گواہ پیش کرنے کی اجازت مانگی۔

''نہیں......نہیں...... میں ان کے خلاف ایک بات نہیں سنوں گی۔ انہوں نے مجھ سے ٹوٹ کر محبت کی، میں ان کی محبتوں اور مہربانیوں کی قرض دار ہوں۔'' حسنہ نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ وہ رو رہی تھی کہ کہیں اس کا مان ٹوٹ جائے۔

''محبت دینے کا عمل ہے، اس شخص میں دینے کی صلاحیت مفقود ہے۔ یہ دھوکا باز، مکار ہے۔ اس نے ہمیشہ تمہارا اس لیے خیال رکھا کہ تمہارا باپ کروڑوں کی جائیداد چھوڑ کر مرا تھا، یہ مفلوک الحال تھا۔ اس نے ساری زندگی تمہارا پیسہ استعمال کیا۔ امانت میں

خیانت کی خائن ہے یہ...... یہ جس گھر میں رہتا تھا، وہ تمہارا تھا۔ جس کاروبار کو چلا رہا تھا، وہ تمہارا تھا۔ کیا اس نے تمہیں کبھی بتایا؟ نہیں نا! اس لیے کہ یہ نفس کا بندہ ہے۔ اس نے ہمیشہ ایک یتیم بے آسرا بچی کا مال کھایا اور پھر تمہارا مال ہمیشہ اپنے پاس رکھنے کی نیت سے اپنے جھگڑالو، بدفطرت بیٹے سے تمہاری شادی کردی اور تم سے کہا کہ یہ تم سے بہت محبت کرتا ہے، اس لیے ہمیشہ تم کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے۔'' حسنہ سے یہ کڑوا سچ برداشت نہ ہوسکا۔ وہ کانوں پر ہاتھ رکھ کر روتی ہوئی الٹے قدموں واپس پلٹ گئی۔ وہ روتی ہوئی حسنہ کو حسرت سے دیکھ رہا تھا، اس کا دامن اعمال سے خالی ہوگیا تھا۔

''یہی سچ ہے نا!'' گواہ اس کو واپس حقیقت میں لے آیا۔

''تم......تم نے کبھی یہ کیوں نہ سوچا کہ ایک دن تمہارے سارے اعمال تمہارے سامنے پیش کردیئے جائیں گے۔ تمہارے اعضاء تمہارے خلاف گواہی دیں گے، تمہارا اعمال نامہ تمہارے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ کوئی سفارش کوئی تعلق، کوئی نذرانہ کام نہ آئے گا۔ کام آئے گا تو صرف خلوص نیت! تم نے کیوں نہ سوچا جب تم اس طرح سامنے جاؤ گے تو خالق کو کتنی تکلیف پہنچے گی۔ تم نے اس کے بارے میں بھی نہ سوچا جو ایک ماں سے بھی ستر گنا زیادہ تم کو چاہتا ہے؟''

سرکاری وکیل بہت تاسف سے کہہ رہا تھا اور اس کا سر شرم سے جھک گیا۔ اس کا سب کچھ ضائع ہوا کہ کہیں پر بھی خلوص نیت نظر نہ آیا۔ کاش وہ سوچ لیتا کہ ایک دربار وہ بھی لگتا ہے جہاں صرف نیت دیکھی جاتی ہے، خلوص کا سودا ہوتا ہے، کاش! وہ سوچ لیتا۔

فرش پر پھیلے سارے کیڑے کلبلانے لگے، تعفن بڑھ گیا، بدبو کے مارے دم گھٹنے لگا۔ اچانک اس کے منہ سے ایک آواز نکلی۔

''کیڑا! نالی کا کیڑا! زمین پر رینگنے والا بدبو دار کیڑا۔ میں کیڑا ہوں، ان رینگتے ہوئے کیڑوں جیسا ایک کیڑا......!''

''فیصلہ ہوگیا۔'' سرکاری وکیل نے کہا۔

گواہ مسکراتے ہوئے اس کے اندر واپس چلا گیا کہ آج اس کا کام مکمل ہوا۔ ''اس عدالت میں تم ہی مجرم تھے، تم ہی گواہ اور تم ہی جج اور تم نے فیصلہ دے دیا۔''

اس کو ایسا لگا کہ اس کا آدھا دھڑ تبدیل ہوگیا ہے، ایک کیڑے کی شکل میں...... اس نے گھبرا کر کچھ کہنا چاہا کہ یک دم بادل کڑکے، سرگوشیاں بند ہوگئیں اور پھر ایک پُرہیبت آواز آئی جیسے بادل گرج رہے ہوں۔

''ہم نے زمین پر انسان پیدا کیے تھے۔ اپنی بندگی کے لیے لیکن سب نفس کے مارے کیڑے ہی بن گئے۔ کیا زمین پر کوئی انسان ہے جو ہمارا بندہ ہو۔ جواب دو۔'' آواز گرج رہی تھی، ہر طرف خاموشی تھی۔

سارے کیڑے رینگ رہے تھے رینگتے ہوئے سوچ رہے تھے۔

کاش ایک موقع اور مل جائے بندگی کا...... مگر اب وہ بھی ان ہی کی طرح کا کیڑا بن چکا تھا جو نہ کبھی انسان بن سکا اور نہ ہی بندہ......!

رسمِ دنیا

رافعہ ملک

کچھ نہ مانگوں گا جو اس بات کو پورا کردے
جو نہیں میرا الٰہی اسے میرا کردے
عمر بھر تیرے خیالوں میں یونہی کھویا رہوں
تجھ کو بھولوں تو یہ قدرت مجھے اندھا کردے

مٹی کے صحن پر ہر طرف لوگ بیٹھے تھے بہت سے چہرے ایسے تھے جنہوں نے پہلے یہاں جھانکنے کی زحمت بھی نہیں کی تھی اور آج شاید وہ محض دنیا دکھاوے کی رسم پوری کرنے آئے تھے۔ ان سب کے آنے کی وجہ صحن کے وسط میں بان کی چارپائی پر پڑا بے جان وجود تھا۔ کل تک اس وجود میں زندگی دوڑتی تھی' احساسات تھے اور خواہشیں بھی تھیں پر آج اس وجود میں کچھ نہ تھا' نہ زندگی کی حرارت اور نہ ہی احساسات اور خواہشات کیونکہ اب اس جسدِ خاکی سے روح نکل کر اپنے اصل کی طرف لوٹ چکی تھی۔

روح اور جسم کا فلسفہ بھی عجب ہے جب تک روح جسدِ خاکی کے اندر ہو اس میں زندگی کی لہریں ایک بے چین سمندر کی طرح دوڑتی ہیں۔ احساسات وخواہشات بستی ہیں پر جیسے ہی روح کا رابطہ ختم تو خالی جسم بے معانی ہو جاتا ہے اور پھر بے معانی و بے فائدہ چیزوں کی بھلا کسی کو کیا ضرورت جب کہ آج تو زندہ انسانوں کی بھی کسی کو پروا نہیں۔

انسان کتنی دور کا سوچتا ہے جب کہ یہ زندگی جو لمحوں کا کھیل ہے' اس کی فکر میں وہ کتنے دل اجاڑتا ہے' کتنی آنکھوں کو رلاتا ہے۔ اپنے نفس کی تسکین کی خاطر' عارضی زندگی کی سہولیات اکٹھی کرنے کی خاطر ہر صحیح ہر غلط راہ بنا سوچے سمجھے اپناتا ہے مگر نادان اصل سے نگاہیں چراتا ہے اور آخر ایک دن اسی اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے جس سے وہ ہر پل بھاگتا رہتا ہے کہ ہر چیز کو اپنی مدت' اپنا وقت پورا کر کے لوٹنا ہے۔

یہاں ہر شخص ہر پل حادثہ ہونے سے ڈرتا ہے
کھلونا ہے جو مٹی کا فنا ہونے سے ڈرتا ہے
عجب ہے زندگی کی قید میں دنیا کا ہر انسان
رہائی مانگتا ہے اور رہا ہونے سے ڈرتا ہے

وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی تھی بہت سے بیتے پل اس کے ذہن میں گردش کر رہے تھے۔ آنسو تسبیح کے دانوں کی طرح بند پلکوں کی باڑ توڑ کر رخساروں سے پھسل کر دوپٹے میں جذب ہوتے جا رہے تھے چند قدموں کے فاصلے پر پڑا بے جان وجود اس کے نانا جان کا تھا۔ جنہوں نے ساری زندگی محنت کرتے بسر کی تھی اپنے بچوں کو حرام کا نوالہ تک نہ کھلایا مگر خود اپنی زندگی کے آخری ایام انتہائی تکلیف میں بنا علاج کے گزارے کیونکہ انہوں نے خزانے اکٹھے نہیں کیے تھے۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ آنسو وہ اپنے نانا کی موت پر بہا رہی ہے یا انہوں نے جو دکھ جھیلے ان پر۔

"ارم...... ارم......" اس نے نظر اٹھا کر سامنے دیکھا تو حوریہ کھڑی تھی۔ "ارم! اٹھو یہاں سے' اندر چلو سپارہ پڑھو۔"

"اچھا تم چلو میں آتی ہوں وضو کر کے۔" حوریہ کو کہہ وہ اٹھی اور وضو کرنے چل دی۔

وضو کر کے کمرے میں گئی جہاں اس کی ساری کزنز فرش پر چٹائی بچھا کر سپارے پڑھ رہی تھیں وہ بھی ایک سپارہ لے کر پڑھنے بیٹھ گئی۔

"ارے عذرا......!"

ایک بھاری زنانہ آواز کمرے میں گونجی اور سپارے پڑھنے کی جو ہلکی ہلکی آوازیں آ رہی تھیں یک دم بند ہو گئیں۔ اس نے ذرا کی ذرا پلکیں اٹھا کر دیکھا۔ یہ آنٹی فردوس تھیں جن کے اندر رحم دلی اور خوفِ خدا اتنا بستا تھا کہ دوسروں کی عزت نفس کو مجروح کر کے اور ہر بات کو اپنی مرضی کے معانی پہنا کے بہت خوشی محسوس کرتی تھیں۔

وہ دوبارہ سے سپارے کی طرف متوجہ ہو گئی۔

اب کمرے میں صرف آنٹی فردوس کے بولنے کی آواز آ رہی تھی جو سب کو بتا رہی تھیں کہ انیلہ جسے ماں' باپ نے ناز و نعم میں پالا وہ گھر سے بھاگ گئی۔

"تجھے تو پتا ہے عذرا! میں نے تو کتنا منع کیا تھا کہ مت پڑھاؤ ضرور کچھ گل کھلائے گی پر ہماری تو بات بُری لگتی اب بھگتیں۔ ارے وہ تو شکل سے ہی ایسی لگتی تھی تمہیں پتا تو ہے کہ میرے عرفان کو کس طرح اس نے اپنے جال میں پھنسایا' شکر ہے میرا معصوم بچہ اس ڈائن سے بچ گیا۔"

آنٹی فردوس بہت کچھ بول رہی تھیں اور سب مقدور بھر اپنی آراء کا اظہار کر رہی تھیں۔ ارم کی ہمت جواب دے گئی۔ اسے یاد آنے لگا اس نے پڑھا تھا حدیث قدسی ہے کہ:

"بُرائی کو دیکھو تو ہاتھ سے روکنے کی کوشش کرو' اگر ہاتھ سے نہیں روک سکتے تو زبان سے روکو اور اگر زبان سے بھی نہ روک سکو تو کم از کم دل میں بُرا ضرور کہو اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔"

اور پھر بُرائی تو ارم کے سامنے بھی ہو رہی تھی۔ سب سے بڑی برائی زبان سے پھیلائی گئی بُرائی ہے اور پھر اس کا ایمان اتنا کمزور نہیں تھا۔ اس نے سب کو اپنی جانب متوجہ کیا۔

"آنٹی! میں کچھ کہنا چاہوں گی۔ براہ مہربانی بُرا مت مانیے گا۔ میرے خیال میں آپ سب یہاں افسوس کے اظہار کے لیے آئے ہیں' کیا میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔" اس نے سب سے سوال کیا۔

"ہاں... ہاں......! بالکل!" سب کی آوازیں آئی تھیں۔

"میرے خیال میں یہ واقعی افسوس کا مقام ہے آنٹی جی کہ ہماری زندگی کی حقیقت ہمارے سامنے پڑی ہو اور پھر بھی ہم اپنی زبان کے چٹخارے بدلنے کو دوسروں پر بہتان لگائیں یہ جانتے ہوئے بھی کہ بہتان باندھنے والوں کو اللہ کبھی معاف نہیں کرتا۔ آپ سب جانتی ہیں کہ انیلہ کی شادی اس کے ماں باپ نے اپنی مرضی سے اچانک کر دی کیونکہ اس کے والد کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ کیوں آنٹی عذرا میں ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں؟" اس نے ساتھ ہی عذرا سے سوال کیا تھا۔ عذرا نے سر جھکا کر ہلکی سی آواز میں "ہاں" کہا تھا۔ جیسے اعتراف جرم کر رہی ہو۔

"اور عالیہ باجی! آپ بھی تو شامل تھیں نا نکاح میں...... خیر میں بات کو بڑھانا نہیں چاہوں گی۔ آنٹی جی! پہلی بات تو یہ کہ ہم اتنا مقدس کلام پڑھ رہے تھے جو اگر پہاڑوں پر اتارا جاتا تو وہ بھی روئی بن کر بہہ نکلتے۔ ہم اسی کلام پاک کو پڑھنے کے دوران دوسروں پر بہتان لگا رہے ہیں اور وہ بھی بہت فخر سے۔ کیا ہماری مقدس ترین کتاب کے لیے ہمارے دلوں میں یہی احترام ہے؟ کیا ہم نے یہی پڑھا قرآن میں کہ دوسروں کی غیبت کرو' دوسروں پر بہتان باندھو؟ کیا یہی سب سیکھا ہے ہم نے......؟" وہ بول رہی تھی اور بہت سے سر شرمندگی سے

جھکے ہوئے تھے۔

''اور آنٹی جی! آپ تعلیم کو بُرا کہہ رہی تھیں، جس کو حاصل کرنے پر میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اور خود اللہ عزّوجل نے بہت زور دیا اور اللہ پاک تو خود ارشاد فرماتا ہے کہ ''بے شک علم والے اور بے علم برابر نہیں ہوسکتے۔'' اور پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔'' جب میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے علم حاصل کرنے کے لیے مرد و عورت کی تخصیص نہیں رکھی تو پھر ہم سب کیوں اپنے نظریات سب پر تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں۔ معافی چاہتی ہوں ہم سب میں سے کوئی بھی اگر تھوڑا سا بھی علم والا ہوتا یا کوئی تھوڑا سا بھی جاننے والا ہوتا تو آج ہم حقیقت کو پالیتے اور مقدس کلام کو پڑھتے ہوئے دنیا داری کی باتیں نہ کرتے کہ علم کا تو مطلب ہی جاننا، شعور و آگہی ہے۔''

☆......☆......☆

ناناجان کو اپنے خالقِ حقیقی سے ملے آج تیسرا دن تھا اور ان تین دنوں میں ماموں جان نے ہر کام اپنی استطاعت سے بڑھ کر کیا تھا اور اب پھر انہیں دسویں اور چہلم کی فکر سوار تھی۔ ارم پہلے تو سب خاموشی سے سنتی رہی مگر پھر بولی۔

''ماموں جان! سوگ کا حکم تو صرف تین دن کا ہے، دسواں، چہلم اور برسی وغیرہ تو نری جہالت کی باتیں ہیں۔ آپ نانا جان کی بخشش و ایصالِ ثواب کے لیے قرآن کریم کی تلاوت اور ان کی بخشش و مغفرت کی دعائیں کروائیں۔ یہ دسواں، چہلم وغیرہ تو نری فضول خرچی اور جہالت ہے۔'' ماموں جان نے اس کی ساری بات سن کر کہا۔

''پُتر جی! ہم نے برادری والوں کو بھی تو منہ دکھانا ہے نہ سب کتنی باتیں کریں گے کہ میں نے اپنے والد کی موت پر اچھا کھانا نہیں دیا، برادری نہیں بلائی۔ پُتر جی! آپ چھوٹے ہو آپ نہیں سمجھو گے۔'' ماموں اپنی بات ختم کرکے اٹھ گئے وہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی پر الفاظ اس کے لبوں پر ہی دم توڑ گئے اور اس کی آنکھوں میں دھند اتر آئی۔

وہ کہنا چاہتی تھی کہ ماموں جان! آپ کے والدِ محترم اور میرے نانا جی نے ساری زندگی آپ سب کے لیے مشقت کی اور ان کے بچوں میں سے کسی کو اتنی بھی ہمت نہ ہوئی کہ کسی سرکاری اسپتال میں ہی سہی ان کا علاج تو کرواتے یا کم از کم اس بوڑھے کمزور انسان کو لفظوں کا سہارا ہی دیتے اور آج جب کہ وہ زندگی کی ان تکلیفوں سے چھٹکارا پاچکے تھے تب بھی ساری اولاد کو برادری اور معاشرے کی فکر ہی تھی۔

سب کو یہ تو یاد تھا کہ برادری اور معاشرے میں رہنا ہے مگر یہ کسی کو یاد نہیں تھا کہ اللہ کو بھی منہ دکھانا ہے۔

لوگوں اور برادری کی بنائی رسمیں تو سب کو یاد تھیں پر اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے بنائے احکامات کسی کو یاد نہیں تھے۔ یاد ہوتے بھی کیونکر ابھی تو اسی دنیا میں جو تھے، کوئی زندگی کی حقیقت کو سامنے پاکر بھی دوسروں کے کردار کو داغ دار کرنے میں مصروف تو کوئی جھوٹی انا کا پرچم بلند رکھنے کی تگ و دو میں لگا ہے۔

فنا کے پیچھے ہر کوئی دوڑ رہا ہے اور بقاء کی کسی کو کوئی فکر نہیں۔

''کیوں؟

میرے کسی کونے میں معصوم سا بچہ
بڑوں کی دیکھ کر دنیا، بڑا ہونے سے ڈرتا ہے

روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

جمیل...... ساھیوال

جواب:۔ وظیفہ جاری رکھیں کام ہوجائے گا انشاء اللہ۔ **سورۃ الفرقان** بعد نماز فجر پڑھنی ہے۔ رشتہ کے لیے دعا بھی کریں۔

سورۃ عبس بعد نماز عشاء پڑھنی ہے 3 مرتبہ نیت یہ رکھنی ہے کہ جو رکاوٹ بندش ہے رشتہ میں وہ ٹوٹ رہی ہے۔ دعا بھی کریں۔

رابعہ...... فیصل آباد

جواب:۔ نماز کی پابندی کریں۔ فجر کی نماز کے بعد 313 مرتبہ استغفار کریں۔ بعد نماز عشاء **''یا قدوس''** 1000 مرتبہ پڑھیں۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ نیت ہو کہ اللہ پاک اپنے اس نام کی برکت سے آپ کو پاک اور مبرہ بنادے۔ اپنا بنالے۔ بعد میں اپنے تمام مسئلوں کے لیے دعا بھی کریں۔ جب تک مسئلے حل نہیں ہوتے وظیفہ جاری رکھیں۔ بعد میں روزانہ 101 مرتبہ پڑھ لیا کریں۔ کوئی مسئلہ اٹکے گا نہیں۔

ح...... ناظم آباد، کراچی

جواب:۔ بعد نماز فجر **سورۃ الفرقان** کی آیت نمبر 74، 70 مرتبہ۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ دعا کریں کہ اگر یہاں بہتر ہے تو سب راضی ہوجائیں۔ اگر نہیں ہے تو جلد از جلد کہیں اور ہوجائے۔

نگینہ زمان...... فیصل آباد

جواب:۔ **آیۃ الکرسی، سورۃ الفلق، سورۃ الناس** صبح و شام 11 بار اول و آخر درود شریف 3'3 بار پڑھ کر پانی پر پھونک مار کر پئیں۔ شادی تک وظیفہ جاری رکھنا ہے۔

نورین فاطمہ...... S.K.L

جواب:۔ مسئلہ نمبر ا:۔ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان 101 مرتبہ پڑھیں۔ **''یا لطیف یا ودود''** اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ اللہ کے ناموں کے معنی ذہن میں رکھ کر پڑھیں۔ تصور ہو کہ دل میں نری اور الفت پیدا ہورہی ہے۔ آپ کے لیے اور گھر کے تمام افراد کے لیے یہ وظیفہ والدہ کریں۔

مسئلہ نمبر ۲، ۳:۔ بعد نماز فجر **سورۃ الفرقان** کی آیت نمبر 74، 70 مرتبہ۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ (رشتہ کے لیے) فجر اور مغرب کی نماز کے بعد 21'21 مرتبہ **سورۃ الفلق اور سورۃ الناس** رشتے میں رکاوٹیں ختم کرنے کے لیے۔ رات کو 1 تسبیح استغفار اور 1 درود شریف کی (دینی امور میں آسانی کے لیے) دعا بھی کریں۔

این...... منڈی

جواب:۔ **''سورۃ شمس''** 40 مرتبہ پانی پر دم کرکے پلائیں روزانہ نیت رکھ کر پڑھیں۔

شبانہ...... قصور

جواب:۔ بعد نماز عشاء **سورۃ آل عمران** آیت نمبر 38، 313 مرتبہ روزانہ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں۔

ہر نماز کے بعد 7 مرتبہ سورۃ الفاتحہ پڑھ کر اپنے پورے جسم پر دم کریں۔

نجمہ زرین...... لاهور

جواب:۔ مسئلہ نمبر ا:۔ جادو نہیں ہے آپ آیات شفا 11 بار پڑھ کر پانی پر پھونک کر پئیں اور تیل پر پھونک مار کر مالش کریں۔

مسئلہ نمبر ۲:۔ **سورۃ الفرقان** کی آیت نمبر 74،

بعد نماز فجر 70 بار (اول و آخر 11'11 بار درود ابراہیمی)۔ پڑھ کر رشتے کی دعا مانگیں۔

ع...... پسرور

جواب:۔ رشتے کے لیے سورۃ اخلاص عشاء کی نماز کے بعد 101 مرتبہ پڑھیں۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ نیت رکھیں کہ اگر حق میں بہتر ہے تو شادی ہوجائے رکاوٹ ختم ہوجائے۔

نوکری کے لیے:۔ سورۃ القریش ہر نماز کے بعد 21 مرتبہ اول و آخر 3'3 مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں۔ کامیابی کے لیے۔

چھوٹی بہن سر میں تیل کی مالش کیا کریں۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر سر اور پیٹ پر دم کیا کرے۔

شیر وینا ضمیر...... کراچی

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74' 70 مرتبہ۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

ہر نماز کے بعد 9'9 مرتبہ سورۃ الفلق' سورۃ الناس۔ دعا بھی کریں جلد اور اچھا رشتہ ہوجائے۔

سعیدہ خاتون...... لانڈھی' کراچی

جواب:۔ والدہ پرگندہ عمل ہے بیماری کا۔

فجر کی نماز کے بعد 41 مرتبہ سورۃ الفاتحہ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف پڑھیں۔ پورے جسم پر دم کریں اور ایک بوتل پانی کی اپنے ساتھ رکھیں پڑھنے کے بعد اس پانی پر بھی دم کریں وہی پانی پورا دن پئیں۔

عشاء کی نماز کے بعد سورۃ عبس 3 مرتبہ پڑھیں۔ پڑھ کر پورے جسم پر دم کریں۔

نیت یہ ہو کہ جو عمل ہے وہ ختم ہوجائے۔

سیدہ ثناء احمد...... ملیر کراچی

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74' 70 مرتبہ۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف: دعا کریں کہ جلد اور اچھا رشتہ ہوجائے' آجائے۔

عشاء کی نماز کے بعد سورۃ عبس 3 مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کریں۔ وہ پانی نہار منہ پلائیں۔ 21 دن تک۔

ثناء خود نماز کی پابندی کرے ہر نماز کے بعد 7'7 مرتبہ سورۃ الفلق' سورۃ الناس پڑھے۔ رکاوٹیں نہیں آئیں گی کسی بھی کام میں۔ باقی دو وظائف آپ خود کریں صدقہ بھی دیں۔

سدرۃ...... فیصل آباد

جواب:۔ مسئلہ نمبرا:۔ نوکری کے لیے: عشاء کی نماز کے بعد 101 مرتبہ سورۃ القریش اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ ذیشان رات جب سو جائے اس کے سرہانے کھڑے ہو کر 41 مرتبہ سورۃ العصر اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ سوچ کر پڑھیں کہ نوکری لگ گئی ہے اور طبیعت میں مستقل مزاجی پیدا ہو۔ پانی پر بھی دم کریں صبح نہار منہ پلائیں۔

مسئلہ نمبر۲:۔ بھائی خود پڑھے فجر کی نماز کے بعد 41 مرتبہ سورۃ اخلاص اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ دعا کریں کہ اگر میرے لیے یہ رشتہ بہتر ہے تو ہوجائے۔

مسئلہ نمبر۳:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74' 70 مرتبہ۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

فجر اور مغرب کی نماز کے بعد 11'11 مرتبہ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کریں۔

فریال...... سیالکوٹ

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74' 70 مرتبہ۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں۔ ہر نماز کے بعد 9'9 مرتبہ سورۃ الفلق' سورۃ الناس رکاوٹ ختم کرنے کے لیے خود کریں بہتر ہے ورنہ والدہ کرلیں۔

حاجرہ پروین...... خانیوال

جواب:۔ مسئلہ نمبرا:۔ بعد نماز فجر "ربنا ھب لنا......اماما" سورۃ یسین اور سورۃ رحمان 1'1 مرتبہ۔

رشتے کے لیے یہ دعا کریں کہ اگر یہاں بہتر ہے تو ہوجائے ورنہ کہیں اور جلد از جلد۔

مسئلہ نمبر۲'۳'۴'۵'۶:۔ "یا قدوس" 1001 مرتبہ۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف (درود ابراہیمی) جو درود شریف پڑھنا چاہیں پڑھیں۔ ہر درود شریف کی اپنی برکات ہیں۔ اس اسم کے معنی ذہن میں ہوں پڑھتے وقت۔ 40 دن 1001 مرتبہ اس کے بعد 101 مرتبہ ہمیشہ۔ دعا بھی کریں اپنے مسئلوں کے لیے اللہ پاک اپنے نام کی برکات سے آپ کے مسئلے حل فرمائے۔

مسئلہ نمبر۷:۔ نیم کے پتے لے کر اسے نچوڑ لیں اس کا رس اپنے پورے جسم پر ملیں۔ پھر غسل کریں۔ ہفتے میں 3 مرتبہ مسئلہ حل ہونے تک جاری رکھیں۔

اقصیٰ...... فیصل آباد

جواب:۔ مسئلہ نمبرا:۔ مالی حالات اچھے ہونے کے لیے سورۃ القریش روزانہ بعد نماز عشاء۔ 101 مرتبہ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں۔ اور پانی پر دم کر کے گھر میں بھی چھڑکیں۔ (حمام کے علاوہ)

مسئلہ نمبر۲:۔ فجر کی نماز کے بعد 3 مرتبہ سورۃ یسین اول و آخر 3'3 مرتبہ درود شریف۔ رشتے کے لیے دعا کریں نیت کر کے پڑھیں۔

وقاص نوید...... نوشہرہ

جواب:۔ مسئلہ نمبر ا'۲:۔ عشاء کی نماز کے بعد ایک تسبیح استغفار ایک تسبیح درود شریف۔ ہر نماز کے بعد 41 مرتبہ سورۃ القریش پڑھیں۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف (نوکری کے لیے)

مسئلہ نمبر۳:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74' 70 مرتبہ۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ فجر اور مغرب میں 21'21 مرتبہ سورۃ الفلق' سورۃ الناس رکاوٹ ہے۔ بھائی خود پڑھے۔

نگہت...... ناظم آباد' کراچی

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74' 70 مرتبہ۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

ہر نماز کے بعد 21 مرتبہ یا سلام پڑھیں اور 9'9 مرتبہ سورۃ الفلق' سورۃ الناس اپنے پورے جسم پر دم کریں۔ بیماری کے لیے پانی پر دم کر کے بھی پئیں۔

مسرت جبین...... ساہیوال

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74' 70 مرتبہ۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھا رشتہ ہونے کی دعا کریں۔

بعد نماز عشاء 3 مرتبہ سورۃ عبس نیت ہو کہ رشتہ میں جو رکاوٹ ہے وہ ختم ہوجائے۔

خدیجہ بانو...... چیچہ وطنی

جواب:۔ کچھ عرصہ لگ کر یہ عمل کرلیں۔

مسئلہ نمبرا:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان کی

آیت نمبر 74، 70 مرتبہ۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ رشتہ کی دعا کریں۔

مسئلہ نمبر۲:۔ بعد عصر چلتے پھرتے آیۃ الکرسی کا ورد رکھیں۔ (ذہن میں رشتے کی رکاوٹ دور ہونے کا تصور رکھیں)۔

مسئلہ نمبر۳:۔ رات سوتے وقت **سورۃ الفلق، سورۃ الناس** 19'19 بار پڑھ کر ہاتھوں پر پھونک مار کر جسم پر پھیریں۔ (کوئی بھی عمل اول و آخر درود شریف کے بغیر نہ کریں)۔

ث...... بہاولنگر

جواب:۔ ۱۔ کامیاب، ہوشیار، سخت
۲۔ بہتر ہے اس سے کچھ کم

رضوانہ جاوید...... کورنگی، کراچی

جواب: بہتر ہے کچھ عرصہ انتظار کرلیں لیکن پلاٹ کی خود دیکھ بھال کریں۔

مریم بی بی...... کھاریاں

جواب:۔ مسئلہ نمبر۱:۔ آپ صبح شام سر کے لیے آیۃ الکرسی 111 بار پڑھ کر ہاتھوں پر پھونک مار کر یا تیل پر دم کر کے سر کی مالش کریں۔

مسئلہ نمبر۳:۔ مسواک دم کروالیں (نیم کی) ہری ٹہنی کی آنچل کے ذریعے منگوالیں۔

والد کے لیے:۔ 121 مرتبہ **بسم اللہ الرحمن الرحیم** اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف پانی پر دم کر کے پلائیں، روزانہ۔

ماریہ عظیم...... واہ کینٹ

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74، 70 مرتبہ۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں۔

محمد عاصم...... فیصل آباد

جواب: بھائی پر جادو ہے (بیماری کا) اچھے عامل سے توڑ کروائیں۔

سعدیہ افتخار...... جہلم

جواب: اللہ سے توبہ کریں اور دعا مانگیں جہاں بہتری ہو وہاں ہوجائے۔

شمازیہ اختر...... فیصل آباد

جواب: چاہت وغیرہ سب غیر ضروری ہے، اصل دل و دماغ کا سکون ہے، اللہ آپ پر مہربان ہو، بتایا ہوا وظیفہ جاری رکھیں۔

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔
ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔
rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن

نام...... والدہ کا نام...... گھر کا مکمل پتا......

......

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پزیر ہیں......

آپ کی صحت

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا

افشاں کوٹ ادو سے لکھتی ہیں کہ میں جو دوائیں استعمال کرنا چاہتی ہوں ان کے کوئی مضر اثرات تو نہیں ہیں۔ یہ ہمارے شہر میں ہومیو پیتھک اسٹور سے مل جائیں گی۔ بالوں کے لیے HAIR GROWER رنگ صاف کرنے کے لیے JODUM-IM اور مٹاپے کے لیے PHYTOLACCA BERRY-Q۔

محترمہ ان ادویات کے کوئی مضر اثرات نہیں ہیں دوا آپ کو کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے مل جائیں گی HAIR GROWER کے لیے 600 روپے میرے کلینک کے نام پتے پر منی آرڈر کردیں وہ آپ کو گھر پہنچ جائے گا۔

ناصر علی راولپنڈی سے لکھتے ہیں کہ سرعت انزال کی شدید شکایت ہے کوئی علاج بتائیں۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

خدیجہ عمود عباسی راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میرے رشتے کی بات چل رہی ہے مگر ننھیالی نہیں مان رہے کوئی وظیفہ بتائیں جو ننھیالی مان جائیں۔ دوسرے میں کمزور بہت ہوں۔ نسوانی حسن نہ ہونے کے برابر ہے۔ چہرہ پر بال ہیں سر کے بال چھوٹے ہیں۔

محترمہ وظیفہ وغیرہ تو مجھے آتا نہیں آپ میرے کلینک کے نام پتے پر 1850 روپے منی آرڈر کردیں تینوں مسئلوں کی دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔

رفیعہ فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ آپ نے جو قد بڑھانے کے لیے دوا لکھی ہے وہ یہاں سے کہیں نہیں مل رہی ہم آپ کو منی آرڈر کریں گے آپ ان کی قیمت بتائیں۔

محترمہ یہ ہومیو پیتھ کی عام دوائیں ہیں کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے مل جائیں گی اپنے شہر میں ہومیو پیتھک اسٹور تلاش کریں۔

ثوبیہ رمضان سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ میری جلد میں بہت خارش ہے چہرہ پر الرجی کے دانے نکلتے ہیں۔

محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

این آر قلعہ دیدار سنگھ سے لکھتی ہیں کہ میرے سر میں بہت زیادہ خشکی ہے اس کی وجہ سے بال اترنا شروع ہوگئے ہیں اور میری بیٹی کے چہرے پر تل نکل آئے ہیں اسکن اسپیشلسٹ سے بھی علاج کرایا کوئی فرق نہیں ہوا۔ دونوں مسئلوں کا حل تجویز کریں۔

محترمہ بیٹی کے لیے کسی ہومیو پیتھک اسٹور سے THUJA-Q حاصل کرلیں۔ پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت پلایا کریں اور اسی کو تلوں پر روزانہ ایک مرتبہ لگایا کریں۔ آپ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر مطلوبہ دوا کا نام HAIR GROWER لکھیں اور اپنا مکمل نام پتا صاف صاف لکھیں۔ دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔ آپ کے بالوں کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔ ان شاء اللہ

علی اکبر راولپنڈی سے لکھتے ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر اس کا علاج تجویز کردیں۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ن ب راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میرے بھی مسئلے ہیں۔ منہ پر چھائیاں ہیں دانے نکلتے ہیں داغ چھوڑ جاتے ہیں۔ منہ پر براؤن تل ہیں بال کمزور ہیں گرتے بھی بہت ہیں۔

محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور THUJA-Q کے قطرے تلوں پر لگایا کریں۔ یہ ادویات آپ کو کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے مل جائے گی۔

شفقت گجرات سے لکھتے ہیں کہ میرے والد کے سر میں درد رہتا ہے۔ دوسرے میرے سر کے بال گرتے ہیں۔

محترم آپ والد کو USENEA BARB-3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیا کریں۔ اور آپ ہیئر گروور کا استعمال جاری رکھیں ان شاءاللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

باقر چیمہ ہارون آباد سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج تجویز کر دیں۔

محترم آپ STAPHISAGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔ برائی سے پرہیز کریں۔

سائرہ کراچی سے لکھتی ہیں کہ کیا منی آرڈر بھی ایسے ہی بھیجتے ہیں جس طرح خط بھیجتے ہیں اور رنگ گورا کرنے کی ایسی دوا بتائیں جو آپ کے کلینک سے ہی ملتی ہو۔

محترمہ ڈاکخانہ سے منی آرڈر فارم ملتا ہے اسے پر کریں میرے کلینک کا مکمل پتا لکھیں جو نیچے لکھا ہوا ہے۔ فارم کے ساتھ رقم ڈاکخانہ کا ڈنٹر پر جمع کرائیں۔ وہ آپ کو رسید دیں گے۔ لفافے میں رقم رکھ کر ہرگز نہ بھیجیں۔ رقم غائب ہو جائے گی۔ رنگ گورا کرنے کے لیے JODUM-IM کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر پندرہ دن میں ایک بار لیں 6 ماہ مکمل کریں یہ دوا کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے مل جائے گی۔

رباب مجید اوکاڑہ سے لکھتی ہیں کہ ٹائیفائڈ کے بعد میرے بال گر گئے ہیں۔ دوسرا مسئلہ مٹاپے کا ہے۔ پیٹ اور کولہے بہت بڑھ گئے ہیں اور رنگ گورا کرنے کی دوا بتائیں۔

محترمہ بالوں کے مسئلے کے لیے HAIR GROWER کا استعمال جاری رکھیں۔ اس کے علاوہ PHYTOLACCA BERRY-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور رنگ صاف کرنے کے لیے JODUM-IM کے پانچ قطرے پندرہ دن میں ایک بار لیں 6 ماہ مکمل کرلیں۔

ہما دانش ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ میرے بریسٹ پر سفید لکیروں کی طرح نشان ہیں میری آنکھوں کے گرد حلقے ہیں۔ میرے بہن کا مسئلہ یہ ہے کہ اس کے پیروں کی انگلیوں پر سردیوں میں خارش ہو جاتی ہے۔

محترمہ آپ آنکھوں کے حلقوں کے لیے CHINA-3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔ نشانات کے علاج کے لیے کسی مقامی ڈاکٹر سے رجوع کریں۔ دیکھے بغیر علاج ممکن نہیں ہے۔ بہن کو PETROLIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔

عائشہ رضا بہاولپور سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر کوئی دوا تجویز کر دیں۔

محترمہ آپ BIOPLASGEN-I کی چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں۔ رنگ گورا کرنے کے لیے JODUM-IM کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر پندرہ دن میں ایک بار لیں۔

رومانہ قریشی ڈگری سے لکھتی ہیں کہ میری اسکن آئلی ہے دانے وغیرہ بہت نکلتے ہیں اور کالے داغ چھوڑ جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ کیا میں JODUM-IM استعمال کرسکتی ہوں۔ یہ دوا کہاں سے ملے گی اسے کیسے استعمال کرنا ہے۔

محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ JODUM-1000 کے پانچ قطرے ہر پندرہ دن میں ایک بار لیں 6 ماہ مکمل کرلیں یہ ادویہ کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے جرمنی کی سیل بند خرید لیں۔

ارسہ عرفان عارف والا سے لکھتی ہیں کہ میری بہن کی عمر 22 سال ہے اس کے چہرے پر بہت زیادہ بال ہیں بہت چیزیں لگائیں مگر فائدہ نہیں ہوا۔

محترمہ آپ ان کو APHRODITE استعمال کرائیں اس کے استعمال سے مستقل طور پر بال ختم ہو جائیں گے۔ آپ 700 روپے میرے کلینک کے نام پتے پر منی آرڈر کر دیں۔ اپنا پتا مکمل اور صاف لکھیں۔ دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔

شگفتہ سوائے خان سے لکھتی ہیں مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کر دیں۔ والدہ کے لیے بھی دوا تجویز کر دیں۔

محترمہ آپ SEPIA 200 کے پانچ قطرے آٹھویں دن آدھا کپ پانی میں ڈال کر پیا کریں والدہ کو CHELIDONIUM 30 کے پانچ قطرے تین

وقت روزانہ دیں۔

نبیلہ خانیوال سے لکھتی ہیں کہ پہلے خط لکھا تھا آپ نے دوا بتائی تھی وہ یہاں نہیں ملی آپ یہ دوا مجھے بھیج دیں۔

محترمہ BORAX-30 ہومیو پیتھک کی عام دوا ہے کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے مل جائے گی۔

ادریسہ یوسف للہ ٹاؤن سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بہت زیادہ بال ہیں اور سر کے بال بہت روکھے ہیں۔ ان کے کئی منہ ہوتے ہیں۔ بڑھتے بھی نہیں ہیں۔ اس کا علاج بھی بتائیں۔ اگر جوابی لفافہ کے ساتھ خط لکھا جائے تو اس کا جواب گھر آجائے گا۔

محترمہ چہرے کے بال ختم کرنے کے لیے APHODITE اور سر کے بالوں کے لیے HAIR GROWER منگالیں۔ 1300 روپے کا منی آرڈر کر دیں۔ دونوں ادویہ آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔ براہ راست جواب نہیں دیا جاسکتا۔ معذرت چاہتا ہوں۔

ح ف کراچی سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے اور جسم پر تل و مسے ہیں اور خون کی کمی ہے رنگت بھی خراب ہو رہی ہے۔

محترمہ آپ THUJA-Q کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور اسی دوا کو تل اور مسوں پر لگایا کریں۔ JODUM-1000 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر پندرہ دن میں ایک بار پیا کریں۔ 6 ماہ مکمل کرلیں۔

حوریہ نذر اوکاڑہ سے لکھتی ہیں کہ میرے سر کے آدھے بال سفید ہو گئے ہیں کیا HAIR GROWER کے استعمال سے بال دوبارہ کالے ہو سکتے ہیں۔ میں بال لمبے گھنے سلکی اور کالے کرنا چاہتی ہوں۔ میرا وزن 70 کلو ہے وزن کم کرنا چاہتی ہوں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA BERRY Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ جب تک وزن نارمل ہو جائے۔ HAIR GROWER کے استعمال سے بال لمبے گھنے سلکی ہو جائیں گے۔ سفید ہونا رک جائیں گے۔ مگر سفید بال دوبارہ کالے نہیں ہو سکتے۔ منی آرڈر کرنے کا طریقہ اپنے قریبی ڈاکخانہ سے معلوم کرلیں۔

صائم اللہ رکھا شاہ کوٹ سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ AGNUSCAST 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

عائشہ صدیقہ کرنانہ سے لکھتی ہیں کہ جسمانی کمزوری کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔ چہرے پر سخت دانے نکلتے ہیں۔ جو داغ چھوڑ جاتے ہیں۔ میری امی کا منہ پک جاتا ہے۔

محترمہ آپ FIVE PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور GRAPHITES 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن لیں۔ امی کو BORAX-30 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن لیں۔ ان شاءاللہ شفا حاصل ہوگی۔

صدف ناز آزاد کشمیر سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 15 سال ہے۔ میرا قد چھوٹا ہے میرا جسم بھی دبلا پتلا ہے۔ میرے جسم اور چہرے پر دانے نکلتے ہیں جو نشان چھوڑ جاتے ہیں۔ چہرے پر بال بھی ہیں۔ میں ان کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ FIVE PHOS 6X کی چار چار گولیاں تین وقت روزانہ کھائیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر آٹھویں دن ایک بار لیں اور GRAPHITES 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن لیں۔

ارسلان خان ملتان سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 27 سال ہے اپنی صحت خود برباد کرلی ہے۔ کوئی علاج بتائیں۔

محترم آپ STAPHISGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

فوزیہ لکھتی ہیں کہ میرا خط شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ ان شاءاللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ بالوں کے مکمل خاتمے تک آپ ایفرڈائٹ کا استعمال جاری رکھیں۔ یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔

سائرہ آزاد کشمیر سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج تجویز کردیں۔

محترمہ آپ JODUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر کردیں۔ آپ کو لگانے کی دوا بھی بھیج دی جائے گی۔ حقوق ادا نہ کرنے والا مسئلہ وضاحت سے لکھیں کیا مشکل ہے۔

مجتبیٰ صدیق نوشہرہ کینٹ سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج تجویز کردیں۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں مکمل صحت حاصل ہونے تک دوا کا استعمال جاری رکھیں۔ یہی آپ کے تمام مسائل کا حل ہے۔

مہوش کرن ضلع ننکانہ صاحب سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بال ہیں کیا میں APHRODITE استعمال کرسکتی ہوں۔ اس کے منگانے کا طریقہ بتادیں۔

محترمہ طریقہ ہر ماہ آنچل میں لکھا ہوتا ہے۔ 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ اپنا پتا صاف اور مکمل لکھیں آپ کو دوا گھر پہنچ جائے گی۔ اسے استعمال کرنے سے فالتو بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے۔

محمد ذکی کراچی سے لکھتے ہیں کہ میرے مسوڑھے دانت کو چھوڑ رہے ہیں۔ کبھی کبھی خون بھی آتا ہے۔

محترم اپ MERCSOL 6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ ان شاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

کرن آفتاب گجرات سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ بڑا خراب ہے حق زوجیت ادا کرتے وقت شدید درد ہوتا ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ ARGENTUMNIT 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ ان شاء اللہ شکایت ختم ہوجائے گی۔

گل زمان خان ہری پور سے لکھتے ہیں کہ مجھ کو بہت خراب بیماری ہے سوتے میں کپڑے خراب ہوجاتے ہیں۔

محترم آپ SALIXNIGRA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

تبسم سلطانہ وہاڑی سے لکھتے ہیں کہ میرا سینہ بہت زیادہ بھاری ہے کوئی دوا بتائیں کہ مناسب حد تک کم ہوجائے۔

محترمہ آپ CHEMAPHILA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور میرے کلینک کے نام پتے پر 550 روپے کا منی آرڈر کردیں۔ BREAST BEAUTY آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ اس کو لگانے سے قدرتی حسن بحال ہوگا۔

فہمیدہ سلطان ملتان سے لکھتی ہیں کہ عمر 17 سال ہے۔ نسوانی حسن کی بے حد کمی ہے، بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ SABALSERULATA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور میرے کلینک سے BREAST BEAUTY منگالیں۔ اس کے استعمال سے ان شاء اللہ قدرتی حسن بحال ہوگا۔

عبدالغنی کھر سیالکوٹ سے لکھتے ہیں کہ پروسٹیٹ کا مریض ہوں پیشاب کرنے کے بعد بھی حاجت رہتی ہے۔

محترم آپ CONIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

معائنہ اور باقاعدہ علاج کے لیے تشریف لائیں۔ صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے۔ فون 021-36997059 ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا کلینک دکان C-5 KDA' فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن 2 سیکٹر B-14 نارتھ کراچی۔

خط لکھنے کا پتا۔ آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75 کراچی۔

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

فروٹ چاٹ

اجزاء:

کیلے	دو عدد
خربوزہ	ایک عدد
آڑو	دو عدد
چینی	ایک پیالی
لیموں	تین عدد
چاٹ مسالا	ایک چمچ
کالی مرچ پسی ہوئی	آدھا چائے کا چمچ
سیب	دو عدد
انار	دو عدد
انگور	ایک پاؤ
پانی	ایک پیالی
سفید مرچ پسی ہوئی	آدھا چائے کا چمچ

ترکیب:

ایک دیگچی لے کر چینی اور پانی کا شیرا پکالیں، تار بننے سے پہلے اتار لیں۔ سارے پھل اچھی طرح سے دھو کر چھیل لیں اور چھوٹے چھوٹے چوکور ٹکڑے کاٹ لیں، جب شیرا ٹھنڈا ہوجائے تو ایک لیموں کا رس ڈال دیں۔ کٹے ہوئے پھلوں پر بھی لیموں کا رس ڈال کر تھوڑی سی چینی چھڑک دیں تاکہ کالے نہ ہوجائیں، ٹھنڈے شیرے میں پھل ڈال کر رکھ لیں، جب کھانے کے لیے پیش کرنا ہو تو چاٹ مسالا اور کالی مرچ چھڑک دیں۔

عائشہ سلیم.....فیصل آباد

مونگ پھلی کی خشک چٹنی

اجزاء:

مونگ پھلی	ایک پاؤ
ثابت لال مرچ	بارہ عدد
بغیر چھلا ہوا لہسن	آٹھ جوئے
چھلا ہوا لہسن	آٹھ جوئے
نمک	حسب ذائقہ
سفید زیرہ	ایک کھانے کا چمچ

ترکیب: آدھی مونگ پھلی کو توے کے اوپر بھون لیں۔ آدھی کو کچی رکھیں، آدھا لہسن توے پر بھون لیں، آدھا کچا رکھیں۔ آدھا زیرہ بھون لیں اور آدھا کچا رکھیں۔ آدھی مرچیں بھی بھون لیں اور آدھی کچی رکھیں پھر ان سب چیزوں کو ملا کر خشک پیس لیں اور ایک ڈبے میں بند کرکے رکھ لیں۔

دال، چاول، طاہری اور کباب وغیرہ کے ساتھ استعمال کریں، شکریہ۔

تل کی چٹنی

اجزاء:

سفید تل	ایک پیالی (توے کے اوپر ہلکا سا بھون لیں)
ہری مرچ	آٹھ عدد
لہسن کے جوئے	چھ عدد (بغیر چھلے ہوئے)
ہرا دھنیا	ایک بڑی گٹھی
املی کا گاڑھا رس	ایک پیالی
نمک	حسب ضرورت
اوپر ڈالنے کے لیے پیاز	ایک ڈلی (باریک کٹی ہوئی)

ترکیب:

سب سے پہلے ہرا دھنیا، ہری مرچ، لہسن اور نمک ملا کر باریک چٹنی پیس لیں۔ بھنے ہوئے تل الگ سے باریک پیس لیں۔ ایک پیالے میں پسی ہوئی چٹنی پسے ہوئے تل اور املی کا رس ملائیں، چٹنی تیار۔ پیش کرتے

وقت پیاز ڈال دیں۔

نمرہ.....ٹنڈوالہیار

کھڑے مسالے دار چکن

اجزاء:

گوشت مرغی کا	آدھا کلو
دہی	250 گرام
پیاز چھوٹی	250 گرام
ثابت سرخ مرچ	10 عدد (کوٹ لیں)
دھنیا پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
سفید زیرہ	ایک چائے کا چمچ
گرم مسالا پسا ہوا	ایک چائے کا چمچ
ہلدی	ایک چائے کا چمچ
ٹماٹر چھوٹے چھوٹے	ایک پاؤ
ادرک لہسن	پسا ہوا دو چائے کے چمچ
ہری مرچ	6 عدد
ہرا دھنیا	آدھی گٹھی
نمک اور تیل	حسب ضرورت

ترکیب:

ٹماٹر اور پیاز گول گول کاٹ لیں (زیادہ باریک نہ ہوں) لچھے کی صورت، ایک پیالی میں خشک مسالا مکس کریں، مرغی کا گوشت دھو کر پانی خشک کرلیں اور تمام مسالا چکن پر اچھی طرح مکس کرلیں۔ ادرک لہسن بھی دو گھنٹے اسی طرح چکن میں پڑا رہنے دیں۔ تیل گرم کر کے دیگچی نیچے رکھ کر اس میں مسالا لگا چکن بچھا دیں، چکن کے اوپر پیاز اور ٹماٹر کے لچھے پھیلا دیں اب دہی کی تہہ لگا کر ڈھکن بند کرلیں اور کم آنچ پر چڑھا دیں جس طرح دم لگاتے ہیں، تھوڑی دیر کے بعد دیگچی کو ہلاتے رہیں تاکہ جل نہ جائیں 30 منٹ تک اسی طرح پکنے دیں جب پانی خشک ہوجائے تو باریک کٹی ہوئی مرچی ڈال کر بھونیں آرام کے ساتھ تاکہ پیاز اور ٹماٹر ٹوٹنے نہ پائیں جب مسالا گھی چھوڑ دے تو باریک کٹا دھنیا اور گرم مسالا ڈال کر ڈھکن بند کرلیں۔ لیجیے! آپ کے کھڑے مسالے کو مزیدار چکن تیار ہے چپاتی کے ساتھ سرو کریں، یقین جانیے یہ اتنا ٹیسٹی چکن ہے کہ بس اپنے ہاتھوں کا خیال رکھیں۔

نجم انجم.....کورنگی، کراچی

اسٹرابری چیز کیک

اشیاء:

میدہ	دو کپ
چینی	ایک کپ
انڈے	چار عدد
چیز (کش کی ہوئی)	دو کپ
ونیلا ایسنس	چند قطرے
تازہ اسٹرابری	آٹھ سے دس عدد
کارن فلور	دو کھانے کے چمچ
دودھ	ایک کپ

ترکیب:

انڈوں کی زردی علیحدہ کرلیں اور اس کو اچھی طرح پھینٹ لیں۔ چینی کو پیس لیں اور انڈوں میں شامل کر کے خوب پھینٹیں، ساتھ ہی میدہ شامل کریں اور دودھ شامل کریں۔ ونیلا ایسنس اور کارن فلور شامل کریں اور پنیر بھی ڈال دیں اس مرکب کو پندرہ منٹ تک پھینٹیں اور اوون میں تیس سے پینتیس منٹ تک پکائیں اور اس کے بعد فریج میں ٹھنڈا کریں اس کو کریم اور اسٹرابری سے گارنش کریں، کیک تیار ہے۔

طیبہ نذیر.....شادیوال

گجرات

شاہی زردہ

اشیاء:

چاول	ایک کلو
گھی	ڈیڑھ پاؤ
چینی	تین پاؤ
گرم پادام	ایک چھٹانک
کشمش	ایک چمچ
کیوڑا	ایک چمچ
پسی زعفران	ایک چٹکی
سبز الائچی	سات عدد
زردے کا رنگ	دو چٹکی

ترکیب:

چاول صاف کر کے بھگو دیں، کشمش اور بادام پانی میں ڈالیں، بادام کا چھلکا نرم ہو تو اتار لیں اور کشمش کے پھول جانے کا انتظار کریں۔ چاول سے دوگنا پانی یعنی دو لیٹر پتیلے میں ڈالیں۔ اس میں چینی، زعفران یا زردے کا رنگ ملا کر چولہے پر چڑھا دیں کفگیر سے دو چاول ڈالیں جب پانی ابلنے لگے جب چاول اچھی طرح سے پک جائیں اور پانی خشک ہوجائے تو دم پر رکھ دیں، پندرہ منٹ پر اتار لیں۔

فرائی پین میں گھی گرم کریں۔ سبز الائچیاں بھون لیں، پھر کشمش، پستہ اور بادام تل لیں۔ چاولوں میں شامل کر کے کیوڑا ڈال دیں، پانچ سے سات منٹ کے لیے دم پر لگا دیں۔

اتار کر ورق لگائیں، میوہ کی ہوائیاں چھڑکیں موسمی پھل کاٹ کر سجائیں۔

ساجدہ زید.....ویرووالہ چیمہ

دال عالمگیری

اجزاء:

ثابت اڑت کی دال	ایک پیالی
ادرک لہسن کا پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
ٹماٹر کا پیسٹ	دو کھانے کے چمچ
نمک	حسب ذائقہ
لال مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
مکھن	چار کھانے کے چمچ
فریش کریم	آدھی پیالی
پانی	حسب ضرورت

ترکیب:

دال کو تقریباً 12 گھنٹوں کے لیے پانی میں بھگو دیں، بھاری پیندے والی دیگچی میں ایک لیٹر پانی گرم کرلیں، پانی میں ابال آنے لگے تو پہلے سے بھگوئی ہوئی دال ڈال دیں۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد دال نکال کر نتھار لیں اور سادے پانی سے دھوئیں، دوسری دیگچی میں ایک لیٹر پانی گرم کر کے دھلی دال ڈال کر 45 منٹ پکائیں، فرائنگ پین میں 4 کھانے کے چمچ مکھن گرم کر کے ادرک لہسن پیسٹ ڈال کر دو منٹ پکائیں۔ ٹماٹر پیسٹ، نمک، لال مرچ شامل کر کے مسالا بھون لیں پھر اس مسالے میں دال ڈال کر 30 منٹ فرائی کرلیں تاکہ دال کا پانی سوکھ جائے اور مسالے میں مکس ہوجائے پھر چولہا بند کر کے تازہ کریم ملا دیں، ڈش میں نکال کر کڑی پتے اور کدوکش کی ہوئی فرائی گاجر سے سجاوٹ کریں۔
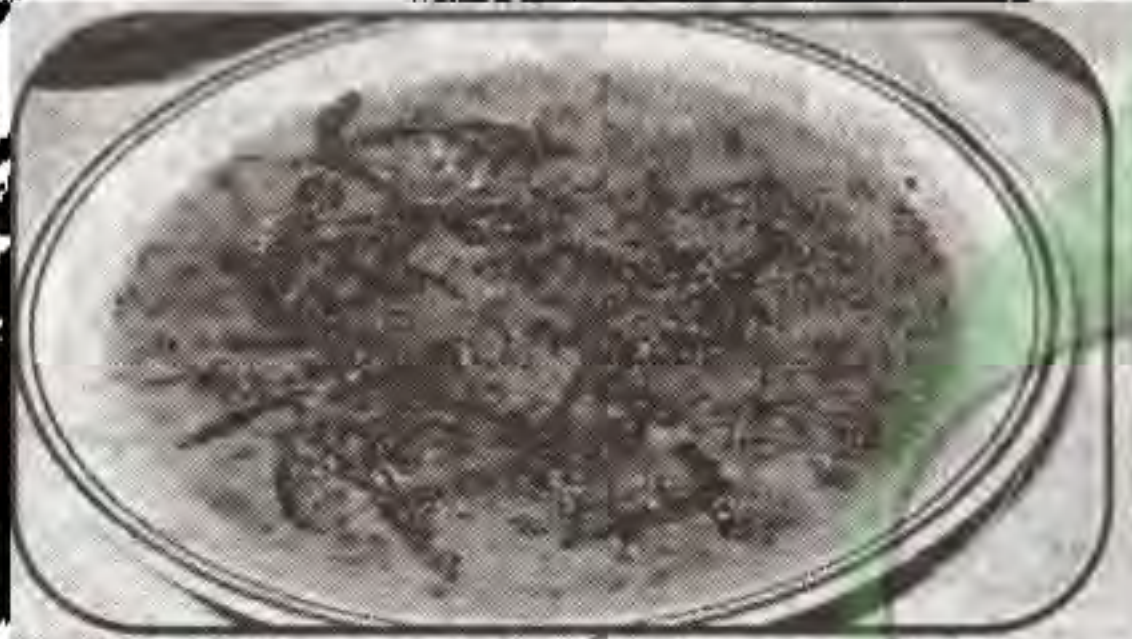
آمنہ رابیل کنول راحیلہ.....ڈی آئی خان

بیوٹی گائیڈ

روبین احمد

لُو لگنا اور گرمی کے دوسرے اثرات

گرمی کی لہر جو حرارت کی شدت ہوتی ہے اس سے کافی لوگوں کو لُو لگ سکتی ہے۔ اس کے علاوہ گرمی کے اثر کی وجہ سے طبیعت نڈھال رہنے لگتی ہے۔ اس طرح کی کیفیت عام طور پر ان حالات میں ہوتی جب سخت دھوپ میں سفر کیا جائے اور نمک اور پانی جو کہ پسینے کے ذریعے خارج ہورہا ہے ان کی تلافی نہ کی جائے۔ اس قسم کی حالت سخت گرم انجن والے کمرے میں بھی پیدا ہوسکتی ہے اس حالت میں جسم کی حرارت 104 فارن ہائٹ سے زیادہ ہوجاتی ہے' پسینہ آنا بند ہوجاتا ہے۔ جسم بالکل خشک اور گرم ہوجاتا ہے۔ شدید حالت میں بے ہوشی طاری ہوجاتی ہے۔ بعض دفعہ گو حرارت اس قدر اوپر نہیں جاتی بلکہ اس سے کم ہی رہتی ہے۔ لُو لگنے کی حالت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب دھوپ کی تپش کئی گھنٹوں تک برداشت کرنی پڑے۔ جو لوگ گرمی اور سخت کام کے عادی نہیں ہوتے وہ اس کا جلد شکار ہوجاتے ہیں' اسی طرح فربہ لوگ گرمی برداشت نہیں کرسکتے۔ اگر ضرورت سے زیادہ کپڑے پہن رکھے ہوں یا کمرا بند ہو' حبس ہو اور ہوا کی حرکت کم ہو تو گرمی کا اثر آسانی سے ہوجاتا ہے۔

لُو لگنے سے جو لوگ مرجاتے ہیں ان کے بعد از مرگ معائنے پر یہ پتا چلتا ہے کہ ان کے دماغ کے علاوہ گردے' جگر اور دوسرے اعضاء کو کافی گزند پہنچ چکا ہوتا ہے۔ عموماً جب گرمی میں کوئی محنت کرتا ہے تو جسم کی حرارت زیادہ ہوجاتی ہے اگر گرمی اسی طرح رہے اور کام جاری رکھا جائے تو پیاس لگنا شروع ہوجاتی ہے اور درد سر' چکر آنا' بے چینی اور بے قراری بڑھ جاتی ہے۔ جسم خشک ہوجاتا ہے اور پسینہ بالکل بند اور حرارت 105 فارن ہائٹ سے زیادہ ہوجاتی ہے۔ نبض کی رفتار تیز اور کبھی کبھی بے قاعدہ سانس تیزی سے چلتا ہے۔ پیشاب' پاخانہ خطا ہوجاتا ہے اور بعض دفعہ خونی دست آنے لگتے ہیں۔ پیشاب کا آنا بہت کم ہوجاتا ہے' اس طرح بیمار کی حالت بڑی نازک اور خطرناک ہوجاتی ہے' خون کا دباؤ بہت گر جاتا ہے۔ اس لیے اگر کسی شخص کے متعلق یہ معلوم ہو کہ اس کو بخار بہت تیز ہے' جسم خشک ہے' پسینہ نہیں آرہا اور دماغی حالت غیر تسلی بخش ہے نیز یہ شخص گرمی اور دھوپ میں گھومتا رہا ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کو لُو لگ گئی ہے۔

سخت ملیریا میں بھی بعض دفعہ یہی کیفیت ہوجاتی ہے۔ علاج فوری ہونا چاہیے اور جسم کو ٹھنڈا کرکے حرارت 102 یا 101 فارن ہائٹ تک کرلینا چاہیے۔ یہ صرف ایک گھنٹے کے اندر ہوجانا چاہیے' برف کے ٹھنڈے پانی میں بیمار کو لٹا کر جسم کی مالش کی جائے' تھرمامیٹر سے ہر تین منٹ کے بعد حرارت کا معائنہ کیا جائے اور جیسے ہی حرارت 102 فارن ہائٹ پر آجائے تو بیمار کو واپس بستر پر لٹا دیا جائے۔ اس کے بعد اگر زیادہ بھی ہوجائے تو معمولی نلکے کے پانی سے اسفنج کرنے سے زائل ہوسکتی ہے' علاج میں جلدی اس لیے بھی ضروری ہے اگر کچھ گھنٹے اسی طرح لُو کی حالت میں گزر جائیں تو افاقہ ہونے کا امکان کم ہوجاتا ہے۔ ایسے بیماروں کو آکسیجن' گلوکوز اور نمک کا پانی بھی دینا چاہیے۔ لُو لگنے کے علاوہ مستقل گرم حالات میں کام کرنے سے طبیعت نڈھال بھی رہنے لگتی ہے' جسم پر الائیاں نکل آتی ہیں' طبیعت میں بے چینی سی پائی جاتی ہے' جسم خشک رہتا ہے اور جسم کی حرارت زیادہ ہوجاتی ہے۔

بعض دفعہ گرمی کے اثر کی وجہ سے چکر آنے لگتے ہیں' جی متلاتا ہے' معدے میں بے چینی سی ہوجاتی ہے' یہ عموماً گرمی میں کافی دیر کھڑے رہنے سے ہوجاتا ہے۔ کچھ لوگوں کو گرمی کے موسم میں پیروں میں جلن اور پنڈلیوں میں سختی اور کھنچاؤ ہونے لگتا ہے۔ منہ اور زبان خشک ہوجاتی ہے۔ آنکھوں کے گرد حلقے پڑجاتے ہیں' ہر وقت تھکن رہتی ہے' بھوک اڑ جاتی ہے اور کسی کام کو جی نہیں چاہتا۔ جس قدر علامات اور بیماریاں اوپر تحریر کی گئی ہیں ان کی خاص وجہ تو دھوپ اور گرمی ہے لیکن یہ ہوتی اس لیے ہے کہ ہمارے جسم سے پانی اور نمک ضائع ہوتا رہتا ہے۔ اگر اس کو پورا کرتے رہیں تو پھر ان علامات اور شکایات سے بہت حد تک بچ سکیں گے۔ اس لیے گرمی کے موسم میں پیاس سے زیادہ پانی بارہ گلاس روزانہ استعمال کرنا چاہیے' اس طرح لُو لگنے اور گرمی کے دوسرے اثرات کا امکان کم ہوجائے گا۔

اگر گرمی اور دھوپ میں زیادہ عرصہ گزارا جائے اور مناسب مقدار میں جو پانی ضائع ہورہا ہے اس کی تلافی نہ کی جائے تو جسم میں پانی کی قلت ہوجائے گی اور پسینہ آنا بند ہوجائے گا۔ جو اس بات کا اشارہ ہے کہ متاثرہ شخص سخت مرحلے میں داخل ہوگیا ہے۔ جب لُو اور گرمی میں پسینہ آنا بند ہوجائے گا تو لُو کا سخت اندیشہ ہے۔ یہ خیال غلط ہے کہ لُو کوئی مخصوص قسم کی بادِ سموم ہے اور کسی خاص وقت پر چلتی ہے۔ یہ صرف گرم ہوا ہے اور ہر اس شخص پر اس کا اثر ہوگا جو گرمی اور دھوپ میں ہے اور اس پانی کی تلافی نہیں کررہا ہے جو پسینے کی صورت میں تلف ہورہا ہے۔

گرمی کے اثرات ان لوگوں پر زیادہ ہوتے ہیں جو عموماً اس کے عادی نہیں ہوتے یا سرد مقامات کے رہنے والے ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ بچوں اور خواتین پر بھی اثر زیادہ ہوتا ہے۔ وہ لوگ جن میں خون جمنے کا عارضہ ہے مثلاً رگِ دل اور رگِ دماغ کے مریض ان میں غلاظت خون کے سبب سے خون جمنے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جن لوگوں کے گردے اچھی طرح کام نہیں کرتے وہ پانی کی کمی کی وجہ سے سخت بیمار ہوسکتے ہیں۔ اس لیے ان کو اس طرح کے ماحول سے احتراز کرنا چاہیے اور پانی کی کمی نہیں ہونے دینی چاہیے کہ اصل مسئلہ آب و نمک کا ہے۔

تحفظ و علاج

یہ ابتدا ہی سے واضح ہوجانا چاہیے کہ گرمی کے اثرات کا اصل سبب جسم میں نمک اور پانی خصوصاً پانی کی قلت ہے۔ ہمارے جسم سے مسلسل پانی اس طرح بھی خارج ہورہا ہے کہ اس کا ہمیں احساس نہیں ہوتا۔ سرد موسم میں بھی جلد کی سطح اور سانس کی نمی کے ذریعے تقریباً چھ سو ملی لیٹر پانی غیر محسوس طریقے پر ضائع ہوجاتا ہے جو تقریباً تین گلاس پانی کے برابر ہے۔ جب موسم گرم ہو اور سخت پسینہ آئے تو پانی کا ضیاع کثیر ہوجاتا ہے جو دو ہزار ملی لیٹر بھی ہوسکتا ہے اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ یعنی دس بارہ گلاس پانی کا اخراج اور ضیاع! جسم سے پانی کا اخراج' حرارت کم کرنے اور جسم کو ٹھنڈا رکھنے کا موثر ذریعہ ہے اگر یہ حرارت خارج نہ ہو تو زندگی ناممکن ہوجائے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ پسینہ جلد کے مسامات سے خارج ہوتا ہے۔ یہ بات دلچسپ ہے کہ دنیا میں ضرورت سے کم پانی پینے کا رواج ہے اور ہمارے جیسے گرم ملک میں اس عادت کے نقصانات ظاہر ہیں۔ پرانے حکماء کا مشورہ تھا کہ جب بھی گھر سے نکلیں پانی پی کر نکلیں خصوصاً گرمی کے موسم میں اور اس میں بڑی حکمت و دانائی تھی کہ یہ لُو سے تحفظ دیتا ہے' اثرات گرم کے سدباب کے لیے ضروری امر ہے کہ پانی پیاس سے زیادہ پیا جائے' جو تقریباً دس بارہ گلاس روزانہ سے کم نہیں ہونا چاہیے۔

جب کسی شخص کے متعلق یہ شبہ ہوجائے کہ اس پر لُو کا اثر ہوگیا ہے تو اس کو ٹھنڈی جگہ لٹا دیا جائے۔ جسم پر سے زیادہ تر کپڑے خصوصاً نائیلون وغیرہ ہٹا دیئے جائیں کہ ان میں سے گرمی خارج نہیں ہوتی۔ اگر بیمار کو کھری چارپائی پر پانی میں بھیگی ہوئی چادر اوڑھا کر ہوا کے رخ لٹایا جائے تو مناسب ہے کیونکہ اس طرح جسم کی حرارت کم ہوجائے گی۔ اسی طرح بھیگے ہوئے ٹھنڈے تولیے سے جسم کی مالش کی جائے تو حرارت کم ہوجاتی ہے اور سر پر برف کی پٹیاں رکھی جائیں تو دماغ گرمی کے مضر اثرات سے محفوظ رہتا ہے۔ اصل علاج پانی ہے جس میں خفیف' نمک کی آمیزش کی جاسکتی ہے۔ جب بیمار منہ سے پانی نہیں پی سکتا تو نمک آمیز گلوکوز رگ میں چڑھائی جاتی ہے۔ دورانِ خون کو موثر رکھنے کے لیے تلوؤں اور پنڈلیوں کی نیچے سے اوپر کی طرف مالش کی جائے۔ طبیعت درست ہونے کے بعد کئی روز تک گرمی اور دھوپ سے بچا جائے۔

زمانہ قدیم سے جو مجرب خانہ ساز نسخے' لُو کے علاج کے لیے مستعمل ہیں ان میں آب شورہ (لیموں پانی) شربت عناب' شاہترہ' ٹھنڈائی' سکنجبین' خشک آلو بخارے' کیری کا شربت' سرکہ یا املی کا شربت مشہور ہیں۔

غزل

پیار میں بجنی دھوکا دہی تو کب کی ریت پرانی ہے
پونچھ لو تم یہ آنسو اپنے، سب کی ایک کہانی ہے
سچے پیار کی قدر نہ کرنے والے اک دن روتے ہیں
لکھ کر رکھ لو تیری یاد بھی اس کو اک دن آنی ہے
کچی عمر میں دیکھے گئے سب خواب فسانہ ہوتے ہیں
ان کا حاصل یہی ہے یہ جو آنکھ میں تیرے پانی ہے
مطلب کے سب لوگ یہاں پر جھوٹا پیار جتاتے ہیں
جانے کس کس سے کہتے ہیں تو ہی دل کی رانی ہے
ان بے قدروں کے پیچھے کیوں اپنی عمر گنواتی ہو
پالو اس کی پاک ذات کو جس کا پیار لافانی ہے

نازیہ کنول نازی......ہارون آباد

غزل

آنکھ نے دیکھے ہیں خوش رنگ گلابوں کے وجود
نیند کے شہر میں رشتے ہوئے خوابوں کے وجود
بعد مدت کے تیری یاد جو دل میں اتری
پھیلتے جاتے ہیں بے شکل عذابوں کے وجود
تم ستارے ہی سہی قمر ہی سہی مان لیا
گرتے دیکھے ہیں مگر ٹوٹ کے شہابوں کے وجود
کچھ کرم رکھتے ہیں دنیا میں ستم کی صورت
کچھ گناہ ہوتے ہیں دنیا میں ثوابوں کے وجود
درد کی آنکھ میں آہوں کی نمی باقی ہے
کس نے احساس پہ توڑے ہیں سرابوں کے وجود
لفظوں میں الجھے رہے پیار کے سارے پیکر
حرفوں سے اڑتے رہے نازیہ نصابوں کے وجود

نازیہ عمران......فیصل آباد

میں تجھے یاد کرتی ہوں

جب برکھا رُت ہو
اور نئے کھلے پھولوں کے سنگ تتلیاں مسکراتی ہوں
چہکتے ہوں جب سارے پنچھی
اور کوئل ملن کے گیت گاتی ہو
جب ڈھلتی شام ہو
اور موجیں ساحل سے مل مل کر
بچھڑتی ہوں
جب سرد لمبی راتیں
چاندنی میں نہاتی ہوں
اور ساون چھم چھم برستا ہو
اور......
جب جب میں سانس لوں
تو میں تجھے یاد کرتی ہوں......
"میں تجھے یاد کرتی ہوں......"

پاکیزہ سحر......تلہ گنگ سکھر

غزل

میں قربتوں میں بھی یوں فاصلے بڑھا دوں گا
کہ خود کو ان سے بھی بڑھ کر کڑی سزا دوں گا
جو تیرے حسن تیری سادگی پہ لکھی تھی
ہر ایک لفظ میں تحریر کا جلا دوں گا
کبھی نہ لوٹ کے آؤں گا تیری گلیوں میں
میں تیرے شہر کے سب راستے بھلا دوں گا
اگر میں لوٹ بھی آیا تو نہ پکارو گے
میں اپنی ذات کو کچھ اس قدر گرا دوں گا
کسی مزار کی چوکھٹ پہ جو جلائے تھے
میں تیرے نام کے سارے دیے بجھا دوں گا

سید بشارت شاہ......کراچی

اے مردِ مسلمان!

اے مردِ مسلمان!
تو محافظ ہے بنتِ حوا کا
جس کے وجود سے جنم لیا تُو نے
جس کے ناتواں جسم کا حصہ ہے تُو
اے مردِ مسلمان!
تو محافظ ہے بنتِ حوا کا
کہیں وہ ڈگمگا جائے
تُو تھام لے اس کو
اے مردِ مسلمان!
تو محافظ ہے بنتِ حوا کا
ہواؤں کے دوش پر اڑتی اس تتلی کے رنگوں
سے مت کھیل
اس کی آبرو کا بھرم رکھ
اس کے رنگوں کی شوخیوں کو پامال مت کر
اس کی غیرت کے پیرہن کی لاج رکھ
اے مردِ مسلمان!
تو محافظ ہے بنتِ حوا کا
اس سحرِ پیکراں کا وجود
وجہ شادمانی ہے
حسین زندگانی ہے
آج بنتِ حوا تجھ سے سراپا سوال ہے
آج کامیابی تیری اسی کا کمال ہے
اگر؟
عورت تیرے بغیر مکمل نہیں ہے
بنا تیرے محفل میں رنگ نہیں ہے
تو سن لے تُو بھی اے مردِ مسلمان
تُو بھی تو اس کے بغیر ادھورا ہے ازل سے
تُو بھی تو اس کے بغیر ادھورا ہے ازل سے

(بنتِ مشرق)

ضبط توہین

کھلی کھڑکی کے دریچے سے جھانکتا
اماوس کا تنہا تنہا سا چاند
ایسے میں......
ٹھنڈی کافی کا مگ
اور ہُو کا عالم
سناٹوں میں گونجتی سسکیاں
اداس سی ویران آنکھیں
یادوں کے صحرا میں محو فریاد دل
سوچوں کے گرداب میں الجھا ذہن
اور......
خاموشی سے پلکوں کی باڑ توڑتے اشک
زوئی آج پھر
ہمارے ضبط کی توہین ہو گئی

زنیرہ طاہر زوئی......بہاولنگر

غزل

اگر ہم سے محبت تھی ہمارا مان تو رکھتے
تم اپنے لوٹ آنے کا کوئی امکان تو رکھتے
ستارے ٹانک دیتے آنسوؤں سے تیرے آنچل پہ
تیری راتیں ہیں روشن اتنا اطمینان تو رکھتے
تمہیں معلوم ہو جاتا کہ میں دل سوختہ کیوں ہوں
تم اک دن سامنے اپنے میرا دیوان تو رکھتے

جاوید شیخ جیدی......بہاولنگر

غزل

اک حقیقت ہے کسی دکھ کی کہانی تو نہیں
یہ جو آنسو ہیں کہیں اس کی نشانی تو نہیں
جس طرح شام ڈھلے شہر سے نکلا ہوں تیرے
یہ اجڑنا ہے کوئی نقل مکانی تو نہیں
بجھ گئی ہے تیرے ماتم کا جواب قسمت سے
ہم نے یہ صف کبھی اس دل سے اٹھائی تو نہیں
اس نے چاہا ہے مجھے اپنے جنوں کی حد تک
میں نے یہ بات زمانے کو بتائی تو نہیں
یہ جو ہر موڑ پر آملتی ہے حسرت ہم سے
بدنصیبی یہ کہیں اپنی دیوانی تو نہیں

ماریہ گھمانوی مایا...... ایبٹ آباد ہزارہ سرحد

غزل

کہانی ختم ہوجاتی ہے کبھی کردار مرجاتے
بُرا کیا تھا اگر دونوں سمندر پار مرجاتے
خدا جانے کہ مورخ پھر کہاں پہ دھاندلی کرتا
اگر دونوں قبائل ہی پسِ دیوار مرجاتے
ہمارے لفظ رکھیں گے ہمیں زندہ زمانے میں
وگرنہ تو یہی ہوتا کہیں بے کار مرجاتے
ذرا تاخیر ہوجاتی اگر واپس پلٹنے میں
مجھے معلوم ہے تیرے کبھی اقرار مرجاتے
میرے اندر کی فنکاری تیری دریافت ہے صاحب
وگرنہ تو میرے اندر کبھی شاہکار مرجاتے

عکاشہ سحر...... ملتان

غزل

حزاں رسیدہ چمن کو بہار کرنا ہے
اس لیے تو تیرا انتظار کرنا ہے
لگا کے شہر کی زمینوں میں خیر کے پودے
بلند ہم نے خودی کا وقار کرنا ہے
وہ جن کو منہ نہ لگایا کسی نے بھول کر بھی
انہی نصیب کے ماروں سے پیار کرنا ہے
تم اپنی چاندنی راتوں کو اپنے پاس رکھو
ہمارا کام ستارے شمار کرنا ہے
اگرچہ تیز ہواؤں کا سامنا ہے مگر
تیری لگن میں سمندر کو پار کرنا ہے
میری حیات سے خوشیاں نچوڑنے والے
تیری تلاش میں خود کو غبار کرنا ہے

رابیل کنول راحیلہ سعدیہ...... ڈی آئی خان

غزل

آج دل میں کیوں وہ اضطراب اُترے ہیں
کہ مجھ میں درد پھر بے حساب اُترے ہیں
بعد مدت کے بام پہ دل کے
تیری یادوں کے مہتاب اُترے ہیں
میری آنکھیں ہوگئیں معتبر جاناں!
جب سے چاہت کے خواب اُترے ہیں
کھل اٹھا ہے چمنِ زیست کہ اب
آرزو کے گلاب اُترے ہیں
تیری آہٹ پہ جھکی پلکوں کی چلمن
میری نگاہ میں ایسے حجاب اُترے ہیں
موسمِ ہجراں کی لمبی راتوں میں
روح پہ کیا کیا عذاب اُترے ہیں

ایمن...... شیخوپورہ

مجھے ایسے ہی رہنے دو

سنو!
اے نئی نسل کے عاشق
بہت جلدی ہے تمہیں
مجھ تک پہنچنے کی
ایک ہی تکرار
آئی لو یو
آئی مس یو
گھر سے ”باہر“ ملو
کبھی بزی، کبھی آن لائن
کیسے کروں میں......؟
تم پر یقین
تمہارے الفاظ
تمہاری طرح کھوکھلے و بے جان ہیں
نہ تمہاری آنکھیں ساتھ دیتی ہیں
نہ تمہارے لہجے خاص ہوتے ہیں
بہت سے باغوں کے
تم بھنورے ہو
میرا چہرہ خوب صورت
میری آنکھیں غزالی ہیں
یہ باتیں کتابی ہیں
یہ باتیں فریبی ہیں
تم مجھے عام ہی رہنے دو
بقول تمہارے
مجھ میں ”کانفیڈنس“ کی کمی ہے
جب
میں سر پر دوپٹا اوڑھتی ہوں
”سلیولیس“، نہیں پہنتی ہوں
جب
میں آدم کی بھیڑ سے
گھبرا کر بھاگتی ہوں
تم مجھے ”مڈل کلاس“ ہی رہنے دو
مجھے ”ایسے“ ہی رہنے دو
مجھے ”ایسے“ ہی رہنے دو

مریم منور گل...... سمندری

غزل

ہر آن ڈھونڈتی ہے میری بے کسی مجھے
لے جائے دار پر نہ کہیں بے بسی مجھے
ہر شخص پھر رہا ہے فرشتہ بنا ہوا
ملتا نہیں زمیں پہ کوئی آدمی مجھے
آنکھیں چُرا کے مجھ سے میری جاں ملا نہ کر
لگتی نہیں ہے اچھی تیری بے رخی مجھے
اے دوست تیرے پیار کی خاطر تمام عمر
ہر آدمی سے رکھنی پڑی دشمنی مجھے
دنیا کی اس بہار میں لگتا نہیں ہے دل
ہاں زندگی ملی ہے مگر عارضی مجھے
رکھیں گے یاد سب مرا کردار دیکھنا
ڈھونڈے گی میرے بعد میری زندگی مجھے
میں تو خدا کی ذات سے واقف نہ تھا حکیم
سکھلا گیا اس کی کوئی بندگی مجھے

(حکیم خان حکیم)

بیاض دل

میمونہ تاج

فیاض اسحاق......سلانوالی

سنگ دل ہے وہ تو کیوں اس کا گلہ میں نے کیا
جب کہ خود پتھر کو بُت' بُت کو خدا میں نے کیا
کیسی نامانوس لفظوں کی کہانی تھا وہ شخص
اس کو کتنی مشکلوں سے ترجمہ میں نے کیا

زرین صدیقی امبر......مقام نہیں لکھا

ہم اتر آئے ضد پر جو کبھی جان وفا
دل سے دھڑکن کو تمہیں خود سے جدا کردیں گے
اس قدر ٹوٹ کے چاہنے کا نتیجہ نکلنا تھا
ہم تمہیں ایک دن' انسان سے خدا کردیں گے

شہزادی سعادت......ڈی آئی خان

وہ جو اپنا بھی نہیں اور پرایا بھی نہیں
پھر غضب کیا کہ اسے دل سے بھلایا بھی نہیں
نقش ہیں آج بھی گلیوں میں وہ قدموں کے نشان
شہر دل ہم نے تیرے بعد بسایا ہی نہیں

صدف آرزو......لاہور

سبز جنگل میں پرندوں کے ٹھکانوں میں کہیں
وقت لے آیا ہمیں گزرے زمانوں میں کہیں
گم بھی ہوسکتے ہیں تاریخ کے اوراق میں ہم
مل بھی سکتے ہیں مگر تازہ فسانوں میں کہیں

سیدہ آرائین جیا......تلہ گنگ

بچھڑ کے مجھ سے کبھی تُو نے یہ بھی سوچا ہے
ادھورا چاند بھی کتنا اداس لگتا ہے
یہ رکھ رکھاؤ محبت سکھاگئی اس کو
وہ روٹھ کر بھی مجھے مسکرا کے ملتا ہے

نبیلہ لیاقت سونو......سرگودھا

گلیوں گلیوں بھٹک رہا تھا ایک سنہرا خواب جسے
میرے بڑوں نے اپنی لاکھوں نیندیں بیچ کے پالا تھا
امجد یہ تقدیر تھی اس کی یا قدرت کا کھیل
گرا جہاں پر رات کا پنچھی تھوڑی دور اجالا تھا

افشاں پروین......خانیوال

محبت کرنے کے کچھ آداب ہوا کرتے ہیں
جاگتی آنکھوں میں خواب ہوا کرتے ہیں
ہر کوئی روکے دکھائے یہ ضروری تو نہیں
خشک آنکھوں میں بھی سیلاب ہوا کرتے ہیں

عروسہ شہوار......کالا گوجراں' جہلم

کس قدر انوکھے ہیں آرزو کے موسم بھی
ایک پل میں شعلہ بھی ایک پل میں شبنم بھی
کچھ ہم میں ویسے بھی گھل گئی ہے تلخی سی
کچھ مزاج موسم کا ہورہا ہے برہم بھی

حفصہ بتول......بہاولپور

محبت کی عمارت گرگئی ہے
کوئی ملبہ پربیٹھا رو رہا ہے
ہوا ساکن ہے سارا شہر ویران
تیرے جانے کا ماتم ہورہا ہے

ظل ہما......فیصل آباد

غم کے غبار میں ہیں ستارے اٹے ہوئے
خواہش کی کرچیوں میں ہیں چہرے بٹے ہوئے
اب کیا تلاشِ امن میں نکلیں کہ ہر طرف
مدت سے فاختاؤں کے ہیں پَر کٹے ہوئے

شگفتہ خان......بھلوال

دل کی آنکھوں سے کام لیتا ہوں
ان کے دامن کو تھام لیتا ہوں
دور ہوتی ہیں ساری مشکلیں
جب محمد ﷺ کا نام لیتا ہوں

ساجدہ زید......دیروالہ

محبت روح میں اترا ہوا موسم ہے جانِ جاں
تعلق توڑ دینے سے محبت کم نہیں ہوتی
بہت کچھ تجھ سے بڑھ کر بھی میسر تھا' میسر ہے
نجانے پھر بھی کیوں تیری ضرورت کم نہیں ہوتی

نائلہ اشفاق......کوٹ غلام محمد

مجھے یہ دھن کہ سمٹ آئے میری بانہوں میں
وہ خواب خواب سا منظر بکھر بکھر جائے
تیرے چمن میں کبھی دیر تک خزاں نہ رہے
بہار جاتے ہوئے بھی ٹھہر ٹھہر جائے

صنم شاہ عرف سنی......گاؤں حضرت پیر عبدالرحمٰن

بے تاب سی رہتی ہوں تیری یاد میں اکثر

رات بھر نہیں سوتی تیری یاد میں اکثر
جسم میں درد کا بہانہ سا بنا کر ایم جی
میں ٹوٹ کے روتی ہوں تیری یاد میں اکثر

فوزیہ سلطانہ جوجی......تونسہ شریف

خالی شیشے بھی نشانی رکھتے ہیں
ٹوٹے ہوئے دل بھی ارمان رکھتے ہیں
جو خاموشی سے گزر جائے وہ
دریا بھی دل میں طوفان رکھتے ہیں

حرا کنول......سلانوالی

دست تقدیر سے ہر شخص نے حصہ پایا
میرے حصے میں تیرے ساتھ کی حسرت آئی

فصیح آصف خان......ملتان

تم پاؤں اپنے بچا کے چلنا
یہ کرچیاں ہیں میرے دل کی

فرح وفا......ملتان

ورق ورق پر تیری عبادت' تیرا فسانہ' تیری حکایت
کتاب ہستی جہاں سے کھولی تیری محبت کا باب نکالا

انعم خان......ہری پور' ہزارہ

محبت کو کوئی سمجھے تو آخر کس طرح سمجھے
یہ ظالم انتہا تک' ابتداء معلوم ہوتی ہے

اقراء افضل......جلالپور

ہم غریبوں کا دل دکھایا ہے
اے محبت تجھے خدا پوچھے

نازسلوش ذشے......میرپور آزاد کشمیر

ہر رات گزرتی ہے میری ستاروں کے درمیان
میں چاند تو نہیں مگر تنہا ضرور ہوں

ربیعہ ملک......واہ کینٹ

تم ہمارے کسی طرح نہ ہوئے
ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا......

پروین افضل شاہین......بہاولنگر

قابل دید یہ آنکھیں ہیں کہ ان آنکھوں سے
خود ہی پامال ہوئے خودی تماشہ دیکھا

مہر گل' ملائکہ گل......اورنگی' کراچی

حسرت سے دیکھتے رہے ماضی کو اس طرح
جیسے وہ لوٹ آئیں گے جو دن گزر گئے

نمرہ افتخار......اختر آباد' اوکاڑہ

سمجھے گا کون جاگتی آنکھوں کے خواب کو
ہم اپنے حادثوں کے اکیلے گواہ ہیں

صائمہ اسحاق علی......کراچی

آزار تشنگی سے ڈر گئی ہے
کہانی میں محبت مرگئی ہے

حنا کرن......حویلی لکھا

وہ سلسلے وہ شوق کی نسبت نہیں رہی
اب زندگی میں ہجر کی وحشت نہیں رہی

سمیرا اشتاق ملک......اسلام آباد

بھاری یہاں خلوص کی قیمت ہے کس قدر
ہر پھول کے جواب میں پتھر ملا مجھے

کوپن بیاض دل .... برائے ماہِ جولائی ۲۰۱۲ء

بہنوں کے بے حد اصرار پر ہم اس سلسلے میں چند تبدیلیاں کررہے ہیں۔ ماہ جولائی کے شمارے میں کوپن شائع کیا جائے گا جو بھی بہن کوپن کے ساتھ اپنا انتخاب ارسال کریں گی وہ شامل اشاعت کیا جائے گا اور بہترین انتخاب پر ایک ماہ کا آنچل ارسال کیا جائے گا۔ بغیر کوپن کے کوئی بھی انتخاب قابل قبول نہیں ہوگا۔ تمام تر اختیارات ادارے کے پاس محفوظ ہیں۔ انچارج

مکمل نام................................شہر کا نام................................

اشعار:...

....

....

یادگار لمحے

جویریہ طاہر

حمد باری تعالیٰ

تو غفور' رحیم' علیم میرے مولا
تیری شان سب سے عظیم میرے مولا
آلودہ ہے گناہوں سے میری زندگانی
صراطِ مستقیم پر مجھے تو چلا میرے مولا
عطا کر مجھے تو ایسا قلب مضطر
سکوں پاؤں تیری ثناء کرکے میرے مولا
سہارا ہے ترا مجھ گناہ گار عاصی کو
حشر میں رکھنا میرا بھرم میرے مولا
نوید کرے ہمیشہ حمد و ثناء یوں تیری
وصف یہ عطا کر مجھے میرے مولا

بشریٰ نوید باجوہ......اوکاڑہ

نعت شریف صلی اللہ علیہ وسلم

دوجہانوں کے سردار آپ ہیں یارسول اللہ
رحمت للعالمین فقط آپ ہیں یارسول اللہ
پتھر کھا کر بھی دشمنوں کو دعا دینے والے
بے کسوں محتاجوں کے غم خوار آپ ہیں یارسول اللہ
رب بھی جس کے عشق میں پڑھے درود وسلام
شاہ کونین صرف وہ آپ ہیں یارسول اللہ
عرش پر فرش پر ہے تری حکومت
دو جہاں میں ثانی کوئی نہیں آپ کا یارسول اللہ
نوید سیاہ کار پر بھی کردو نظرِ کرم اپنی
سبز گنبد کے جلوے مجھے بھی دکھادو یارسول اللہ

بشریٰ نوید باجوہ......اوکاڑہ

ماں

⌘جب ماں کو خدا نے بنایا تو فرشتوں کو حکم دیا کہ چاند کی ٹھنڈک' شبنم کے آنسو' بلبل کے نغمے' چکوری کی تڑپ' گلاب کے رنگ' پھول کی چمک' کوئل کی کوک' سمندر کی گہرائی' دریاؤں کی روانی' موجوں کا جوش' کہکشاؤں کی رنگینی' زمین کی چمک' صبح کا نور' آفتاب کی تمازت کو جمع کردو تاکہ ماں کی تخلیق کی جائے جب ماں کو خدا نے بنالیا تو فرشتوں نے پوچھا: ''اے مالک دو جہاں! تُو نے اپنی طرف سے اس میں کیا شامل کیا۔'' تو مالک ارض وسما نے فرمایا۔

''محبت......ماں تجھے سلام!''

رانی اسلام......گوجرانوالہ

ماں اور باپ

ماں ٹھنڈی چھاؤں
باپ گھنا درخت
ماں کے پاؤں تلے جنت
باپ کے پہلو میں جنت
ماں کے بغیر گھر سونا
باپ کے بغیر زندگی ویران
ماں محبت کا دریا
باپ شفقت کا سمندر
ماں اولاد کی رفیق
باپ اولاد کے لیے شفیق
ماں تحفہ خداوندی
باپ رحمتِ خداوندی
میری ماں میرا فخر
میرا باپ میرا غرور

امرینہ خان امبر......ملتان

اک بات نئی نسل کے لیے میری طرف سے

⌘والدین انسان کے لیے بہت بڑی نعمت ہوتے ہیں جو بچپن سے لے کر جوانی تک ہماری مدد کرتے ہیں۔ ہم کو ماں کی ایک رات کا بھی حق ادا نہیں کرسکتے والد کی مسکراہٹ بھی ہم ادا نہیں کرسکتے اور پھر ہم لوگ کیوں بھول جاتے ہیں کہ ہم گھر سے بھاگ جائیں اور اپنی مرضی سے شادی کریں اور اس ماں باپ کی عزت خاک میں ملادیں جنہوں نے کئی راتیں اور کئی دن ہمیں

سکون دینے میں گزار دیے۔

⌘شادی تو ہوجائے گی اور جو داغ ساری زندگی ساتھ رہتا ہے وہ ہم کبھی نہیں دھوسکتے خواہ ہم کتنے ہی صرف اور صابن استعمال کرلیں' زندگی میں تو یہ داغ رہتا ہی ہے اور بعد میں اولاد کے ساتھ لگ جاتا ہے' بھلا اولاد کا کیا قصور اس میں' قصور تو ان والدین کا ہے جنہوں نے اس کو اپنے ذمے لیا۔ داغ تو لگ جاتا ہے پچھلے ماں باپ' بہن بھائیوں کی عزت جو معاشرہ کرتا ہے' میری نصیحت آپ سب لوگ جانتے ہو بس زندگی میں اتنا یاد رکھو کہ ''عزت بڑی چیز ہے۔''

عائشہ سلیم......فیصل آباد

ماں

اگر چاہتے ہو سدا مسکرانا
کبھی اپنی ماں کا دل نہ دکھانا
کرو اپنی ماں کی ہمیشہ غلامی
نوکر بنے گا تمہارا زمانہ
غصہ نہ کرنا کبھی اپنی ماں سے
ہمیشہ محبت سے ماں کو بلانا
خوشی سے ماں کی ہر اک بات مانو
جنت میں تیرا بنے گا ٹھکانہ

مدیحہ نورین مدوح......برنالی

ماں کے احترام میں

❖ خوش قسمت ہے وہ اولاد جو اپنے ماں باپ کی نصیحت پر عمل کرے۔
❖ ماں خدا کا سب سے بہترین شاہکار ہے۔
❖ آسمان کا بہترین اور آخری تحفہ ماں ہے۔ اس کی دل سے قدر کرو۔
❖ دنیا کی تمام مسرتیں پیار سے ''ماں'' کہتے ہی مل جاتی ہیں۔
❖ ماں باپ کی خوشنودی حاصل کر کیوں کہ ان کی دعائیں تیری آخرت سنوار دیں گی۔

نمیرہ شیخ...... گوجرانوالہ

کامیابی کا راز

❖ جس چیز کا خوف ہو اس کا سامنا کریں' خوف دور ہوجائے گا۔
❖ اگر آپ بڑی کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو بڑی ناکامی کے لیے بھی تیار رہنا چاہیے۔
❖ جو نہیں مل سکتا اسی میں آپ کے لیے خیر خواہی کا پہلو چھپا ہوگا۔
❖ کبھی نہ بھولیں اس کو جس نے آپ کے ساتھ بھلائی کی ہو۔

عروسہ شہوار......کالا گوجراں

دعا

دعا ''اعتماد'' ہے
دعا ''یقین'' ہے' دعا ''بھروسہ'' ہے
دعا ''امید'' ہے' دعا ''گفتگو'' ہے
دعا ''پاکیزگی'' ہے' دعا ''وسیلہ'' ہے
دعا ''حوصلہ'' ہے' دعا ''محبت'' ہے
دعا ''راز'' ہے' دعا ''ہمدرد'' ہے
دعا ''طاقت'' ہے' دعا سے تو ''کائنات'' ہے
اس لیے دعا مانگتے رہو چاہے جس حال میں ہو۔

فریحہ شبیر......شاہ نکڈر

آنکھیں

سفید سرخی مائل آنکھیں: فارغ البالی اور امیری کی آنکھیں ہیں۔
بھوری براؤن آنکھیں: خوش قسمتی کی علامت ہیں۔
سرخ آنکھیں: عیاری' عیاشی اور فریب کی علامت ہیں۔
زرد آنکھیں: آفت اور دکھ کی علامت ہیں۔
کالی آنکھیں: خوش نصیبی کی علامت ہیں' ایسی عورت صاحب اولاد' ہر دل عزیز اور شوہر کی وفادار اور پیاری ہوتی ہے۔
نیلی آنکھیں: بے وفائی اور عیاری کی علامت ہیں۔
ہرن آنکھیں: برکت کی علامت ہیں' ایسی عورت گھر کو امیر بناتی ہے۔
بلی آنکھیں: ناقابل اعتماد ہونے کی علامت ہیں۔

چھوٹی آنکھیں بدبختی اور زبان درازی کی علامت ہیں۔

خنساء دلدار...... پنڈوڑی

پیار

بڑا ہی عجیب لفظ ہے یا پھر مجھے ہی لگتا ہے دیکھیں نا' ماں سے کرو تو جنت' باپ سے کرو تو رب راضی۔ بہن بھائیوں سے کرو تو سکونِ قلب میسر آئے گا' دوستوں سے کرو تو مان' اعتبار اور سچی خوشی ملے گی۔ اسی کو غلط نظریہ سے دیکھو' غلط رنگ دو تو رسوا خود بھی اور پیار بھی' اس کو جھوٹ کے لبادے میں مت لپیٹو برباد کردیئے جاؤ گے' اس حد تک کہ خودی کھو جائے گی' باقی سب تو فنا ہے۔

اُم کلثوم رائے ..... اختر آباد' اوکاڑہ

راستے محبت کے
تم نے سچ کہا تھا کہ
یہ راستے محبت کے
چھوٹے نہیں
چھوٹا راستہ چھوڑا ہے تو
اب اکثر لمبے رستے پر
ٹانگیں تھک سی جاتی ہیں

نازسلوش ذشے...... میرپور' آزاد کشمیر

استحکام پاکستان ڈش

اشیاء: ایک کلو سچائی۔ آدھا کلو اتحاد۔ آدھا کلو اخوت۔ ایک پاؤ خلوص۔ ایک کلو نیکی۔ تین کلو محبت!

ترکیب: دل کے کنویں سے دماغ کی رسی سے سکون کی بالٹی میں تین کلو محبت لے کر اسے اچھی طرح دھولیں۔ باقی اشیاء کو خیالات کی ہانڈی میں چھان کر ایمان کی آگ میں تلنے دیں اور امن کے چمچے سے تب تک ہلاتے رہیں جب تک اس میں سے حب الوطنی کی خوشبو نہ آئے۔

پرہیز: دشمن پر اعتبار' لالچ کی مٹھاس' غصے کی مرچ' بے حیائی کا سرمہ' ظلم کی انتہاء' حسد کی آگ' جھوٹے وعدے اور بے رحمی کی آگ سے پرہیز ضروری ہے' ورنہ ہنڈیا جل جائے گی۔

سیما محمد عارف...... واہ کینٹ

میڈیکل غزل

چلو آؤ اب موسم کا مزا چکھیں
تمام دوائیں بچوں کی پہنچ سے دور رکھیں
تم سے ملنے کی اب کیا جستجو کریں
طبیعت زیادہ خراب ہو تو ڈاکٹر سے رجوع کریں
ہماری چاہت کا کچھ تو خیال کریں
سیرپ کو اچھی طرح ہلا کر استعمال کریں
دل میرا ٹوٹ گیا ابھی جب اس کی ڈولی
صبح، دوپہر، شام اک اک گولی
دل میرا عشق کرے یہ رضا مند رہے گا
جمعہ کے دن کلینک بند رہے گا

طیبہ شیریں...... کوری خدا بخش

اچھی باتیں

✦ بولنا چاہتے ہو تو سچ بولو
✦ اگر اطاعت کرنا چاہتے ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔
✦ لینا چاہتے ہو تو والدین کی دعائیں لو۔
✦ دینا چاہتے ہو تو خدا کی راہ میں دو۔
✦ آنا چاہتے ہو تو غریب کی مدد کو آؤ۔
✦ پینا چاہتے ہو تو صبر کا گھونٹ پیو۔

زرتاشیہ شیرازی...... جڑانوالہ

انمول موتی

✦ خوش گفتاری زبان کا صدقہ ہے۔
✦ کسی سے محبت نہیں کرسکتے تو نفرت بھی نہ کرو۔
✦ کسی کا مذاق مت اڑاؤ کیونکہ اسلام میں سب برابر ہیں۔
✦ کوڑے کی مار انسان کے جسم پر پڑتی ہے لیکن زبان کی مار روح کو تڑپا دیتی ہے۔
✦ دل کے در ہمیشہ کھلے رکھنے چاہیں کیونکہ کچھ لوگ دستکوں کے قائل نہیں ہوتے اور صدا دیئے بغیر ہی لوٹ جاتے ہیں۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

دستور

خوشی ملی تو ہنس نہ سکے
غم ملا تو رو نہ سکے
کیا یہی زندگی کا دستور ہے
جسے چاہا اسے پا نہ سکے
جسے پایا اسے چاہ نہ سکے

ثمینہ مغل...... ایبٹ آباد

اقوال زریں

○ امن کی فاختہ وہیں اترتی ہے جہاں پیار' صلح اور صبر کی دھوپ پھیلتی ہو۔
○ تاریکیوں کو کوسنے کی بجائے ایک شمع روشن کرنا بہتر ہے۔
○ زندگی ایک دریا ہے جس سے ہر مسافر کو گزرنا پڑتا ہے۔
○ جس پر نصیحت اثر نہ کرے تو وہ جان لے کہ اس کا دل ایمان سے خالی ہے۔
○ کسی کی خوبیوں کی تعریف کرنے میں اپنا وقت ضائع مت کرو بلکہ اس کی اچھی باتیں اپنانے کی کوشش کرو۔
○ بے زاری اور بے بسی کے عالم میں ترک دنیا کوئی کمال نہیں' اصل کمال تو یہ ہے کہ عیش و عشرت کی زندگی چھوڑ کر اللہ سے لو لگائی جائے۔
○ زبان کی حفاظت انسان کی بہترین خصلت ہے۔

بشریٰ ملک' بائرہ ملک..... فیصل آباد

غزل

الجھتا چھوڑ گیا وہ مجھے سوالوں میں
وہ ایک شخص جو اپنا تھا شہر والوں میں
تمام سوچیں غلام سی لگتی ہیں
یہ کون بس گیا میرے خیالوں میں
اگرچہ مجھ سے تعلق نہیں رہا لیکن
وہ نام لیتا ہے اب بھی میرا حوالوں میں
یہ اور بات کہ گمنام ہوگئے ہم
کبھی ہمارا تھا ذکر اس کی مثالوں میں

نمرہ افتخار...... اختر آباد' اوکاڑہ

دعا

میں آخر اک دن ظلم کا چہرہ نوچ ڈالوں گی
میرے ہاتھوں میں جگنو ہیں اندھیرا کچھ نہیں کہتا
تلاطم خود بخود بے تاب رہتا ہے سلامی کو
اگر تیراک اچھا ہو تو طوفاں کچھ نہیں کہتا
بپھر جاتی ہیں موجیں اکثر شیر کی طرح
اگر ہو حوصلہ ٹکرانے کا تو سمندر کچھ نہیں کہتا
جنم لے لے اگر جذبہ عشق محمدؐ کا زودی
تو چاہے کوئی سر قلم کردے تو درد کچھ نہیں کہتا

زنیرہ طاہر زودی...... بہاولنگر

سوچیں ضرور

○ ایک لمحے کی نفرت سال ہا سال کی محبت بھلا دیتی ہے۔
○ جسے ہار جانے کا خوف ہو وہ ضرور ہارے گا۔
○ انسان کی اصلیت طیش میں سامنے آتی ہے۔
○ اعتبار عمل میں ہوتا ہے لفظوں میں نہیں۔

مریم جبین...... ٹکال

بچھڑنا موت جیسا ہے

بچھڑنے کی اذیت کو اگر تم
جاننا چاہو
تو کچھ پل کو ذرا اپنی یہ سانسیں
روک کر دیکھو
تمہیں محسوس یہ ہوگا
"بچھڑنا موت جیسا ہے"

صدف سلیمان...... شورکوٹ شہر

اخلاقی شکر پارے

⌘ چاند کے بغیر رات بے کار ہے اور علم کے بغیر ذہن۔
⌘ قرآن ایک ایسا دریچہ ہے' جس سے ہم اگلی دنیا دیکھ سکتے ہیں۔
⌘ بڑی بڑی آرزوؤں کے لیے قبر کے سوا کسی جگہ صبر نہیں۔

ماریہ منور.....سمندری

غزل

محبتوں نے کیسا کمال کر ڈالا
ہمیں تو اداسیوں کی مثال کر ڈالا
کبھی ملے تو پوچھیں گے اک دوجے سے
کہ کس کو کس کے غم نے نڈھال کر ڈالا
تو بتا اس سے کیا کہوں گی میں؟
میری اداسی پر جو کسی نے سوال کر ڈالا
سنا تھا زندگی کا سفر بہت مشکل ہے
ہم نے کر کے محبت اسے اور بھی محال کر ڈالا

صنم ناز.....گوجرانوالہ

احسان

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے مشائخ کبار میں سے ایک کے پاس شکایت کی کہ فلاں شخص نے میرے خلاف شرانگیز جھوٹی گواہی دی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''تو اس کے ساتھ نیکی کرتا کہ وہ شرمندہ ہو۔''

بُرے آدمی کے ساتھ نیک روش اختیار کرو تاکہ اس میں تمہاری عیب جوئی کی طاقت نہ رہے۔

فرح وفا.....کراچی

کاش

کاش میں اک چاند' تو اک تارا ہوتا
آسمان پر اک آشیاں ہمارا ہوتا
دور بہت دور سے تمہیں لوگ تکتے رہتے
تمہیں چاہنے کا حق صرف ہمارا ہوتا

فیض اسحاق.....سلانوالی

انمول موتی

⌘ اللہ تعالیٰ سے مانگو ضرور کیونکہ دیر سہی وہ دیتا ضرور ہے۔

⌘ انسان کی سب سے بڑی خوب صورتی اس کا خوب صورت اخلاق ہے۔

⌘ آپ کے پاس کسی کا دکھ سننے کا وقت نہیں تو آپ کا دکھ بھی کوئی سننے والا نہ ہوگا۔

⌘ تمہاری ناکامی پر لوگ بار بار ہنسیں مگر تم کسی کی تکلیف پر نہیں ہنسو گے تو جان جاؤ کہ تم کتنے عظیم ہو۔

⌘ کسی کے خوابوں پر کبھی مت ہنسیں کیونکہ جو لوگ خواب نہیں دیکھتے ان کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔

راحیلہ عطاریہ..... بارہ قطعہ

نو اہم نصیحتیں

پڑھیں.....انتخابات کے ساتھ
خدمت کریں.....لگن کے ساتھ
غور کریں.....گہرائی کے ساتھ
بحث کریں.....دلیل کے ساتھ
بولیں.....اختصار کے ساتھ
مقابلہ کریں.....جرأت کے ساتھ
عبادت کریں.....محبت کے ساتھ
بات سنیں.....توجہ کے ساتھ
زندگی طے کریں.....اعتدال کے ساتھ

نمرہ رفیق.....ٹنڈوالہ یار، پریم نگر

یادگار لمحے

قارئین بہنوں کے بے حد اصرار پر ہم اس سلسلے میں ماہِ جولائی سے بہترین انتخاب ارسال کرنے والی بہنوں کو انعام دینے کا اعلان کررہے ہیں۔ کسی بھی دو بہترین تحریروں پر ایک ماہ کے لیے اعزازی رسالہ ارسال کیا جائے گا۔ انتخاب منتخب کرنے کے تمام تر اختیارات ادارے کے پاس محفوظ ہیں۔ انچارج

آئینہ

شہلا عامر

عارفہ سلیم..... حیدر آباد۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہ! امید ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ پہلی بار شرکت کی اور جگہ بھی مل گئی' اس پر حوصلے میں مزید اضافہ ہوا ہے اور اپنا نام آنچل میں دیکھ کر بے انتہا خوشی ہوئی (بھائی اب بہت ہوگیا)۔ آ جاتے ہیں آنچل کی جانب تو سب سے پہلے ہم نے دوڑ لگائی اپنے فیورٹ سلسلہ وار ناول ''پتھروں کی پلکوں پر'' نازی بہت زبردست جارہا ہے اور انوشہ کو شاہ زر سے ملا دیں اور یہ جان کر بڑا دکھ ہوا کہ جولائی میں یہ ختم ہو جائے گا۔ پلیز نازی جی! اس میں جتنے بھی کردار ہیں سب سولی پر ہی لٹکے رہے ہیں' پلیز اس کا اینڈ بہت اچھا اور بہت زیادہ (رومانٹک) کیجیے گا۔ پلیز کچھ تو سکون دیں اس کے کرداروں کو۔ اب آتے ہیں ''بھیگی پلکوں پر'' بہت اچھا جارہا ہے۔ پلیز عائزہ کو تھوڑی عقل دے دیجیے گا۔ ''اور کچھ خواب'' شکر ہے جی کہ آپ نے معارج کو تھوڑا رُلایا ہے اور ریحان زکمال کا اظہار محبت کچھ ہضم نہیں ہوا۔ ہاں یہ بھی ڈرامہ ہے اور ہاں مکمل ناول کی کیا تعریف کریں' دل کرتا ہے نازی جی! آپ کے ہاتھ چوم لیں (آپ کی تعریف تو سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے) اور ''مجھے جانے دو' محبت بین کرتی ہے'' کیٹ واک' سب ہی بہت اچھے تھے اور باقی سلسلہ وار آنچل کی ہر چیز ہی بہت اچھی تھی اور ''آنچل کی سالگرہ'' میں بشریٰ باجوہ' چندا مثال' سمیرا انور' کیا سب دست زبر تھا (ندامت ماہے گا یہ میرا تکیہ کلام ہے) اور ڈاکٹر ہاشم جی! آپ کو سلام ہے۔ مجھے لگتا ہے آپ بہت بور ہو رہی ہیں' اب اجازت چاہوں گی (اوسوری) ایک اور بات ڈاکٹر تنویر کی چیٹنگ اچھی لگی اور سوالوں سے اندازہ ہوا کہ یہ عورت ہیں' ہم تو آدمی سمجھ رہے تھے (سوری)۔ میں آنچل میں کچھ شعر بھیج رہی ہوں آپی جی جواب ضرور دیجیے گا کہ شائع ہونے کے قابل ہیں کہ نہیں۔ اچھا جی! اس سے پہلے کہ آپ ہاتھ جوڑیں اب میں خود ہی جارہی ہوں آپ سب کے لیے دعا گو۔

رباب اور مسکان جبین..... مرید کے۔ السلام علیکم! آنچل قارئین اور تمام اسٹاف امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے' اس مرتبہ آنچل 26 اپریل کو ملا' اس سالگرہ نمبر پر دلہن دیکھنے کے لائق تھی اور اس کے بعد ''سرگوشیاں'' میں دلچسپی لی اور پھر پہنچ گئی نازیہ کنول نازی کے پاس جو کہانی کو بھرپور طریقے سے سجا رہی ہیں۔ شاہ زر کے زبردست کردار براوران کا مکمل ناول ''پتھروں کی بستی میں'' اس رسالے کی جان تھا۔ سمیرا شریف طور کا ناولٹ بھی اچھا تھا اور اقراء صغیر احمد کا ''بھیگی پلکوں پر'' بھی ہنگامہ خیز ثابت ہو رہا ہے' بہت دلچسپ اسٹوری ہے۔ عشنا کوثر کا بھی ٹھیک ہے۔ اس کے بعد ''ڈش مقابلہ'' بہت پسند آیا' باقی سب بھی ٹھیک تھا۔ تبصرہ زیادہ لمبا ہوگیا' سب کو سلام اور دعاؤں میں یاد رکھنا' اللہ حافظ۔

شمع..... شاہ کوٹ۔ السلام علیکم! امید ہے آپی آپ اور باقی آنچل کا تمام اسٹاف خیریت سے ہوگا۔ میں آنچل کافی سالوں سے پڑھ رہی ہوں' تقریباً 2006 سے میں اور میری آپی ثمرہ اور ان کی فرینڈز سب شوق سے آنچل پڑھتی ہیں۔ سلسلے وار ناولز تقریباً سارے اچھے ہیں لیکن مکمل ناول میں اب وہ پہلے والی بات نہیں ہوتی' پہلے مکمل ناولز بہت اچھے ہوتے تھے پلیز اب بھی ان میں پہلے والی بات لائیں۔ کسی بہت اچھے ٹاپک پر لکھے ہوئے ناول شائع کیا کریں۔ باقی پورا آنچل بہت اچھا ہوتا ہے۔ پلیز میرا خط ضرور ضرور شامل کیجیے گا' بڑی امید سے خط لکھ رہی ہوں مجھے پتا ہے آپ پہلی مرتبہ خط لکھنے والوں کا دل نہیں توڑتیں۔

عائشہ سلیم..... فیصل آباد۔ السلام علیکم شہلا آپی! کیا حال ہے؟ تمام لکھنے پڑھنے والے پیارے سے قارئین کو سلام۔ آنچل ہر دفعہ کی طرح اس دفعہ بھی 25 کو ملا' ہمیشہ کی طرح پہلے دیکھا انٹرویو نہیں آیا لیکن آپی نے میرے خط کا جواب دیا' اچھا لگا۔ اس کے بعد جلدی سے دیکھا کہ ''اور کچھ خواب'' کی آخری قسط نہیں لیکن ''بھیگی پلکوں پر'' پڑھی' وہ بھی اس دفعہ مزے کی بات تھی' ثمنی اور فیاض کے بارے میں جان کر اچھا لگا۔ علی ہما جی! آپ بڑی خوش قسمت ہو' آپ نے اس دفعہ کے خط میں یہی تو کہا تھا اور دیکھ لیں آپ کے خط کے ساتھ ہی یہ بھی شائع ہوگئی' باقی ابھی پڑھی نہیں' پڑھتے تو ضرور تبصرہ کرتے' اور چندا مثال جی! آپ کدھر تھیں' اتنے عرصے سے آپ کی شاعری پڑھ کر بھی اچھا لگا' اب اس دعا کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں کہ اللہ ہم کو نیک بنائے۔ اب تو ہم صرف نام کے مسلمان رہ گئے ہیں۔ اللہ میرے ملک پاکستان کو اپنے حفظ و امان میں رکھے' خاص طور پر کراچی کو۔ اللہ حافظ فی امان اللہ!

سیما محمد عارف..... واہ کینٹ۔ السلام علیکم! شہلا آپی اور تمام قارئین امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے' پہلی بار کسی بھی رسالے میں خط لکھ رہی ہوں' ویسے میں پڑھتی بھی صرف آنچل ہی ہوں پہلے کبھی کبھی پڑھتی تھی لیکن اب تقریباً ایک سال سے ریگولر پڑھ رہی ہوں۔ آنچل کی تقریباً تمام رائٹرز اچھا لکھ رہی ہیں' اس کے تمام سلسلے اچھے ہیں لیکن ''بیاض دل'' اور ''یادگار لمحے'' کی تو بات ہی اور ہے۔ شائلہ کاشف سے معذرت کے ساتھ ایک بات کہنا چاہوں گی کہ ''ہم سے پوچھیے'' میرے خیال میں ایک فضول سا سلسلہ ہے۔ اس کی جگہ کوئی سچا واقعہ جو حقیقت میں ہوا ہو' ہونا چاہیے (ویسے آپ کی مرضی صرف رائے دے رہی ہوں) ''بھیگی پلکوں پر'' بہترین ناول ہے۔ ''اور کچھ خواب'' واقعی خواب ہی ہے کیونکہ اس کہانی میں جو کچھ ہو رہا ہے' اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ پلیز ایسی کہانیاں شائع کریں جو ہمارے معاشرے کی عکاسی کرتی ہوں اور ان سے کوئی سبق ملتا ہو۔ اس کے علاوہ افسانے تقریباً سارے ہی اچھے ہوتے ہیں۔ آخر میں میری دعا ہے کہ آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین۔

☆ سیما! پہلی بار آمد پر ہم خوش آمدید کہتے ہیں۔

دعا، ملائکہ اینڈ مہر گل...... اورنگی ٹاؤن، کراچی ۔ آداب شہلا آپی! ٹھک ٹھک ٹھک ٹھک، میں آسکتی ہوں بزم آئینہ میں۔ تھینک یو اتنی فراخ دلی سے جگہ دینے پر۔ سالگرہ نمبر 2 کے سرورق پر لائبہ مغل کچھ سوچتی ہوئی دلکش لگیں۔ حدیث پاک اور حمد و نعت سے مستفید ہوتے ہوئے "درجواب آں" میں جا پہنچے قیصر آپی کی تسلی و تشفی سے دل کو ڈھارس ہوئی۔ امید، اسماء، کشف اور راشدہ سے ہائے ہیلو کرکے چھلانگ لگائی "بھیگی پلکوں پر" توبہ کس قدر جلتے ہیں عادلہ اور عائزہ۔ فیاض اور ثنی کے راز سے بھی پردہ اٹھ گیا۔ "اور کچھ خواب" میں دامیان عرف شہزادہ سلیم اور تانیہ تعلق کی دیوانگی ہمارے ہوش اڑا گئی۔ "پتھروں کی بستی میں" کیفیہ اور سارہ دونوں بہت پیاری لگیں مگر سارہ کی جلد بازی اور کیفیہ کی بے پروائی پر غصہ بھی خوب آیا، جائیداد واقعی خون سفید کردیتی ہے۔ ڈاکٹر تنویر کی "مجھے جانے دو" انسان کوئی لڑائی جھگڑا کرلے پر یہ کیا بات ہوئی۔ سمیرا کی "کیٹ واک" اچھے موضوع پر تھی یہ کیٹ واک معذور لوگ تو ایک طرف عام لڑکیوں کے لیے بھی انتہائی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ "محبت بین کرتی ہے" میں سازشوں کا جال سامنے آیا، کاش حدیقہ کی آنکھوں پر پٹی نہ بندھتی۔ فرح طاہر، بشریٰ باجوہ، چندا مثال، سمیرا انوار میں آپ سے ناراض ہوں آپ نے آنچل کی سالگرہ کی تقریب میں مجھے انوائٹ جو نہیں کیا، نازیہ، راشدہ ترین اور کامران خان کی غزل بیسٹ لگی۔ شمائلہ کے کھٹے میٹھے جوابات نے کیریوں جیسا مزہ دیا، اچھا جی پھر ملیں گے۔

☆ مہر! اب تو سارے گلے شکوے دور...... ہے ناں!

سامعہ ملک پرویز...... ٹیکسلا ۔ محترم و قابل عزت شہلا آپی! آنچل اسٹاف اور قارئین کرام کو میری جانب سے دل کی گہرائیوں سے محبت بھرا اسلام۔ امید کرتی ہوں اور خدا سے دعا بھی کہ اللہ پاک اپنی رحمت خاص کا سایہ آپ سب پر تاابد قائم و دائم رکھے آمین۔ شہلا آپی! میری آئینہ میں شرکت پہلی بار ہے اس سے قبل میں شاعری کے ذریعے آنچل میں شرکت کرچکی ہوں اور آپ کی حوصلہ افزائی نے ہی مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کردیا۔ آنچل سے میری وابستگی تقریباً آٹھ سال سے ہے اس کا ہر سلسلہ سبق آموز اور حالات کے مطابق ہوتا ہے جوکہ نہ صرف ہماری تربیت کا سبب بن رہا ہے بلکہ کردار کی تعمیر ان اعلیٰ اقدار پر کررہا ہے کہ لفظ بیان کرنے کے قابل نہیں۔ آنچل کی بھی رائٹرز بہت زبردست لکھتی ہیں۔ انسانی نفسیات کی گہرائی میں جاکر انسانی ذات کی پرت در پرت کھولنا اور ان کے الجھے پیچ و خم کو سلجھانا کون سا آسان کام ہے۔ میں تمام رائٹرز کو سلام پیش کرتی ہوں۔ خواہش تو بہت ہے کہ ان رائٹرز میں اک دن جگمگاتا ہوا نام ہمارا بھی ہو پر وہ کیا کہتے ہیں ناں "ہزاروں خواہش ایسی ہیں کہ ہر خواہش پر دم نکلے" کیا میں لکھ سکتی ہوں؟ اس کا جواب آپ دیجیے گا، آنچل اسٹاف کے لیے ڈھیروں دعائیں آپ کی منتظر!

☆ ڈیئر سامعہ! خوش آمدید مختصر مگر جامع تبصرہ اچھا لگا اور تم کیوں نہیں لکھ سکتی، لکھوں گی تو پتا چلے گا۔

طیبہ نذیر...... گجرات ۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیا حال ہے اور آنچل اسٹاف اور میری پ.ی.ی راج دلاریوں کو میرا خلوص بھرا اسلام اور پیار! (قبول کیجیے) پانچوں بہنوں کے تعارف بے حد پسند آئے۔ پھر ہم کہانیوں کی طرف بڑھے تو عشنا آپی! آپ کا ناول بہت Slow اور بور جارہا ہے، تھوڑا آگے بڑھے اور انا یا معارج تعلق کے درمیان لڑائیاں ختم کریں ناں۔ "بھیگی پلکوں پر" طغرل اور پری کی زیادہ سے زیادہ اسٹوری چلنی چاہیے (سن لے اقرا آپی!) "پتھروں کی پلکوں پر" نازیہ آپی! اچھا جارہا ہے۔ باقی سب مکمل ناول، ناولٹ، افسانہ سب بہت اچھے تھے۔ سالگرہ ایڈیشن میں بشریٰ باجوہ، چندا مثال، سمیرا انور ان تینوں نے ایک سہانی پیار بھری شام ہمیں گھر بیٹھے انجوائے کروادی۔ "ہم سے پوچھیے" میں اپنا نام (نہ دیکھ کر منہ بن گیا)۔ جب دوست کے پیغام کی طرف آئی تو اپنا پیغام دیکھ کر چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔ جب تھوڑی ہی آگے ہوئی تو میری مسکراہٹ اور گہری ہوگئی کیونکہ فوزیہ سلطانہ جوجی (تونسہ شریف) نے مجھے دوستی کی آفر کی، مجھے بہت خوشی ہوئی میں سوچا کرتی تھی کبھی دوست کا پیغام آئے میں مجھے بھی ایسے کوئی یاد کرے گا Simay Happy۔ شہلا آپی آپ ہر دفعہ مجھے سب کے پیچھے دھکیل دیتی ہیں آج مجھے بھی اپنی محفل میں تھوڑی سی جگہ دے ہی دیں۔

☆ طیبہ ڈیئر! تم تو ہر ماہ کسی نہ کسی سلسلے میں موجود ہی ہوتی ہو تو شکوہ کیسا، خیر لو تمہاری خواہش پوری کردی تم بھی کیا یاد کرو گی ہاہاہا۔

انعم خان...... ہری پور، ہزارہ ۔ السلام علیکم! شہلا آپی اینڈ فرینڈز! کیسے ہو آپ سب؟ کافی عرصے بعد حاضری دے رہی ہوں امید ہے جگہ ضرور ملے گی۔ اس مرتبہ سرورق کو لائبہ مغل نے خوب سجایا۔ سرگوشیاں سننے پہنچے زبردست قیصر پھوپو! حمد و نعت ہمیشہ کی طرح سب سے بیسٹ تھیں، ماشاء اللہ۔ پڑھتے ہی اثر سید عادل پر لیا پھر آگے بڑھی سلسلہ وار کہانیاں تینوں کمال کی تھیں۔ اقراء آپی! آپ کی تو کیا ہی بات ہے، نازی تو ہیں ہی سب میں لاجواب اور عشنا آپی ویری ویل ڈن! ڈاکٹر صاحب کا انٹرویو پڑھ کر اچھا لگا۔ شمیم ناز صدیقی، سمیرا شریف طور آپ نے بھی بہت عمدہ لکھا لیکن بشریٰ باجوہ آپ نے جس انداز میں میرا ذکر کیا وہ تو بہت ہی پسند آیا۔ کیا بات ہے آپ کی۔ چندا مثال اور سمیرا انور کا انداز بھی اچھا تھا۔ "ہم سے پوچھیے" میں شمائلہ آپی کے جوابات و بہنوں کے سوال پسند آئے۔ "یادگار لمحے" واقعی یادگار تھے۔ "غزلیں، نظمیں" سب بہترین تھیں۔ "بیاض دل" میں سارے ہی اشعار خوب صورت تھے۔ "دوست کا پیغام آئے" ایک اچھا ذریعہ ہے، کوئی بھی کسی کو بھی دوستی کا پیغام بھیج سکتا ہے، یہ تو مجھے اچھی لگتی ہے۔ رومانہ (پنجاب) کیسی ہو تم؟ تم مجھ سے ملنے ہمارے گھر آئی تھی، بچی بہت اچھا لگا تھا۔ اجازت سے پہلے میں اپنی فیورٹ رائٹر عائشہ خان سے کہنا چاہوں گی کہ پلیز جلدی سے کوئی کہانی آنچل میں لکھیں، اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر انعم! تم کو جگہ نہیں ملے گی تو اور کس کو ملے گی۔

عروسہ شہوار...... کالا گوجراں ۔ خوب صورت سرورق سے سجا سالگرہ 2 ماہ مئی کا آنچل ملا، دلہن کی تیکھی نظروں کو کیا دکھائی دیا کہ ہونٹ وا ہوکر رہ گئے؟ اس مرتبہ "سرگوشیاں" اپیا قیصر آراء کی جہاں واویلا مچا رہی تھیں، وہیں پُرامن و پُرسکون رہنے کو بھی کہہ رہی تھیں مگر سرگوشیاں پورے دھیان و توجہ سے سنیں، یہی ہمارا فرض بھی اور حق بھی ہے۔ اس کے بعد اقراء صغیر احمد کی "بھیگی پلکوں پر" پڑھی۔ نازیہ کنول نازی کی نثر نگاری ہی نہیں شاعری بھی

دل موہ لیتی ہے۔ عشنا کوثر سردار کا "اور کچھ خواب" آغاز سے اختتام تک دلچسپی لیے ہوئے تھا۔ "بہنوں کی عدالت" میں ڈاکٹر تنویر انور خان سے بہنوں کی کارروائیاں کامیاب رہیں۔ سمیرا شریف طور کے "کیٹ واک" نے تو اسٹیج لوٹ لیا۔ مکمل ناول بھی اچھے تھے "محبت بین کرتی ہے" شمیم ناز صدیقی کا افسانہ رشتوں میں بندھے احساسات کی ترجمانی کرتا ہوا لگا، اچھی کاوش تھی۔ قرۃ العین پارس عینی ڈیئر انتخاب پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ نظم، غزل میں شگفتہ خان اور سباس گل کی شاعری پسند آئی۔ آئینہ میں عطروبہ سکندر کا تبصرہ اثر انگیز تھا۔ "یادگار لمحے" میں نوشین اقبال نوشی کی پسندیدگی یادگار ہے۔ "بیاض دل" میں مسز نگہت غفار کا انتخاب اچھا رہا۔ باقی تمام مستقل سلسلے بھی کافی اچھے تھے۔ محنت کریں تو دکھائی بھی دے گی ناں؟

☆ عروسہ! مختصر و جامع تبصرہ پڑھ کر مزہ آیا، بہت عمدہ۔

بشریٰ باجوہ...... اوکاڑہ ۔ ڈیئر آپی شہلا عامر! السلام علیکم! کیسی ہیں آپ اور تمام آنچل قارئین؟ امید کرتے ہیں سب ٹھیک ہوں گی۔ آنچل 24 کو ملا، ٹائٹل پر ریشم ریڈ سوٹ میں پیاری لگی۔ آگے آپی کی سرگوشیاں سنیں۔ "حمد و نعت" خوب لگی ماشاء اللہ۔ آنچل میں اپنی تحریر دیکھ کر بے انتہا خوشی ہوئی۔ امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں پڑھ کر لطف آگیا۔ ہمارا آنچل میں مہر گل، اسما مجید، کشف، راشدہ اور خصوصاً امید ہاشمی کا تعارف اچھا لگا۔ امید! آپ کے لیے دعا ہے اللہ پاک آپ کو خوش رکھے آمین۔ ڈاکٹر تنویر انور کے بارے میں جان کر خوشی ہوئی چندا مثال اور سمیرا انور کی تحریر نائس لگیں۔ نازیہ کا ناول اختتام پذیر ہورہا ہے، گڈ جناب۔ عشنا آپ بھی اب ذرا کسی کو ملا ہی دیں۔ شاعری میں سباس گل، شگفتہ خان، کامران خان کی اچھی لگی۔ "بیاض دل" میں سب اشعار بہترین لگے۔ "یادگار لمحے" میں نگہت غفار نوشی، طیبہ نذیر، مقدس رباب، ثمرہ محمود اور باقی تحریریں بھی لاجواب رہیں۔ آئینہ میں جاناں، صنم ناز، صائمہ طاہر، عطروبہ، نظل ہما، صدف سلیمان کے تبصرے لاجواب رہے۔ جن فرینڈز نے مجھے برتھ ڈے وش کی اور میری تحریر کو پسند کیا ان کا شکریہ۔

☆ بشریٰ! خوشی ملنے پر رب کا شکر ادا کیا کہ نہیں۔

فرح طاہر قریشی...... ملتان ۔ السلام علیکم! ڈیئر آنچل اسٹاف، آنچل کی برادری اور تمام خاموش قارئین، کیا حال ہیں آپ سب کا؟ آپی! آپ کیسی ہیں؟ آپ کو بولتے دیکھ کر یقین جانیں بہت بہت خوشی ہوئی 28 اپریل کو آنچل ہاتھ میں آیا۔ سب سے پہلے تبصروں پر نظر ڈالی جہاں اپریل میں لگی ہماری تحریر پر بھی تبصرے موجود تھے، ان تمام بہنوں کا بہت شکریہ جنہوں نے میری تحریر کو پسند کیا۔ میری تمام دوستیں جنہوں نے اپنا تبصرہ دے کر میرا اور لکھنے کا حوصلہ بڑھایا، ان شاء اللہ آنچل سے ہمارا رشتہ اسی طرح قائم رہے گا۔ سرگوشیاں پڑھیں، قیصر آپی سے ملاقات کے بعد حمد و نعت سے فیض یاب ہوتے ہوئے "درجواب آں" میں سب کے خط پڑھے۔ قیصر آپی نے سب کے خطوں کے جواب اچھے طریقے سے دیئے۔ "دانش کدہ" پڑھ کر ہمیشہ کی طرح اچھی اچھی باتیں سیکھنے کو ملیں۔ تعارف میں مہر گل، امید ہاشمی، اسما مجید، کشف زہرہ اور راشدہ شریف چوہدری سے ملاقات کرکے اچھا لگا۔ اس کے بعد بہنوں کی عدالت میں ڈاکٹر تنویر کے ساتھ کیے گئے سوالوں کے جواب پڑھے، ان کے متعلق جان کر اچھا لگا۔ آنچل کے ہمراہ میں بھی سب سوال اور جواب بہترین تھے۔ اس کے بعد میرا موسٹ فیورٹ ناول "بھیگی پلکوں پر" اقراء صغیر احمد کا پڑھا، ویری گڈ اقراء آپی! بہت اچھے طریقے سے آپ ناول کو آگے بڑھا رہی ہیں اینڈ اس مرتبہ تھوڑا غصیلا ہوا ہے، اگلی قسط کا انتظار رہے گا۔ "مجھے جانے دو" ڈاکٹر تنویر انور خان ہر مرتبہ کی طرح اس مرتبہ بھی سبق آموز تحریر کے ساتھ حاضر تھیں۔ واقعی جنہوں نے جانا ہو وہ چلے ہی جاتے ہیں پھر چاہے آپ ان کو کتنا بھی پکار لیں وہ واپس نہیں آتے۔ "اور کچھ خواب" عشنا! آپ بہت اچھا لکھتی ہیں۔ "محبت بین کرتی ہے" شمیم ناز آپی ویری گڈ! محبت کی آہ بہت بُری طرح لگتی ہے اور جب آہ لگ جائے تو خلش رہ جاتی ہے۔ خوش نصیب ہیں ہم جنہیں محبت نے اپنے خوب صورت اثر میں رکھا ہوا ہے، ماشاء اللہ۔ سالگرہ ایڈیشن میں بشریٰ باجوہ کی تحریر اچھی تھی۔ چندا مثال شادی کے بعد تم تو کم ہی ہوگئی ہو مگر شکر ہے تمہیں آنچل کی سالگرہ یاد رہی، بہت ہی فنی مشاعرہ تھا، پڑھ کر انجوائے کیا۔ سمیرا انور کی تحریر بھی اچھی رہی۔ تمام تحریروں پر تبصرہ مکمل ہوا۔ "روحانی مسائل کا حل" اچھا سلسلہ ہے۔ "آپ کی صحت" میں بھی ایک نظر سب کے مسائل کو پڑھا۔ "ڈش مقابلہ" میں چکن بروسٹ پاستا سب سے اچھی ڈش لگی، کبھی ٹرائی کرکے بھی دیکھیں گے۔ "غزلیں، نظمیں" سب کی اچھی رہیں۔ "بیاض دل" میں سب شعر اچھے تھے۔ "یادگار لمحوں" میں طیبہ نذیر، سمیرا ادریس کی باتیں اچھی لگیں۔ تبصرے سب کے اچھے تھے۔ "دوست کے نام پیغام" میں اس مرتبہ ہم کہیں نظر نہیں آئے مگر باقی سب پیغام اچھے رہے۔ "ہم سے پوچھیے" میں شمائلہ آپی نے اچھے اور فنی جواب دیئے، اچھا لگا۔ "کام کی باتیں" اور "تندرستی صحت" میں بہت کام کی باتیں پڑھنے کو ملیں۔ پورا آنچل مکمل ہوا اور میرا تبصرہ بھی۔ میری تمام دوستوں کو بہت سلام، بشرط زندگی پھر ملاقات ہوگی۔ کوئی بات ناگوار گزری ہو تو درگزر کریئے گا، اب اجازت چاہوں گی، اللہ حافظ۔

☆ فرح! اگر سارے ہی تبصرے کاٹ چھانٹ کے بغیر شائع کرنے لگے تو آنچل میں صرف اور صرف تبصرے ہی نظر آئیں گے اور کچھ نہیں اور کرن کا تبصرہ گزشتہ شمارے میں شائع ہوا تو ہے مگر گلہ۔

سلمیٰ گوری خان...... لاہور ۔ السلام علیکم! پیارے پاکستان کے پیارے سے لوگوں اور پیارے آنچل کے پیارے سے اسٹاف ممبرز، رائٹرز، ریڈرز صاحبان کیسے ہیں آپ سب؟ امید ہے کہ آپ سب اللہ کے فضل و کرم سے ٹھیک ٹھاک ہوں گے۔ بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ان دنوں پاکستان کے حالات بہت دگرگوں ہیں۔ ایک سے بڑھ کے ایک بڑی آزمائش پاکستانیوں کا نصیب بن رہی ہے۔ پہلے سیاچن کے واقعہ کا کیا دکھ کم تھا جو پھر 20 اپریل بروز جمعہ کو بھوجا ائر لائن کے طیارے کے حادثے نے رہی سہی کسر پوری کردی۔ اس المناک حادثے کا جتنا بھی غم کیا جائے وہ کم ہے۔ اس بدقسمت طیارے کے تباہ ہوجانے پر ہمارے پیارے پاکستان کے 127 افراد لقمہ اجل بن گئے۔ کئی ہنستے بستے خاندان ایک پل میں اجڑ گئے، کئی افراد اپنے عزیزوں سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گئے، میری دعا ہے کہ اللہ پاک ان سب متاثرہ خاندان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور جو افراد اس المناک حادثے کی وجہ سے اپنی قیمتی جانیں گنوا چکے ہیں، اللہ پاک ان سب کی مغفرت کریں اور ان سب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین ثم

آمین۔ مجھے پاک آرمی سے بہت زیادہ محبت ہے۔ آئی تھنک مجھے کیا ہر محب وطن کو پاک آرمی سے محبت ہوگی۔ جتنے ہمارے فوجی صاحبان برف کے نیچے دبے ہوئے ہیں۔ اللہ پاک ان کی حفاظت فرمائے اور جو جو مصروف ہیں۔ اللہ پاک ان کی بھی حفاظت فرمائے اور ان کے مشن کو کامیاب کرے آمین۔ میں پاک فوج کے جوانوں کو سلیوٹ پیش کرتی ہوں اور ان کے بلند حوصلے اور چٹانوں جیسے مضبوط عزم کو داد دیتی ہوں۔ جو اتنے خراب موسم میں بھی اپنا مشن دل و جان سے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ہم سب پاکستانیوں کو قدم قدم پر ان کا ساتھ دینا چاہیے اور ان کے مضبوط عزم کو اور داد بخشنی چاہیے آئی ریئلی لو پاک آرمی پاک فوج زندہ باد پاکستان پائندہ باد ان شاء اللہ۔ آنچل ڈائجسٹ کی جتنی بھی تعریف کی جائے اتنی ہی کم ہے۔ آنچل ڈائجسٹ کے تمام سلسلے وار ناولز ایک دم سپرہٹ جارہے ہیں۔ مجھے تینوں ناولز بہت پسند ہیں یہ تینوں ناولز آنچل کی جان ہیں اور تمام رائٹرز بہت محبت اور خلوص سے لکھ رہی ہیں۔ آخر میں میری تمام آنچل فرینڈز کو محبتوں بھرا اسلام۔ اب اجازت چاہتی ہوں زندگی رہی تو پھر ملیں گے تب تک اپنا اور اپنے سے وابستہ پیارے سے لوگوں کا بہت زیادہ خیال رکھنا اور پلیز مجھے اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیے گا فی امان اللہ۔

☆ ڈیئر سلمٰی! آپ یہ کیسے کہہ سکتی ہو کہ وہ بدقسمت خاندان ارے ذرا سوچو سب کے سب شہدا ہیں اللہ نے ان کو کتنی بڑی سعادت نصیب کی اور سب ان کو بدقسمت بدنصیب کہتے ہیں افسوس صد افسوس۔

رخسانہ اقبال...... قائد آباد۔ پیاری شہلا جی السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟ خدا آپ کو سدا اسلامت رکھے بہت ساری خوشیاں دے۔ جس چیز نے قلم اٹھانے پر مجبور کیا وہ آنچل کے خوب صورت سالگرہ اور سالگرہ نمبر کے حوالے سے بہت ساری نئی چیزوں کا اضافہ زبردست بہت بہت اچھا لگا۔ سرگوشیاں میں آپی جی کی پیاری باتیں سن کر بے اختیار جی چاہا کاش میں پہلے لکھ دیتی تو ان کے تعریفی کلمات میں میں بھی شامل ہو جاتی۔ حمد و نعت کے بعد بہت سارے نئے اضافوں کو دیکھ کر دل بہت خوش ہوا۔ "دانش کدہ" میں مشتاق بھائی کی خوب صورت تحریر۔ "ہمارا آنچل" بہنوں کی عدالت "آنچل کے ہمراہ" سے لے کر تمام "نظمیں غزلیں" اور خوب صورت بہنوں کی تمام خوب صورت تحریروں نے آنچل کے اور قریب تر کر دیا جب تک آنچل چلتا ہے کسی اور بات کا ہوش نہیں رہتا بہت بہت مکمل ہے۔ اس میں سب کچھ ہر تحریر اور ہر سلسلہ اپنی جگہ پر مکمل اور خوب صورت لگتا ہے۔ میری دعا ہے آنچل سدا سلامت رہے اور طویل عمر پائے آمین۔ آنچل میں لکھنے والی اور آنچل پڑھنے والی تمام بہنوں کو بہت سارا اسلام دعاؤں میں یاد رکھیے گا والسلام۔

☆ رخسانہ ڈیئر! دعاؤں کے لیے رب کریم تم کو جزائے خیر عطا کرے آمین۔

سیدہ آر این جیا ...... تلہ گنگ۔ السلام علیکم! جی آئینہ سے طویل رخصت کے بعد ہم پھر سے مئی کا آنچل تھامے آپ کی محفل میں آن بیٹھے ہیں۔ سالگرہ نمبر کی طرح سالگرہ نمبر 2 بھی ایک دم بیسٹ ہے۔ "سرگوشیاں" اور "حمد و نعت" کے بعد سیدھے "پتھروں کی پلکوں" کی جانب بھاگے۔ اسٹارٹ میں جو نظم تھی نازی جی بہت خوب چلیں جی اب امامہ اور ارسلان کے راز بھی کھل ہی گئے کہ کس آشیاں سے بچھڑے پھول تھے۔ اب انوشہ حسن کی ضد ختم کردیں اسے ایک مضبوط پناہ گاہ ملی ہے تو پلیز اسے شاہ زر کی طرف پلٹا دیں۔ کہانی لگتا ہے اختتام کی طرف مڑ چکی ہے۔ باقی سلسلے وار ناولز بھی ٹھیک چل رہے ہیں۔ "کیٹ واک" تو اپنی ہی اسٹوری لگی میرے آپ کے ہم سب کے اردگرد ایسے ہزاروں کردار ہیں۔ "بیاض دل" میں شمائلہ رباب مسز نگہت غفار تہمینہ تانی نوشی عروسہ شہوار ماریہ کھمانوی زدمر عطاریہ زنیرہ نبیلہ کرن حسین اور قرۃ العین کی پسند اچھی لگی۔ نازی آپی انعم حسن کامران خان راشدترین سباس گل کی نظمیں و غزلیں اچھی لگیں۔ مہر گل اور کشف زہرا سے مل کے بہت اچھا لگا۔ کیا آپ دونوں مجھ سے دوستی کریں گی؟ انکار نہیں چلے گا۔ جلدی جواب دینا بس بہت طویل ہو گیا اب اجازت۔

☆ سیدہ ڈیئر! طویل غیر حاضری آئندہ قبول نہیں کی جائے گی۔

صائمہ قریشی ...... آکسفورڈ۔ السلام علیکم! امید و یقین ہے کہ سب بخیر و عافیت سے ہوں گے۔ ایک بار پھر اس پیار و محبت کی محفل میں شامل ہو رہی ہوں۔ ارے ذرا پرے ہٹو ناں تھوڑی سی جگہ تو دو۔ صائمہ قریشی اتنی موٹی نہیں کہ دس گز جگہ لے گی جو آپ کے ماتھوں پر بل پڑ گئے لیکن اب اتنی بھی اسمارٹ نہیں کہ دو انچ کی جگہ میں سما سکے۔ تو چلو نخرے بعد میں کرنا پہلے تھوڑی سی جگہ دو۔ ہاں اب ٹھیک ہے جب تک چیخو نہ آواز ہی نہیں آتی کسی کو۔ کب سے کھڑی تھی کوئی توجہ دینے کو تیار ہی نہیں تو میں کیا کروں۔ اف چین آیا بہت شکریہ اس تھوڑی سی جگہ اور ڈھیر ساری محبتوں کا۔ مارچ کا مہینہ پاکستان میں گزرا خوب شادیاں اٹینڈ کیں اور بہت بہت انجوائے کیا۔ دن گزرے مہینے سال بیتے لیکن میرے پاکستان میں کوئی فرق نہ آیا ویسا ہی ہے۔ اب اس کی شکایت کیا کرنا؟ کس سے کرنا؟ بھلے لوگوں کا کہنا ہے Prefection میں کیسا چینج؟ شاید ہمارا پاکستان Perfect ہے بس ہم ہی نہیں سمجھ پارہے ہیں؟ پاکستان سے واپس آئی تو اپریل کے آنچل کو اپنا منتظر پایا تو اسی وقت کھول لیا جس پر ڈانٹ بھی پڑی کہ پہلے کچھ کھا تو لو آتے ہی اس (آنچل) کو چاٹنا شروع کر دیا تو مجبوراً رکھنا پڑا اور پھر دوسری صبح میں اور میرا آنچل ساتھ ساتھ تھے۔ سب سے پہلے سب بہنوں اور آنچل ٹیم کو "آنچل کی سالگرہ مبارک" پھر "سرگوشیاں" سنیں۔ ہاں جی بالکل ہم سب ساتھ ساتھ ہیں۔ بھرپور تعاون اور گہری محبت سے ہم سب آنچل کو ہمیشہ بلندیوں پر رکھیں گے ان شاء اللہ۔ "در جواب آں" ہمیشہ سے میرا فیورٹ سلسلہ رہا ہے بہت انٹرسٹنگ لگتا ہے اور ہر ماہ پڑھتے ہوئے مزہ آتا ہے۔ "بہنوں کی عدالت" میں عفت سحر طاہر کچھ جلدی میں اور اپنی کہانیوں سے برعکس لگی۔ "یہ تو صحیح جان چھڑائی" عفت آپی کے تین تین شیطانوں کا پڑھ کر یہ فقرہ آپ پر فٹ جاتا ہے۔ کیا ہوا عفت ایسے کیوں گھور رہی ہیں؟ او...... اچھا...... اچھا...... آپ کی سوئی ابھی تک "برعکس" پر ہی اٹکی ہوئی ہے۔ یہی سوچ رہی ہیں ناں کہ صائمہ قریشی کو آپ اپنی کہانیوں سے برعکس کیسے لگیں؟ تو وہ ایسے تو نہیں بتاؤں گی؟ آپ پوچھو گی تو بتاؤں گی تب تک میں تھوڑا اور سوچ لوں گی کہ ریئلی مجھے آپ کی کہانی الگ لگی یا یہ میری نظروں کا دھوکا ہے (ہاہاہا) بس اب گھورنا بند کرو نظر لگا دو گی۔ پھر "آنچل کے ہمراہ" پڑھا سب بہنوں کی آنچل سے محبت وانسیت کی داد دیتی ہوں (تالیاں) کرن وفا بہت شکریہ چندا! مجھے بھی آپ اچھی لگیں اور میں بھی آپ کا نام آنچل میں دیکھنا چاہتی ہوں ابھی آنچل میں آپ کا نام Stand Out ہو رہا ہے سو اچھے اچھے پیغامات کے ساتھ آتی رہنا کبھی جانا نہیں۔ "تیرے ہمراہ چلنا ہے" ویری نائس عفت سحر طاہر! ہمیشہ کی طرح زبردست۔ پھر لمبا Jump لگایا اور "سالگرہ مبارک" میں جا گری۔ فرح طاہر قریشی بہت بری ہو تسنیم چوہدری کو آکسفورڈ سے بلا لیا تو کیا صائمہ قریشی کا بہت خرچا ہو جاتا جو نہیں بلایا؟ جی نہیں معافی نہیں ملے گی اب آپ کی سزا یہ ہے کہ صائمہ قریشی کے نام ایک اچھا سا پیغام لکھوا در آنچل میں بھیجو نہیں تو...... نہیں تو...... آنچل کی اگلی سالگرہ پر میں بھی آپ کو نہیں بلاؤں گی آنچل کے لیے غزل پڑھ کر بے ساختہ سائل کیا جس نے لکھی ہے ہمارے اپنا نام تو لکھنا تھا ناں اپنی اچھی کاوش اور بے نام چھوڑ دی اور پھر پہنچ گئی "یادگار لمحے" میں تو وہاں بھی سب کچھ ٹھیک ٹھاک لگا۔ پھر جی بیٹھ گئی "آئینہ" کے سامنے سب کے تبصرے بہت انٹرسٹنگ لگے اور سب کی ایک بات جو پسند آئی کہ تنقید بھی اس طرح سے کی جاتی ہے کہ دل برا نہیں ہوتا۔ سو اس کے لیے سب بہنوں کا شکریہ۔ شمائلہ رباب اور ثمینہ ناز آپ کی حوصلہ افزائی کے لیے اسپیشل تھینکس! ہمیشہ خوش رہو اور ایسے ہی حوصلہ بڑھاتی رہو۔ آخر میں ایک چھوٹی سی بات تانی چوہدری آکسفورڈ یو کے سے کرنا چاہتی ہوں۔ تانی چندا کیا ہوا؟ آپ کس سے ناراض ہو؟ کون سے کاموں میں آپ خود کو ایڈجسٹ نہیں کر پا رہی ہو؟ پچھلے کچھ ماہ سے آنچل میں آپ کی شکایات نظر آرہی ہیں اور آپ روٹھی روٹھی لگ رہی ہو۔ اپریل کے آنچل میں آپ سے کچھ کہنا ہے جو بھی آپ نے تحریر کیا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔ صحیح کہا آپ نے بہت سے لوگ جیسے نظر آتے ہیں ویسے ہوتے نہیں ہیں اور جب ہم یہ جانتے ہیں کہ یہ لوگ منافق ہیں تو ان کی چاپلوسی پر دکھ ہوتا ہے اور غصہ بھی آتا ہے ان کا سامنا کرنا ان کی کسی بھی بات پر یقین کرنا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن تانی چندا آپ سے اتنا کہنا چاہوں گی کہ ایسے لوگوں سے حساب اللہ لے گا اب اپنی نیت صاف رکھو منافق نہ بنو اور ایسے لوگوں کے لیے دل نہ جلاؤ نہ ہی کسی گالی گلوچ سے اپنے کردار کو داغ دار کرو بلکہ اپنے عمل سے اپنی صاف نیت سے منافق لوگوں کو بدل ڈالنے کی سعی کرو ان شاء اللہ آپ کامیاب ہو گی امید کرتی ہوں اس چھوٹی سی بات پر غور کرو گی اور اگلی بار آنچل میں خوش گوار موڈ کے ساتھ نظر آؤ گی اچھا تو اب اجازت بہت بول گئی ان شاء اللہ پھر حاضر ہوں گی۔ آنچل اور پاکستان کی سلامتی و ترقی کی ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ اللہ حافظ آپ کی اپنی......!

☆ صائمہ ڈیئر! خوش آمدید۔

عائشہ پرویز ... کراچی۔ السلام علیکم! میں آنچل کافی عرصے سے پڑھ رہی ہوں اور پڑھ کر بہت مزا آتا ہے۔ تمام رائٹر اچھا لکھتی ہیں میرا دل بہت چاہتا ہے کہ میں آنچل کا حصہ بنوں لیکن مجھے بہت ڈر لگتا ہے کہ اگر آپ نے میرا یہ خط ریجیکٹ کر دیا تو میں دکھی ہو جاؤں گی اور شاید پھر ہمت نہ کرسکوں گی کچھ لکھنے کی۔ پلیز مجھے مایوس نہ کیجیے گا میں آنچل کا حصہ بننا چاہتی ہوں میں بہت کچھ اچھا لکھتی ہوں اتنا تو یقین ہے مجھے لیکن ریجیکٹ ہونے سے ڈرتی ہوں۔

☆ عائشہ! ڈیئر خوش آمدید۔

نبیلہ کنول...... عبد الحکیم کینٹ۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیا حال ہیں؟ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا کرے۔ "آئینہ" میں پہلی دفعہ شرکت کر رہی ہوں نازیہ آپی کی کہانی "پتھروں کی بستی میں" بہت پسند آئی۔ عشنا کوثر جی کہانی کو جلدی سے ختم کریں مجھے انا یا تغلق پر بہت ترس آتا ہے باقی سب قسط وار کہانیاں اچھی جارہی ہیں قرۃ العین پارس اور وجیہہ یاسمین شعر بھیجنے کا بہت بہت شکریہ۔

☆ نبیلہ! خوش آمدید۔

اقراء مہرین و شال.... عبد الحکیم کینٹ۔ پیاری شہلا آپی رومنٹک سا سلام! امید ہے سب خیریت سے ہوں گے بس ایک ہم ہی خیریت سے نہیں ہیں۔ ڈھیروں کتابوں میں ہم پھنسے بیٹھے تھے مگر دماغ ہے کہ سرخ رنگ اوڑھے پیاری سی جیولری پہنے غضب ڈھاتی آنچل کے ٹائٹل پر موجود لائبہ مغل کی جانب گمن ہونے کی ضد کر رہا تھا بس پھر کیا تھا ہم نے ایک فلائنگ جمپ لگایا اور لائبہ مغل کے گلے جا لگے۔ نگاہوں ہی نگاہوں میں ٹائٹل کی تعریف کرکے اندر پڑے ہیرے جواہرات پر ٹوٹ پڑے۔ "سرگوشیاں" میں نئے سلسلوں کا پڑھ کر میرا دل تو دل آنتیں بھی شکر ادا کرنے لگیں۔ جیو ہزاروں سال پیاری قیصر آپا! ہمارا آنچل میں سب سے مل کر بہت مزا آیا واہ ہی ہی جہاں اسما مجید جیسی پیاری سی لڑکی رہے اس شہر نے مشہور تو ہونا ہی ہے۔ مان گئے بھی جھنگ مٹی کو۔ "بہنوں کی عدالت" میں ڈاکٹر تنویر انور خان کے جوابات پڑھ کے بہت مزا آیا ویسے راز کی بات ہے صنم ناز کی طرح میں بھی ڈاکٹر تنویر کو صاحب ہی سمجھتی رہی (ہاہاہا) ہائے نی میں صدقے جاواں نازیہ کنول کے بہت ہی زبردست کہانی لکھی پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ سارا کے بھائیوں پر رج کے غصہ آیا مگر ان کا انجام پڑھ کر ٹھنڈ سی پڑ گئی اب آتے ہیں سلسلہ وار ناولز کی طرف "بھیگی پلکوں پر" پڑھ کر ماہ رخ اور عائزہ پر دکھ ہوا کیسی لڑکیاں ہیں جنہیں اپنی عزتوں کا دھیان ہی نہیں۔ آپی پلیز پری اور طغرل میں جلدی سے صلح کروا دیں۔ میرا معصوم دل اب اور ان کی کوئی لڑائی افورڈ نہیں کرسکتا۔ "اور کچھ خواب" میں عشنا آپی پلیز تغلق اور انا یا کو جدا مت کیجیے گا۔ "پتھروں کی پلکوں پر" میرال اور امامہ کی حقیقت جان کر آٹھ سو واٹ کا مزیدار سا کرنٹ لگا۔ "مجھے جانے دو" میں شیزا کی ہمت پر بہت خوشی ہوئی۔ سمیرا کی "کیٹ واک" نے آج کل کی حقیقتوں سے پردہ ہٹایا۔ "محبت بین کرتی ہے" میں یاسر پر جی بھر کے غصہ چڑھا۔ آخر میں آنچل کے نام مضامین نے چہرے پر بے اختیار مسکراہٹ بکھیر دی۔ ہائے میں مرجاواں کتنی دیر ہو گئی ابا چھالو کے ہائے باقی باتیں بعد میں او ہو یار و گھورو تو نہ بس جارہی ہوں نا پھر ملیں گے اپنا خیال رکھیے گا۔

☆ جی جی مان گئے جھنگ والوں کو آپ کہتی ہیں تو......

سیدہ کنزیٰ زین .... منڈی بہاؤ الدین۔ السلام علیکم شہلا آپی! آپی جی پتا ہے مجھے آپ سے ایک شکایت ہے اور وہ یہ کہ میں نے عید الاضحیٰ کے حوالے سے ایک افسانہ بھیجا تھا زندگی میں پہلی بار تو ایسی کوئی جسارت کی تھی آپ نے کہا تھا کہ اس کے متعلق مجھے "در جواب آں" میں پتا چل جائے گا لیکن میں اب تک منتظر ہوں کم از کم مجھے اتنا تو پتا چل جاتا کہ مجھ میں لکھنے کی صلاحیت بھی ہے کہ نہیں۔ اب آتے ہیں آنچل کی طرف اس ماہ کے

سالگرہ نمبر کا ٹائٹل زبردست تھا۔ "حمد ونعت" سے مستفید ہوتے ہوئے اور "سرگوشیاں" سنتے ہوئے "بہنوں کی عدالت" تک پہنچے جہاں بہنیں زوروشور سے ڈاکٹر تنویر انور خان سے سوالات کررہی تھیں اور وہ اچھے اچھے جوابات دے رہی تھیں۔ "ہمارا آنچل" میں مہرگل امید ہاشمی' اسماء مجید اور کشف زہرا سے ملاقات بہت اچھی رہی۔ "آنچل کے ہمراہ" میں بہنوں کے جوابات بھی بہت اچھے لگے۔ "بھیگی پلکوں پر" اقرا ء آپی تعریف کے لیے الفاظ نہیں مل رہے۔ یہ عادلہ اور عائزہ تو انتہائی بے ہودہ ہیں۔ طغرل نے عادلہ کے ساتھ بالکل ٹھیک کیا۔ ماہ رخ تو پتا نہیں کیا کرنے جارہی ہے۔ پری جذباتی ہے پر اچھی ہے۔ عشنا آپی "اور کچھ خواب" اچھا جارہا ہے۔ نازی آپی "پتھروں کی پلکوں پر" کا اینڈ اچھا سا کیجیے گا۔ مکمل ناول دونوں ہی بہت اچھے تھے۔ "پتھروں کی بستی میں" بہت اچھا تھا۔ سارہ کی بھابی کے ساتھ بہت بُرا ہوا لیکن سچ ہے کہ آج بھی ہمارے ملک کے بہت سے گاؤں ایسے ہیں جو زمینوں جائیدادوں کے پجاریوں کے حصار میں ہیں' اللہ انہیں ہدایت دے آمین۔ "مجھے جانے دو" بہت اچھا مکمل ناول تھا۔ عدیل جیسے لوگوں کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے۔ شمامہ کا صبر بہت پسند آیا اور شہزا کا کردار بھی۔ "کیٹ واک" بھی بہت اچھا ناولٹ تھا۔ سچ ہے کہ ہمارے ہاں لوگ لڑکی کی سیرت کے بجائے ظاہری خوب صورتی اور دولت دیکھتے ہیں۔ شیم آپی کا افسانہ "محبت بین کرتی ہے" بہت اچھا لگا۔ حدیقہ کے باپ سلطان خان جیسے لوگوں کے نزدیک خوشیوں سے زیادہ دولت اہم ہوتی ہے۔ تینوں سالگرہ اسپیشل بہت ہی اچھے لگے۔ بہت مزہ آیا۔ "بیاض دل" میں شمائلہ رباب' مقدس رباب' نبیلہ لیاقت سونو اور دعا ہاشمی کا انتخاب بہت پسند آیا۔ اوکے آپی جی! اللہ حافظ چلتے ہیں لیکن اس امید کے ساتھ کہ اس بار میری ساری چیزیں شائع ہوں گی۔

☆ کنزئی لواب تو خوش ہونا نا.........

سدرہ ماہ رخ..... جہلم ۔ پیاری شہلا آپی! السلام علیکم! عرض ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گی آنچل اس دفعہ بھی زبردست تھا۔ تمام کہانیاں اچھی تھیں لیکن مجھے "پتھروں کی بستی میں اور کیٹ واک" زیادہ پسند آئیں۔ باقی سلسلے بھی اچھے جارہے ہیں۔ مجھے عفت جی کو پیغام دینا تھا کہ آپ ہماری پسندیدہ رائٹر ہیں۔ آپ کا ناولٹ پڑھا' اچھا لگا۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ مزید لکھیں۔ سلسلے وار ناول نہ سہی مکمل ناول تو لکھیے نا۔ امید ہے آپ حوصلہ بخش جواب دیں گی' بہت سی دعاؤں کے ساتھ۔

ناهید اختر..... احسان پور ۔ السلام علیکم شہلا آپی! میری طرف سے آنچل کے قارئین اور اسٹاف کو پیار بھرا سلام۔ شہلا آپی! میرا آنچل میں یہ پہلا خط ہے پلیز اسے ضرور شائع کیجیے گا اور اسے ردی کی ٹوکری سے بچا کر ایک کونے میں جگہ دے دینا پلیز آپی مایوس نہ کرنا ورنہ میرا دل ٹوٹ جائے گا' خدا حافظ۔

☆ ناہید خوش آمدید۔

عاصمہ مجید..... فیصل آباد ۔ السلام علیکم! ڈیئر آنچل کی تمام لولی فیملی کو خلوص دل سے محبتوں بھرا سلام۔ میرا تعلق سمندری شہر کے ایک پیارے سے گاؤں سے ہے اور یہ میرا زندگی میں پہلی بار کسی ڈائجسٹ ادارے میں لکھا گیا خط اور افسانہ ہے' اس لیے حد سے زیادہ خوشی بھی ہورہی ہے اور بہت زیادہ ڈر بھی لگ رہا ہے کہ اللہ جانے یہ آپ کے پاس پہنچ بھی پاتا ہے کہ نہیں۔

☆ عاصمہ خوش آمدید۔

کائنات عابد... فیصل آباد ۔ السلام علیکم شہلا آپی! ٹھیک ٹھاک ہیں نا آپ؟ یقیناً ہوں گی' ہے ناں۔ میں آئینہ میں تیسری دفعہ خط لکھ رہی ہوں' پہلی دفعہ تو آپ نے شائع کردیا لیکن دوسری دفعہ آپ نے ردی کی ٹوکری کی نذر کردیا' پہلی دفعہ میں نے کے۔ ایس غزل کے نام سے لکھا تھا' دوسری دفعہ اور اب تیسری دفعہ اپنے اصل نام سے لکھ رہی ہوں۔ میں نے پچھلے ماہ بھی ایک کہانی بھیجی تھی' اس دفعہ بھی بھیج رہی ہوں' امید ہے کہ نوک پلک سنوار کرا سے آنچل میں جگہ دے دیں گی' ٹھیک کہہ رہی ہوں نا۔ اب میں اس ماہ کے آنچل کی طرف آتی ہوں۔ سلسلے وار ناول سب ہی اچھے تھے مگر نازی آپی کا ناول اس دفعہ بہت مختصر تھا لیکن بہت اچھا تھا' پلیز آپ امامہ اور شجاع کے تعلقات بہتر بنادیں' مکمل ناول بھی بہت اچھے تھے۔ ڈاکٹر تنویر انور خان کا ناول بہت ہی اچھا تھا اور بہت ہی معلوماتی تھا۔ افسانہ بھی اچھا ہی تھا اور ناولٹ بہت پسند آیا۔ باقی مستقل سلسلے تو مجھے شروع ہی سے سب پسند ہیں۔ غزلوں میں سے مجھے نازیہ کنول نازی کی غزل بہت پسند آئی وہ ہمیشہ بہت اچھا لکھتی ہیں۔ آئینہ میں اپنا نام نہ دیکھ کر تھوڑی مایوسی ہوئی مگر سوچا چلو اگلی دفعہ ہی سہی۔ آئینہ میں عطرویہ سکندر کو دیکھ کر خوشی ہوئی ویسے وہ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں۔ آپ ان سے کہہ دیجیے گا کہ وہ آنچل کے توسط سے مجھ سے دوستی کرلیں' مجھے بہت خوشی ہوگی۔ اب دعاؤں کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں' اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر کائنات! اب تو خوش ہونا......

عنفہ قیصرانی..... ڈی جی خان ۔ سب سے پہلے شہلا آپی اور تمام رائٹرز کو سلام قبول ہو' یہ میرا کسی بھی ادارے کو لکھا ہوا پہلا خط ہے اور پتہ نہیں ہے کیسے لکھا جائے۔ میں نے بہت سے ماہنامے لیے بس جو آنچل پر نگاہ ٹھہری تو دل بھی ٹھہر سا گیا۔ آنچل کے تمام سلسلے ہی زبردست ہیں "پتھروں کی پلکوں پر" ہائے نازیہ جی! (دل کندھ لیا کسی نے) زبردست جی اور پوری امید ہے کہ ہیپی اینڈ ہی ہوگا۔ "بھیگی پلکوں پر" اقرا ء صغیر احمد کی ورکنگ بس ہے۔ "یہ چاہتیں یہ شدتیں" کے بعد سمیرا شریف طور کے طویل سلسلے وار ناول "ٹوٹا ہوا تارہ" کا شدت سے انتظار ہے اور باقی بھی تمام افسانے' ناول اور ناولٹ زبردست ہوتے ہیں۔ "آنچل زندہ باد" اس کے ساتھ ہی اب اجازت چاہتی ہوں' اس دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے۔ آمین۔

☆ ڈیئر عنفہ! خوش آمدید۔

شمع فیاض... بستی بزدار ۔ السلام علیکم شہلا آپی! کیسی ہیں آپ؟ امید ہے آپ بالکل ٹھیک ہوں گی۔ آپی یہ میرا کسی بھی رسالے میں

پہلا لیٹر ہے' اس امید کے ساتھ لکھ رہی ہوں کہ آپ ضرور شامل کریں گی آپی میں آنچل کی خاموش قاری ہوں اور کئی سالوں سے پڑھ رہی ہوں' آنچل میں لکھنے والی تمام رائٹرز بہت اچھا لکھتی ہیں اور سب کہانیاں بھی زبردست ہوتی ہیں اور قسط وار کہانیاں بھی اچھی جارہی ہیں۔ خدا آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے آمین۔ ایمن وفا میرے دل کی بھی آپ کے لیے دعا ہے کہ آپ کو آپ کی مماش جائیں' میں آپ کو خوش دیکھنا چاہتی ہوں اور آپ کے کزن بھائی کے لیے بھی ڈھیر ساری دعائیں۔ آنچل پڑھنے والی تمام بہنوں کو سلام اور میری پیاری دوست ارم صبا کو بھی ڈھیروں سلام اور تمام بہنوں سے گزارش ہے کہ میں ہر وقت بیمار رہتی ہوں' میرے لیے دعا کریں خدا مجھے صحت دے۔

☆ شمع! خوش آمدید۔

سمیرا مشتاق ملک..... اسلام آباد ۔ السلام علیکم! امید کرتی ہوں کہ آپ خیریت سے ہوں گی۔ سالگرہ نمبر 2 بلاشبہ زبردست تھا' اس بار سرورق پسند آیا' سب سے پہلے "سرگوشیاں" کی طرف آئی جس میں آنچل میں چند تبدیلیوں کی بات ہورہی تھی' جی تو اللہ کرے یہ تبدیلیاں آنچل کو راس آجائیں اور دن بہ دن ترقی کی طرف گامزن ہو آمین۔ "حمد ونعت" سے مستفید ہونے کے بعد ہر ماہ جس کا بے تابی سے انتظار ہوتا ہے وہ سلسلے وار ناول جلدی جلدی "بھیگی پلکوں پر" اور "پتھروں کی پلکوں پر" کو اپنی پلکوں کی چھاؤں میں پڑھا۔ اس بار "سالگرہ اسپیشل" بھی لاجواب تھا۔ مکمل ناول میں "پتھروں کی بستی میں" نازیہ جی کا ناول بے حد پسند آیا۔ اس کے ساتھ ساتھ "محبت بین کرتی ہے" افسانہ اچھا لگا۔ "آئینہ" میں نورین کی مشکلات کا پڑھ کر بے حد افسوس ہوا' اللہ کرے آپ کی تمام مشکلات حل ہوجائیں آمین۔ آخر میں "کام کی باتیں" ساری باتیں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ آئندہ ماہ زندگی رہی تو حاضر ہوں گی' سب کے لیے بہت ہی دعائیں اور کراچی میں امن کی دعا' اللہ حافظ۔

عکاشہ انعم..... صادق آباد ۔ ہائے شہلا جی اور تمام قارئین کو خلوص کی ٹوکری سے بھرا اسلام قبول ہو۔ سب سے پہلے بات کرتے ہیں تو ٹائٹل بہت پیارا تھا۔ دلہن کو سلامی دینے کے بعد "سرگوشیاں" پڑھیں تو دل گارڈن گارڈن ہوگیا کہ جلد ہی میری موسٹ فیورٹ رائٹر کا نام شروع ہورہا' جی ہاں..... میں بات کررہی ہوں سمیرا شریف طور کی' تعارف تو اب اتنے شامل ہوتے ہیں کہ بندہ کس کس کا نام لے' خیر کبھی کزنوں سے تعارف حاصل کرکے بہت اچھا لگا۔ ارے واہ "پتھروں کی پلکیں" پڑھ کے ہماری ہی پلکیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اتنا مزے کا موڑ زبردست.. اور "بھیگی پلکوں پر" میں طغرل' راحیل کی چھینٹی لگا ہی آتا تو اچھا تھا۔ باقی کوئی اسٹوری پڑھی نہیں' اس لیے نو تبصرہ..... چند امثال کا مشاعرہ پڑھ کر تو بہت ہی مزہ آیا۔ پھر آنچل کی سالگرہ میں شامل ہوئے ایک کیک کھایا' کیک بھی مزے کا تھا اور "آپ کی شخصیت" سلسلہ ختم ہوگیا' ویری سیڈ میں تو سب سے پہلے وہی پڑھتی تھی۔ خیر کوئی گل نہیں' جو نیا سلسلہ "بزم حسن" شروع ہوگا وہ یقیناً اچھا ہوگا۔ اب اجازت دیجیے گا' اللہ حافظ۔

ای میل سے موصول ہونے والے خط

اقصیٰ شاهد..... چنیوٹ ۔ السلام علیکم! پہلی بار آنچل کی محفل میں شرکت کررہی ہوں۔ آنچل کے تمام سلسلے بہت اچھے ہیں۔ مجھے عشنا جی سے ایک شکایت ہے ان کی کہانی "اور کچھ خواب" کو لے کر' آپ بہت اچھی رائٹر ہیں لیکن اس طرح کی کہانی لکھنا میری سمجھ سے باہر ہے کیونکہ ایسا لگتا ہے جیسے کچھ کردار ہیں جن کے بارے میں ایک ہی بات لکھی جارہی ہے۔ ہر قسط ایک جیسی لگتی ہے مائنڈ مت کیجیے گا پر ایسا لگتا ہے جیسے یہ کہانی کسی ایسے رائٹر نے لکھی ہو جسے کہانی لکھنے کی سوجھ بوجھ ہی نہیں ہے' پلیز اس انداز تحریر سے ہٹ کر لکھیں۔

مبینہ شیخ... لاهور ۔ السلام علیکم! اللہ سے دعا ہے کہ آپ سب ٹھیک ٹھاک ہوں۔ آج میں نے ایک شکایت کرنی ہے' اقرا ء جی! بات پوری بھی نہیں ہوتی اور قسط ختم ہوجاتی ہے' پلیز ذرا زیادہ لکھا کریں۔ سمیرا آپ نے بہت اچھا لکھا' یہ تو ہمارے معاشرے کا المیہ ہے' بس آپ کی تحریر پڑھ کے اگر کسی کی سوچ بدل جائے تو کیا بات ہے۔ "مجھے جانے دو" بہت زبردست لکھا ہے' باقی سب سلسلے بہت اچھے ہیں۔

حیبا خان' پریشہ خان' نیمل خان..... چکوال ۔ السلام علیکم! ڈیئر آنچل اسٹاف ممبر' رائٹرز اور ریڈرز۔ کیسے ہیں آپ سب؟ مجھے آنچل پڑھتے ہوئے کچھ زیادہ برس نہیں ہوئے' میں 5 ماہ سے ریگولر آنچل پڑھ رہی ہوں اور تین بار میلو بھی کرچکی ہوں لیکن آپ نے میری کسی میل کو شامل نہیں کیا۔ خیر امید پر دنیا قائم ہے۔ آنچل شروع سے لے کر آخر تک اے ون ہے۔ اسپیشلی قسط وار ناولز آنچل کی جان ہیں۔ مجھے تینوں ناولز بے حد پسند ہیں۔ میری تمام بیسٹ وشز ان رائٹرز کے ساتھ ہیں۔ خاص طور پر نازی آپ کی ہر تحریر اور آپ کی دل کو چھو لینے والی نظم بہت بہت زیادہ پسند ہیں۔ اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔ میرے کوٹ سے گاؤں "میاں میر" کی تمام لڑکیوں کو محبتوں بھرا اسلام قبول ہو۔ اوکے جی ایا جازت' اللہ حافظ۔

تاخیر سے موصول ہونے والے خط

وجیہہ یاسمین' بہاولپور۔ فضہ ہاشمی' عارف والا۔ شگفتہ کوثر' بہاولپور۔ آر عطاریہ' بارہ قطعہ۔ کومل رباب' لاہور۔ رانی اسلام' گوجرانوالہ۔ صنم ناز' گوجرانوالہ۔ جانان' چکوال۔ طاہرہ نسیم' جہانیاں۔ ماہ نور' ماہ رخ رباب' شاہ کوٹ۔ الفت زہرہ سراج' خانیوال۔ شہزانہ عارف' پکادارہ۔ گلناز سراج' بہاولپور۔ فائزہ بھٹی' پتوکی۔ صدف سلیمان' شورکوٹ شہر۔ انیلہ اکرم' لودھراں۔ ایمن وفا' جھنڈو۔ انا احب' گجرات۔ پری وش گوندل' منڈی بہاؤالدین۔

وست کا پیغام آئے

ہما احمد

تمام رائٹرز کے نام

السلام علیکم! دعا ہے کہ اللہ رب العزت آپ کو ہمیشہ خوش رکھے آنچل کے توسط سے آپ کے ایک نہایت ہی پیارا رشتہ بن گیا ہے۔ ایک درخواست کے ساتھ حاضر ہوئی ہوں بہت عرصے سے ایک خیال پنپ رہا تھا ذہن میں سوچا آج لکھ ڈالوں۔ ہر کہانی میں لڑکی حسن کا مرقع ہی کیوں ہوتی ہے؟ رنگ گورا ہی کیوں؟ آنکھیں پُرکشش ہی کیوں؟ متناسب جسم ہی کیوں؟ رنگ سانولا بھی تو ہوسکتا ہے۔ آنکھیں بڑی بڑی ہونا ضروری تو نہیں ہے موٹی لڑکی محبت نہیں کرسکتی یا اس سے محبت نہیں ہوسکتی کسی کو؟ لڑکی بااعتماد ہی کیوں ہوتی ہے؟ گھبرائی ہوئی خود سے ناراض لڑکی بھی تو محبت کے دریا میں کود سکتی ہے۔ صرف حسین لڑکیاں ہی کیوں محبت کی حق دار ہوں کیا صرف حسن کی قسمت میں محبت کا حصول لکھا ہے ایسا نہیں ہونا چاہیے...... میں آپ کو لڑکی کی ایک اور قسم بتاتی ہوں! کچھ لڑکیاں ایسی ہوتی ہیں جو کنفیوژ گھبرائی ہوئی ڈری ہوئی خود سے ناراض ساری دنیا سے خفا تنہائی پسند ہوتی ہیں۔ انتہائی عام شکل وصورت موٹی کسی حد تک احساس کمتری میں مبتلا ہوتی ہیں۔ محبت میں مبتلا اور اس کو کھو دینے کے خوف سے آنسو بہانے والی یکطرفہ محبت کی اذیت میں جلنے والی ہوتی ہیں۔ دل کا مکین سامنے آجائے تو ہاتھ لرز جائیں دل کانپ اٹھے آنکھ اٹھنے سے انکاری ہو لب کپکپا اٹھیں بولنے سے انکاری ہوں۔ نہیں پتا کہ اب کیا کرنا ہے۔ اگلا اقدام کیا ہوگا۔ کبھی کسی نے اس کا نام لے لیا سامنے تو دل ستر کی بجائے سو کی رفتار سے بھاگ اٹھا۔ پتا نہیں کتنی دھڑکنیں رہ گئیں۔ یکہ طرفہ محبت میں بہت اذیت ہوتی ہے۔ ایسی لڑکی کی کہانی بھی تو ہوسکتی ہے جس کی محبت یک طرفہ ہو خود نہ بتا سکتی ہو نہ چھپا سکتی ہو۔ کہہ دینے کی خواہش رکھتی ہو پر دل کی مسند پر براجمان شخص کی ناراضی سے ڈرتی ہو۔ اس سے خود ہی روٹھتی ہو اور خود ہی منتی ہو۔ اس کی خوشبو سے اس کو پہچان لینے والی جس کی صبح اس نام سے ہوتی ہو اور شام کے بعد بھی وہ اس کی یاد میں کھوئی رہے۔ چاہے وہ بے خبر ہو جو دھڑکنوں کا ساتھی ہے اس سے بات کرنے کی متمنی ہو لیکن جب وہ بات کرے تو الفاظ کھونے لگیں اظہار کی ہمت نہ ہو اس میں لیکن دل کا راز بتانا بھی چاہتی ہو۔ ہر دم اس کی موجودگی کو محسوس کرنے والی اس سے وابستہ لوگوں تک سے پیار کرنے والی دعاؤں میں سب سے پہلے اس کا نام لینے والی۔ ہاں بہنو! ایسی لڑکی بھی ہوتی ہے۔ مجھے بس اتنا پوچھنا ہے کہ کیا اس لڑکی کو اس کی محبت مل جائے گی جب کہ اس کی محبت میں کوئی کھوٹ لالچ نہیں ہو۔ ایک درخواست کروں گی کہ ایسی لڑکی کی بھی کہانی لکھیں میں جاننا چاہتی ہوں کہ ایسی لڑکی محبت میں کامیاب ہوتی ہے یا نہیں آپ لکھیں گی ناں......!! والسلام۔

عقیقہ احمد...... منڈی بہاؤ الدین

آنچل فرینڈز کے نام

آنچل فرینڈز کو زاہدہ ملک کا پُرخلوص سلام! جی جناب کیسے ہیں آپ سب؟ باربی ڈول اریبہ شاہ (عرف چڑیل) پری چوہدری جاناں امیمہ امید کوثر ثناء بشریٰ صنم ناز شہنیل ہمیشہ خوش رہو تمام آنچل فرینڈز جن کے نام لکھے اور جن کے نہیں لکھے سے گزارش ہے کہ میرے ایگزامز کی کامیابی کے لیے دعا کریں (کریں گی بھی؟)۔ کردی شکریہ! میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں کہ ایگزامز کی وجہ سے آج کل آنچل سے تھوڑا دور ہوں لیکن...... لیکن تمام کے تمام ست رنگے آنچل باقاعدگی سے منگوا کر رکھ رہی ہوں کہ ایگزامز کے بعد اطمینان سے تسلی سے پڑھوں گی۔ آنچل اسٹاف ریڈرز اور رائٹرز مجھے بھول نہ جانا۔ پری چوہدری رقیبوں سمیت (ہاہاہا) شاہ جی نرالی منطق والی جاناں جو (شکریہ) کہنے لگی ہے ثناء

پاکستان ٹیم کی دشمن میری اور اریبہ کی مشترکہ دشمن (جی ہاں سچ کہہ رہی ہوں) صنم ناز مناسب بیلنس رکھنے والی شہنیل سادہ سی پُرخلوص سی اور کیوٹ امن محبوب زنیش ایوب کا بہت شکریہ کہ ان سب نے مجھے میرے جنم دن یعنی 28 فروری کو یاد رکھا اور باقی تمام لاپراؤں بے حسوں کا بھی شکریہ (طنزیہ کہہ رہی ہوں کم کوشو؟) امیمہ بہت ناراض تھی جب میں نے اسے وش نہیں کیا لیکن پرنسز میں تم سے ناراض نہیں ہوں آخر میں سب کو سلام۔

زاہدہ ملک...... دیپالپور

فرینڈز کے نام

سب کو سب سے پہلے سلام! کیسی ہو سب؟ میمونہ اینڈ ماریہ تم دونوں کے میسیجز تم دونوں کی صحت کا پتا دیتے ہیں۔ ماریہ! تم آج کل اپنا ڈبل خیال رکھا کرو۔ سدرہ تم ہادیہ کو میرا پیار دینا۔ غزالہ! میں ایک بار جس سے دوستی کروں پھر اسے کبھی نہیں بھولتی اور تم سب کے ساتھ تو میں نے کالج لائف کے بہترین دن گزارے ہیں۔ سنو سدرہ! نہیں! تم سمیت سب مجھے یاد ہیں۔ سعیعہ! تم کیا کررہی ہو آج کل؟ ممتاز باجی! اگر آپ آنچل پڑھتی ہیں اب بھی تو میں آنچل کے ذریعے 6 سال بعد آپ سے مخاطب ہونا چاہ رہی ہوں۔ اگر میں یاد نہ آؤں تو ذہن میں مس ساجدہ کا پیریڈ لائیے گا۔ میں فٹ یاد آجاؤں گی اور ماجو خان آپ کو شادی کی بہت بہت مبارک ہو۔ فوزیہ سحر کائنات فرح طاہر قریشی انا انجم عائشہ انجم ایش آپ سب کو میرا سلام پلس دعا۔ فرح تم سے بات کرکے بہت اچھا لگا تم خود بھی بہت اچھی ہو...... اب اجازت اللہ حافظ۔

انعم خان...... ہری پور ہزارہ

اپنی فیملی اور فوزیہ سلطانہ جو جی کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہے فوزیہ جی! مجھے آپ کی دوستی جی جان سے قبول ہے (شکر ہے کسی نے تو دوستی کے قابل سمجھا) مجھے بہت اچھا لگا ہے۔ فوزیہ آپ اپنا تعارف بھی بھیجیں نا آنچل میں شکیلہ آپی (گکھڑ منڈی) اور ہادیہ نور ابوبکر بھیا آپ تینوں کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو اور (ہاں) کیک کھلانا مت بھولیے گا اور ابوبکر بھیا آپ کی شادی جون میں ہے اور سالگرہ بھی جون میں تو دو خوشیاں ایک ساتھ میں بہت انجوائے کروں گی آپ کی شادی پر۔ میری اللہ سے دعا ہے کہ آپ کی شادی اچھے طریقے سے ہوجائے اور آپ ہمیشہ خوش رہیں آخر میں نبیلہ آپی مصباح آپی مکیہ ندیا نور ہادیہ نور اور عمر فاروق بھیا آپ کے لیے بہت سی دعائیں اور پیار۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

پیارے عابد سویٹو کے نام

ہیلو کیسے ہو؟ اوہو پریشان مت ہو جی! میں ہی ہوں آپ کی اپنی وہ ہی بوجھ لو...... یاد آیا وہ ہی مسکان دانت مت نکالو وش کرنے کے لیے ہی آنچل میں انٹری ماری ہے Happy Birthday to You May Sweat 25Sweeto جون کو آپ کی برتھ ڈے ہے نا تو پھر سوچا کیوں نا اپنے دوست آنچل کے ذریعے وش کروں یقیناً آپ کو میرا سرپرائز اچھا لگے گا میری دعا ہے آپ ہزاروں سال جیو خوشیوں اور محبتوں کے درمیان مگر مجھے بھولے تو پھر خیر نہیں آپ کی سمجھ آئی آپ کی ہوں ہوں ہوں آ گئی نا سمجھ بولنا مت سب سن لیں گے کہ میں تو اچھی ہوں ناں جی ہاہاہا اور ہاں اپنا بہت سا خیال رکھا کریں دکھ ایک سائل تو دو ہاں ہاں ایک اور ویری گڈ اسی طرح ہنستے مسکراتے رہا کریں۔ رئیلی ہاں ناں سویٹو۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا چلتی ہوں ارے کوئی تو روک لو آپ کی اپنی بہلی او ہو مطلب مسکان نے بدا کھا۔

مسکان عابد...... کاغان

نازیہ کنول نازی سمیرا شریف طور کرن وفا عطر وبہ سکندر کے نام

السلام علیکم! جی تو آپ لوگ حیران ہوگئے یہ کون نازل ہوگیا ہے۔ جی! ہم اپنا تعارف خود ہی کروا دیتے ہیں ہمارا نام شابہ ہے۔ ہم کراچی میں رہتے ہیں۔ تعلیم ہماری جی آپ کو کیا بتائیں تعلیم تو اتنی نہیں ہے صرف پانچ کلاسیں پڑھی ہیں آنچل تو پڑھ ہی لیتے ہیں۔ مجھے نازی آپ کا ناول "پتھروں کی پلکوں پر" اچھا لگتا ہے۔

سمیرا شریف طور آپ کے ناول کی میں کیا ہی تعریف کروں "یہ چاہتیں یہ شدتیں" ہی کی وجہ سے میں نے آنچل ڈائجسٹ پڑھنا شروع کیا ہے۔ نازیہ کنول نازی، سمیرا شریف طور، کرن وفا، عطروبہ سکندر اور دوسری آنچل پڑھنے والی بہنوں سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ کیا آپ لوگ مجھ سے دوستی کریں گی؟ ارے آپ لوگ پتا نہیں دوستی کریں یا نہ کریں لیکن آپ لوگوں کی طرف سچے دل سے دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے اب آپ لوگ میرا یہ معصوم ہاتھ تھامیں یا ٹھکرائیں یہ فیصلہ آپ لوگوں کو کرنا ہے۔

شبانہ...... کراچی

برتھ ڈے وِش سر ذیشان چوہدری

اُف! اتنی گرمی میں آپ دنیا میں آئے ذیشان بھائی! دیکھا جناب! لگا نا جھٹکا' وہ بھی اس وقت جب لائٹ گئی ہوئی ہے ہاہاہا۔ جی آپ کی سالگرہ ہو اور عابد ولت کو یاد نہ ہو۔ زندگی کی یہ اٹھارویں (بقول آپ کے) سالگرہ بہت بہت اور بہت ہی مبارک ہو۔ جی ذیشان بھائی! آپ جئیں ہزاروں سال (حالانکہ آپ ہرگز دیو نہیں پھر بھی دیوؤں والی دعا دی' ہاہاہا...... کیسا؟) ارے ارے ناراض مت ہو' میں سنجیدہ بلکہ رنجیدہ ہوں کہ آپ کو برتھ ڈے وِش کرتی ہوں تو جناب 26 جون کو دنیا میں تشریف لے ہی آئے۔ ہیپی ہیپی برتھ ڈے مائی سویٹ بھائی جی! اللہ آپ کو صحت تندرستی اور ذہنی و قلبی خوشیوں اور سکون والی زندگی عطا کرے۔ جو آپ چاہتے ہیں' سوچتے ہیں سب آپ کی قسمت کی لکیروں میں لکھ دے' آمین ثم آمین اور ہاں' آپ کے لیے کی گئی دعا میں اضافہ کہ آپ کے ایف ایم چھوڑنے سے پہلے ایک شو میں آپ کے ساتھ Combine کروں تاکہ آپ کو محمد یوسف کے بتائے ہوئے گھسے پٹے گانوں کے بجائے فٹ سے Songs' اچھے گانوں کو Play کرنے کا موقع ملے' ہاہاہا۔ لگایا نا چھکا محمد یوسف پاجی! باقی ماریہ' رباب' زونیا' رابعہ بصری ملک اور بہت سی آپ کی Patestal Fans کی طرف سے آپ کو سالگرہ بہت مبارک ہو اور جاتے جاتے سرور وحید شیخ کی خدمت میں سلام اور ریکوئسٹ کے چونکہ آپ کو N.I.C اب مل جائے گا' اس لیے آپ کو انٹرنیشنل شو کرنے کی اجازت دے دیں' ہاہاہا۔ سر جی! سمجھ تو آپ گئے ہوں گے؟ آنچل کی تمام قارئین کو سلام اور دعا اور ماریہ' رباب پریشان نہ ہو۔ تمہیں بھی ایسی شاندار وِش کروں گی' ہی ہی ہی......

ماہ وِش گل...... واہ کینٹ

جان سے پیارے چاچو کے نام

السلام علیکم پیارے چاچو! امید ہے آپ ٹھیک ہوں گے اور بہت خوش ہوں گے اور خوش کیوں نہ ہوں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت پیارا بیٹا عطا کیا ہے' اللہ کرے آپ ایسے ہی ہنستے مسکراتے رہیں اور جلدی سے پاکستان آئیں اور مٹھائی کھلائیں اور یقیناً آپ یہ پیغام پڑھ کے بہت خوش ہوں گے' ویسے بھی خوش کیوں نہ ہوں جی دو دو رشتے جو ہیں چاچو بھی ہیں اور خالو بھی ہیں آپ اور ہاں میں نے آپ کو کہا تھا کہ نام بے بی کا یہ رکھیں گے "صائم احمد" اور باقی سب کو بہت بہت پیار وسلام کہیے گا اور ان دنوں دادا جان اور ماموں کی برسی گزری ان کی کمی کا احساس شدت سے ہوا' خدا ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے' آمین۔ ان کا کوئی نعم البدل نہیں' یہ ہم سب جانتے ہیں اور اینڈ پر فیصل' محسن' ذیشان' جویریہ' ثوبیہ اور باقی تمام فرینڈز کو سلام و دعا اور احسن! تم انسان بن جاؤ' کب تک یوں ہی خالہ کو پریشان کرتے رہو گے' کچھ خیال کرو' ان کے بڑھاپے کا' پلیز باقی سب کو سلام۔ چاچو! اللہ حافظ آپ کی بھتیجی و بھانجی۔

مدیحہ نورین مدوح...... برنالی

آنچل فرینڈز کے نام

السلام وعلیکم! ڈیئر فرینڈز کیسی ہو آپ سب؟ آج سوچا آئینہ کے ساتھ ساتھ پیغام میں بھی آپ سے بات کروں' پیغام دوں اگر کبھی آنچل والوں نے اس سلسلے میں جگہ دی تو آپ تک میرا پیغام پہنچ ہی جائے گا۔ دوستو آپ سے کہنا تھا کہ آپ سب بہت اچھی ہو' آپ کی دوستی آپ کا پیار بھرا ساتھ میرے لیے بہت انمول ہے' مگر مجھے اس سے ڈر بھی لگتا ہے کیونکہ یہ سب مجھے راس نہیں آتا۔ سب دوست ایک نہ ایک دن ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ ایک نیا دکھ' نیا زخم دے کے چلے جاتے ہیں' مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں' ہاں' کبھی آپ کو میری کوئی بات بُری لگے' آپ مجھ سے دوستی ختم کرنا چاہو تو پہلے وجہ ضرور بتا دینا' آزمانا مت' پہلے ہی بہت آزمائشیں ہیں زندگی میں۔ دوست بھی آزمائیں گے تو کیسے زندگی کا سفر سکون سے کٹے گا' خوش رہو ہمیشہ۔ مس مہک ملک آپ تو غائب ہو چکی ہو' کیا دوستی بھی ختم کر دی آپ نے یا اسٹڈی میں بہت مگن ہو' خیر کوئی بات نہیں B Happy For ever' بشریٰ ڈیئر آپ بہت اچھی ہو' مجھے آپ کی دوستی پر فخر ہے' مجھے کبھی کبھی یقین نہیں آتا کہ میں آپ کی فرینڈ ہوں' آپ بہت عظیم ہو۔ عافیہ آپ لوٹ آئیں بہت اچھا لگا ورنہ جو چھوڑ جاتے ہیں وہ واپس نہیں آتے شاید آپ کو تھوڑا احساس ہو ہی گیا ہمارا۔ نازی جی! آپ گریٹ ہو پر پریشان مت رہا کریں' خدا آپ کی امی کو جلد صحت یاب کرے' آمین۔ اریبہ رابی ڈیئر' ثومی' ندا' بادیہ' کومل' فیری' بشریٰ ملک Sad' Sad فاری ملک' گوری خان' ثنا اعوان (انابیہ علی آپ اداس اچھی نہیں لگتیں' جاشیہ اور ارسل کو میری طرف سے پیار دینا) فروہ یار تم سے بات کر کے ساری ٹینشن دور ہو جاتی ہے' خوش رہو۔ کرن ڈیئر! خوش رہا کرو۔ نیناں شاہ تم کو جب سے نئی دوست ملی ہیں تم جاناں کو بھول گئی ہو۔ زوبی رانا! تم کہاں گم ہو گئیں' رابطہ کر کے بھول گئیں۔ زوبی بیسٹ آف لک' تم کو سائرہ لنگڑیال آ بھی جاؤ اب۔ شہنی یار! شہیلہ یونس تم سے مخاطب ہوں تمہارا پیار میرے لیے انمول ہے' ام کلثوم میں آپ کے ساتھ ہوں' مت اتنا چاہو مجھے' میں اس قابل نہیں ڈیئر! تحریم تم خود کہاں غائب ہوتی ہو' گلے شکوے مت کیا کرو۔ آپ سب خوش رہو' جاناں کو بھول مت جانا۔ بائی فرینڈز اب اجازت دو' اپنی فرینڈ کو' خدا حافظ۔

جاناں...... چکوال

فرح طاہر اور بچہ پارٹی کے نام

ڈیئر فرح! امید کرتی ہوں کہ آپ خیریت سے ہوں گی۔ 31 مئی کو آپ کی برتھ ڈے ہے' میری طرف سے آپ کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ خدا آپ کی زندگی میں ڈھیر ساری خوشیاں لائے اور آپ کی ہر تمنا پوری ہو اور بچہ پارٹی کیسے ہو آپ؟ دانیال تمہارا تو ٹماٹر کھا کھا کر رنگ ٹماٹر جیسا ہو گیا ہے۔ موٹو ٹماٹر کم کھایا کرو اور بلال تمہیں تو تھپڑ مارنے کو جی چاہتا ہے (پیار سے) اور پٹاخہ زینی تم کیسی ہو؟ امید ہے ٹھیک ٹھاک' چیختی چلاتی ہو گی اور احمد تمہیں پریپ کلاس میں سیکنڈ پوزیشن لینے پر میری طرف سے پیارا سا (Kiss)۔ فیصل اور قادر تم دونوں آپس میں کم لڑا کرو' کبھی پڑھائی پر بھی دھیان دیا کرو اور موٹی زارا! تم بس بیٹھ کر سوچا کرو' آخر میں تمام سسٹرز' سلمیٰ' سائرہ' نیلوفر' زارا' بھابی' الماس' آنٹی مہناز سب کو میرا پیار بھرا سلام' اللہ حافظ۔

صدیقہ خان...... باغ آزاد کشمیر

سویٹ فرینڈز اور لولی سسٹر کے نام

السلام علیکم! کیا حال چال ہیں؟ سب ٹھیک ٹھاک ہو۔ ثنا! تم کیسی ہو؟ امید ہے ٹھیک ٹھاک ہو گی' ایڈجسٹ ہو گئی ہو' میں تمہیں بہت یاد کرتی ہوں' دل لگا کر پڑھائی کرو' ہم سب کی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ سدرہ باجی کو بھی سلام کہنا۔ شیما جانی! آپ کیسی ہو' بھئی آپ تو بہت فاسٹ چل رہی ہو' اتنی بڑی ترقی کر لی ہے' بہت بے وفا ہو' کبھی میسج تو کر لیا کرو۔ اوہو! صوفیہ اور شیبا! بھئی تم دونوں کے منہ کیوں پھولے ہوئے ہیں' تم لوگوں کو بالکل نہیں بھولی۔ آئی مس یو آل آف یو مائی فرینڈز۔ یاسمین! تمہیں میرا اسلام۔ آنچل تو پڑھتی ہو نا یا چھوڑ دیا ہے' او کے پھر ملاقات ہو گی' اللہ حافظ۔

ثمرہ محمود...... جگلوی باغ' آزاد کشمیر

بہت ہی اپنوں کے نام

السلام علیکم! ان لوگوں کے نام جو میری زندگی کا حاصل ہیں۔

میں نے مانگی ہے تیرے لیے یہ دعا کہ......
تجھے کبھی نہ کوئی دکھ ملے
تجھے زندگی کا ہر سکھ ملے
تیرا دل نہ ہو کبھی خفا
تو مسکراتی رہے سدا
میں نے مانگی ہے تیرے لیے یہ دعا
رحیم تجھ پر رحم کرے اور دکھائے تجھ کو سیدھی راہ
تیرے گھر میں بھی سکون ہو
اور ٹل جائے ہر بھلا
وہ رحمان ہے میرا خدا
کرے گا قبول میری دعا!
آمین!!

نمیرہ شیخ......گوجرانوالہ

طاہرہ نسیم' عائشہ نسیم اور زرینہ فقیر کے نام

السلام علیکم! ڈیئر طاہرہ کیسی ہو؟ اور آج کل کیا کر رہی ہو؟ اور تمہاری B.Ed کی پڑھائی کیسی جا رہی ہے۔ لگتا ہے کہ تم تو مجھے بھول ہی گئی ہو جو کوئی رابطہ ہی نہیں ہے اور تمہاری سسٹر عائشہ وہ کدھر ہے؟ وہ بھی کافی عرصے سے مجھ سے ملی نہیں ہے۔ کہاں مصروف ہو تم دونوں اور زرینہ تم کہاں غائب ہو گئی ہو۔ شادی کا ارادہ تو نہیں ہے جو کیمپس میں آتی ہی نہیں ہو؟ اگر تم تینوں میرا یہ پیغام پڑھ رہی ہو تو جلد از جلد مجھ سے رابطہ کرو۔ کیونکہ میں تمہارے بغیر بہت اداس ہوں اور ساری بی ایڈ کلاس کو میری طرف سے سلام اور دعائیں کہنا اور اپنا خیال رکھنا اور مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھنا' اللہ حافظ۔

عابدہ نسیم......چیچہ وطنی

اپنی فرینڈز کے نام

السلام علیکم! ڈیئر فرینڈز! کیسی ہیں؟ امید ہے کہ خیریت سے ہوں گی' سعدیہ بشیر (چک 7) اقراء (ملتان) اور آمنہ' سورہ (لاہور) اللہ کرے آپ سدا یونہی ہنستی مسکراتی رہیں اور اب آنچل کی فرینڈز طاہرہ ملک کیا حال ہے؟ اریبہ شاہ' ظل ہما' رابعہ اکرم' نبیلہ خان موں اور کرن شاہ' عطرو بہ حجاب' سمیرا مشتاق اور باقی سب فرینڈز کو دعائیں اور سلام اور آخر میں اپنی عزیز از جان بہن اقصی ماہ نور سدا ہنستی مسکراتی رہو اگر تم نہ ہو تو مجھے آنچل کون لا کر دے گا؟ والسلام!

الفت زہرہ راج......تلمبہ

کلاس میٹ زریاب خان کے نام

آج بازار میں پھول بکتے دیکھے
تو قدم رک سے گئے
کسی نے ایک بار کہا تھا
دوست پھول جیسے ہوتے ہیں
اور مجھے تم یاد آ گئے

کامران خان......کوہاٹ

موسم کے بدلتے رنگوں کے نام

السلام علیکم فرینڈز! کیسی ہیں؟ اللہ آپ سب کو ہمیشہ میری طرح ہنستا مسکراتا اور خوش باش رکھے اور سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے' آمین۔ سب سے پہلے تو غزل ملک تمہاری خبر لینی ہے' ایسی بھی کیا رازداری تھی جو یوں چپ چاپ غائب ہو گئیں۔ یہ میسج پڑھو تو پلیز رابطہ کرو۔ سعدیہ کلثوم مئی میں تمہاری سالگرہ ہے' بہت بہت مبارک ہو اور اللہ تمہیں ہمیشہ اپنے میاں کے ساتھ ہنستا مسکراتا رکھے۔ اب باری ہے بہت اسپیشل فرینڈ اور سب سے عزیز ہستی کی تو مئی میں میرے بہت سویٹ سے بھائی آصف کی سالگرہ تھی' بگ بی! آپ کو سالگرہ اور جاب دونوں کی ڈھیروں مبارک باد۔ آپ کی بہن کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں (آپ بس آئسکریم یاد رکھیں میری)۔ سمیعہ کہاں غائب ہو یار! ارم آپی آپ کو دو ننھی پریوں کی آمد پر ڈھیروں مبارک باد' اللہ انہیں نیک اور صالح بنائے' آمین۔ عائشہ ملک میں ہرگز بھی مغرور اور بددماغ نہیں ہوں۔ یار بس ٹائم نہیں ملتا اور کوثر تمہاری سالگرہ بھی مئی میں تھی بہت مبارک ہو۔ جگنو پلیز پلیز یار! رویا مت کرو اور تھوڑی بڑی ہو جاؤ' سبھی دوستو کو سلام' ان کے لیے بھی دعا جنہیں شکوہ ہے کہ میں اپنے پیغام میں

ان کا نام نہیں لکھتی۔ ان دونوں سے میرا ایک ہی سوال ہے کہ کیا تم لوگوں نے مجھے اس قابل رہنے دیا ہے کہ اس دوستی کا بھرم اور نام قائم رکھتی جب کہ رابطہ ختم کرنے والی بھی تم لوگ ہی تھیں۔ بہر حال جہاں رہو' خوش رہو۔ میرے دل سے تو دعا ہی نکلتی ہے' سبھی دوستوں کے لیے دعا' اللہ حافظ' دعاؤں کی طالب۔

ظل ہما......فیصل آباد

پیاری بہنوں اور دوستوں کے نام

السلام علیکم: پیاری ثانیہ! کیسی ہو؟ سوری میں تمہارا پوچھنے تمہارے گھر نہیں آ سکی۔ تمہیں آنچل کے ذریعے پوچھ رہی ہوں اور میری دعا ہے تم جلد ٹھیک ہو جاؤ۔ سویٹ سسٹر شبانہ غصہ کم کیا کرو۔ میری بہن صحت پر اثر پڑے گا اور تمہاری سب دوستوں کو میرا اسلام ثانیہ' سونیا' بابرہ' نشا' کرن' میری دعا ہے کہ تم سب ایسے ہنستی مسکراتی جیو اور محبت سے رہو اور شہلا آپ بھی میرا اسلام قبول کیجیے گا اور میری پیاری دوست بختاور کیسی ہو؟ تم کہہ رہی تھیں نہ کہ میرا نام بھی رسالہ میں بھیجنا' لو جی آ گیا۔ تم سب خوش رہو' آپی صغرا' کلثوم۔ اپنا بہت سارا خیال رکھنا اور میرے لیے دعا کرنا' آپ کی دوست آپ کی بہن!

رافیہ بلوچ...... گھوٹکی' سندھ

ناراض دوستوں کے نام

میری پیاری دوستو! آنچل کی محفل میں' میں تم لوگوں کے گلے شکوے دور کرنے کے لیے حاضر ہوئی ہوں۔ سب سے پہلے میری پیاری دوست ثریا رئیلی رئیلی سوری! میں تمہاری شادی پر نہیں آ پائی۔ ڈیئر فیری! پلیز راضی ہو جاؤ۔ فردوس اور مریم آپ دونوں کو شادی مبارک اور ڈھیر ساری ویل وشز۔ نیز وہ اشتیاق میری بیسٹ فرینڈ پلیز تم مجھ سے کبھی بھی ناراض نہ ہونا۔ تمہارے جیسی دوست میں یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ پوری دنیا میں بھی نہ ہو گی۔ ظل حرا' آمنہ قرۃ العین' نمرہ' سعدیہ' فوراسٹار' معظمہ' ساریہ' نیلم' عظمیٰ' حمیرا' شبین آنٹی لو یو آل۔ میں اپنے پیارے رشتے کھونے سے ڈرتی ہوں' پلیز آپ سب مجھ سے کبھی بھی ناراض مت ہونا' دعاؤں میں یاد رکھنا' آپ سب کی اپنی!

مریم منور گل......سمندری

ڈیئر فرینڈز اور پیارے ٹیچرز کے نام

سلام! سیکنڈ ائر کی پریوں! کہاں چلی گئی ہو تم سب؟ یار آئی مس یو۔ منہ تو بند کر لو میں ہی ہوں تمہاری کلاس فیلو۔ صدف ڈیئر! بڑی جلدی کالج چھوڑ دیا' کچھ دن تو آ جاتیں۔ فاطمہ تم اب تو چندا اس سیکرٹ لڑکی کا نام بتا دو۔ مجھے ہی بتا دو' چلو کسی کو نہیں بتاؤں گی اور باقی بھوتنیوں کے نام بھی لے لوں۔ راشدہ' کرن' سدرہ' فروا' فائزہ' رابعہ' عدیلہ انور' مصباح آپ سب کیسی ہیں؟ پیپرز کی تیاری کیسی ہے؟ راشدہ' سدرہ اور فروا' ہاں فائزہ تم بھی...... تم چاروں کا بہت شکریہ اور کرن ڈیئر! آپ ذرا Sad Mood کم کر لیں۔ آپ سب بہت اسپیشل ہو میرے لیے۔ میں آپ سب کو بہت یاد کرتی ہوں اور پیاری پیاری ٹیچرز! مس ساجدہ نزہت اور شکیلہ آصفہ! آپ سب کو سلام اور دعا آپ لوگوں کے لیے کہ آپ ہمیشہ خوش رہیں۔ ہمارا آخری ہفتہ ہے کالج کا ہماری غلطیاں معاف کر دیں آپ سب اور سدرہ' کرن اور راشدہ آپ لوگ واقعی' بہت اچھی ہو اور فروا (شیر) تم ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہو۔ فائزہ تم تو ہو ہی سویٹ' اچھا تم سب لوگ رابطے میں رہنا' مجھے بھول نہ جانا اور صدف بی بی! تم نے مجھے بات نہیں بتائی (وہ والی)۔ اچھا دل لگا کر پڑھنا' مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا۔ کرن آپ بھی اور آپ تو...... آپ سب کے لیے ایک شعر:

خدا کرے خوش نصیبیاں آپ کا مقدر بنیں
خدا کرے کہ آپ اپنے وقت کے سکندر بنیں

اچھا جی بائے بائے!

عدیلہ طارق......مقام نہیں لکھا

ہم سے پوچھئے

شمائلہ کاشف

مدیحہ نورین مدوح...... برنالی

س: اُف! اتنی گرمی ہے پنکھا تو چلائیں؟

ج: موم بتیاں بجھ جائیں گی۔

س: سردیاں جلدی اور گرمیاں لیٹ کیوں گزرتی ہیں؟

ج: تکلیف کے دن لمبے ہوتے ہیں۔

س: لسی روٹی لے کر جانا باہر کھیتوں میں کیسا لگتا ہے؟

ج: زبردست!

س: مچھر اور مکھی کا کیا رشتہ ہے دونوں گرمی میں آتے ہیں؟

ج: ان بہن بھائی کو سردی بہت لگتی ہے ناں اس لیے۔

س: عشق حاصل ہے کہ لاحاصل ہے؟

ج: کرنے والے پر منحصر ہے۔

س: آپی! مجھے میرا بچپن واپس لادیں ناں؟

ج: کیا تم بڑی ہوگئیں؟

س: دل لگی اور دل کی لگی کیا ہے؟

ج: دونوں کا انجام ایک ہی ہے یعنی موت۔

س: رنگِ کائنات کا دلکش رنگ کون سا ہے؟

ج: ظاہر ہے وجودِ زن کا۔

س: خواہشوں کے دریا سے کیسے نکلوں؟

ج: اللہ تعالیٰ سے لو لگا کر۔

رانی اسلام...... گوجرانوالہ

س: شمائلہ جی! یہ خوشیاں اتنی جلدی واپس کیوں لوٹ جاتی ہیں؛ جس طرح کہ بہار؟

ج: سچی خوشی تو ہمیشہ رہتی ہے۔

س: شمائلہ جی! میرے سیکنڈ ائر کے پیپر ہونے والے ہیں؛ دعا کیجیے گا کہ ٹھیک ہوجائیں؟

ج: اللہ تعالیٰ تمہیں کامیاب کرے ہماری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں؛ محنت بھی کرنا۔

س: شمائلہ جی! اب ہمیں اجازت دیں اور کسی اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت کریں؟

ج: اللہ تعالیٰ تمہاری ہر نیک اور جائز خواہش پوری کرے آمین۔

فوزیہ سلطانہ جو جی...... تونسہ شریف

س: ہمارے بونگے سوالات...... اُف آپ کا تو دماغ گھوم جاتا ہوگا ناں؟

ج: ارے...... ایسی بات کیوں کی؟

س: آپی! آپ کے دماغ میں کوئی کمپیوٹر فٹ ہے کیا؟

ج: اللہ نے ہر انسان کے دماغ میں کمپیوٹر سے زیادہ طاقت رکھی ہے۔

س: آنی! اگر آپ سے کوئی ناراض ہوجائے تو آپ اسے فوراً منالیتی ہیں کیا؟

ج: جی! اور منالینا بھی چاہیے۔

س: آنی! آپ کی ڈیٹ آف برتھ کیا ہے؟ تاکہ ہم آپ کو برتھ ڈے پروش تو کرسکیں؟

ج: خواتین سے ڈیٹ آف برتھ نہیں پوچھتے' دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھیں' صرف ایک مخصوص دن میں نہیں۔

طیبہ نذیر...... گجرات

س: عورت کا کون سا روپ سب سے خطرناک ہوتا ہے؟

ج: انتقام کا۔

س: آپی جی! بے چینی سے کیسے چھٹکارا پایا جائے؟

ج: اللہ کو یاد کرکے۔

س: آپی جی! آپ کے دل کی کوئی ایسی بات جو آپ نے کسی سے نہ کہی ہو تو جلدی سے مجھے بتادیں؛ مجھے خوشی ہوگی؟

ج: ذرا کان قریب کریں۔

س: آپی جی ہمیشہ اپنے ہی دکھ کیوں دیتے ہیں؛ کیا انہیں ذرا سا بھی خوف خدا نہیں ہے؟

ج:
غم دے مستقل کتنا نازک ہے دل یہ نہ جانا
ہائے ہائے یہ ظالم زمانہ......

طاہر نسیم' اقراء نسیم...... جہانیاں

س: آپی آپ کی نگری میں پہلی مرتبہ شرکت کررہی ہوں جگہ ملے گی یا واپس......؟

ج: پورا پلاٹ حاضر ہے...... سر آنکھوں پر۔

س: وہ ہم کو جان سے عزیز اور پیارا ہے بوجھو تو کون؟

ج: آنچل

س: جب آپ اداس ہوتی ہیں تو کیا کرتی ہیں؟

ج: آنچل کی شرارتی کہانیاں پڑھتی ہوں۔

س: آخر میں اپنی کیوٹ سی بہن اقراء اور طاہرہ کے لیے اچھی سی دعا دیں؟

ج: اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو بہت ساری خوشیاں دے آمین۔

عروسہ شہوار...... کالا گوجراں' جہلم

س: جب تک میری سوچوں میں سیاست نہیں آتی' میں عشق کے دو چار سخن اور نہ لکھوں' کیا خیال ہے آپیا جانی!

ج: جان کہہ کر وہ میری جان لے جاتا ہے
عشق میں ایسا سیاست کا چلن ٹھیک نہیں

س: موسم بہت سہانا ہو رہا ہے ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں' جی چاہتا ہے لانگ ڈرائیو پر جانے کو آئسکریم کھانے کو اور ساتھ ہو بھلا کس کا؟

ج: آنچل کا۔

س: آنکھ لگی تو خواب دیکھا ہم بھی خوش وہ بھی خوش کیا تھا وہ خواب؟

ج: لوڈشیڈنگ ختم ہوگئی۔

س: جان لبوں پہ آتی ہے جب خیال آتا ہے اس کا کون ہے وہ؟ بوجھو تو جانیں' ہم تم کو مانیں؟

ج: بجلی اور پانی۔

مہک سعید...... شاہ نکڈر

س: آپی اگر آپ کا کوئی دوست ناراض ہوجائے تو کیا کریں گی؟

ج: سنگھاڑے کھلاؤں گی۔

س: آپی آج کل کے ملکی حالات کے بارے میں کیا کہیں گی؟

ج: بس بس میرا منہ نہ کھلوائیں۔

س: اوکے آپی! اپنا خیال رکھیے گا اور اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت کریں۔

ج: تم بھی اپنا خیال رکھنا اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے تمہارے گھر کی کبھی لائٹ نہ جائے۔

ام کلثوم رائے...... اختر آباد اوکاڑہ

س: پہلی بار آئے ہیں کیا کہیں گی؟ خوش آمدید کے علاوہ؟

ج: جی آیاں نوں!

س: آپ ایک ریڈر کے دکھ کو کیسے سمجھ سکتی ہیں؟

ج: دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔

س: جب بہت سی کوششیں کرنے اور ذہنی آزمائش سے گزرنے کے باوجود ہمارا بھیجا ہوا مواد شائع نہ ہو کیا کرنا چاہیے؟

ج: خوب سے خوب تر کی جستجو!

س: اپنے آپ کو تین لفظوں میں بیان کریں؟

ج: سویٹ شمائلہ آپی!

س: آپ مجھے نہیں جانتیں' جگہ دیں گی تو جاننے لگیں؟

ج: اچھا لکھتی ہو۔

ثمینہ مغل...... ایبٹ آباد

س: السلام علیکم آپی! کیسی ہیں آپ؟

ج: وعلیکم السلام! خوش رہو' ہم ٹھیک ہیں۔

س: کافی عرصے بعد ہم آپ کی محفل میں آئے ہیں' آپ نے پہچانا کہ نہیں؟

ج: محبت کرنے والے اپنی پہچان آپ ہوتے ہیں۔

س: آپی ہمارے دوست ہمیں بے وفا کیوں کہتے ہیں جب کہ ہم ایسے نہیں ہیں؟

ج: تو ایسی ہو جاؤنا .....

انعم خان..... ہری پور ہزارہ

س: السلام علیکم شمائلہ آپی! اپنا حال بتانے کے ساتھ بتائیے 5 ماہ سے زیادہ غائب ہونے پر آپ نے مجھے یاد کیوں نہیں کیا؟

ج: یاد تو انہیں کیا جاتا ہے جنہیں انسان بھول جائے۔

س: دل کے دروازے محبت کی دستک سے کھل جاتے ہیں لیکن دماغ کے دروازے کس ٹائپ کی دستک سے کھلتے ہیں؟

ج: ایک چپ سے۔

س: آپی بتائیے تو ذرا دل کی خواہشات کے سامنے فل اسٹاپ کس رنگ سے لگایا جائے کہ صاف نظر آئے تاکہ خواہشات کے قدم روک لیے جائیں؟

ج: دل کی خواہشات کے سامنے فل اسٹاپ لگتا کہاں ہے؟ ہزاروں خواہشیں ایسی ہیں۔

س: اگر آپ سے کہا جائے آپی کہ ایک دن کے لیے ملک کی صدارت کریں، ساتھ ہی آپ کو جادو کی چھڑی دی جائے تو 24 گھنٹوں میں آپ کتنی تبدیلیاں لاسکیں گی؟

ج: جب اتنے بڑے بڑے جادوگر 65 سالوں میں کوئی تبدیلی نہ لاسکے تو بے چاری جادو کی چھڑی کسی کا کیا بگاڑے گی۔

سدرہ سیال..... خانیوال

س: السلام علیکم! آپی کیسی ہیں؟

ج: آپ کی دعا ہے۔

س: آپ کی محفل میں پہلی بار آئی ہوں؟

ج: خوش آمدید، جی آیا نوں۔

س: آپی اپنے کیوں دور ہو جاتے ہیں؟

ج: ان کی مرضی!

س: دنیا میں لوگ محبت کو ٹافی کیوں سمجھتے ہیں؟

ج: حالانکہ وہ چاکلیٹ ہوتی ہے۔

صنم ناز..... گوجرانوالہ

س: ہمارے شہر میں تو بہت گرمی ہے آپ اپنے شہر کا حال سنائیے؟

ج: یہاں پر برف باری ہو رہی ہے۔

س: آنچل کی سالگرہ کیسی گزری؟

ج: تمہارے بغیر اداس!

س: سنا ہے آپ "ہم سے پوچھیے" میں کچھ تبدیلیاں لا رہی ہیں؟

ج: فی الحال تو نہیں۔

س: اگر ہم کسی انسان کو کچھ راز دیں اور وہ اس بات کو راز نہ رکھے تو اس سے کیا سلوک کیا جائے؟

ج: جو سلوک وہ آپ کے راز کے ساتھ کرے۔

فائزہ چوہدری..... باغ جھنگ

س: محبت کے اصولوں میں سے صرف ایک اصول بتائیے جو پُر بہار بھی ہو؟

ج: شدت سے اور سچی ہو۔

س: وہ دن رات کھوئے کھوئے سے رہتے ہیں اب میں انہیں کیسے سمجھاؤں کہ خواب.....؟

ج: کبھی پورے نہیں ہوتے۔

س: اپیا جی! جلدی سے بتائیں کہ لوگ مطلب نکل جانے کے بعد آنکھیں کیوں پھیر لیتے ہیں؟

ج: ستم ظریف جو ہوتے ہیں۔

س: اگر عورت رنگ، خوشبو، حیات اور عصمت کا نام ہے تو مرد؟

ج: سراپا سوال ہے۔

س: اگر کوئی پوچھے کہ تم نماز میں کیا دعا مانگتی ہو تو کیا بتاؤں؟

ج: دعا بتانے کی نہیں ہوتی یہ رب کا اور بندے کا معاملہ ہے۔

س: دل بہت اداس ہے، کیا کروں؟

ج: نماز پڑھ کر اللہ سے باتیں کرو۔

کام کی باتیں

ہما احمد

سائنس اور اسلام

سورۃ الحشر کی آیت نمبر 07 میں آتا ہے

وما اتکم الرسول مخدوہ وما نھکم عنہ فانتھوا۔

اور جو تمہیں اللہ کے رسول دیں (احکامات دین) اسے لے لو (عمل کرو) اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔

پانی پینے کے آداب

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (پانی یا کچھ اور) دائیں ہاتھ سے، بسم اللہ پڑھ کر تین سانس میں پیتے تھے اور آخر میں الحمد للہ کہتے تھے (مفہوم حدیث بخاری و مسلم)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ کوئی آدمی کھڑے ہو کر پانی پیے۔ (مسلم)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی تم میں سے کھڑے ہو کر ہرگز پانی نہ پیے جو بھول جائے وہ قے کر ڈالے۔ (مسلم)

☆ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے یا پھونک مارنے سے منع فرمایا۔ (ترمذی)

☆ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹی مشک (موجودہ دور میں جگ، گھڑا، بوتل، کین، ٹنکی) یا بڑی مشک کے ساتھ منہ لگا کر پینے سے منع فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

مندرجہ بالا احادیث کو مدِ نظر رکھتے ہوئے پانی پینے کی درج ذیل سنتیں ہیں:۔

1۔ بسم اللہ پڑھ کر پینا
2۔ دائیں ہاتھ سے پینا
3۔ دیکھ کر پینا
4۔ تین یا دو سانسوں میں پینا
5۔ پینے کے برتن میں سانس نہ لینا اور پھونک نہ مارنا۔
6۔ بیٹھ کر پینا
7۔ پینے کے بعد الحمد للہ کہنا

سائنس کیا کہتی ہے

جدید تحقیق کے مطابق کھڑے ہو کر پانی پینے سے جگر اور معدے کی بعض ایسی بیماریاں لگ جاتی ہیں جو لاعلاج ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ پاؤں پر ورم بھی ہوسکتا ہے، ایک مرض جسے استسقاء (OEDEMA) کہتے ہیں یہ بھی کھڑے ہو کر پانی پینے سے ہوتا ہے۔

استسقاء (OEDEMA) اس مرض کا نام ہے جس میں انسان کے جسم میں ضرورت سے زیادہ پانی اکٹھا ہو جاتا ہے اور جسم پھول جاتا ہے، اس خطرناک مرض سے اپنے بندوں کو بچانے کے لیے ان کے خالق (پیدا کرنے والا) نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے کہلوایا۔

"اگر تمہیں کھڑے ہو کر پانی پینے کے نقصان کا پتا چل جائے تم وہ پانی جسے تم نے کھڑے ہو کر پیا ہے، اپنی انگلی حلق میں ڈال کر قے کر دو۔"

☆ پھر اگر ہم پانی پینے سے پہلے یا کوئی مشروب پینے سے پہلے ایک نظر دیکھ لیں تو اس میں یہ حکمت ہے کہ ہوسکتا ہے کہ پانی میں کوئی مضر صحت چیز ہو جو پانی کے ذریعے اندر جسم میں جا کر کسی نقصان کا سبب بنے۔

☆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کو ایک سانس میں پینے سے منع فرمایا کیونکہ بغیر سانس لیے پینے سے سیری (پیٹ نہیں بھرتا) نہیں ہوتی اور بعض اوقات غٹا غٹ مشروب چڑھ جانے کے سبب پھندا یا اچھو لگ جاتا

ہے جو بسااوقات موت کا سبب بن سکتا ہے۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے برتن میں سانس لینے اور پھونک مارنے سے منع فرمایا۔ جدید سائنس کہتی ہے کہ انسان جب سانس اندر لے کر جاتا ہے تو آکسیجن انسانی بدن میں داخل ہوتی ہے اور جب سانس باہر نکالتا ہے تو کاربن ڈائی آکسائیڈ کا بدن سے اخراج ہوتا ہے تو جب ہم کسی میں سانس لیتے ہیں یا پھونک مارتے ہیں تو کاربن ڈائی آکسائیڈ جو کہ مضر صحت گیس ہے اور منہ کے زہریلے مادے سانس یا پھونک کے ہمراہ ہمارے مشروب میں داخل ہوجاتے ہیں اور پھر جب اس پھونک شدہ مشروب کا استعمال کیا جاتا ہے تو وہ مختلف بیماریوں کا سبب بنتا ہے۔

قابل غور بات:۔

ہم بازار سے ایک مشین لاتے ہیں جس کے فوائد تو بہت ہیں مگر ہم اس بات سے واقف نہیں ہیں کہ اس مشین کو کس طرح استعمال میں لائیں کہ بہتر کام کرے اور اس میں کوئی خرابی نہ ہو اور وہ مشین دیرپا چلے تو ہم اس ہدایت نامے کی طرف رجوع کرتے ہیں جو مشین کے ساتھ دیا گیا ہوتا ہے کہ ''آپ نے مشین کو کس طرح استعمال میں لانا ہے' کس طرح اس کی حفاظت کرنی ہے'' اور پھر نہ صرف ہم غور سے ان ہدایات کو پڑھتے ہیں بلکہ ان پر عمل کرنے کی کوشش بھی حتیٰ المقدور کرتے ہیں۔

تو ذرا سوچیے! انسان ایک مشین ہے اس کا خالق اللہ رب العزت کی ذات ہے اس نے اس انسانی مشین کو چلانے کے لیے ہدایت نامہ ''قرآن'' دیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اس قرآن کی عملی تفسیر بھی انسان کے سامنے رکھ دی تا کہ وہ جان لے کہ اس نے کن اصول وضوابط کے تحت اپنی زندگی گزارنی ہے۔

اگر انسان ان اصول وضوابط پر عمل کرے تب ہی وہ متوازن وخوش گوار زندگی گزار سکتا ہے ورنہ وہ لاکھ بہتر سے بہترین اصول اپنالے وہ کامیاب زندگی نہیں گزار سکتا۔ ذرا سوچیے؟

ہما ایوب شیخ...... عارف والہ

مفید ٹوٹکے

☆ ایک عدد لیموں کے رس میں گلاب کا عرق اور کھیرے کا رس ملا کر چہرے پر لگائیں' اس سے جلد کی تروتازگی لوٹ آتی ہے۔

☆ آدھا چمچہ پانی میں سیب کے چند بیج پیس کر رات سوتے وقت چہرے پر لگائیں۔ چہرے کے روئیں سے نجات حاصل کرنے کے لیے ایک چمچہ میدہ میں تھوڑی سی پسی ہوئی پھٹکری اور عرق گلاب ملا کر لیپ بنالیں' ایک ماہ تک مسلسل استعمال سے چہرے کے روئیں کافی کم ہوجائیں گے۔

☆ آنکھوں کے گرد لکیریں اور حلقے دور کرنے کے لیے تھوڑی سی ویسلین میں دو قطرے عرق گلاب اور دو قطرے لیموں کا رس ملا کر لگائیں اور ہلکے ہاتھ سے مساج کریں۔

☆ گردن کی سیاہی کم کرنے کے لیے آدھی پیالی سرکے میں ایک چمچہ زیتون کا تیل ملا کر لگائیں۔

☆ سفید اور سیاہ کیلیں نکالنے کے لیے ملتانی مٹی میں ایک چمچہ بیسن' گلاب کا عرق اور خشک دودھ ملا کر چہرے پر ماسک لگائیں' جب سوکھنے لگے تو پانی سے تر کرلیں۔ آدھے گھنٹے بعد ماسک اتار کر کیلیں دبا کر نکال لیں اور برف کی ٹکور کریں پھر پھٹکری لگادیں۔

طیبہ شیریں...... کوری خدا بخش
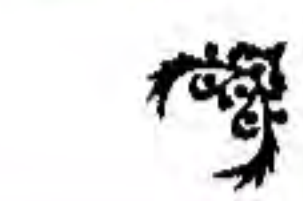
تندرستی صحت

لبابہ احمد

دماغ کو بچائے رکھنے کے گُر سیکھیے

یوں تو انسانی جسم کا کوئی بھی عضو ہو تو قدرت کا انمول عطیہ ہوتا ہے۔ مگر دماغ کی حیثیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ دماغ کی وجہ سے انسان خلا کو تسخیر کرنے کے ساتھ ساتھ نئی ٹیکنالوجی تیار کرتا چلا جارہا ہے۔ بچپن ہی سے ہماری کوشش ہوتی ہے کہ اپنے بچوں کی ذہنی کارکردگی بڑھانے کے لیے مختلف طریقے آزمائیں انہیں ایسی غذا فراہم کریں جو ذہنی و دماغی استعداد بڑھانے میں مدد دے اور ایسی ذہنی مشقیں کروائیں جن میں بچہ اپنی ذہانت کا بھرپور مظاہرہ کرے۔ اپنے دماغ کو استعمال کرے اور چستی کا مظاہرہ کرے لیکن ہماری کچھ عادتیں ایسی ہوتی ہیں جو براہِ راست دماغ کو متاثر کرتی ہیں مثلاً......

1۔ ہم ناشتے کو اہمیت نہیں دیتے' یونہی تھوڑا بہت کھالیا اور تسلی ہوگئی۔ ماہرین طب کہتے ہیں کہ صبح کا ناشتہ نہ کرنے سے جسم کا شوگر لیول کم ہوجاتا ہے' جس کی وجہ سے دماغ کو درکار غذائی اجزا توانائی کی صورت میں نہیں ملتے اس طرح دماغ متاثر ہوتا ہے۔

2۔ ہم میں سے کچھ لوگ بے تکا اور بے حساب کھانے کے عادی ہوتے ہیں۔ یہ صاحبان ذائقہ کے متوالے ہوتے ہیں اور کھاتے وقت مقدار کا تعین نہیں کرتے اگر وہ جانتے ہوں کہ زیادہ کھانے سے ان کا دماغ متاثر ہوگا اور دماغ کی آرٹریز سخت ہوجاتی ہیں تو شاید وہ ایسا نہ کریں۔ آپ دماغی قوت بڑھاتے بڑھاتے کم کرنے لگتے ہیں لہٰذا کھانے پینے میں اعتدال کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔

3۔ تمباکو نوشی سے انسانی دماغ حجم میں چھوٹا ہوتا چلا جاتا ہے' دماغ کے اس طرح سکڑنے سے الزائمر جیسی بیماری لاحق ہوسکتی ہے۔ میٹھا کھانے کے شوقین بھی احتیاط سے کام لیں کیونکہ زیادہ شکر استعمال کرنے سے پروٹین اور دوسرے اہم غذائی اجزاء کی غذائیت کا تناسب کم ہونے لگتا ہے۔ اس طرح دماغ کمزور ہوتا ہے اور نشوونما کا عمل سست رفتار ہوجاتا ہے۔

4۔ آلودگی کسی قسم کی ہو صحت کے لیے مضر ہے کیونکہ انسانی جسم میں سب سے زیادہ آکسیجن صرف کرنے والا عضو دماغ ہے اور فضائی آلودگی کی وجہ سے فضا میں سانس لینے سے دماغ کو ملنے والی آکسیجن کم ہوجاتی ہے جو ذہنی استعداد کو متاثر کرتی ہے۔

5۔ نیند پوری کیا کریں کیونکہ ایسا نہ کرنے سے دماغ فعال نہیں رہتا پھر وہ کام کے وقت سونے لگتا ہے۔ آپ سوئیں گے تو دماغ کو اگلے بارہ یا 14 گھنٹے کام کے لیے آرام ملے گا۔ جب طویل عرصہ تک نیند پوری کرنے کا عمل جاری نہ رکھا جاسکے تو دماغ کے سیلز مردہ ہوجاتے ہیں جو بُری طرح دماغی کارکردگی کو متاثر کرتے ہیں۔

6۔ سوتے وقت سر کو لپیٹا نہ کریں' اس طرح آپ پنکھے یا اے سی کی ہوا کا براہِ راست نقصان تو نہیں جھیلتے مگر اس طرح دماغ کے آس پاس کاربن ڈائی آکسائیڈ کی مقدار بڑھ سکتی ہے۔ خواتین چوٹی کھول کر سویا کریں تو بالوں کی افزائش بہتر ہوتی ہے۔ یاد رکھیے کہ آکسیجن کے لیے یہ مشورہ دیا جارہا ہے آپ کو سوتے وقت دماغ کی تعمیر کرنی ہے اس کی بردباری نہیں کرنی۔

7۔ بیماری کے دوران ذہنی بوجھ والے کام نہ کیا کریں بیماری کے دوران مطالعہ بھی نہ کیا کریں اس طرح خلیوں کونقصان پہنچتا ہے۔

8۔فضول گفتگو بھی دماغی صحت کومتاثر کرتی ہے چیخنے چلاّنے اور اشتعال انگیز رویئے سے پرہیز کیا کیجیے کیونکہ اس طرح دماغی کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔ سوچ بچار ضرور کریں یہ آپ کے دماغ کو تیز محرک اور فعال رکھے گی لیکن بوریت دور کرنے کے لیے فضول گفتگو کرنا دماغ کو آزمائش میں ڈالنے کے برابر ہے۔

طیبہ نذیر.....شادیوال گجرات

ماں اور بچے کی صحت

انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کرکے ایک مقصد حیات دیا ہے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے انسان دن رات کوشاں رہتا ہے۔انسان دنیا کی حسین وجمیل ہستی ماں کے ذریعے دنیا میں آتا ہے اور اپنے مقصد حیات کے لیے ماں اور باپ دونوں ہی مدد کرتے ہیں۔ماں بچے کی صحت' تعلیم اور ہر چیز کا خیال رکھتی ہے۔اس کی ہر ضرورت ماں کے ذریعے پوری ہوتی ہے۔اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ بچہ کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے۔ جہاں سے وہ اچھائی اور برائی میں تمیز سیکھتا ہے۔ماں اور بچے کی صحت سوسائٹی میں زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔کیونکہ معاشرے کی ترقی اور بہتری کے لیے ان کی صحت لازمی ہے کیونکہ اگر ماں صحت مند ہے تو اس کا بچہ بھی صحت مند ہوگا اور وہ اپنے بچے کو صاف ستھرا رکھے گی اور اس کی اچھی تربیت کرے گی جو بڑا ہوکر معاشرے کے لیے اہم ستون بنے گا۔ یہ سب کس کی وجہ سے ممکن ہوگا ماں کی وجہ سے ممکن ہوگا۔اس لیے ماں اور بچے کی صحت ایک معاشرے میں کتنی اہمیت رکھتی ہے یہ بیان کرنا تو مشکل ہے بلکہ اسے سمجھنا بہت آسان ہے۔

دنیا کے کامیاب ترین انسانوں سے پوچھا جائے کہ آپ کی کامیابی کا راز کیا ہے تو مسکرا کر کہیں گے کہ ماں!

کسی بھی ملک کی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ اس قوم کے نوجوان صحت مند' چاق وچوبند ہوں کیونکہ آج کا بچہ کل کا مستقبل ہے۔اس لیے حکومت کو چاہیے کہ ماں اور بچے کی صحت کے لیے ٹھوس اقدامات کرے ماں اور بچے کی صحت آگے چل کر ملک اور قوم کو ایک بہترین مستقبل کی طرف گامزن کرے گی۔

ماں اور بچے کی صحت

کیا آپ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ ہر سال ترقی پزیر ممالک میں پانچ سال تک کی عمر کے ڈیڑھ کروڑ بچے مرجاتے ہیں۔ جی ہاں! ایسا لگتا ہے کہ یہاں ماں باپ اپنے بچوں کو کچھ کم محبت کرتے ہیں یا یہاں ممتا کا جذبہ کم پایا جاتا ہے یا نہیں ہے۔ یہاں صرف ایک چیز کی کمی پائی جاتی ہے اور وہ ہے معلومات کی کمی۔ ماں بننے والی عورت اور اس کے گھر والوں کو اگر وہ تمام معلومات حاصل ہوجائیں جو"ماں بننے" کے عمل سے پہلے اور اس عمل کے دوران عورت کی صحت اور زندگی کے لیے ضروری ہیں تو اس سے بہت سی مشکلات سے بچا جاسکتا ہے چونکہ بچہ کی صحت کا دارومدار ماں کی صحت پر ہوتا ہے اور بچے کی زندگی کے لیے ماں کی صحت ضروری ہے۔ ماں بننے کے مراحل میں کوئی بھی پیچیدگی بچے کی صحت کے لیے پیچیدگی کا سبب بن سکتی ہے لہٰذا ماؤں کو چاہیے کہ چند ضروری باتوں کو یاد رکھیں۔

(جاری ہے)